حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خلفائے کرام

(الجزء الثالث)

(ناشر)

(حضرت مولانا) محمد یوسف متالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ۔ ہولکمب

بری۔ انگلینڈ

حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خُلفائے کرام

(الجزء الثالث)

(ناشر)

حضرت مولانا محمد یوسف مُتالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ - ھول کمب

بری - انگلینڈ

نام کتاب :- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
اور ان کے خلفائے کرام

الجزء :- الثالث

ترتیب وتجمیع :- محمد یوسف متالا
مہتمم دار العلوم ، بری ، لندن

سائز :- ۲۳ × ۳۶ / ۱۶

سال طباعت :- ۱۴۰۶ھ

تعداد طباعت :- بارہ سو (۱۲۰۰)

صفحات :- چارسواٹھائیس (۴۲۸)

ہدیہ :-

ناشر

محمد یوسف متالا

احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی ۱۹

فہرست مضامین خلفائے کرام

عدد	عنوان	صفحہ
	نقل خط محمد یوسف متالا بنام خلفائے کرام	۵
۱	حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ العالی۔ مفتی اعظم پاکستان کراچی	۱۲
۲	حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کرسوی مدظلہ العالی۔ کرسی ضلع بارہ بنکی	۱۷
۳	حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب مدظلہ العالی۔ دار العلوم دیوبند	۳۱
۴	حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب مدظلہ العالی۔ مراد آباد	۳۴
۵	حضرت مولانا سید مفتی مختار الدین صاحب۔ کربوغہ شریف (کوہاٹ)	۴۸
۶	حضرت مولانا امام الدین صاحب مدظلہ العالی۔ کٹھیار بہار	۵۱
۷	حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ العالی۔ جزیرہ انڈمان	۶۵
۸	حضرت الحاج حکیم عبد القدوس صاحب دیوبندی مدظلہ العالی۔ مدینہ منورہ	۸۲
۹	حضرت مولانا عبد الحئی صاحب مدظلہ العالی۔ بہلی شریف شجاع آباد	۹۶
۱۰	حضرت مولانا محمد اشتیاق صاحب مدظلہ العالی۔ بہار	۱۰۷
۱۱	حضرت مولانا محمد طاہر صاحب منصور پوری مدظلہ العالی۔ لکھنو	۱۱۳
۱۲	حضرت مولانا محمد زبیر صاحب مدظلہ العالی۔ مکی مسجد کراچی	۱۲۶
۱۳	حضرت مولانا محمد مصطفیٰ صاحب آگروی رحؒ۔ آگرہ	۱۳۱
۱۴	حضرت الحاج احمد ناخدا صاحب افریقی مدظلہ العالی۔ مدینہ منورہ	۱۳۶
۱۵	حضرت مولانا حسّان احمد صاحب پٹنوی مظاہری مدظلہ العالی۔ مدینہ طیبہ	۱۳۹
۱۶	حضرت مولانا نجیب اللہ صاحب چمپارنی مدظلہ العالی۔ مدینہ طیبہ	۱۵۰
۱۷	حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔ لاہور	۱۹۴

عدد	عنوان	صفحہ
۱۸	حضرت مفتی بشیر حسن احمد صاحب مدظلہ العالی۔ ناٹال	۲۰۵
۱۹	حضرت مولانا محمد بلال ابراہیم باوا مدظلہ العالی ۔ بری لندن	۲۰۷
۲۰	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا مدظلہ العالی۔ چپاٹا زامبیا	۲۱۴
۲۱	حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب مدظلہ العالی ۔ راولپنڈی	۲۴۷
۲۲	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ العالی۔ بجنور	۲۵۸
۲۳	حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ العالی۔ گجرات	۲۶۲
۲۴	حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی مدظلہ العالی۔ مرادآباد	۲۶۵
۲۵	حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مدظلہ العالی ۔ گجرات	۲۸۳
۲۶	حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمنی مدظلہ العالی ۔ مدینہ منورہ	۲۸۸
۲۷	حضرت مولانا محمد سجاد صاحب مدظلہ العالی ۔ اعظم گڑھ	۳۰۳
۲۸	حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی ۔ جونپور	۳۱۳
۲۹	حضرت میانجی محمد عیسیٰ میواتی مدظلہ العالی۔ میوات	۳۲۰
۳۰	حضرت الحاج محمد زکی بھوپالی صاحب مدظلہ العالی ۔ مدینہ طیبہ	۳۲۶
۳۱	حضرت مولانا محمد ہاشم حسن صاحب پٹیل مدظلہ العالی ۔ بری لندن	۳۳۸
۳۲	حضرت مولانا صوفی عبدالاحد صاحب مدظلہ العالی۔ بہار	۳۵۰
۳۳	حضرت مولانا سید خلیل حسین صاحب مدظلہ العالی ۔ دیوبند	۳۶۲
۳۴	حضرت سید صابر حسن صاحب مدظلہ العالی ۔ ضلع سہارنپور	۳۷۳
۳۵	حضرت الحاج حافظ صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی۔ مرزاپور (سہارنپور)	۳۹۲
۳۶	حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب نوراللہ مرقدہٗ ملتان	۴۱۱

نقل خط

بنام

مجازین زاد مجدہم

بسلسلۂ کتاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ اور ان کے خلفائے کرام

"۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

۱۱ جولائی ۸۲ھ

مخدوم مکرم حضرت   مدفیوضکم وبرکاتکم

بعد سلام مسنون ! قطب الاقطاب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے وصال پر ملال کے بعد مختلف افراد و اداروں نے حضرتؒ کے متعلق مختلف موضوعات پر کام شروع کر رکھا ہے ۔ دارالعلوم کی طرف سے کام کے متعلق خود ہمارے ذہن میں بھی تھا ۔ اور حضرتؒ کے بعض خدام نے بھی

یاد دہانی کرائی کہ حضرتؒ نے دارالعلوم کی طرف سے ایک رسالہ کا اجراء تجویز فرماکر تبرکاً چندہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا اجراء حضرت کے نمبر سے ہونا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم وحضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب دامت برکاتہم وحضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدفیوضہم کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ دارالعلوم کی طرف سے حضرتؒ کے حالات اور حضرتؒ کے خلفاء کرام کے حالات جمع کر کے شائع کئے جائیں گے۔ تاکہ رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل واُسوہ بنیں اور تاریخ محفوظ ہوجائے کہ حضرتؒ نے اس قحط الرجال کے دور میں کتنا زبردست مردم سازی کا کام انجام دیا ہے۔

سہولت اور واقعات کی یاددہانی کے خاطر یہ ایک سوالنامہ اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت ہے۔ جو دیگر خلفاء کرام کی خدمات میں بھی بھیجا جارہا ہے۔ اسے سامنے رکھکر اپنی زندگی کا وہ پہلو جس کا کسی بھی درجہ میں حضرتؒ کے ساتھ تعلق ہو اسے بہت تفصیل سے تحریر فرماویں۔

اس لئے کہ "حضرت اقدس کے خلفاء" کے نام سے ایک مبسوط کتاب ایک سے زیادہ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو آپ اپنے حالات تحریر فرماکر ارسال فرماویں۔ اور دعا بھی فرماویں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کام کو جلد پایۂ تکمیل کو پہنچائیں اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرماوے۔

جواب بھیجتے وقت اوپر چھپا ہوا پتہ صرف انگریزی میں تحریر فرماویں

فقط والسلام
احقر یوسف متالا
از مدینہ منورہ

سوالنامہ

① مکمل اسم گرامی۔ پتہ، فون نمبر

② آپ کی تاریخ پیدائش۔ بچپن کی تعلیم وتربیت۔ اعلیٰ دینی تعلیم۔ تعلیم سے فراغ۔ نکاح۔ اولاد۔ دینی خدمت کا آغاز۔ موجودہ مشغلہ۔ اب تک کی آپ کی زندگی کے خصوصی واہم احوال مختصر طور پر تحریر فرماویں۔

③ آپ کے علاقہ کی مختصر دینی صورت حال۔

④ آپ نے حضرتؒ کو کس عمر سے جانا؟ سب سے پہلے حضرتؒ کی زیارت کہاں اور کیسے ہوئی؟ مفصل واقعہ کی صورت میں تحریر فرمائیں۔

⑤ حضرتؒ سے بیعت واصلاحی تعلق کی کیا شکل ہوئی؟ کیا آپ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوئے؟ بہرصورت حضرتؒ سے تعلق جوڑنے کا واقعہ تفصیلاً تحریر فرماویں۔

⑥ مختلف مشائخ میں سے آپ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو کیسے اور کیوں منتخب کیا اور ان کے دامن تربیت سے وابستگی کے لئے کیا اسباب ومحرکات پیش آئے؟

⑦ بیعت بالمشافہ ہوئے یا خط سے؟ پہلی صورت میں بیعت کا قصہ یاد ہو اور بیعت کے وقت حضرت نے کوئی خصوصی نصیحت فرمائی ہو تو تحریر فرماویں اور خط سے بیعت کی صورت

میں خط کی فوٹو کاپی یا نقل آسانی سے بھیج سکیں تو ضرور بھیجدیں ۔

(٨) بیعت کے بعد اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرتؒ سے جو خط و کتابت ہوئی ہو ان مکاتیب میں سے جن مکاتیب کی اشاعت سالکانِ طریقت و تصوف کے لئے مفید ہو وہ مکاتیب یا ان کے اقتباسات نقل کر کے ارسال فرما دیں۔

(٩) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں مشہور تھا کہ جب حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی اس طرح کے واقعات آپ کے ساتھ پیش آئے ہوں یا آپ کے سامنے اور کسی کے ساتھ پیش آئے ہوں تو اسے تحریر فرما دیں ۔

(١٠) حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے خصوصی خدام و متعلقین پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی و مالی ہدایا کی بارش رہا کرتی تھی اس طرح کی خصوصی شفقتیں آپ کے ساتھ رہی ہوں تو اسے بھی تحریر فرما دیں ۔

(١١) حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے ہر ایک سے الگ الگ رہا، آپ کے ساتھ تربیت کا تعلق کس نوعیت کا رہا ؟ نیز حضرت سے تعلق قائم کرنے کے بعد معمولات میں زیادتی و ترقی کیسے ہوئی ؟ آپ کے معمولات کے سلسلہ میں حضرت کی طرف سے جو ہدایات زبانی یا بذریعہ خطوط آپ کو ملی ہوں ان سب احوال کو بسط کے ساتھ تحریر فرما دیں بالخصوص آپ نے حضرتؒ سے

امراض قلب کے علاج کے متعلق دریافت کیا ہو اور حضرتؒ نے کوئی علاج تجویز فرمایا ہو اسے بھی ضرور نقل فرما کر ارسال فرما دیں۔

(١٢) حضرت کی طرف سے آپ کو خلافت کب اور کہاں عطا ہوئی اور اس موقع پر کوئی چیز حضرت نے بطور یادگار مرحمت فرمائی ہو یا کوئی خاص نصیحت فرمائی ہو تو اس کو ذرا تفصیل سے تحریر فرما دیں اور اگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے خلافت تحریری ملی ہو تو اجازت نامہ کی نقل ارسال فرما دیں ۔

(١٣) حضرت اقدسؒ اپنے خلفاء و مجازین کے بارے میں اس کے متمنی رہتے تھے کہ وہ حضرت کے یہاں آنے کے بجائے اپنی جگہ جگہ جم کر بیٹھیں اور کام میں لگیں اس سلسلہ میں آپ کو بھی خصوصی ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرما دیں۔

(١٤) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو تصنیفی و تالیفی ذوق بہت زیادہ تھا اس سلسلہ میں کیا حضرت نے آپ کو کسی کتاب کی تالیف کا اپنی طرف سے حکم فرمایا ۔ یا حضرت نے آپ کے مشورہ طلب کرنے پر کسی تصنیف کی اجازت فرمائی ہو یا مسرت کا اظہار فرمایا ہو تو اس کی تفصیل تحریر فرمائیں ۔

(١٥) کبھی مخصوص مواقع پر حضرتؒ اپنے خصوصی احباب و متوسلین کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات و سازشوں کے خلاف کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اس طرح کی کوئی ہدایت تحریر یا زبانی آپ کو ملی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں ۔

(١٦) حضرتؒ کی خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت کے خلفاء تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں اور جگہ جگہ مدارس دینیہ ومکاتیب قرآنیہ قائم کریں اس سلسلہ میں کبھی آپ کو ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

(١٧) مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلبہ کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی اگر آپ کو کچھ یاد ہو تو ضرور لکھیں۔

(١٨) حضرتؒ کی مختلف ادائیں بحالتِ عبادت و درس و تدریس وبر دسترخوان و بر مسندِ مشیخت و در مجلسِ شب بعد عشاء نیز اکابر کے قصے و تفریحی فقرے و قصے و اشعار وغیرہ امور میں سے جن چیزوں کو آپ کے حافظ اور قلم نے محفوظ رکھا ہو اسے وسعتِ ظرفی کے ساتھ بسط سے لکھیں تاکہ دیگر عشاق ومحبین بھی اس سے محظوظ و مستفید ہوں۔

نوٹ: یہ چند امور بطور نمونہ از خروارے ہم نے تحریر کئے ہیں ان کے علاوہ مزید جو کچھ آپ تحریر فرمانا چاہیں ضرور لکھیں بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر خلفاء کے جو حالات و اوصاف عالیہ آپ کے علم میں ہوں تو اسے بھی ضرور لکھیں۔

"

اس کے جواب میں قریباً پچاس۵۰ حضرات نے اپنے حالات تحریر فرمائے۔

ان کے عنوانات حضرت مولانا متالا صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمائے۔ چونکہ تمام خلفاء کے حالات کے لئے ایک جلد متحمل نہیں تھی، اس لئے ایک سے زائد حصوں میں تقسیم کردینا پڑا، اور تقدیم وتاخیر میں کسی خاص ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، بلکہ جیسے جیسے حالات موصول ہوتے رہے، ایک ایک حصہ تیار ہوتا رہا ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی
یکے از خدام
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث ورئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

اسمِ گرامی : ولی حسن ٹونکی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵۔

پیدائش اور تعلیم وتربیت

۱۹۲۴ء سنہ ہجری یاد نہیں راقم کا خاندان علماء کا خاندان تھا۔ مولانا محمود حسن خان۔ مولانا حیدر حسن خان میرے والد مفتی انوار الحسن خان صاحب کے چچا تھے۔ اوّل الذکر معجم المصنفین کے مصنف اور ثانی الذکر دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔ ندوۃ کے بہت سے قابلِ الذکر حضرات مولانا حیدر حسن خان کے شاگرد تھے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے "پرانے چراغ" میں ان کا طویل تذکرہ کیا ہے میرے دادا مفتی انوار الحسن صاحب اور ان کے والد مفتی محمد حسن خان عدالت شرعیہ ٹونک میں مفتی تھے بلکہ مفتی محمد حسن خان، مولانا محمود حسن اور مولانا حیدر حسن خان کے استاذ تھے۔ راقم نے ابتدائی کتب فارسی وغیرہ اسی طرح چھوٹی کتب عربی اپنے والد سے پڑھی تھیں میرے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب میری عمر گیارہ سال تھی۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا حیدر حسن خان صاحب رمضان المبارک کی تعطیلات میں ٹونک آئے اور تعزیت کے لئے میرے گھر آئے اور میری دادی صاحبہ سے (جو مولانا دوست محمد صاحب کابلی کی بیٹی تھیں مولانا دوست محمد صاحب بڑے عالم اور فاضل تھے صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ عالم علی صاحب سے انھوں نے حدیث پڑھی تھی) سے تعزیت کی اور مجھے دار العلوم ندوۃ میں لے جانے کی خواہش ظاہر کی میری دادی صاحبہ نے بخوشی اجازت دے دی چنانچہ دار العلوم ندوۃ لکھنؤ چلا گیا اور چار سال رہکر ندوۃ کا چار درجہ تک نصاب پڑھا اس درمیان میں مولانا حیدر حسن خان صاحب سے خارج میں الفیہ ابن مالک کا کچھ حصہ اور منطق کے ایک دو رسالے پڑھے جب مولانا حیدر حسن خان صاحب نماز ظہر سے پہلے تفصیلی

وضو فرماتے تھے۔ پھر مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونک تشریف لے آئے ندوۃ کے بعض اساتذہ نے میرے وہیں رہنے کی سفارش کی لیکن مولانا نے یہ کہہ کر کہ اسے پرانے طرز کا عالم بنانا ہے سفارش قبول نہ کی چنانچہ میں بھی ٹونک آگیا، اور مولانا سے بے ترتیب کتابیں پڑھتا رہا، حماسہ بھی مولانا سے پڑھا، ملاحسن فلسفہ کا ایک آدھ رسالہ پڑھا یہاں تک کہ مولانا کا ٹونک بمرض فالج انتقال ہوگیا۔ پھر عدالت شرعیہ ٹونک میں کئی سال تک ملازمت کرلی اس عرصہ میں مولوی الہ آباد ، مولوی عالم پنجاب اور مولوی فاضل پنجاب کے امتحانات دیئے دورۂ حدیث اور کتابیں پڑھنے کا شوق تھا آخر کار ملازمت چھوڑ کر رختِ سفر باندھا اور مولانا حیدر حسن خان صاحب "مظاہر علوم" کی تعریف کرتے تھے اس لئے مظاہر علوم چلا گیا، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ العزیز اس زمانہ میں جوان تھے انکی زیارت ہوئی حضرت شیخ کو بخاری شریف کا پارہ لئے ہوئے اور تلاوت قرآن کرتے ہوئے راستہ میں چلتے ہوئے کئی بار دیکھا۔ دار العلوم دیوبند چلا گیا، موقوف علیہ اور دورۂ حدیث دار العلوم دیوبند میں کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی پڑھی، ٹونک آگیا۔ ٹونک کے ایک ضلع "چھبڑہ گوگور" میں مفتی اور قاضی ہوگیا، عدالت شرعیہ کو ۱۶ر قسم کے مقدمات کو فیصل کرنے کا حق تھا۔ تا آنکہ ملک تقسیم ہوگیا۔ ہندو راج قائم ہوگیا، میرے خلاف ایک مقدمہ درج کرلیا گیا۔ بڑی طویل داستان ہے ترک کرنا ناگزیر ہے۔

تدریس وافتاء

پاکستان آنے کے بعد دار العلوم کراچی میں آٹھ دس سال رہا پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ جس کا سابق نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ تھا آگیا، یہاں مختلف کتابیں پڑھائیں اب صحیح بخاری جامع ترمذی باوجود نالائقی کے پڑھا رہا ہوں۔ اور افتاء کا بھی کچھ کام لیتا ہوں التخصص فی الفقہ الاسلامی کا بھی مشرف ہوں۔

فتنہ انکار حدیث

فتنہ انکار حدیث کو سب سے بڑا فتنہ سمجھتا ہوں اور کچھ رسالے بھی اس سلسلہ میں تصنیف کئے جو چھپ چکے ہیں عائلی قوانین کے خلاف بڑا مبسوط تبصرہ لکھا جو عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں انشاء اللہ شائع ہونے والا ہے۔

بیعت

حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی رحؒ سے پہلے بیعت ہوا کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر بھی ہوا، یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے بیعت کا اشتیاق تھا کیونکہ میں حضرت کو دار العلوم دیوبند اور "مظاہر علوم" کے اکابر کی نسبتوں کا مجموعہ سمجھتا تھا اس لئے مکی مسجد میں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے تھے بیعت کی درخواست کی بیعت تو کرلیا لیکن ڈانٹ بھی پڑی کہ علیحدہ کیوں بیعت ہورہے ہو پورے مجمع کے ساتھ بیعت کیوں نہیں ہوئے، تسبیحات پڑھنے کو بتائیں پھر ڈھڈیاں میں ذکر تلقین فرمایا اور فرمایا کہ مجھے بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تعلیم وتدریس میں مشغولیت کی بنا پر یہی ذکر تلقین فرمایا تھا اور پھر حضرت جب افریقہ تشریف لے گئے اور اسٹینگر میں اعتکاف فرمایا تو بندہ بھی حاضر ہوا، پہلے تو حضرت رحؒ نے اعتکاف کی حالت میں غالباً ایک صاحب کو مقرر فرمایا کہ میرے متعلق معلومات رکھیں، یعنی میں زیادہ باتیں تو نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ ایک روز غالباً عشرہ اخیر میں حضرت نے یاد فرمایا اور اس سے پہلے فرما چکے تھے کہ تم بلا کھٹکے میرے پاس آسکتے ہو لیکن میں ڈر کی وجہ سے جرات نہ کرسکا اور گمنام ہی رہا۔

اجازت وخلافت

عشرہ اخیر میں حضرت نے یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں جیسے مجھے بڑوں نے اجازت دی ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ میں تو بالکل نااہل ہوں، فرمایا ایسے ہی نااہل اہل ہوتے ہیں او کما قال لیکن میں نے اس سے خود کو اہل نہیں سمجھا بلکہ نااہل سمجھنے لگا، اور حضرت کے لوگوں میں سب سے زیادہ گندہ، نجس نااہل سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ قبر، آخرت میں لاج رکھ لے اور شرمندگی نہ ہو۔

خط وکتابت

بیعت اور اجازت سے پہلے حضرت سے کچھ خط وکتابت ہوئی تھی اور معمولی طالب علمانہ اشکالات بھی کئے تھے اب وہ یاد بھی نہیں آرہے البتہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم نے ایک بار فرمایا کہ حضرت نے تمہارے خط مجھے دیدیئے تھے، ایک والا نامہ میں حضرت نے ڈانٹ بھی دی تھی میں نے جب اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی اطلاع دی اور تحریر میں ہجری تاریخ کی بجائے انگریزی تاریخ تحریر کی تو

حضرت نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

حضرت قدس سرہٗ کا آخری ذوق وخواہش

حضرت رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً کا جو آخری حال جسکی کچھ جھلکیاں راقم نے افریقہ کے سفر میں دیکھیں تو یہ محسوس کیا کہ حضرت کو ذکر سے بہت شغف تھا جسطرح حضرت گنگوہی نے تدریس، طبابت تصنیف وتالیف سب مراحل طے کرنیکے بعد ذکر پر بہت زور دینے لگے تھے، اسی طرح ہمارے حضرت کا آخری حال ذکر تھا حضرت چاہتے تھے کہ ذکر کی نئی خانقاہیں آباد ہوجائیں کیونکہ پچھلی خانقاہیں ختم ہوچکی ہیں۔ اور اس کی وجہ میری ناقص اور جاہلانہ رائے میں یہ ہے کہ آج کل قیامت کا دور ہے، دجال کا دور ہے اب صرف ذکر جو روح عالم ہے کی وجہ سے نجات ہوسکتی ہے اور اب صرف دل والا اسلام ہی چلے گا، دماغ والا اسلام نہیں چلے گا۔

تربیت کے چند واقعات

تربیت کے سلسلہ میں حضرت کی کئی فرمودات یاد تھے اب کچھ یاد نہیں ہے ایک بات یاد آرہی ہے ایک بار میں نے عرض کیا کہ ذکر چھوٹ گیا ہے اور درمیان میں کافی عرصہ گذر گیا حضرت نے تحریر فرمایا جب اس طرح ذکر چھوٹ جایا کرے تو غسل کرکے عطر وغیرہ لگا کر دو رکعت توبہ کی نیت سے پڑھ کر پھر ذکر شروع کرو وساوس کی شکایت تحریر کی تو فرمایا اس کا علاج بھی کثرت ذکر ہے اور وساوس کا علاج اس کی طرف توجہ نہ کرنا ہے۔

خلافت تو کیا اجازت کے موقعہ پر مختلف مطالع کے رمضان اور عید کے متعلق مسئلہ دریافت فرمایا تھا اور پھر اس کی توثیق فرمادی تھی حضرت کی اجازت سے پہلے بندہ تقریباً گونگا تھا تقریر وغیرہ نہیں کرتا تھا اسٹینگر میں قیام کے موقع پر ایک جمعہ کو دریافت فرمایا کہ تقریر کرسکتے ہو احقر نے انکار کیا لیکن حضرت کے فیض سے ٹوٹی ہوئی زبان چلنے لگی، اور تقریر کرنے لگا۔

تبلیغ کے کام کی اہمیت

تبلیغ کے سلسلہ میں حضرت کی ہدایت یاد ہے اور اسی پر کاربند ہوں کہ اگر موقعہ ہو تو تبلیغ میں حصہ لو اگر موقع نہ ہو تو نصرت کرو یہ بھی نہیں کرسکتے ہو تو تبلیغ کے متعلق اچھا خیال رکھو اور مخالفت

قطعًا نہ کرو۔

متفرقات

حضرتؒ سے تعلق کے بعد یہ خیال راسخ ہوگیا کہ پرانا درس نظامی کا نصاب (کیونکہ اس کی کتابیں مخدوم ہیں) ہی کامیابی کا ضامن ہے جدید نصاب سے ذہن بالکل یکسو ہوگیا ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ انکار حدیث کے فتنے کے خلاف کام کرنے کا ایک بار حکم فرمایا تھا وہ بھی قلب میں راسخ ہوگیا ہے اور کسی فتنے کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا۔

حضرتؒ کا حدیث نبویؐ سے اشتغال اور اس پر عمل اور چھوٹی چھوٹی سنت پر عمل پیرا ہونا یہ یاد رہ گیا و بس۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کرسوی زید مجدہم

اسم گرامی :- محمد عبداللہ۔

۶/شعبان سنہ ۳۲ھ کرسی۔ لکھنو۔ بارہ بنکی۔ الہ آباد۔ سہارنپور

سنہ ۶۰ھ اوراد و معمولات کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک بفضلہ تعالیٰ سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہیں ہوئے، انتہائی پابندی کے ساتھ پورے ہوتے رہے ہیں اگرچہ بروح و جان نہیں، سنہ ۶۴ھ سے تبلیغی کام شروع کیا گیا جو پورے نظام و اصول کے ساتھ اس وقت تک بفضلہ جاری ہے۔

مظاہر العلوم میں داخلہ

پچیس سال کی عمر سے سہارنپور میں دورہ پڑھنے گیا تھا۔ سنہ ۵۷ھ میں ۱۰/شوال کو سہارنپور پہونچا حضرت شیخؒ پہلے سے میرے خاندان و والدہ صاحبہ سے واقف تھے اور حضرت میرٹھی کے شفارشی والا نامہ کیوجہ سے بہت زیادہ شفقت و محبت فرمانے لگے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کا مکتوب

مکرماں و محترماں حضرت ناظم صاحب و شیخ الحدیث صاحب دام فضلہما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حامل خط مولوی میاں محمد سلمہٗ میرے مخلص دوست مولوی محمد احمد صاحب کی خاندانی عظمت اور ان کا اپنے حضرت اور اعلیٰ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ساتھ مخلصانہ تعلق غالبًا آپکو معلوم ہوگا۔ میں دونوں بزرگوں سے پرزور سفارش کرتا ہوں کہ اسکو ضرور داخل کرلیا جائے۔ نیز میری خوشی ہے کہ شیخ الحدیث اسکو اپنے زیر نظر اور خاص طلبہ میں اپنے پاس رکھیں کہ علمی وعملی ہر نعمتوں سے مالا مال ہو۔ امید ہے کہ انشاءاللہ ہونہار اور کارآمد ثابت ہوگا۔ بہرحال میری تمنّا ہے کہ یہ ضرور مدرسہ میں داخل کرلیا جائے اور اس پر ہر قسم کی خاص توجہ و نگاہ محبت فرمائی جائے کہ اس کا بندہ

بہت ممنون ہوگا۔

والسلام: عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھ
۲ر شوال ۵۷ھ

حضرت کی شفقت

حضرت کے مکان کے قریب ہی ایک کمرہ میں مولوی اظہار صاحب اور مولوی عین الحسن صاحب رہتے تھے۔ اسی کمرہ میں میرا قیام تجویز فرمایا۔ چونکہ اس میں صحن بالکل نہیں تھا اس لئے حضرتؒ سے اجازت لے کر دار جدید میں منتقل ہوگیا تھا کھانا وچائے وغیرہ کے لئے فرمایا کہ میرے ساتھ رہے گا۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد حضرت سے اجازت لے کر اپنے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ آخری سال میں میری کمر میں چک چلی گئی جس کی وجہ سے مدرسہ تین چار یوم نہیں جا سکا اور اسباق چھوٹ گئے جس کا مجھ کو بہت افسوس ہوا تھا کیونکہ پورے سال میں میرا کوئی سبق نہیں چھوٹا تھا، اسباق ختم ہونے کے بعد حضرتؒ نے بخاری و ابو داؤد کے چھوٹے ہوئے اسباق کو اپنے کوٹھے پر پورا فرمایا تھا۔

حضرت شیخ کا تقویٰ

اوپر تفصیل سے لکھ چکا ہوں کہ حضرت سے طالبعلمی کے زمانے سے تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت کی طرف متوجہ ہونے میں سب سے زیادہ حضرت کے تقویٰ کو دخل ہے، میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ حضرت کی اجازت سے میں دار جدید منتقل ہوگیا تھا وہاں مسجد کے علاوہ صرف ۳ کمرے تھے دو مسجد سے ملے ہوئے تھے ایک میں گجرات کے طلبہ اور دوسرے میں بمبئی کے رہتے تھے۔ تیسرا کمرہ جہاں اب حوض ہے اس کے قریب تھا وہ میری خواہش پر تنہا مجھ کو مرحمت فرما دیا گیا تھا۔ جو مدرسہ مظاہر العلوم کے نظام کے بالکل خلاف تھا۔ کمرے کے سامنے کافی صحن تھا قفل بھی لگا ہوا تھا۔ اس میں چند پھول کے درخت لگے ہوئے تھے جس کی میں نے نگرانی کی، جب پھول لگے تو ایک روز میں پھول لے کر حضرت کے یہاں گیا اور پھول پیش کئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا

کہ کہاں سے لائے، میں نے جو صورت تھی بیان کر دی، حضرت نے فرمایا کہ وہ زمین وقف کی ہے اس سے فائدہ اٹھانا طلبہ کو تو جائز ہے میرے لئے جائز نہیں۔ پھول قبول فرمانے سے انکار فرما دیا۔ بعض دوسرے طلبہ سے معلوم ہوا کہ وہ پودینہ لے کر گئے مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت والد صاحب نے بذریعہ خط حضرت سے بیعت کرا دیا تھا جبکہ میرا بالکل بچپن تھا۔ میں ابتداءً حضرت سے بیعت ہوا۔

بیعت اور خصوصی نصیحت

بالمشافہ اپنی اصلاح اور تعلق مع اللہ پیدا ہونے کے لئے زمانہ طالبعلمی میں حضرت سے بیعت نہیں ہوا، دورہ پڑھ کر مکان چلا آیا تھا، کچھ عرصہ کے بعد بیعت ہونے کے لئے حضرت کو عریضہ لکھا۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تمہارے خاندان سے تعلقات نہ ہوتے تو بیعت کرنے سے صاف جواب دے دیتا، صاف جواب دینے کی ہمت نہیں پڑتی ہے، جب موقع ہو سہارنپور آجاؤ چند یوم میرے پاس قیام کرو، تمہاری حالت دیکھ کر حضرت رائے پوری یا حضرت مدنی سے کرا دونگا۔ اس کے جواب میں میں نے یہ شعر لکھ کر بھیجا ؎

شمس و قمر کی روشنی دیر و حرم میں ہے تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

اس کے بعد حضرت نے میرے مفصل معمولات وغیرہ دریافت فرمائے جو لکھے گئے۔ وہ مدت یاد نہیں حضرت نے تحریر فرمایا کہ اتنی مدت تک معمولات پر عمل کر کے لکھو کہ تمہاری حالت میں کیا تغیر و تبدل ہوا۔ عمل کر کے حضرت کو مطلع کیا گیا۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ سر دست اس پر عمل کرتے رہو جب سہولت کے ساتھ موقع ہو سہارنپور آجاؤ۔ غالباً ۶۵ھ میں سہارنپور حاضری ہوئی۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ ایسے وقت آؤ کہ میں دہلی جا رہا ہوں۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرتؒ دہلی تشریف

لے گئے میں ساتھ تھا. مرکز پہونچکر دوسرے دن بیعت فرمایا اور فرمایا کہ میں تم
کو اس لئے یہاں لایا ہوں کہ تم غور سے تبلیغی کام دیکھو اور سیکھو پھر اپنے یہاں
جاکر حتی الوسع اس کام کو کرتے رہو کیونکہ اغیار اسلام کو مٹانے کی پوری کوشش
کر رہے ہیں. واپسی پر تبلیغی کام شروع کیا گیا جو بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک جاری
ہے اور انشاءاللہ آخری وقت تک جاری رکھنے کا وعدہ ہے. باوجود اپنی نااھلی
کے اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے محض اپنے فضل و کرم سے خوب
کام کیا.

اس سلسلہ کے میرے پاس حضرت کے سیکڑوں خطوط ہیں جس میں سے میری
نااہلی سے دیمک کے نظر ہو گئے جس کا انتہائی قلق ہے، اس وقت بھی کافی ذخیرہ
موجود ہے جس میں سے چند کی نقل کر رہا ہوں.

مکتوبات شیخ - مکتوب ۱

عنایت نامہ پہونچا آپ نے جو احوال لکھے
ہیں کہ اس کے سبب اپنے کو کچھ سمجھنا ہو
کرتا ہے. جب آدمی اپنے کو کامیاب سمجھنے لگے تو ترقی رُک جاتی ہے اور جب تک
ناکارہ سمجھتا ہے ذوق و شوق وجد و جہد باقی رہتی ہے معمولات کی پابندی ترقی
کا زینہ ہے دل لگے یا نہ لگے اہتمام سے کرتے رہنا چاہیئے. اسی طرح تبلیغ میں بھی
قطع نظر کر کے دین کا کام سمجھتے ہوئے اس کو کرنا چاہیئے کہ بغیر فائدہ کے بھی اجر سے
خالی نہیں.

نسبت مع اللہ عشق و محبت کا نام ہے اور مالک کی یاد سوائے قلب
میں پیدا ہو جائے اگر اسباب مساعد ہوں تو ماہ مبارک یہاں گذار دیں. اس
ناکارہ کو آپ سے ہمیشہ سے تعلق ہے. اس لئے نہ دعا میں کبھی پہلے کمی ہوئی اور
نہ اب ہے. اس ناکارہ کا رسالہ اعتدال مطالعہ میں رکھنا مفید ہے.

فقط والسلام
محمد زکریا مظاہر العلوم بقلم قطب الدین

مکتوب ۲

عنایت نامہ پہونچا نفس و شیطان کے مکائد سے بہت
ڈرتے رہنا چاہیئے یہ دونوں بدترین دشمن ہیں اور
بہت اونچی جگہ لے جا کر بھی دھوکا دے دیدیتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ
کو بھی محفوظ رکھے. ایک بات بہت اہتمام سے سنو اور اس کو غور سے دل میں
جگہ دو. کفران نعمت اور عجب یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں مگر صورت ایک سی
ہے. اللہ کا شکر ہے اور جو ہو رہا ہے اور جو مالک نے عطا فرمایا ہے اس پر
بھی شکر ادا کرو اس پر شکر ادا نہ کرنا کفران نعمت ہے.

فقط والسلام. زکریا

مکتوب ۳

عنایت نامہ پہونچا. آپ نے اپنے سیاہ کار کے لئے جو کچھ سنا
وہ بالکل غلط سنا (میں نے حضرت دھلویؒ کا یہ مقولہ سنا
تھا کہ حضرت شیخ ان لوگوں میں ہیں کہ اگر کسی بات پر اڑ جائیں تو اللہ جل شانہٗ
اسکو پورا فرما دیں) میں بلا تواضع و تصنع بہت سی مرتبہ اجتماعات میں اسس
واسطے نہیں جاتا کہ میری وجہ سے اوروں کی دعائیں رد نہ ہو جائیں. لیکن اوروں
کو چونکہ اس ناکارہ کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے مجبوری سے جاتا ہوں
حضرت اقدس رائے پوریؒ ایک مرتبہ چلّے کے لئے پیران کلیر تشریف لے گئے تھے
بہت مراقبہ کیا وہاں سے بار بار القا ہوتا رہا "اپنا کرنا اپنا بھرنا" غالباً حضرت
اقدس رائے پوری سے آپ نے خود سنا ہوگا. خود مجھے میرے حضرت قدس سرہٗ
نے ایک خط میں لکھا تھا کہ میری مثال کنویں کی نل کی سی ہے پانی کھینچنے والا
جتنی قوت سے کھینچتا ہے، مبدا فیاض سے اسی قدر عطا ہوتا ہے. میں نل
کی طرح واسطہ ہوں. حقیقت بالکل یہی ہے تمہارا یہ لکھنا کہ میں تبلیغی کام کو
اپنی ترقی و تنزلی کا سبب سمجھتا ہوں بالکل صحیح ہے اور یقیناً تبلیغی کام بہت
ہی ترقی کا سبب ہے اور جتنی بھی آپ اس میں کوشش کریں انشاءاللہ موجب
ترقی ہے. آپ نے ماہ مبارک میں آنے کا قصد ظاہر کیا ہے. یہ ناکارہ دعا کرتا

ہے کہ اللہ جل شانہ سہولت کے اسباب پیدا فرمادیں۔ اہلیہ محترمہ سے اور بچوں سے سلام مسنون فرمائیں۔

فقط والسلام

زکریا بقلم عبدالرحیم ۴ر شعبان ۸۶ھ

مکتوب نمبر ۴

عنایت نامہ پہونچا۔ رمضان شریف میں تشریف لانے کے لئے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں شوق سے تشریف لائیں اور جن جن کو دل چاہے ساتھ لائیں۔ اس رواج کے بانی تو آپ ہی ہیں۔ لیکن جن کو ساتھ لائیں ان سے کہدیں کہ مجمع کی وجہ سے دقت ہوتی ہے ناگواری بھی پیش آتی ہے۔ مجاہدہ کی نسبت سے آئیں مہمانی کی نیت سے نہ آویں۔

فقط والسلام زکریا بقلم عبدالرحیم ۱۴ر شعبان ۸۸ھ

مکتوب نمبر ۵

عنایت نامہ پہونچا۔ نسبت کے متعلق تو یہ ناکارہ رمضان میں عشائ کے بعد بہت تفصیل سے عرض کرچکا ہے کہ نسبت کی چار قسمیں ہیں نسبت انعکاسی تو ذکر وشغل کے اہتمام سے جلد شروع ہوجاتی ہے۔ اس سے اوپر کا درجہ نسبت القائی کا ہے یہ بہت جلد مشائخ کی توجہ سے اکثر حاصل ہوجاتی ہے اور تم پر اس ناکارہ کے علاوہ حضرت اقدس رائپوری کی بہت خصوصی توجہ رہی ہے اور اسی توجہ کا اثر تھا اور تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مجلس میں مولانا اشفاق صاحب رائپوری نے اس کا اظہار کردیا تھا اور اس ناکارہ کے نزدیک وہ اظہار قبل از وقت تھا اور آپ کے لئے مضر ہوا۔ اس لئے کہ نسبت جونسی بھی حاصل ہوجائے اس کا حصول تو بہت آسان ہے اور بہت جلد ہوجاتا ہے لیکن تحفظ اور بقا بہت مشکل ہے کہ عشق آسان نشود اول ولے افتاد مشکلہا۔ اس لئے مشائخ کا دستور یہ ہے کہ حصول نسبت کے بعد جلد اجازت نہیں دیتے ہیں بلکہ پختگی کا انتظار کرتے ہیں۔ اس کے بعد جن کو اللہ جل شانہ ترقیات سے نوازنا چاہتے ہیں اور ان سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں انکی استعداد بڑھتی چلی جاتی ہے اور جن سے یہ خدمت لینا نہیں چاہتے تو وہ

نسبت تک پہونچکر ہی معلق رہتے ہیں۔ اس ناکارہ کی تو آپ کے اکابر کیوجہ سے انتہائی تمنا ہے کہ آپ اپنے بڑوں کا نعم البدل بنیں مگر اس ناکارہ کی صرف تمنا سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اس میں آپ کی مدد سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک آدمی سے پوچھا تھا کہ مانگ کیا مانگے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت نماز سے میری مدد کیجیو۔ اس میں سب سے بڑی بات اپنا غصہ اور بڑائی نکالنا ہے اور یہ دونوں چیزیں بہت ہی دیر میں نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری بھی حفاظت فرمائے اور آپ کی بھی۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ سالک سے جو سب سے اخیر میں عیب نکلتا ہے وہ حب جاہ ہے۔ ہم لوگ اپنے آپ کو ہر حقیر فقیر ناکارہ کہتے ہیں لیکن یہ چیزیں بجائے زبان کے اپنے دل میں ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔ بہرحال اس ناکارہ کو آپ کے لئے دعا اور توجہ سے بالکل دریغ نہیں بلکہ اس کا ہمیشہ قلق رہا کہ آپ بہت اونچا پرواز کرنے کے بعد پھر نہ معلوم کاہے میں پھنس گئے؟ اللہ تعالیٰ اس سیہ کار کو بھی کسی قابل بنادے اور آپکو بھی۔ اس میں کیا شک ہے تم تو میرے أخص الخواص لوگوں میں ہو (میرے بعض احباب یہ کہا کرتے تھے کہ تم تو حضرت کے بہت خاص لوگوں میں ہو یہ جملہ میں نے حضرت کو لکھا تھا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ حضرت والا کیا سمجھتے ہیں اس پر حضرت نے جو جواب ارشاد فرمایا تھا جو اوپر مذکور ہوا) اہلیہ سے سلام مسنون کہدیں یہ ناکارہ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ درود شریف کی کثرت مکارہ سے حفاظت مقاصد کی کامیابی اور دارین کی ترقیات کا ذریعہ ہے آپ بھی اہتمام کریں گھر والوں اور دوستوں کو بھی اس کی تاکید کریں۔

فقط والسلام

زکریا بقلم عبدالرحیم چہارشنبہ ۱۸ر رجب ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۶

مکرم ومحترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون طویل خط ملا منامات سے مسرت ہوئی اللہ جل شانہ مبارک فرمائے۔ میں نے تم دوستوں کو خطوط لکھوائے تھے کہ اپنی اپنی جگہ اعتکاف کریں۔ لیکن آپ نے بجائے خود

آنے کے بیس آدمیوں کے ساتھ آنے کو لکھا ہے. اگر وہیں اعتکاف کرتے تو زیادہ مفید ہوتا. تمہارا اور ان کا قیام تو پسند ہے بشرطیکہ تم اپنے استغراق میں اوروں کی خبر رکھو اللہ جل شانہ ترقیات سے نوازے۔

فقط والسلام

بقلم شاہد ۳ر شعبان ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۷

عنایت نامہ پہونچا. آپ نے آنے کو لکھا شوق سے مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے یہاں اعتکاف کرلو پورے ماہ کا اور اپنے حالات سے ضرور اطلاع کرتے رہو اور لوگوں کو ترغیب دو کہ زیادہ سے زیادہ لوگ تمہارے ساتھ اعتکاف میں شریک ہوں۔ تمہارے لڑکے عزیز عبیداللہ سلمہٗ کے علم سے فراغت پر بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو بھی مبارک فرمائے اور آپ کو بھی۔ عزیز عبدالرحمٰن کی تکمیل کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام

زکریا بقلم حبیب اللہ

مکتوب نمبر ۸

عنایت نامہ ملا۔ تمہارے رمضان گذارنے کو تو میرا دل چاہتا ہے مگر میرا جی چاہتا ہے کہ تم جیسے احباب اپنے یہاں رمضان کا سلسلہ شروع کردو تو میری زندگی ہی میں یہ چیز شروع ہوجائے۔ میری تو کبھی یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنے ضعف و کمزوری کے ساتھ کیوں آتا ہوں اور کیوں جاتا ہوں. آپ نے مستقل اعتکاف کا ارادہ فرما رکھا ہے پھر مضائقہ نہیں شوق سے آجاؤ (اس نے حضرتؒ کو لکھا تھا کہ خادم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ جب تک حضرت والا حجاز میں قیام فرمائیں گے تو انشاءاللہ اپنے یہاں ہمیشہ پورے ماہ کا اعتکاف کروں گا اس پر حضرت نے اوپر والا ارشاد فرمایا. بفضلہ تیس سال سے اپنے وعدہ کو پورا کیا جارہا ہے)۔

فقط والسلام

بقلم شاہد ۱۳ر شعبان ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۹

محترم و مکرم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون ۸ ر جولائی کو دہلی سے سہارنپور پہونچا. آنے کے بعد سے یہاں کی گرمی کی شدت اور ضعف

کی وجہ سے یہ سوچ رہا ہوں کہ قسمت کی بات ہے کہ لوگ تو رمضان کرنے مکہ مدینہ جاتے ہیں اور میں وہاں سے نکالدیا جاتا ہوں۔ ہر سال یہ سوچتا رہتا ہوں اور دوستوں سے پوچھتا بھی رہتا ہوں کہ میرے آنے سے کیا فائدہ ہوا ؟ دوست احباب اپنی محبت سے جو انہیں کہنا چاہیئے تھا کہتے رہتے ہیں مگر میں بلا تو ریہ بلا مبالغہ یہی سمجھتا ہوں کہ او کہ خود گم ست ترا رہبری کنند۔ یہ خیال کئی سال سے ہو رہا ہے اور اس سال اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اور اب کے تو آنے کے بعد سے خاص طور سے ہر وقت یہ خیال ہو رہا ہے کہ ایک شخص کے اوپر تو مدار اعتکاف و اذکار کا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے. موت و حیات سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ تم جیسے احباب کو جو اس کام کو سنبھال سکتے ہیں اپنے اپنے مستقر پر اعتکاف کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اذکار و اشغال کا بھی تاکہ یہ سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رہے اس لئے میری رائے یہ ہے اگرچہ مجھے گراں ہے اور خود تمہیں بھی گراں ہوگا مگر اپنے اپنے مستقر پر تم احباب کو اعتکاف کا رواج ڈالنا چاہیئے اور لوگوں کو مشورہ دیں کہ آپ کے ساتھ پورے ماہ کا اعتکاف کریں. پورے ماہ کا نہ ہو سکے تو آخری عشرہ کا کم از کم کرلیں۔ اگرچہ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ تم جیسے احباب رمضان میں میرے پاس رہیں تو میرے لئے بھی موجب سکون و سرور ہے.

فقط والسلام

زکریا بقلم احمد گجراتی ۱۸ر رجب ۹۹ھ

ہدایا مبارکہ

کثرت سے ہزاروں روپیوں کی کتابیں مرحمت فرمائیں ۶۵ھ کی حاضری سے گذشتہ سال تک ایک سفر بھی مجھکو ایسا یاد نہیں جس میں حضرتؒ نے مرحمت نہ فرمایا ہو اور سفر بھی کثرت سے ہوئے ادھر تو کئی سال سے دو سو روپیہ مرحمت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ چار سو روپیہ مرحمت فرمائے حضرت قدس سرہٗ نے مجھ کو کبھی کسی بیماری کا علاج نہیں بتایا بلکہ ہمیشہ دعا و توجہ سے کام پورے

ہوتے رہے، جیسا کہ حضرت کے خطوط سے یہ بات صاف عیاں ہے۔ کثرت سے یہ بات پیش آتی رہتی تھی جو امر بھی پیش آتا تھا حضرت کو لکھا گیا پورا ہو گیا مجھ کو یاد نہیں کہ کسی کام کے لئے لکھا گیا ہو اور وہ کام نہ ہوا ہو سوائے اپنی اصلاح و تربیت کے اپنی بدعملی کی وجہ سے میں بالکل ناکارہ اور کورا کا کورا رہا۔ حضرت تو بالکل فرما چکے تھے کہ صرف میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو میں نہ کر سکا اور بدحال رہا۔ بیعت سے پہلے حضرت نے صاف میرے معمولات دریافت کئے تھے جو لکھے گئے تھے اس کے جواب میں حضرت نے جو ارشاد فرمایا تھا اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ معمولات کا عریضہ میں نے ۵ رجب ۶۴ھ کو روانہ کیا تھا۔ جواب ۱۱ شعبان ۶۴ھ کو ملا تھا وھو ہذا:۔

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون معمولات دیکھے بہت زیادہ مقدار ہے جن کا عمل دشوار ہے دماغ کی رعایت ضروری ہے تاہم سردست ابھی ادا کرتے رہیں جب کبھی ملاقات کی نوبت آئے گی دیکھا جائے گا۔ البتہ بعض چیزیں اس میں قابلِ حذف ہیں جن پر بندہ نے نشان لگا دیا ہے اور چند روز آپ کو میرے پاس قیام کی ضرورت ہے۔ جب بھی آپ بسہولت اپنی غیبت کا انتظام کر سکیں کرایہ کے فکر کی البتہ ضرورت نہیں ہے وہ آمد و رفت کا میں پیش کر سکتا ہوں، دوسرے انتظامات اپنی غیبت کے آپ خود کرلیں اور جب ارادہ کریں ہفتہ عشرہ کم سے کم قیام کی نیت سے آئیں اور اس خط کو ہمراہ لادیں۔ فقط والسلام زکریا

حاضری پر حضرت نے معمولات میں کچھ کمی نہیں فرمائی نہ میں نے کچھ دریافت کیا کیونکہ معمولات پورا کرنے میں بفضلہ کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ اب ہے اللہ کے فضل و کرم سے وہ سب معمولات بلکہ کچھ زیادتی کے ساتھ بحسن خوبی پورے ہو رہے ہیں۔

خلافت و اجازت

تاریخ و سن تو مجھے یاد نہیں ہجرت فرمانے سے قبل حسب معمول بعد نماز فجر کچے مکان میں ذکر کر رہا تھا۔ حافظ صدیق صاحب نے کہا کہ حضرت شیخؒ یاد فرما رہے ہیں میں حاضر ہوا حضرتؒ اپنے

کمرے کا دروازہ بند کئے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے، فرمایا کہ مولوی عبداللہ موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں میں تم کو بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں یہ سن کر میں بے انتہا رو پڑا اور خوب رویا۔ جانماز اور تہبند عطا فرمایا۔ اس سے قبل ایک بہت عمدہ اونچی عبا جو غالباً عرب کی تھی عطا فرما چکے تھے۔ کوئی نصیحت وغیرہ نہیں فرمائی۔

تبلیغ کے لئے زبانی و تحریری ارشادات برابر فرماتے رہتے تھے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ مکاتیب و مدارس کی اہمیت کے سلسلہ میں برابر ارشاد ہوتا تھا، چنانچہ اس ناکارہ نے بیسیوں قائم کئے۔

حضرت کا نماز میں انہماک

۴۷ھ سے پہلے حضرت کے کئی رمضان مرکز نظام الدین میں گذرے حضرت کی طلب پر یہ ناکارہ بھی حاضر ہوا کرتا تھا، یہ منظر روزانہ دیکھنے میں آتا تھا کہ عشاء کے بعد کی مجلس کے بعد خواہ کتنی ہی گرمی ہو حضرتؒ نماز میں مصروف ہو جایا کرتے تھے لانبی لانبی رکعتیں پڑھتے تھے کرتہ مبارک بالکل پسینہ سے شرابور ہو جایا کرتا تھا مگر نماز میں کوئی فکر نہیں ہوتا تھا۔ سحر کے وقت نماز ختم فرماتے افطار کے وقت بہت ہی زیادہ ٹھنڈا برف پانی اور خوب گرم تیز چائے حضرت کو نوش فرماتے ہوئے دیکھا۔ سہارنپور مدرسہ قدیم میں کئی سال حضرت کے ساتھ روزہ افطار کرنے کا اتفاق ہوا، حضرتؒ صرف کھجور اور زمزم شریف سے افطار فرماتے اس کے بعد تقریباً ۱۱ بجے افطاری و چائے خود نوش فرماتے اور حاضرین کو بھی مرحمت فرماتے کہ کھانا صرف سحر میں تناول فرماتے تھے، تفریحی فقرے و قصہ ہوتے رہتے تھے، مگر مجھ کو صحیح طریقہ پر محفوظ نہیں، کئی سال تک یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ حضرت خود سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لیکن جماعت میں دو خادم پکڑ کر کھڑا کرتے تھے، رکوع، سجود، قیام سب ہوتا رہتا تھا ادھر سلام پھیرا پھر وہی حالت کہ بغیر اٹھائے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت کے حالات اگر میں لکھنا چاہوں تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے مگر اس وقت دل قابو میں نہیں دل کا عجیب حال ہے۔ پوری زندگی جو بہت طویل ہے حضرت

کے ساتھ گذری ہے وہ سب نگاہوں کے سامنے گھوم رہی ہے خصوصاً حضرتؒ کے
مکاتیب پڑھ کر عجیب حالت ہوتی ہے کہ حضرت کو اس سیاہ کار سے کیا تعلق تھا اور حضرت
کیا چاہتے تھے، حضرت جیسا شفیق ومحبت کرنے والا شیخ قطب وقت پا کر بھی یہ نالائق
کچھ حاصل نہ کر سکا اور ناکارہ کورا کا کورا ہی رہا. حضرتؒ کو اس ناپاک سے بہت ہی زیادہ
تعلق تھا اور محبت فرماتے تھے اور بے شمار شفقتیں فرماتے تھے. بالکل اخیر دور میں
اس نالائق نے عرض کیا کہ یہاں تو حضرت والا بے شمار شفقتیں فرماتے ہیں قیامت
میں بھی یاد رکھیں گے اور اپنے ہمراہ جنت میں لے جائیں گے. برجستہ وبلا تکلف
فرمایا کہ ضرور لیکن اگر تو پار ہو جائے تو مجھے بھی گھسیٹ لے جانا. میاں یوسف اب
پچھتانے سے کیا ہوتا ہے وقت نکل گیا. ع

جو دیتے تھے دوائے دل. وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

حضرت قطب وقت تھے آپ کا اصلاحی طریقہ بالکل تجدیدی تھا. کشف
توکو آپ کو غضب کا ہوتا تھا مگر اسی قدر اخفا تھا. اپنی بداعمالی کی وجہ سے میں
ہمیشہ سامنے جاتے ہوئے ڈرا کرتا تھا، ہمیشہ توبہ واستغفار کر کے سامنے جایا کرتا
تھا. بطور مثال چند واقعات کشف لکھتا ہوں :۔

ایک مرتبہ حاضری پر کچھ پھل لے کر حاضر ہوا دل چاہتا تھا کہ اماں جان
اور بچے استعمال کریں کیونکہ حضرت کے یہاں اس قسم کی چیزیں زیادہ تر مہمانوں
کی نظر ہو جایا کرتی تھی، کئی روز کے بعد فرمایا کہ گھر میں طبیعت خراب ہو گئی ہے
تمہارے لائے ہوئے پھل ان کے کام آئیں گے.

ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ ایک گاؤں جانا ہوا. میزبان دودھ وچائے
لائے اور کہا کہ جس کا جو دل چاہے نوش فرمائے چائے کے ساتھ بس دودھ ہی
دودھ تھا چائے کا نام بھی نہ تھا. حضرت نے فرمایا کہ لاؤ مجھ کو دودھ ہی دے دو
میں چائے کا زیادہ عادی نہیں.

بارہا ایسا ہوا میں کچھ عرض کرنے گیا حاضر ہوتے ہی جواب ارشاد فرما دیا بغیر

کچھ عرض کئے ہوئے. ۴۷ء میں جب ہندوستان آزاد ہونے والا تھا میں نے دیکھا
حضرت بڑے پریشان ومتفکر ہیں میری سمجھ میں تو آتا نہیں تھا میں دل میں سوچتا تھا
کہ حضرت والا اس قدر پریشان کیوں ہیں مگر جب عید کے بعد ہنگامے شروع ہو گئے
تب میری سمجھ میں آیا کہ پریشانی کی یہ وجہ تھی۔

حضرت جس قدر اونچے تھے اس کا اندازہ کرنا ہم جیسوں کے لئے غیر ممکن ہے
بیسیوں رمضان میں نے حضرت کے ساتھ گذارے اور بڑی جستجو میں رہا کہ حضرت
کے کسی قول وفعل سے شب قدر کا پتہ چلے مگر حضرت نے کبھی ہوا بھی نہیں لگنے دی.
طاق راتوں میں بہت غور سے دیکھا کرتا تھا کہ حضرتؒ کچھ اہتمام فرمائیں یا عشاء کے
بعد مجلس جلد ختم فرما دیں مگر وہاں کچھ نہیں حسب معمول ہی سب کچھ ہوتا رہتا تھا، کبھی
اشارہ وکنایہ سے بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا. ایک مرتبہ جرأت کر کے میں نے پوچھ کہ
حضرت والا کو شب قدر کا کچھ علم ہوتا ہے فرمایا کہ پہلے سے تو نہیں مگر شام ہواؤں وغیرہ سے
کچھ اندازہ ہو جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ رمضان میں عرض کیا کہ جب حضرت والا کو شب
قدر کا کچھ اندازہ ہو تو مجھ کو بھی مطلع فرما دیا جائے فرمایا کہ اب تو کچھ بھی احساس نہیں ہوتا ہے.

حضرت بڑے کامل وزور دار تھے ۴۷ء میں تو چاند دیکھ کر ہی حضرت کے مشورہ
سے مکان روانہ ہو گیا تھا. حضرت کا قیام عرصہ تک مرکز ہی میں رہا ہنگاموں
کی وجہ سے، مولوی عبدالمنان دہلوی نے مجھے بیان کیا کہ کئی روز تک مرکز پر
حملہ کا خطرہ رہا. حضرت کی وجہ سے کچھ لوگ مسجد کی چھت پر بیدار رہا کرتے تھے. ایک
روز میں بھی چھت پر تھا نصف رات کے بعد دیکھا کہ ایک طرف سے ایک بہت بڑا
مجمع شور وغل مچاتا ہوا مرکز کی طرف آ رہا تھا یہ دیکھ کر کوئی رونے لگا. کوئی سجدے میں
گر گیا، کوئی دعا مانگنے لگا، میری سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں میں نے جا کر حضرت شیخ کو جگا دیا
اور واقعہ عرض کر دیا حضرت نے فرمایا کہ تشویش وپریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں
ایک نیلی چادر لاؤ چنانچہ چادر لائی گئی حضرت جس چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اسکو چھوڑ کر دوسری
چارپائی پر جو قریب ہی خالی پڑی تھی اس پر چادر کو سر سے پاؤں تک تانکر سیدھے

لیٹ گئے۔ پتہ نہ چلا کہ وہ مجمع کہاں غائب ہوگیا صبح کو معلوم ہوا کہ جو نالہ مرکز کے قریب ہے وہ اس قدر تیز بہہ رہا تھا کہ اس میں کسی کو پاؤں رکھنے کی ہمت نہیں ہوئی مجمع واپس ہوگیا۔

میں صرف حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی سے اور ان کے حالات واوصاف سے کچھ واقف ہوں مگر اس کے بیان کرنے لئے بھی ایک دفتر چاہیئے جس کے لئے اب مجھ میں سکت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ مفتی صاحب ناراض بھی ہوں اس لئے معافی چاہتا ہوں صرف اس قدر عرض ہے کہ یہ حضرت بھی بڑے اونچے اور گہرے ہیں اور حضرت کے بہت ہی خاص لوگوں میں ہیں اور حضرت شیخ کے حالات و مقامات سے بہت واقف ہیں۔ میری نگاہ میں موصوف سے زیادہ حضرت سے کوئی واقف نہیں اگر آپ کے گرامی نامہ کا مفصل جواب دے دیا آپ کا سارا خلاء پر ہو جائے گا۔

فقط والسلام

محمد عبد اللہ از کرسی

۲۶ر شوال ۱۴۰۲ھ

حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب زید مجدہم

اسم گرامی : محمد ہاشم بخاری

تاریخ ولادت : تاریخ پیدائش : ۲۲/۳/۱۹۲۱ء۔

تربیت وتعلیم

پیدائش علاقہ نازان (لینین گراٹ) روسی ترکستان۔ تعلیم وتربیت کاشغر (ترکی ترکستان) اعلیٰ تعلیم وتربیت دارالعلوم دیوبند میں آکر مکمل کی۔

بیعت سے خلافت تک

فراغت کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ مولانا مدنی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر (سورت) کی مدرسی کے دوران حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس سال سہارنپور میں زمانہ اعتکاف میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے خود ہی بارہ تسبیح کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ اور خود ہی بلند آواز سے بندہ کو کرکے تبلایا۔ اس کے بعد ۹۳ھ میں دارالعلوم میں بندہ کا بحیثیت مدرس عربی کے آنا ہوا۔ جس کی وجہ سے بندہ بارہ تسبیح کی بھی پابندی نہیں کرسکا اس کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں اور خصوصی توجہات بندہ کو حاصل رہی۔ اب سے تین سال قبل بندہ کو اپنے پاس خصوصیت سے بلایا اور اجازت بیعت عطا فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ مولوی صاحب یہ سند فراغت ہے۔ تو میں اپنی گستاخانہ انداز میں بول پڑا میں ابھی فارغ نہیں ہوا ہوں بلکہ میں طفل مکتب ہوں آپ نے مجھکو بارہ تسبیح کی تلقین فرمائی میں اس کی بھی پابندی نہیں کرتا۔ اب تک میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر موقع مل جاتا ہے تو آپ کی خدمت میں آکر بیٹھ جاتا ہوں۔ اور آپ کے دسترخوان سے کھاتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت بیعت کس طرح دے رہے ہیں۔ اس میں تو مجھے اشکال ہے۔ حضرت نے میرا ہاتھ خوب مضبوط پکڑا اور مسکرائے اور فرمایا "پیارے کئے جاؤ پیارے کئے جاؤ" اس وقت جو میری حالت تھی میں لکھوا

نہیں سکتا۔ میرے سارے بدن میں آگ جل رہی تھی میں قریب تھا کہ بے ہوشی کے عالم میں گر جاتا۔

کتابوں کے عطیات

حضرت نے ہمیشہ یعنی جب سے حضرت سے بیعت کا تعلق میں نے قائم کیا اس وقت سے اپنی عربی، اردو تصنیفات میں سے ایک ایک عدد بندہ کو عنایت فرماتے رہے۔ جس وقت حضرت نے اجازت بیعت عطا فرمائی اس سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اور اپنے اکابرین کے تذکرے اور تمام کے تمام تصوف سے متعلق حضرت کی نظر میں جو کتابیں تھی پہلے ہی خدام سے بندھوا کر رکھ چھوڑیں تھیں۔ جو بندہ کو عطا فرمائیں گئی۔ ان میں بعض کتابیں خود حضرت نے دستِ مبارک سے عطا فرمائیں۔ اس طرح میرے پاس حضرت کی تصنیفات اور حضرت کی منظور نظر کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہے۔

مراقبہ دعائیہ

حضرت نے اجازت دیتے وقت ایک خاص بات یہ بھی ارشاد فرمائی تھی کہ تمہارے اکابرین کا ایک سلسلہ ہے مراقبہ دعائیہ کا اس کا خاص اہتمام کرو خاص خاص اوقات میں۔

روسی ترکستان سے ہجرت

میرا روسی ترکستان سے مشرقی ترکستان میں آنا اور کاشغر میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کرنا اور پھر وہاں سے اپنے والد کے ساتھ ۱۳۶۹ھ میں ہندوستان کی طرف ہجرت کرنا اور والد صاحب کا راستے میں انتقال ہونا اور مشرق سے کوہ ہمالیہ سے گزرتے ہوئے پاپیادہ اور گھوڑے واری کرتے ہوئے پہونچنا اور پھر دارالعلوم میں داخل ہو کر سات سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنا۔ پھر گجرات میں ۱۷،۱۸ سال تک مختلف مدارس میں مدرسی کرنا پھر دارالعلوم میں آکر مدرس ہو جانا ان سب باتوں کی تفصیل کے لئے ایک مستقل دفتر چاہیئے۔

ڈانٹ کے بعد مٹھائی

حضرت کی میرے ساتھ شفقتیں اور توجہات عجیب وغریب ہیں۔ جو حضرت کی حیاۃ میں اور حضرت کی وفات کے بعد بھی میری عقل میں آئی ہی نہیں۔ میں اس قدر گستاخ بے ادب واقع ہوا ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ حضرت کے منشاء کے خلاف اور قانون اعتکاف اور قانون خانقاہ کے بھی خلاف مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی والے اور کئی گجراتی مہمانوں کو چائے پلاتے ہوئے میں پکڑا گیا تو خوب ڈانٹ پڑی۔ اس کے بعد دو منٹ ہی نہیں گزرے کے حضرت نے بندہ کو اپنے پردے میں یاد کیا۔ میں کیا بتاؤں مجھ سے معافی مانگی۔ مجھے ڈوب مرنا چاہیئے۔ اور اپنے ہاتھ میں لے کر مٹھائی اور جو کچھ بھی حاضر تھا بندہ کو کھلایا۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ سیب کا ایک ٹکڑا شیخ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ڈالا۔ اس کی لذت تو میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب زید مجدہم

اسم گرامی رشید الدین - مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی - مراد آباد - یوپی - انڈیا -

ولادت سے لے کر اولاد تک فروری ۱۹۳۲ء کی پیدائش ہے - تعلیم و تربیت، والد مرحوم حضرت الحاج مولانا سید حمید الدین صاحب - شیخ الحدیث - مدرسہ عالیہ - کلکتہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے زیر سایہ ہوئی - اعلیٰ تعلیم کی تکمیل - دارالعلوم دیوبند سے ہوئی - ۱۹۵۸ء میں دورہٗ حدیث سے فراغت ہوئی - ۱۹۵۹ء میں فنون کی تکمیل ہوئی - ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب ندوی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے افتاء کی تکمیل اور مشق فتویٰ نویسی حاصل کی - ۱۹۵۳ء میں نکاح ہوا - حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے نکاح پڑھا - کُل نو بچے ہوئے - جن میں ایک بچی نے پیدائش کے چند ہی لمحات بعد سفر آخرت اختیار کیا - دوسری بچی تھی - جو شیر خوارگی کی حالت میں ذخیرۂ آخرت ہوئی - تیسری بچی ۱۸ سال کی عمر کو پہنچ کر راہی ملک بقا ہوئی - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ الحمد للہ چھ بچے اس وقت بقید حیات ہیں -

تعلیمی خدمات ۱۹۶۲ء سے تعلیمی خدمات کا آغاز ہوا - ۶۷ء میں بارہ بنکی میں مولانا عبد الباری صاحب ندوی کی خواہش پر انکے مکان اور ملحقہ افتادہ زمین میں والد مرحوم حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ کے حکم سے حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے دستِ مبارک سے مدرسہ دارالارشاد کے نام سے ایک عربی دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی - جو الحمد للہ اکابر کی دعاؤں اور بزرگوں کی توجہات سے روز افزوں ترقی پر ہے - فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ -

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے میری درخواست پر خاص طور پر اصحاب خیر سے مدرسہ کے لئے مالی امداد کے واسطے اپیل لکھوائی اور اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرما کر (بقلم خود) تحریر فرمایا جو حسبِ ذیل ہے یہ ناکارہ مدرسہ دارالرشاد کی ہر نوع کی ترقی اور جملہ مکارہ سے حفاظت کے لئے دل سے دعا کرتا ہے - اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے مدرسہ کو ہر نوع کی مادی و روحانی ترقیات سے نوازے - ہر نوع کے مکارہ سے محفوظ فرمائے اور اہلِ خیر سے سفارش کرتا ہے کہ دامے، درمے، قدمے، جو معاونت ممکن ہو اس کارِ خیر میں شرکت فرما کر ثواب اخروی حاصل کریں کہ صدقۂ جاریہ ہے - اور علم کی خدمت جملہ صدقات میں افضل ہے - اللہ تعالیٰ اعانت کرنے والوں کی جان و مال میں برکت فرمائے - (دستخط (محمد زکریا عفی عنہ بقلم خود) ۱۴ رجب ۹۲ھ -

دعوت میں جانے پر تنبیہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد کا ایک واقعہ یاد آیا جس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں -

حضرت مدنی کے وصال کے بعد جب بھی میں سہارنپور گیا - قیام حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم کے یہاں ہوتا تھا - لیکن دوستوں اور متوسلین حضرت مدنیؒ کو جب میرے آنے کی اطلاع ہوتی تو وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ لے جاتے اور کھانا وغیرہ کھلانے کے بعد واپس پہنچا دیتے - چند بار تک تو یہ سلسلہ رہا اور میں حسبِ معمول شیخ ہی کے پاس رہا - ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا - ایک بے تکلف دوست اجازت لینے کے لئے شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے - مگر آج شیخ نے اجازت دینے کے بجائے یہ فرمایا کہ بھائی میرے مہمان کی اگر کوئی دعوت کرتا ہے تو میں بہت خوش ہوتا ہوں - کیونکہ میں مہمان کے شایان شان کوئی اہتمام نہیں کر پاتا - میرے یہاں تو وہی شوربا ڈھب ڈھب ہوتا ہے - لیکن میرے مہمان کو اگر کوئی لے جائے گا تو اہتمام کریگا اس لئے جب کوئی میرے مہمان کی دعوت کرتا ہے تو میں بہت خوش ہوتا ہوں - اس کے بعد فرمانے لگے! لیکن میرے پیارے! حضرت مدنی کا دستور تو یہ تھا کہ سہارنپور جب بھی تشریف لاتے، چاہے سیاسی جلسہ میں شرکت ہو - یا دینی جلسہ میں، شادی میں شرکت ہو یا مدرسہ کے جلسہ میں - غرضیکہ کسی بھی مقصد سے

سہارنپور سفر ہوتا تو وہیں دیوبند ہی میں داعی حضرات سے فرمادیتے کہ میں تمہارے جلسہ میں شرکت کروں گا۔ یا تقریب میں شرکت کروں گا مگر کھانا ازکریا کے ساتھ کھاؤں گا۔ تو بھائی ان کا یہ طریقہ تھا۔ اب تیرا جو جی چاہے کر میں خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ میرے دوست بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ جا! میں نے عرض کیا کہ بس اب نہیں جاتا۔ اور الحمدللہ پھر اُس دَر کو چھوڑ کر کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔

پہلی زیارت

میں نے سنِ شعور بیدار ہوتے ہی حضرت شیخؒ کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں آتے جاتے دیکھا۔ اسی طریقے سے حضرت مدنیؒ کے ہمراہ سہارنپور میں بارہا شیخ کے درِ دولت پر حاضری ہوئی۔ اسی طرح سے جب بھی حضرت مدنی کے ہمراہ سہارنپور سے آتے جاتے گذرنا ہوتا تو ریلوے اسٹیشن پر ضرور حضرت شیخ کی زیارت ہوتی۔ پہلی مرتبہ سہارنپور اسٹیشن ہی پر حضرت کی زیارت ہوئی۔ حضرت مدنیؒ رمضان المبارک اپنے وطن ٹانڈہ میں گذار کر قافلہ کے ہمراہ دیوبند تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت مدنی کے ایک فدائی حاجی نظام الحق صاحبؒ مظفرنگر بس لے کر سہارنپور آگئے تھے۔ میرٹھ، مظفرنگر، دیوبند، سہارنپور سے استقبال کرنے والے اس قدر جمع ہوگئے تھے کہ پلیٹ فارم خدّام اور متوسلین سے بھرا ہوا تھا۔ اس ہجوم میں حضرت شیخ کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ مجمع کے لئے حضرت مدنی کے مصافحہ کے انتظام میں مصروف تھے۔

بیعت

۱۳۷۳ھ میں سہارنپور میں شیخ سے بیعت ہوا۔ دست بدست بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ہمراہ ہمشیرہ بھی تھی (یعنی حضرت مولانا اسعد مدنی کی اہلیہ) اس کو پس پردہ بیعت فرمایا۔ میرا بیعت کا تعلق براہِ راست حضرت سے قائم ہوا۔ میرا طبعی تقاضا بیعت کا حضرتِ مدنیؒ سے تھا۔ لیکن طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ میرا تعلیمی آخری سال تھا کہ حضرت کا وصال ہوگیا۔ فراغت کے بعد کافی وقت مرشد کے تجسّس اور انتخاب میں گذرا۔ مگر کہیں طبیعت نہیں جمی۔ البتہ حضرت شیخ پر جب میں نے اس مقصد سے نظر ڈالی تو حضرت مدنیؒ سے بہت ہی قریب پایا۔ پھر میلانِ طبع اِدھر ہی کو راسخ ہوتا گیا۔ اس لئے حضرت ہی سے بیعت کی سعادت حاصل کی فالحمدللہ والمنة۔

ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس وقت کا تو کوئی واقعہ ذہن میں نہیں البتہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو بارہ تسبیح حضرت مدنیؒ اپنے مرشدین کو تبلایا کرتے تھے اسی کو کرتے رہو۔

”ذکر جہری سرًا“ کرنے میں مضائقہ نہیں

میں نے ایک خط میں حضرت کو لکھا کہ بعض مرتبہ سفر کے دوران ریل میں ہوتا ہوں۔ یا جلسہ وغیرہ میں جانا ہوتا ہے تو قیام گاہ میں اجنبی لوگ ہوتے ہیں۔ یا سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں بارہ تسبیح جہرًا کس طرح کی جائے۔ ۱۳۷۸ھ میں مدینہ منورہ سے جواب آیا کہ عوارض کی وجہ سے اگر بارہ تسبیح سرًا کرلی جائے تو مضائقہ نہیں۔

ایک تجربہ سوا شخاص پر

مدرسہ کے بعض احباب کے احوال شیخ کے سامنے آئے تو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ اپنا ایک تجربہ لکھتا ہوں جو کم از کم سوا شخاص پر میں نے کیا ہوگا کہ مخالف سے ہرگز انتقام کا ارادہ نہ رکھیں۔ اپنا تعلق مالک سے رکھیں کہ سب سے بہترین انتقام لینے والا وہی ہے۔ اپنی طرف سے ہر مسلمان کے ساتھ صلاح وفلاح کا ارادہ رکھیں اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کردیں۔ میں نے آپ بیتی میں اس قسم کے کچھ واقعات لکھے ہیں۔ سال گذشتہ مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے فرمایا کہ وہ مضمون میں نے اپنے مدرسہ کے اساتذہ کو سنایا۔ مولانا بنوریؒ نے بھی یہی فرمایا ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پند پیر دانا را

مولانا اسعد مدنی کا مقام

متعدد خطوط میں بار بار تحریر فرمایا کہ تم مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو۔ اس میں تمہیں سہولت بھی ہوگی اور راحت بھی مگر میں بچپن سے مولانا اسعد صاحب سے بے تکلفانہ زندگی کی وجہ سے عذر کردیا کرتا تھا۔ حضرت کے ایک خط کا مضمون یہ ہے۔

میں نے کئی سال سے آپ سے بار بار کہا کہ تم عزیز مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو۔ میرے پیارے! یہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے احترام میں تمہاری خیر خواہی سے بار بار کہا۔

میں سارے سال بیمار رہا اور اب تک یہ نہیں طے کر سکا کہ اس سال ہندوستان آسکتا ہوں یا نہیں اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ جب کہنے سے تو ہو تو کوئی خلجان کی بات نہیں۔ عبدالماجد دریابادی اور مولوی عبدالباری صاحب حضرت شیخ الاسلامؒ سے بیعت تھے۔ اور حضرت قدس سرہٗ ہی کے ارشاد پر تھانہ بھون رجوع کیا۔ اور مولوی عبدالباری مرحوم کو تو وہاں سے اجازت بھی ملی۔ میں خود حضرت رائپوری اور حضرت مدنی نوراللہ مرقدہما کی حیات میں اپنے متعدد لوگوں کو ان دونوں اکابر کی خدمت میں بھیجتا رہا ہوں۔ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جیل کے زمانہ میں اپنے متعدد احباب کو تحریر فرما دیا کرتے تھے کہ میرے آنے تک زکریا سے پوچھ لیں۔ مولوی محمود پٹیڑوی کو تو خاص طور سے حکم دیا تھا۔ آپ انہیں چاہے دریافت بھی کرلیں۔ مولوی منوّر صاحب بھی پہلے حضرت مدنی سے بیعت ہوئے تھے۔ اور حضرت رائپوری کے یہاں تو بہت کثرت سے یہ معاملہ ہوتا رہتا تھا۔ میرے یہاں اجازت میں محض تعلیم کافی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں شرائط کے درجے میں ہوتی رہتی ہیں۔ عزیز مولوی اسعد سے میرا یہ خط دکھا کر کہہ دیں کہ وہ اس میں تامّل نہ کریں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب۔ بقلم حبیب اللہ۔ ۱۱ رجون ۷۷ء۔ مدینہ منورہ۔

سفر میں حضرت کی شفقت

اسٹینگر ساؤتھ افریقہ میں ماہِ مبارک میں ایک مرتبہ بلا کر ارشاد فرمایا کہ سہارنپور کی بات اور تھی وہ تو گھر تھا۔ مگر یہ غیر جگہ ہے۔ تم یہاں کسی چیز کی تکلیف مت اٹھانا۔ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے کہہ دینا۔ مگر الحمدللہ اسٹینگر کے احباب کی غیر معمولی مہمان نوازی نے کبھی اس کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ ضرورت کی ہر چیز ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سہارنپور میں ایک مرتبہ میرے بچے اخلد سلّمہ نے میرے ساتھ چند دن شیخ کی خدمت میں گذارے تو اس کو سو روپے بطور عیدی عنایت فرمائے۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہا تو قبول کرنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ مجھ پر تیرا حق ہے کہ میں تجھے پیش کروں نہ کہ تجھ سے لوں۔ مجھ کو حضرت نے خود ذکر و اذکار تلقین فرمائے۔ کبھی کسی مجاز یا ذاکر کے سپرد نہیں فرمایا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ میری تساہلی اور غفلت نے ہمیشہ مجھکو ناکارہ

ہی رکھا۔ میں اپنے آپ کو اس شعر کا پورا پورا مصداق سمجھتا ہوں اور اس میں کچھ مبالغہ بھی نہیں

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

مجھکو حضرت مدنی قدس سرہٗ کے معمولات اور اذکار تلقین فرمائے۔ نیز یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر ممکن ہو اسمِ ذات کو بڑھاتے جاؤ۔ اور حضرت مدنیؒ کے ملفوظات تصوف ضرور مطالعہ میں رکھو۔

خلافت

دارالعلوم فیصل آباد پاکستان میں ۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ کو شب میں بھائی ابوالحسن صاحب تیزی کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا کہ شیخ یاد فرما رہے ہیں۔ میں فوراً حاضر ہوا تو بھائی ابوالحسن کے سامنے ہی بغیر کسی تمہید کے اجازت فرمائی۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ چند لمحہ تو با پھر اس عظیم الشان بار کے تحمل سے اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے معذرت کا اظہار کیا۔ تو فرمایا کہ جا جا! میں نے بھی اپنے حضرت سے یوں ہی کہا تھا۔ مگر میری ایک نہیں سنی۔ جا! اور جو کوئی بیعت ہونا چاہے اسکو بیعت کرلینا۔ میرا رسالہ نسبت و اجازت اور حضرت مدنیؒ کے مکتوباتِ تصوف مطالعہ میں رکھنا۔

متعدد بار مولانا اسعد صاحب مدظلہ کے ساتھ رمضان گذارنے کا حکم فرمایا۔ لیکن ہر بار مولانا سے میرے بچپن کے بے تکلفانہ تعلقات کے عذر کو قبول فرما کر بخوشی اپنے ساتھ رمضان گذارنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور میں شیخ سے بیعت بھی مولانا اسعد صاحب کے مشورے ہی سے ہوا تھا۔

"حضرت کی شفقتیں" دسترخوان پر شفقت

سہارنپور میں ایک مرتبہ ایک مخلص دوپہر کے کھانے میں خاص طور سے شیخ کے لئے بٹ پکا کر لائے۔ میں نے کبھی کھائی نہیں تھی۔ اس لئے رغبت نہیں تھی۔ مگر شیخ نے خادم کو حکم دیا کہ اس حقیر کو بھی دی جائے۔ میں نے عطیۂ شیخ سمجھ کر اس کو کھا لیا شیخ نے جب دیکھا کہ پلیٹ صاف ہے تو مجھ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اور لے! خادم میرے سامنے

سے پلیٹ اٹھا کر چلدیا۔ مگر میں خاموش رہا، اس پر حضرت نے فوراً تاڑ لیا اور خادم کو آواز دی کہ رہنے دے اسے مت دے۔ یہ تو کچھ بول نہیں رہا! اسکو پسند نہیں آئی۔ اور یہ واقعہ تھا کہ میں نے پہلی دفعہ کھائی تھی اس لئے کوئی رغبت نہ تھی۔

شیخ کے ساتھ دستر خوان پر جب بھی کھانے کا اتفاق ہوا۔ اپنے قریب داہنی یا بائیں جانب بٹھاتے۔ اور طشتریوں میں خاص خاص چیز عنایت فرماتے جاتے۔ اور ہر ایک پلیٹ پر نگاہ رکھتے۔ جس میں بھی کوئی چیز کم ہوتی نظر آتی فوراً خادم کو لانے کا حکم فرماتے۔

اباحت ہے تملیک نہیں

ایک مرتبہ چار پانچ آدمیوں کے بعد دستر خوان پر بیٹھا حضرت نے پیالے میں کھیر بھیجی۔ میں نے اپنے برابر والے کو بھی اس میں شریک کرلیا۔ حالانکہ وہ میرے ساتھی نہ تھے۔ حضرت نے دیکھ لیا۔ فرمایا کہ اباحت ہے۔ تملیک نہیں۔ جس کو پسند نہ ہو واپس کردے۔

دال کے خلاف قیامت میں گواہ

ایک مرتبہ بھائی مولانا اسعد صاحب کے ساتھ حاضری ہوئی۔ دستر خوان بچھا کھانا شروع ہوگیا۔ حضرت نے دال کا ایک پیالہ بھی منگوایا۔ مگر وہ اخیر تک تقریباً بھرا ہی رکھا رہا۔ حضرت کی نگاہ اس پر پڑی تو خادم سے فرمایا کہ اس پیالے کو اٹھاؤ۔ پھر فرمایا کہ دیکھو گوشت سید الطعام ہے۔ مجھ کو بہت پسند ہے۔ اور دال بالکل پسند نہیں۔ مگر تم لوگ گواہ رہنا میں اس کو محض اس لئے کھا رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں یہ میری شکایت نہ کر سکے کہ میں دستر خوان پر تھی اور زکریا نے مجھ کو پوچھا نہیں۔

اگر دو وقت کھاتا تو.....

کبھی کبھی شام کے وقت میں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت صرف ایک وقت دوپہر میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ لیکن رات میں کھانے کیوقت جب بھی حاضری ہوئی، کھانے میں یہ کہکر شرکت فرماتے کہ رات میں کھانے کا معمول نہیں۔ لیکن تیرے ساتھ ضرور شرکت کروں گا۔

پنکھا جھلنے پر حضرت مدنی کا جلال

ایک مرتبہ دوپہر کے کھانے کے دوران فرمانے لگے کہ صرف ایک وقت کھاتا ہوں (اپنے

تن و توش) کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے کہ جب تو یہ حال ہے۔ اگر کہیں دونوں وقت کھاتا تو جانے کہاں تک پھیلتا۔

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے ہمراہ سہارنپور شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ اس وقت تک کچے گھر میں بجلی نہیں آئی تھی۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ شیخ لنگی باندھے ہوئے کرتہ اتارے ہوئے ایک کھری چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ خادم بالٹی میں پانی رکھے ہوئے تھا۔ جس سے خس کے پنکھے کو تر کرکے جھل رہا تھا۔ اسی دوران میں نے شیخ کو حضرت مدنیؒ کی آمد کی خبر دی۔ شیخ نے فوراً کرتہ پہنا۔ جلدی سے اُٹھے۔ اتنے میں حضرت مدنیؒ تشریف لے آئے۔ گرمی شدید تھی۔ خادم پنکھا جھلتا رہا۔ جو لوگ حضرت مدنی کے مزاج سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت کے یہاں راحت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بلکہ ان کی لغت سے راحت اور آرام کا نام ہی خارج تھا۔ حضرت مدنی نے حسب عادت خادم کو پنکھا جھلنے سے منع کیا۔ مگر شیخ چونکہ حضرت مدنیؒ کے مزاج سے واقف تھے۔ اس لئے فوراً فرمایا کہ یہ آپ کو نہیں جھل رہا ہے مجھے جھل رہا ہے۔ حضرت مدنی خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں شیخ کھانے وغیرہ کے سلسلہ میں زنانخانے میں تشریف لے گئے۔ حضرت مدنی نے پنکھا جھلنے والے کو روک دیا۔ وہ بیچارہ بادل ناخواستہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں شیخ اندر سے باہر تشریف لے آئے تو خادم پھر پنکھا جھلنے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ حضرت مدنیؒ نے منع کیا۔ شیخ نے پھر وہی جملے دہرائے۔ مگر اس بار حضرت مدنیؒ کو ایک دم جلال آگیا۔ تیز لہجے میں فرمایا کہ بس خالی تم کو ہی گرمی لگتی ہے اس کو نہیں۔ کیا یہ انسان نہیں ہے۔ اس پر حضرت شیخ نے فوراً خادم کو اشارہ کرکے بٹھادیا۔ حضرت مدنیؒ اپنی راحت کے لئے دوسرے کو تکلیف دینا کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ حالانکہ اس میں خدام کے لئے عین راحت ہوتی تھی۔

مدنی خانوادے کے بچے کا کچے گھر میں علاج کیلئے قیام

میرا بچہ احمد سلمہ کی ایک سال کی عمر تھی۔ شدید ٹائیفائڈ میں مبتلا ہوا۔ حتیٰ کہ دیوبند کے ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کر دیا۔

اس وقت سہارنپور میں بچوں کے علاج کے سلسلے میں ایک ڈاکٹر بہت مشہور تھا (ڈاکٹر نعیم مرحوم) اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ حضرت مدنیؒ سے کسی صاحب نے ان کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ بچوں کے علاج میں وہ ماہر ہیں۔ ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ حضرتِ مدنیؒ نے ان ڈاکٹر صاحب کے سلسلے میں معلومات کے لئے شیخ کو خط لکھا۔ شیخ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو تفتیش کے لئے حکم دیا۔ ناظم صاحب نے حالات معلوم کر کے شیخ کو تفصیلات بتلائیں۔ شیخ نے حضرت مدنی کو خط لکھا کہ آپ مریض بچے کو اس کی والدہ کے ساتھ میرے گھر بھیج دیں۔ سارا انتظام ہو جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ حضرت مدنی نے مریض بچے کو اسکی والدہ اور دوسرے حضرات کے ساتھ شیخ کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ اخراجات کی فکر نہ کریں۔ باقاعدہ علاج کریں۔ میں سب ادا کردوں گا۔ چنانچہ مریض بچے کا شیخ کے درِ دولت پر رہ کر ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا۔ اس دوران صبح وشام برابر شیخ مریض بچے کے پاس گھر کے اندر تشریف لے جا کر دم فرماتے۔ بحمدللہ بچہ شفایاب ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بچہ کو دیوبند لے جانے کی اجازت دے دی۔ اگرچہ دوا بعد تک چلتی رہی۔ البتہ وہ بچہ آج بھی بقیدِ حیات ہے۔ حضرت مدنیؒ نے شیخ کی توجہ فرمائی کا شکریہ ادا فرمایا اور ڈاکٹر کو انعام واکرام سے نوازا۔

بسم اللہ پر تکمیل کی بشارت

میں نے اپنے چھوٹے بچے اشہد سلّمہ کا حفظ قرآن شیخ سے ماہ مبارک میں سہارنپور میں شروع کروایا۔ ایک ڈبہ مٹھائی کا عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم ہی انشاء اللہ ختم بھی کروائیں گے۔ چنانچہ سنہ ۱۴۰۱ھ میں پاکستان میں رمضان گذارنے کے بعد جب سہارنپور تشریف لائے۔ اس وقت مولانا اسعد صاحب مدظلہ کی معیت میں سہارنپور حاضری ہوئی اس وقت بچے کا قرآن ختم فرمایا اور پچاس روپے کی مٹھائی منگوائی۔

دسترخوان پر نیابت

سہارنپور میں قیام رمضان کے دوران جب دیوبند کے اکابر اساتذہ میں سے کوئی حاضری دیتا تو حضرت کی جانب سے میرے پاس پیغام پہنچتا کہ تم میری قائمقامی کرتے ہوئے ان حضرات کے ساتھ کھانا کھاؤ۔

یہ بڑے میاں ضابطہ کے آدمی ہیں

ایک مرتبہ والد مرحوم حضرت الحاج مولانا سید حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ہمراہ سہارنپور حاضری ہوئی اس زمانے میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کا قیام سہارنپور میں شاہ مسعود صاحب مرحوم کی کوٹھی بہٹ ہاؤس میں تھا والد صاحب مرحوم نے شیخ سے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے بارے میں معلومات کیں۔ شیخ نے فرمایا کہ عصر کے بعد میں بھی حضرت رائپوری کی مجلس میں حاضر ہوں ہوگا۔ اس وقت آپ وہیں یہ سوال کریں۔ چنانچہ حسب پروگرام والد صاحب مرحوم نے حضرت رائپوری قدس سرہ سے خلفاء کے بارے میں سوال کیا۔ شیخ سامنے کی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت رائپوریؒ نے شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خلافت اور اجازت تو یہ جانیں! میں جانتا نہیں۔ باقی میرا کوئی خلیفہ نہیں۔ اس وقت کلکتہ میں ایک صاحب تھے جو اپنے آپ کو حضرت رائپوری کا خلیفہ کہتے تھے۔ والد صاحب مرحوم نے خاص طور ان کا نام لے کر پوچھا تو صراحتاً انکار فرمایا۔ پھر دو مشہور ومعروف حضرات کا نام لیکر دریافت کیا۔ تو ان حضرات کے بارے میں بھی انکار فرمایا۔ پھر فرمایا کہ تو بہ ہر عالم کرا سکتا ہے۔ آپ بھی کرا دیا کیجئے۔ اور اس گفتگو کے دوران بار بار شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے جاتے کہ میں تو کچھ جانتا نہیں یہ بڑے میاں جانتے ہیں۔ میں تو جو کچھ کرتا ہوں انہی سے پوچھ کے کرتا ہوں یہ ضابطہ کے آدمی ہیں۔

اکابر ثلثہ

ایک مرتبہ حضرت رائپوری قدس سرہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مرحوم دیوبند تشریف لائے۔ حضرت مدنی قدس سرہ درس بخاری شریف میں مشغول تھے۔ شیخین کی تشریف آوری کی اطلاع جونہی ملی، فوراً درس موقوف فرما کر تشریف لے آئے۔ پھر جس انداز میں اکابر ثلاثہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ وہ منظر آج تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ کیا گفتگو ہوئی، یہ تو محفوظ نہیں۔ کیونکہ میں چائے وغیرہ لانے کے انتظام میں مصروف تھا۔ لیکن انداز گفتگو اور نشست آج تک

آنکھوں میں پھر رہی ہے۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت رائےپوریؒ دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو حضرت کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں۔ کافی دیر تک تنہائی میں یہ مجلس چلتی رہی۔ اسی اثناء میں باہر طلباء نے ہجوم کر لیا۔ بعد میں یہ حضرات سہارنپور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت مدنیؒ کی طرف سے پیر جی کا خطاب

حضرت مدنی قدس سرّہ جب بھی سہارنپور شیخ کے پاس تشریف لے جاتے تو مولانا طلحہ صاحب (جو اس وقت بچے تھے) فوراً مجمع کو چیر پھاڑ کر حضرت کی گاڑی کے سامنے پہنچ جاتے تھے۔ تو حضرتِ مدنی انکو پیر جی کہہ کر خطاب فرماتے پیر جی کہکر مجمع میں آواز دیتے۔ کچھ خوش طبعی فرماتے تو بھی پیر جی کہکر مخاطب فرماتے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ فوراً ہو کر رہتا ہے۔ آج اللہ نے واقعی ان کو پیر جی ہی بنا دیا ہے بقول (حضرت شیخ الحدیث قدس سرّہ کے) صاحبزادگی کا سوّر بہت مشکل سے نکلتا ہے۔ مگر جو لوگ مولانا طلحہ کو قریب سے جانتے ہیں وہ اس بات کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا طلحہ صاحب میں صاحبزادگی کے نام کی ادنیٰ درجہ کی بھی کوئی چیز نہیں۔

دارالعلوم کے ہنگامہ کا فکر

حضرت شیخ قدس سرّہ کو دارالعلوم دیوبند کے حالیہ خلفشار نے بہت بے چین کر رکھا تھا۔ جب بھی ارباب دارالعلوم کی طرف کسی غیر آئینی اور غیر دستوری حرکت کا علم ہوتا تو مضطرب ہو جاتے اور بار بار فرماتے کہ ان لوگوں نے یہ غیر دستوری اقدام کیسے کیا۔

لیناسیا ساؤتھ افریقہ میں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ شوریٰ کو توڑنے کی خبریں آرہی ہیں۔ سن کر کئی بار یہ فرمایا کہ شوریٰ تو سو سال سے زیادہ پرانی ہے اس کو کون توڑ سکتا ہے۔ مگر جب توڑ دینے کی خبر مل گئی تو بہت زیادہ افسوس کا اظہار فرمایا۔

گذشتہ سال حج کے موقعہ پر مکۃ المکرمہ میں بھائی سعدی کے مکان پر شیخ کی زیارت ہوئی۔ پہلا سوال یہی تھا کہ دارالعلوم کا کیا حال ہے۔ اور مولوی اسعد کہاں ہیں۔

میں چونکہ آٹھ نو مہینہ کے اپنے غیر ملکی سفر میں برابر ہر جگہ سے ہر ہفتہ دہلی سے فون پر رابطہ قائم رکھتا تھا۔ اس لئے جو بھی ہفتہ بھر کی تازہ ترین خبریں ہوتی تھیں وہ مل جاتی تھیں۔ میں نے اپنی معلومات کے مطابق جو خبریں تھیں وہ بتلائیں۔ پھر تیسرے دن ساؤتھ افریقہ سے مولانا اسعد صاحب بھی پہنچ گئے۔ ان سے مزید معلومات ہو کر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

میں حج کے بعد ایک ہفتہ مکہ معظمہ میں رہا، پھر شیخ کی معیّت میں مدینہ طیبہ کا سفر ہوا۔ ایک ہفتہ مدینہ طیبہ میں قیام کر کے عازم لندن ہوا۔ روانگی کے وقت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر رخصت چاہی دعائیں دیں۔ اور خاص طور پر یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ مبارک فرمائے۔ چنانچہ انگلینڈ کے پورے سفر میں شیخ کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ بار بار کانوں میں گونجتا رہا اور اس کی برکتیں اور سعادتیں سامنے آتی رہیں۔

مارچ ۸۲ء کے دوسرے ہفتے میں انگلینڈ سے عمرہ اور شیخ کی زیارت کی غرض سے سعودیہ حاضری ہوئی۔ میں جدہ سے سیدھا مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ پہلا سوال وہی تھا، دارالعلوم کا کیا حال ہے، مولوی اسعد کہاں ہیں؟ میں نے چونکہ جدّہ پہنچکر دہلی فون کر لیا تھا۔ اس لئے جو اس وقت کی اطلاع تھی وہ عرض کر دی۔ مگر اُن دِنوں دیوبند سے شیخ کے پاس کسی کا خط نہیں پہنچا تھا۔ اس لئے بہت بے چینی اور اضطراب تھا۔ ڈاک کی تلاش میں روزآنہ آدمی ڈاکخانہ جاتا مگر مایوس لوٹ آتا۔ اسی کیفیت میں تقریباً ایک ہفتہ گذر گیا۔ میں اپنے قیام کے دوران برابر حاضر ہوتا رہا۔ مگر شروع کے دو دن شیخ کے دوران سر اور بخار کی وجہ سے عصر کے بعد کی عمومی مجلس نہیں ہوسکی۔ اس لئے ملاقات نہ ہوسکی۔ اور خصوصی طور پر اطلاع دے کر حاضری کی ہمت نہ ہوئی۔ تیسرے دن مولانا طلحہ صاحب سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ معلوم کر رہے تھے۔ مدرسہ علوم شرعیہ میں داخل ہو کر بھائی ابوالحسن سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ پھر جب شیخ کی زیارت ہوئی تو فرمایا کہ بھائی کہاں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ناسازیٔ مزاج کی وجہ سے اندر حاضر نہیں ہوا۔ باہر ہی معلومات کر کے چلا جاتا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے لئے کیا

رکاوٹ تھی، پھر فرمایا کہ کہاں ٹھہرے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ قاری عباس صاحب کا مدرسہ قریب ہی ہے۔ انکی خواہش پر وہیں ٹھہر گیا ہوں۔ پھر اور دو ایک باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد مولانا طلحہ صاحب کو بلاکر چائے پلانے کو کہا۔ مولانا طلحہ صاحب نے مجھ کو دوسرے کمرے میں چلنے کو کہا۔ چونکہ مجلس جاری تھی۔ اس لئے میں نے ان سے چپکے سے کہا کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں خاموشی سے مجلس کے ایک گوشے میں بیٹھ جاؤں۔ یہ وقت بہت قیمتی ہے اور چائے کی کوئی خاص خواہش بھی نہیں۔ مگر مولانا طلحہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ شیخ کا حکم ہوا ہے تجھکو چائے پلانے کا اس لئے اسکی تعمیل کے سوا چارہ نہیں۔ پھر جب تک مدینہ طیبہ میں قیام رہا ہر روز عصر کے بعد یہی صورت رہتی۔ کیا پتہ تھا کہ یہ آخری مجلسیں چل رہی ہیں۔ اور اب عن قریب یہ آفتاب رشد وہدایت غروب ہوا چاہتا ہے۔

۲۴/۲۵ مارچ ۸۲ء کی درمیان شب میں جب کہ طلباء نے دارالعلوم پر قبضہ کیا۔ میں حسب معمول عصر کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی خلاف معمول مسکرائے۔ مصافحہ میں ہاتھ پکڑ لیا اور مسکراتے ہوئے یہ یادگار جملہ ارشاد فرمایا کہ (بھائی آج تو دارالعلوم کے بارے میں کوئی نیک خبر سناؤ) میں نے عرض کیا کہ کوئی نئی خبر تو ملی نہیں۔ مگر میں نے جب شیخ کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو غیر معمولی بشاشت اور مسکراہٹ نظر آئی۔ جو اس سے پہلے بہت کم دیکھی گئی تھی۔

میں پروگرام کے مطابق اگلے روز حضرت سے رخصت ہوکر مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہوکر مکہ میں مقیم رہا میرا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے لئے حرم میں داخل ہوتا تو عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد باہر نکلتا۔ مکہ میں پہنچنے کے تیسرے دن مغرب کے بعد جب کہ میں معمول کے مطابق حرم میں تھا۔ اچانک ایک دوست تیزی سے میری طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میرے پاس آکر انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے آج کوئی نئی خبر سنی میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مدرسہ صولتیہ میں مولانا شمیم صاحب کے پاس دہلی سے فون آیا کہ طلباء نے دارالعلوم پر قبضہ کر لیا۔ میں نے کہا بھائی مجھے کچھ خبر نہیں۔ میں عشاء کی نماز کے بعد قیامگاہ پر پہنچ کر دہلی فون کروں گا۔ چنانچہ

چنانچہ نماز کے بعد اپنے دوست یوسف بٹ کے مکان پر پہنچ کر جہاں میرا قیام تھا۔ دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے دفتر فون کیا۔ مولوی فضیل صاحب سے طلباء کے دارالعلوم پر قبضہ کے سلسلے میں تفصیلی باتیں معلوم ہوئیں۔ اطمینان ہوا۔ اسی وقت مدینہ طیبہ ڈاکٹر اسماعیل کو فون کیا کہ شیخ کو تفصیلات بتلادیں۔ اب جو میں نے شیخ کی بشاشت وجہ مسکراہٹ اور نیک خبر سنانے کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لگایا تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کو شیخ اپنی فراست ایمانی سے پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ صرف اسکا رسمی اظہار باقی تھا۔ اللہ اکبر کیا تعلق تھا شیخ کا دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم سے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دارالعلوم کے حالات کے پلٹنے اور سدھارنے میں ۸۰٪ فیصدی شیخ کی دعاؤں اور توجہات کو دخل ہے۔ حضرت بار بار اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم مجھکو مظاہر علوم سے زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ میرے اکابر اور اسلاف کی مقدس امانت ہے۔

شاہی کا اہتمام حضرت کے مشورہ سے

جس وقت جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کی مجلس شوریٰ نے اہتمام کے لئے میرا نام طے کردیا اور تقرر نامہ میرے پاس پہنچا۔ تو میں نے ارباب شوریٰ سے یہ کہدیا کہ حضرت شیخ کے حکم کے بغیر میں نہیں آسکتا۔ اس وقت حضرت رمضان المبارک گذارنے کے لئے سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ارباب شوریٰ کا ایک مؤقر وفد سہارنپور حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اور حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے میرے تقرر پر بے انتہا خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ ادارہ بھی اپنے اکابر کی مقدس امانت ہے۔

بے کیف رمضان

حضرت کے وصال کے بعد پہلا رمضان مرادآباد میں مدرسہ کی شاہی مسجد میں بہت ہی بے کیفی کے ساتھ گذرا۔ کیونکہ برسوں کے بعد شیخ کے بغیر یہ پہلا رمضان تھا۔ میرے بچے حافظ اخلد سلمہ نے تراویح میں قرآن کریم پڑھا۔ حضرت کی فیض صحبت کی برکت سے لوگوں نے بہت زیادہ مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ فالحمد للہ والمنۃ۔

اس قسم کے ایک نہیں صدہا واقعات ہیں۔ کہاں تک اس کو قلمبند کیا جائے۔ بس اب تو اس بات کی ضرورت ہے کہ حضرت کے چھوڑے ہوئے نقوش کو حرز جان بنایا جائے۔ اور اس پر عمل کرکے دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے ہمکنار ہوا جائے۔

حضرت مولانا سید مختار الدین صاحب زید مجدھم

اسمِ گرامی مختار الدین بن صاحبزادہ سید فضل الرحمٰن صاحب ضلع کوہاٹ ڈاک خانہ کربوغہ شریف۔ پاکستان

ولادت و تعلیم تاریخ پیدائش تقریباً ۱۹۵۲ء۔ ساتویں جماعت تک سرکاری سکول میں پڑھا۔ سرحد کے دینی مدارس میں ابتدائی کتب پڑھکر دورہ حدیث شریف۔ اکبر دار العلوم مردان (جسکے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب ہیں) میں پڑھا۔ دوسرے سال دار العلوم کراچی سے چھ ماہ تک تخصص فی الفقہ کیا۔

نکاح و دینی خدمات دینی تعلیم سے قبل ہی اپنے ہی خاندان میں نکاح ہوا۔ الحمدلِلّٰہ کہ ایک لڑکا زبیر ہے۔ فارغ ہو کر آیا ہوں اور اب حضرت اقدس سیدی مولانا صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم کی ترغیب سے اپنے علاقے میں دینی کام بالخصوص خانقاہ کا ارادہ ہے اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل توفیق عطا فرما کر قبول فرمائے۔

ہمارا علاقہ الحمدلِلّٰہ تمام فتنوں سے پاک ہے کیونکہ انگریز ملعون کے ناپاک اثرات کم پہنچے ہیں۔

علاقۂ قلبی و پہلی زیارت تبلیغی نصاب پڑھنے سے حضرت نور اللہ مرقدھم واعلی اللہ مراتبہم سے متاثر ہوا۔ اور اس سے قبل جب کہ احقر حضرت کو بالکل نہ جانتا تھا۔ خواب میں دو منزلہ مسجد دیکھی اوپر سے آواز آئی کہ مختار الدین اور زکریا اوپر آئیں۔

چند سال بعد بندہ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ قطر بسلسلہ کاروبار گیا تھا۔ وہاں سے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ مسجد نور میں قیام تھا وہاں سے حضرت اقدس کے ہاں بعد عشاء حاضری ہوئی، ملاقات کا وقت نہ تھا مگر ہمارے اصرار پر ایک خادم صاحب نے ملاقات کرائی۔ اس

میں حضرت نور اللہ مرقدہ کی طرف سے علاوہ ایک چمچہ نصیب ہوا اور مختصر دعا فرمائی۔

بیعت بیعت کے سلسلہ میں بندہ چونکہ شکّی مزاج اور زیادہ محتاط تھا اس لئے پہلی ملاقات میں بیعت نہیں ہوا۔ دوسرے سال جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو چند دن حضرت کی عمومی مجلس میں بعد عصر شرکت کے بعد استخارہ کرکے بہ نیتِ بیعت حاضر ہوا تو وہاں چند افراد کے عمومی بیعت میں احقر بھی بیعت ہوا بیعت ہو جانے کے بعد دینی علم کے حصول کا شوق بڑھا اور یہی بیعت الحمدللہ حصول علم دین کا سبب بنا اور اس کے بعد اپنے خواب کی تعبیر بھی ظاہر ہو گئی۔

تسبیحات حضرت اقدس کی غائبانہ توجہ اور برکت تھی ورنہ بندہ کو نہ تو خاص صحبت کا وقت ملا اور نہ بات چیت کا۔ تسبیحات کے لئے بندہ نے عرض کیا تھا کہ بیٹھ کر پورے نہ ہو سکیں، تو کیسے کروں؟ تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر جہاز میں بیٹھے بیٹھے روٹی کھائے تو کیا سیر نہ ہوگا؟ جس سے بندہ سمجھا کہ میرے لئے چلتے پھرتے بھی اجازت ہے۔

خلافت بیعت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ کی حاضری میں بندہ نے اپنے باطنی امراض لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں علاج کی غرض سے مجلسِ عام میں ہی پیش کئے حضرت اقدس نے دوسرے روز حاضری کے لئے ارشاد فرمایا جب بندہ حاضر ہوا تو حضرت سیدی صوفی محمد اقبال صاحب اور دوسرے سب حضرات بھی تھے جن میں سے نہ تو حضرت صوفی صاحب سے اور نہ کسی اور سے واقفیت تھی حضرت نے غالباً یوں ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کچھ تم کو دیا وہ دوسروں کو دیتے رہو۔ اس بات سے قبل میرا نام اور پتہ بھی پوچھا بندہ حضرت سے مرعوب ہو رہا تھا بندوں نے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا ہے اس پر حضرت کے اشارے سے وہاں بیٹھے ہوئے خدام نے حضرت کے سامنے ہی بتایا کہ حضرت تمہیں بیعت کی اجازت دے رہے ہیں اور مجھے مبارکباد دی حضرت نے اپنی کتاب میں میرا نام پتہ درج کرنے کا بھی اپنے کاتب کو حکم فرمایا اور کچھ معمولات کے پرچے بھی دیئے اور فرمایا کہ اسی طرح کے اور چھپوا لینا۔

پھر باہر آکر وہاں بیٹھے ہوئے خدام نے دوسرے کمرے میں لے جاکر بندہ کو نصیحتیں کیں اور کام شروع کرنے کی ترغیب دی۔ ان خدام میں حضرت مولانا یحییٰ صاحب بھی تھے نیز حضرت اقدس نے کسی خادم کے ذریعے بندہ کو کتابیں بھی دلوائیں۔

خلافت کے بعد تعلیم اذکار

اس واقعہ کے ایک سال بعد بندہ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب سے ذکر سیکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور صوفی صاحب کو حکم دیا کہ ذکر خفی سکھلا دیں چنانچہ صوفی صاحب نے موسم حج کے رش کی وجہ سے مجھے مصلّٰی جنائز پہ لے جاکر ذکر قلبی اسم ذات مبارک تلقین کیا دوران تلقین میں انہوں نے محسوس کیا کہ میرا ذکر تو پہلے سے جاری ہے جس کو بندہ نے پہلے نہ تو کبھی کیا تھا اور نہ اس بات کا احساس تھا انہوں نے فرمایا کہ یہ ذکر تمہارا تو جاری ہے دوسروں کو سکھانے کے لئے باقاعدہ طریقہ سیکھ لو اور خود بھی اس باقاعدہ طریقے سے کرتے رہو تاکہ کافی اچھی طرح پختہ ہو جائے۔ اس کے بعد فیصل آباد کے رمضان میں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے بندہ کو ذکر خفی نفی اثبات تلقین کیا۔ (نوٹ) اجازت بیعت ملنے تک سلوک میں صرف معمولات کے پرچہ پر عمل ہوتا رہا اور اجازت کے ایک سال بعد ذکر خفی اسم ذات سیکھا جو بقول صوفی صاحب اقبال خودبخود بلا سیکھے جاری ہو چکا تھا۔ اسکے بعد ہی قطر کا کاروبار چھوڑ کر دینی تعلیم شروع کی جس سے اب فراغت ہوئی۔

صوفی جی سے تجدید بیعت

اس کے بعد حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے زیارت و ملاقات کی نوبت نہیں آئی بندہ نے رابطہ حضرت صوفی صاحب سے رکھا اور الحمدللہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے راولپنڈی رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں تجدید بیعت بھی کی۔

حضرت مولانا امام الدین صاحب زید مجدھم

امام الدین ابن شیخ نجف علی۔ موضع خلیل آباد کھتا ٹولی۔ ڈاکخانہ دھنپت گنج وایا سونتھا۔ ضلع پورنیہ۔ صوبہ بہار۔

(دوسرا پتہ: محمد امام الدین۔ مدرس دار العلوم لطیفی کٹیہار بہار)۔

تاریخ پیدائش ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ بمقام خلیل آباد کھتا ٹولی۔ ڈاکخانہ دھنپت گنج ضلع پورنیہ بہار ہے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی سے انوار سہیلی۔ دیوان غنی وغیرہ تک اپنے وطن مالوف ہی میں مختلف مکاتیب و مدارس سے فارسی و عربی کی تعلیم مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کی۔ درجہ عربی میں میزان منشعب بھی اپنے وطن ہی کے مدرسہ میں پڑھا اس کے بعد اپنے وطن سے باہر مختلف مقامات میں تعلیم حاصل کی۔

فیض الغربا آرہ میں داخلہ

شوال ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ فیض الغربا شاہ آباد آرہ میں داخلہ لیا۔ پنج گنج۔ نحو میر آرہ میں پڑھا۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے پھر آرہ سے دار العلوم مئو چلا آیا۔

دار العلوم مئو میں داخلہ

اوائل صفر ۱۳۵۹ھ میں دار العلوم مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔ تقریباً چار سال مئو میں تعلیم حاصل کی اور مختلف اساتذۂ کرام سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ پھر دار العلوم مئو سے آنے کے بعد ۲۶ شوال ۱۳۶۲ھ کو مظاہر علوم سہارنپور میں مختصر المعانی کی جماعت میں داخلہ لیا۔ دو سال علوم و فنون کی کتابیں ہوئیں۔ اور شعبان ۱۳۶۵ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل ہوئی (اور درجہ اوّلیٰ میں کامیابی بھی ہوئی) دورۂ احادیث میں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام سے شرف حاصل ہوا۔ حضرت[1] شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ۔ حضرت[2] مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوری صدر المدرسین۔ حضرت[3] مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ۔ حضرت[4] مولانا

محمد اسعد اللہ صاحب مناظر اسلامؒ - حضرت مولانا محمد منظور احمد خان صاحبؒ۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

مظاہر علوم میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں شوال ۱۳۶۵ھ میں داخلہ لیا ۱۳۶۸ھ تک مکمل تین سال میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ ختم بخاری شریف میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے یہاں چند بار شرکت کی ہے بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق میں چند روز حضرت موصوف کے درس میں سماعت کے طور پر حاضری دی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مستقل طور پر دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔

پہلا نکاح

پہلا نکاح قریب تیس سال کی عمر میں ۱۳ شعبان ۱۳۷۰ھ کو موضع کٹھا مٹھا متصل تکیہ شریف پہلا عقد ہوا۔

اولاد

جن سے ۹ نو اولادیں ہوئیں، جن میں سے اس وقت تین لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں۔

حادثات

۲۷ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ چہار شنبہ کو پہلی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ ۷ رجب ۱۳۶۷ھ والد محترم کا حادثۂ انتقال پیش آیا۔ اور اخیر ماہ صفر ۱۳۷۱ھ میں والدۂ محترمہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں اللہ جل شانہ ان سب کو بھی اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

دوسرا نکاح

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ایماء اور حضرت مولانا منور حسین صاحب کے مشورے سے (محمد اسلام الدین صاحب بنگواں کی صاحبزادی سے) ۱۳ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ جمعہ کو مہر فاطمی پر ہوا اور نکاح حضرت مولانا الحاج منور حسین صاحب مدظلہ نے پڑھایا۔

فراغت کے بعد سے اب تک کے مشاغل یہ ہیں

دیوبند سے آنے کے بعد سب سے پہلے مدرسہ عماد الاسلام ہانڈی بھاتسہ دھنپت گنج پورنیہ میں اخیر عشرہ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ میں مدرس اوّل کی جگہ تقرر ہوا،

ابتدائی عربی اور فارسی کی کتابوں کے درس و تدریس کا موقع دو سال تک ملا پھر وہاں سے آنے کے بعد مدرسہ منبع العلوم خلیل آباد کھتا ٹولی میں انتہائی فارسی کی تعلیم اور ابتدائی عربی کی تعلیم دس ہفتے تک دی۔ پھر اوائل شعبان ۱۳۷۱ھ میں مدرس اول کی جگہ پر رحمانیہ سونتھا میں تقرر ہوا۔ مکمل تین سال ابتدائی عربی سے شرح جامی، شرح وقایہ، مقامات حریری، ہدیہ سعیدیہ تک درس و تدریس کا سلسلہ قائم رہا پھر اخیر شوال ۱۳۷۴ھ میں دارالعلوم لطیفی کٹیہار میں خدمت تدریس سپرد ہوئی، بفضلہ تعالیٰ اب تک یہیں مصروف عمل ہوں۔ دارالعلوم لطیفی میں مختلف علوم و فنون کی کتب متداولہ شرح جامی سے بخاری تک مختلف سالوں میں درس و تدریس کی خدمت کرنے کا موقع فراہم ہوتا رہا ۱۳۸۵ھ ہجری میں مولانا منور حسین صاحب مدظلہ درس حدیث کے لئے مدرس بن کر مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے تو بخاری جلد اول کا درس اس سیہ کار ہی کے یہاں ہوا اس کے علاوہ بخاری کے بعض اجزاء کے درس کی خدمت کرنے کا موقع مختلف سالوں میں ملا۔ مستقل طور سے بخاری شریف کا درس شیخ الحدیث مولانا منور حسین صاحب مدظلہ کے یہاں ہو رہا ہے) البتہ ترمذی شریف ۱۳۸۰ھ سے مستقل طور سے اس نالائق کے یہاں ہو رہی ہے فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذَالِکَ۔

علاقہ کی دینی حالت

ہمارے علاقہ کی دینی صورتِ حال کسی قدر اچھی ہے یہاں کے باشندگان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغ کے تبلیغی کام سے بالکل ناآشنا تھے اب چند سالوں سے کچھ تبلیغی کام چل پڑا ہے اور لوگ دلچسپی لے رہے ہیں (اور علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے) چند سال ہوئے کہ ہماری بستی وگاؤں میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمات عالیہ میں دعا اور اجتماع کی کامیابی کے لئے ایک خط روانہ کیا گیا حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ تبلیغی کاموں میں شرکت کی اہمیت و ضرورت وغیرہ کے متعلق ________ حضرت کے چند گرامی نامے کے اقتباسات کی نقل ذیل میں آرہی ہے۔

حضرت کی پہلی زیارت

سب سے پہلے ۱۳۶۲ھ میں (جب کہ داخلہ کے لئے مظاہر علوم حاضر ہوا) زیارت ہوئی اس وقت میری تخمینی عمر بائیس ۲۲ سال کی ہوگی غیر شعوری کی وجہ سے شعور تو اب بھی نہیں ہے صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ یہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث ہیں۔ دورہ حدیث کے سال میں حضرت اقدس کی شخصیت اور اہمیت دل میں پیدا ہوئی کہ حضرت تو طلبہ پر غایت درجہ کے شفیق ہیں۔ اور متبحر و جیّد عالم دین ہیں۔ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک ہیں۔ اسماء رجال پر بحث کرنے میں اپنے آپ بے نظیر ہیں۔ مسالک و مذاہب و اختلافات ائمہ کے بیان کرنے میں اپنے زمانہ کے طحاوی ہیں۔ روایات کے مختلف مطالب بیان کرنے اور روایات کو ترجمۃ الباب پر منطبق کرنے کے وقت میں محققانہ اور مجتہدانہ شان نمایاں طور سے ظاہر ہوتی ہے۔

بیعت

حضرت شیخ قدس سرہٗ سے پہلے۔ غالباً رجب ۱۳۷۵ھ میں کش گنج میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا اور تسبیحات ستہ اور بارہ تسبیح کا ذکر بھی حضرت ہی سے بیعت ہو جانے کے بعد اُسی دن سے لیا اور عمل بھی کرتا رہا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے بعد ۱۳۷۸ھ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی طرف مراجعت کی اور وابستگی اور خاص تعلق پیدا کرنے کے لئے متعدد خطوط ارسال خدمت اقدس میں کئے مگر پہلے تو حضرت انکار ہی کرتے رہے اور مشورے بھی دیتے رہے اور اس نالائق کی طرف سے اصرار میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور اخیر میں رجوع کرنے کی ایک وجہ ترجیح یہ بھی تحریر کر دی کہ بخاری شریف اور ابو داؤد پڑھنے میں نالائق نے حضرت ہی سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے اس لئے میری دلی تمنا ہے کہ باطنی امراض کے علاج کے سلسلہ میں حضرت ہی کو اپنا معالج و مرشد و ماویٰ قرار دوں۔ حضرت نے جو جوابات اپنے قلم سے لکھے ہوئے مرحمت فرمائے جن کے اقتباسات ذیل میں آرہے ہیں — باصرہ نواز ہو۔

مکتوب ۱

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا مژدہ عافیت اور احوال سے مسرت ہوئی یہ ناکارہ دعا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و

کرم سے آپ کو دارین کی ترقیات سے نوازے۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء کی فہرست الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر میں شائع ہو چکی ہے انتخاب کے بعد حضرت کے خلفاء میں سے جس سے طبیعت کو مناسبت ہو رجوع فرما دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ پورنیہ کے حضرت سے رجوع فرما دیں اگر ان حضرات میں سے کسی سے مناسبت نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں حضرت اقدس کے خلفاء تو ماشاء اللہ ۱۶۷ کے قریب ہیں۔ یہ مشورہ سرسری یا دفع الوقتی نہیں بہت سی مصالح کے پیش نظر غور و غوض کے بعد ہے۔ ناکارہ دل سے ترقی ترجات کی دعا کرتا ہے اور آئندہ بھی عذر نہیں۔

مکتوب ۲

از زکریا عفی عنہ بعد سلام مسنون گرامہ نامہ موجب مسرت ہوا الخ بہر حال آپ کا بھی اصرار ہے تو مجھے بھی انکار نہیں مگر آپ نے اس خط میں بندہ کے دوسرے خط کا مفہوم تو لکھا مگر یہ نہیں لکھا کہ کتنا وقت اور خرچ کر سکتے ہیں اس کے موافق اضافہ کیا جا سکتا ہے اس لئے اوّل اپنے جملہ معمولات جو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے فرمودہ ہیں تحریر فرما دیں اس کے بعد یہ تحریر کریں کہ ان سب پر پابندی سے عمل ہے یا کچھ متروک ہیں اس کے بعد یہ تحریر فرما دیں کہ کتنا وقت آپ اپنے تحمل دماغ اور اوقات کے لحاظ سے خرچ کر سکتے ہیں نیز عملی مشغلہ کیا ہے یعنی اگر تعلیم ہے تو کیا کیا کتابیں پڑھا رہے ہیں۔

مکتوب ۳

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون۔ گرامہ نامہ موجب مسرت ہوا حالات سے مزید مسرّت ہوئی۔ میرے خیال میں آپ کے لئے مناسب وہی مشورہ تھا جو سابقہ عرض کیا تھا اور اب بھی مکرر مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے جس سے مناسبت ہو یا مولانا اسعد صاحب سے رجوع فرما دیں جب میرے ہی مشورہ پر ہے تو اس کا خیال نہ فرمائیں کہ یہ تحریرات اس کی منافی ہوں گی۔ اس پر بھی اگر آپ کی رائے نہ ہو تو پھر ۱۲ تسبیح کے اخیر کی تسبیح یعنی صرف اسم ذات یکضربی کی مقدار تین ہزار اَلبس ایک تسبیح کے علاوہ جو ۱۲ تسبیح کے ساتھ ہے شروع کر دیں۔ خواب تینوں مبارک ہیں انشاء اللہ ترقیات کی بشارتیں ہیں الخ یہ ہے حضرت سے تعلق جوڑنے کا تفصیلی واقعہ۔

زمانہ طالب علمی کے بعد ۱۳۷۸ھ کے رمضان المبارک میں پہلی بار سہارنپور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری دی۔ حاضری دینے کے بعد حضرت کی بے نفسی دنیا سے بے تعلقی شفقت علی الخلق جذبۂ ایثار وخلوص۔ بذل وسخا۔ ضیافت ومہمان نوازی، رجوع الی اللہ وغیرہ وغیرہ کے اوصاف عالیہ نے حضرت کا گرویدہ ودل دادہ بنادیا حضرت کے کن کن اوصاف جمیلہ کا ذکر کروں۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

یہ تمام اوصافِ مبارکہ حضرت کی طرف رجوع اور تعلق وابستگی پیدا کرنے کی مضبوط کڑیاں وحلقے ہیں جو ٹوٹنے والے نہیں۔ انشاءاللہ العزیز۔

بیعت تو حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ ہی سے ہوگیا تھا البتہ رجوع حضرت شیخ اقدس کی طرف خط کے ذریعہ ہوا اور حضرت نے تجدید بیعت نہیں کی معمولات میں اضافہ فرمایا بیعت ورجوع کا قصہ وواقعہ اوپر گذر چکا۔

بیعت کے بعد اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں حضرت کے اسّی (۸۰) سے زائد خطوط ہیں اور کچھ خطوط ضائع بھی ہوگئے اس وقت چند خطوط کے اقتباسات ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

مکتوب ۱ کے اقتباسات

مکرم ومحترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ اس وقت گرامی نامہ پہنچا حالات رفیعہ سے بہت ہی مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ بہت ہی مبارک فرمائے استقامت اور ترقیات سے نوازے۔ اس ناکارہ کو مردہ دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ مبارک ہے میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی۔ یہ سب حالات آپ کی محبت کی قوت کی علامت ہے اور ترقیات کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے جیسا کہ ناکارہ نے ماہ مبارک میں بھی کہا تھا اور خاص طور سے اس پر تنبیہ بھی کی تھی کہ اذکار واشغال سے کثرت سے نسبت کا حصول تو بہت جلد ہوجاتا ہے لیکن اس کے استحکام اور استقرار دیر میں نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نصیب فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی۔ فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم عبدالرحیم ۱۴؍ ذی قعدہ ۸۴ھ

مکتوب ۲ کے اقتباسات

مکرم ومحترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ مفصل موجب منت ہوا اس سے پہلے مختصر کارڈ بخیر رسی کی اطلاع کا بھی پہنچ گیا تھا۔ اگر دیوبند سے واپس آنے کا طبیعت پر تقاضا تھا تو شوق سے آجاتے۔ یہ تو کوئی مانع نہ تھا کہ رخصت ہو کر آگیا ہوں۔ امروہہ بہت اچھا ہوا تشریف لے گئے اور سلسلے کے اکابر کے مزارات پر حاضری دی بہت مبارک ہے۔ میرا تو خود بھی جی چاہا کرتا ہے کہ سلسلے کے اکابر کے مزارات پر حاضری ہو مگر اپنے امراض سے ایسا مجبور ہوں کہ گنگوہ کی حاضری کا تو طبیعت پر بہت ہی تقاضا رہتا ہے اور قریب بھی ہے مفت کی کاریں بھی اکثر ملتی ہیں مگر اپنے امراض کی وجہ سے معذور رہتا ہوں اور بہت کم حاضری ہوتی ہے تمہارے دونوں خواب تمہاری غایت محبت کی علامت ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس محبت کو طرفین کے لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ البتہ دونوں خوابوں میں اتنی تنبیہ بھی ہے کہ محبت میں اتنا غلو نہ ہونا چاہیئے کہ شریعت مطہرہ سے کچھ تجاوز ہوجائے اسی چیز پر تنبیہ ہوگی جو اپنے گرامی نامہ میں لکھیں کہ تیری محبت کو بعض اوقات دین پر بھی غالب پاتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے بعد سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت سب چیز پر غالب ہونا چاہیئے۔ انوار کا نظر آنا تو بہت مبارک ہے لیکن اس کی فکر ہونی چاہیئے کہ اس سے عجب پیدا نہ ہوا ایسے وقت میں گندگیوں کا احساس خاص طور سے رہنا چاہیئے اسی طرح قبض ولبسط میں مایوس نہ ہونا چاہیئے قبض وبسط سب ہی کو پیش آتے رہتے ہیں۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو

اس ناکارہ کے تبلیغی رسائل میں سے کسی کا مطالعہ میں رکھنا ملاقات کا بدل ہے آپ کے لئے شمائل ترمذی کا مطالعہ اس اہتمام کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش ہو زیادہ بہتر ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ عمل صرف انہی چیزوں پر ہو جنکا تحمل ہو سکتا ہو۔ تم لوگ اپنے امراض اور ضعف کی وجہ سے ان شدائد کا تحمل نہیں کر سکتے جن کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اپنی قوتوں سے فرما سکتے ہیں البتہ ان احوال کو رغبت سے دیکھنا اور اس کی تمنا رکھنا ضروری ہے۔ فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم عبدالرحیم ۱۸؍ شوال ۱۳۸۴ھ۔

مکتوب ۳ کے اقتباسات

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا ذکر و شغل میں ولولہ اور ذوق شوق جتنا شروع میں ہوا کرتا ہے بعد میں نہیں ہوا کرتا اس کی فکر نہ کریں آپ نے اچھا کیا کہ اکمال وارشاد کو مسلسل مطالعہ میں رکھتے ہیں بہت اچھا کرتے ہیں بہت مفید ہے اس کے ساتھ تیسری چیز خصائل نبوی کا بھی اضافہ کر لیجئے اور بہت ذوق و شوق کے ساتھ اس تمنا کے ساتھ کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات عبادات اخلاق میں جتنا بھی اتباع نصیب ہو اس پر عمل کی کوشش کی جائے مگر عمل میں اپنے ضعف و تحمل کی رعایت اشد ضروری ہے مثلاً کئی کئی دن کا روزہ اور ٹاٹ پر سونا وغیرہ اس کو ایسا سمجھنا چاہیئے کہ یہ بہترین مٹھائیاں ہیں مگر ہم ذیابیطس کی وجہ سے محروم ہیں فقط والسلام حضرت اقدس شیخ الحدیث مدفیوضہم۔

بقلم حبیب اللہ ۹ صفر ۹۳ھ

مکتوب ۴ کے اقتباسات

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا بخیر رسی سے مسرت ہے آپ اس ناکارہ کے لئے روزانہ ایصال ثواب کرتے ہیں اللہ ہی اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے یہ ماوی ہڈیاں تو بیکار ہیں جس قدر مقدر تھا خوب کھا چکا۔ آپ نے جتنا حفظ کر لیا اس کو ضرور اہتمام سے پڑھ لیا کریں۔ دعا اور توجہ سے بالکل دریغ نہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری کی تمنا تو مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس شوق میں اضافہ فرمائیں مگر جو لوگ علمی کام میں مشغول ہیں ان کے لئے علمی اشتغال زیادہ اہم ہے۔ یہ ناکارہ جب علمی کام سے بالکل بیکار ہو گیا تب وہاں گیا ورنہ اس سے قبل حضرت مدنی حضرت رائے پوری کے شدید اصرار کے باوجود ہمت نہ کر سکا فقط والسلام حضرت شیخ مدظلہ بقلم محمد شاہد غفرلہٗ

۱۴ شوال ۹۶ھ

مکتوب ۵ کے اقتباسات

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون اس وقت عنایت نامہ پہنچا مدرسہ میں خیریت سے مسرت ہے لیکن آپ کے بھائیوں میں زمین کے جھگڑے کی وجہ سے اختلاف سے قلق ہوا اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپس کے تعلقات بہتر فرما دیں اس کے لئے لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف

بینہم انہ عزیز حکیم تین مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھکر کھانے پینے کی چیزوں پر دم کر کے کھلانا مفید ہے آپ کا خواب مبارک ہے دنیوی تفکرات ہیں اور انشاء اللہ انجام بخیر ہے فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم عبدالرحیم ۲۳/۲ ۸۶ھ۔

ایک مرتبہ حضرت کے کچے گھر کے بالائی کمرہ دار التصنیف و دار المطالعہ میں بلا اجازت اپنی حماقت و نادانی سے ایک ضرورت کے پیش نظر پہنچ گیا حضرت شیخ قدس سرہٗ دیکھتے ہی اتنا زور سے بگڑ گئے اور ڈانٹ پلائی کہ ہوش و حواس از خود وارفتہ ہو گیا گویا پیر تلے زمین نکل گئی۔ حماقت اپنی ہی تھی کہ بلا اجازت پہنچ کر حضرت کے قیمتی اوقات میں کیوں خلل انداز ہوا اور اس وقت فوراً یہ مقولہ زبان پر آ گیا کہ بریں عقل و دانش بباید گریست کا صحیح مصداق تو تو ہی ہے اس کے بعد سے کبھی کبھی حضرت کی ڈانٹ کی نوبت نہیں آئی ہمیشہ ہی تلطف و غایت شفقت و رأفت نرم و شگفتہ کلامی کا معاملہ فرماتے رہے جس کا مختصر سا تذکرہ یہ ہے کہ حضرت نے ایک خط میں بالواسطہ تحریر فرمایا کہ یہ ناکارہ تمہارے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے دل سے دعا کرتا ہے کہ تمہارے ہی حسن ظن پر سہارا ہے۔ تمہارے لئے دعا کرنا اپنے لئے دعا کرنا ہے اور ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا آپ دوستوں کے حسن ظن اور توجہات سے اس سیہ کار کو بھی کسی قابل کر دے اور ایک تیسرے خط میں حضرت الحاج مولانا منور حسین صاحب مدظلہٗ کو مخاطب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تم دونوں دوستوں سے دعاؤں کا بہت محتاج ہوں۔ نیز اسی مکتوب گرامی میں حضرت مولانا منور حسین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا امام الدین نے جو اپنے تعلق کی تفصیل لکھی ہے اس کو یہ ناکارہ اپنے لئے موجب نجات سمجھتا ہے ان خط کشیدہ جملوں پر جب نظر پڑتی ہے گردن شرم و ندامت سے جھک جاتی ہے اور پسینوں سے بھی شرابور ہو جاتا ہوں۔

کجا آن حضرت و کجا این ناپاک و نالائق   ببیں تفاوت رہ از کجاست بکجا

اللہ جل شانہ اپنی شایان شان حضرت کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ صدیق و شہدا و انبیاء و صالحین کا مقام عنایت فرمائے آمین اور حضرت کی جوتیوں کے طفیل اور اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اس سیہ کار کی مغفرت ہو جائے

توز ہے نصیب۔

جب بھی کبھی اپنا یا احباب کا مالی ہدایا پیش کیا تو حضرت یہی فرماتے رہے کہ مجھے ضرورت نہیں تم خود ہی رکھ لو اگرچہ خود رکھا نہیں مگر پھر بعد کو بالواسطہ مالی ہدایا بھی ملتے رہے جو حقیقت میں حضرت ہی کی کرم و توجہ کا نتیجہ تھا۔ کتب و رسائل کے ہدایا تو حضرت کے بہتیرے ہے (ان تمام ہدایا و عطایا کے شکریہ ادا کرنے سے زبان قاصر ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کا انداز تربیت بندہ کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا رہا۔ پہلے تو آپ نے بارہ تسبیح کے اخیر کی تسبیح یعنی صرف اسمِ ذات اللہ یکضربی کی مقدار اس ایک تسبیح کے علاوہ جو بارہ تسبیح کے ساتھ ہے اضافہ فرمایا پھر اس کے بعد ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ اضافہ کی ضرورت نہیں اسی پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے رہو پھر ایک مرتبہ آپ نے مراقبۂ دعائیہ کی تلقین فرمائی۔ پھر ایک مرتبہ ذکر قلبی کی تلقین و تعلیم فرمائی اور پھر ذات باری کا تصور و مراقبہ ایک خط کے جواب میں آپ نے فرمایا معمولات کی پابندی سے بہت مسرت ہے خاص طور سے ذکر قلبی سے اللہ تعالیٰ استقامت و ترقیات سے نوازے ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بیماری کی وجہ سے اگر ذکر چھوٹ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں خالی پڑے پڑے اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے جو بہر حال مفید ہے (مدینہ منورہ سے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ناکارہ کی غیبت میں تم دوستوں کی ذمے داری بہت بڑھ گئی ہے اس کا خاص طور سے اہتمام کریں ارشاد و اکمال کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھیں۔ ایک مرتبہ مکان کی واپسی کے موقعہ پر فرمایا آنے جانے کی فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ ترقیات سے نوازے اسی طرح دوسری بار مکان کی واپسی کے موقعہ پر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں دین و دنیا کی ترقیات سے نوازے اور دین کا کوئی کام اللہ تعالیٰ تم سے لے الخ

حضرت اقدس کی طرف ربیع الاول ۱۳۷۸ھ میں رجوع کیا اور اسی سال رمضان المبارک سے حضرت کی خدمت میں سہارنپور آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۴۰۱ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا البتہ رمضان میں چند سال متفرق طور سے سہارنپور آنے میں ناغہ بھی ہوا) اور ان میں سے اکثر ماہ مبارک سہارنپور گذارنے کے سلسلہ میں ہوئے) ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ میں پنجشنبہ کو فجر کی نماز سے قبل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے بعیت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس

طرح بھی فرمایا کہ میں تم کو اللہ کے اعتماد پر بعیت کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور اپنے سر مبارک سے ٹوپی اُٹھا کر اس سیہ کار کے سر پر رکھدی (اور اسی سال اللہ جل شانہ نے حج زیارت حرمین شریف سے بھی نوازا)۔

حضرت نے ایک مرتبہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں رمضان المبارک اپنے یہاں گذارنے کی تاکید فرمائی جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مکتوب ۱

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون اس وقت گرامی نامہ پہنچا مژدۂ عافیت سے بھی مسرت ہوئی آپ نے ماہ مبارک میں تشریف آوری کا ارادہ لکھا سر آنکھوں پر مگر میری تمنا تو یہی ہے کہ تم احباب اپنی اپنی جگہ پر مستقل طور پر ماہ مبارک گذار کر لوگوں کو ذکر شغل میں لگاتے۔ رمضان بہترین طریقے سے گذارنے کی عملی تلقین فرماتے مولانا منور حسین صاحب کی تو ایک مجبوری ہے کہ یہاں کا سارا نظام بھی انہی کے سپرد ہے لیکن دوسرے احباب کو تو اس مبارک کام میں تعدیہ کرنا چاہیئے الخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہم

بقلم حبیب اللہ ۲۴ر رجب ۹۲ھ

ایک مرتبہ چند اجتماعات میں اس سیہ کار نے اپنی شرکت کی اطلاع دی تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور اسی طرح ایک مرتبہ اپنے گاؤں کے اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست دی تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں اس سلسلہ میں چند خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مکتوب ۱

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ اس وقت محبت نامہ پہنچا۔ اس سے بہت مسرّت ہوئی۔ کہ عید کی تعطیل میں آپ نے مختلف اجتماعات میں شرکت فرمائی بہت مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ کے یہاں کی جماعت پرسوں آئی تھی کل اس جماعت کا قیام بھی میرے یہاں رہا آج صبح مجھ سے تو وہ رخصت ہو کر چلی گئی الخ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو بھی اور تم دوستوں کے حسن ظن سے اس سیہ کار کو بھی کسی قابل بنادے۔ عزیزان ہارون طلحہ اس کوشش میں لگ رہے ہیں کہ آئندہ سال حج تک قیام کی اجازت مل جائے اگر

اجازت نہیں ملی تو آخری جہاز سے واپسی کا ارادہ ہے۔ اہلیہ محترمہ سے سلام مسنون کہدیں
عزیز ضیاء الدین سے دعوات اور دیگر احباب سے بھی۔ فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ ۲۷ ذی الحجہ ۹۲ھ

مکتوب ۲ مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ آپ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت سے
مسرت ہے اس میں ضرور شرکت کریں اس کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے یہ ناکارہ
دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ آپکے علاقہ میں اس مبارک کام کو اخلاص کے ساتھ پھیلائے
شرور مکارہ سے حفاظت فرمائے۔ عزیز طلحہ کی طرف سے سلام مسنون۔ فقط والسلام
حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم محمد اسماعیل ۲ ذی قعدہ

مکتوب ۳ مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون گرامی نامہ موجب منت ہوا جب آپ کو بیعت
کی اجازت بھی ہے اور لوگ اصرار بھی کرتے ہیں تو بیعت کر لینا چاہیئے۔ کچھ مضائقہ نہیں
آپ سے جو بیعت ہوتے ہیں اور آئندہ جو ہوں ان کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ
ان کو اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے نامرضیات
سے حفاظت فرمائے۔ آپ کے گاؤں میں تبلیغی اجتماع کی خبر سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ
مبارک فرمائے باحسن وجوہ تکمیل کو پہنچائے مثمر ثمرات و برکات بنائے جملہ حاضرین کی طرف سے
جو اس وقت یہاں موجود ہیں اور مولانا اسعد مدنی صاحب بھی جو ابھی تشریف لائے ہیں کی طرف
سے آپ کی اور مولانا منور حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ فقط والسلام۔
حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم بقلم حبیب اللہ ۱۱/۴/۹۲ھ

مکتوب ۴ مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ پنج کوسہ اجتماع بہت اہم ہے اور ضروری
ہے اس میں ضرور شرکت فرمائیں یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مکارہ سے محفوظ
رکھے تم جیسے احباب کی آمد میرے لئے موجب تقویت اور موجب سرور ہے ضرور تشریف لائیں۔
فقط حضرت شیخ مدظلہ بقلم شاہد غفرلہٗ ۱۵ شعبان ۹۶ھ

مکتوب ۵ مکرم محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے حادثہ پر جو ایصال ثواب میں اہتمام آپ نے فرمایا۔ اللہ جل شانہ اس کو قبول فرمائے

آپ نے بہت اچھا کیا کہ آنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بجائے یہاں یا دہلی آنے کے ان ایام کو اگر آپ
قریب وجوار میں کہیں مرحوم کے کام میں لگائیں تو اس سے مرحوم کو بھی زیادہ خوشی ہے اور ہم
لوگوں کو بھی۔ آپ نے لکھا کہ حوادث سے کبھی طبیعت پریشان ہوتی ہے اور کبھی استغنا ایسا ہوا ہی
کرتا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے اس ناکارہ سے تو غفلت ہونی ہی چاہیئے توجہ اور
تصور جتنا بھی ہو وہ اسی پاک ذات کا ہونا چاہیئے۔ فقط والسلام حضرت شیخ بقلم عبدالرحیم ۸/۱۲ ۸۴ھ

حضرت کے یہاں وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی بڑی تاکید رہا کرتی تھی اسی سلسلہ
میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں مدارس
کے معاملات میں اکابر کے احتیاط کے واقعات سنایا کرتے تھے مثلاً مولانا احمد علی صاحب محدث
سہارنپوری حضرت اقدس مولانا خلیل اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد
یحیٰی صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ وغیرہ وغیرہ کے واقعات
آپ بیتی وغیرہ میں طبع ہو چکے ہیں طوالت کی وجہ سے ترک کر رہا ہوں۔

ارشادات عالیہ: ۱۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو میری تقریر کو دوسرے
استاد کے سامنے میرا نام لیکر نہ بیان کرو اسی طرح دوسرے استاد کی بھی تقریر ان کا نام لیکر میرے
سامنے نہ بیان کرو انہیں باتوں سے مدرسین میں باہم اختلاف پیدا ہوا کرتا ہے۔ ہذا مفہوم کلام شیخ م
۲۔ ۱۳۸۱ھ کے ۱۵ رمضان المبارک کی شب کو حضرت شیخ قدس سرہٗ عشاء و تراویح کی نماز
سے فارغ ہونے کے بعد مکان جاتے ہوئے کتب خانہ یحیوی کے پاس ٹھہر گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا
(اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی) کہ میرا معمول ماہ مبارک میں پوری رات بیدار رہنے کا
۱۳۳۸ھ سے ہے (جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت تینتالیس ۴۳ سال سے ماہ مبارک میں شب بیداری پر
عمل کرتے تھے) اب رائے پور جا کر بدل دینا پڑے گا اور تراویح کے بعد سونا ہوگا چونکہ حضرت (یعنی حضرت
مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری) کے یہاں آٹھ بجے دن سے مجلس ہوتی ہے (ہذا مفہوم کلام شیخ)
تبصرہ: حضرت کے دل میں دوسرے بزرگ کی کتنی بڑی عظمت اور کتنا بڑا ادب کار فرما تھا کہ
اپنے معمول کو بدلنے یا ترک کرنے کے لئے تیار ہو گئے اللہ جل شانہ ہمیں بھی حضرت کے نقش قدم پر
چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین)۔

۳۔ ایک رمضان میں آپ نے خاص کر خلفاء و مجازین کو مخاطب کرتے ہوئے چند باتوں کی نصیحت فرمائی ۱۔ ذکر و مراقبہ کی پابندی کرنا ۲۔ باہمی نزاع سے بچتے رہنا ۳۔ علماء کی توہین و تذلیل سے احتراز کرنا۔

۴۔ صبح کی تسبیح کو صبح صادق سے گیارہ بجے دن تک۔ شام کی تسبیحات کو ظہر کے بعد سے عشاء تک متفرق طور سے چاہو یا مجتمع طور پر جس طرح سہولت ہو پوری کر لیا کرو (ہذا مفہوم کلام شیخ)

۵۔ آدمی چاہے کتنا ہی غبی ہو اگر محنتی ہے تو کام کا ہوگا اور آدمی چاہے کتنا ہی ذہین ہو اگر دوستی اور یاری میں لگا رہا تو بیکار ہوگا ۶۔ میں کب کہتا ہوں کہ سارے بڑوں کا معتقد و مرید بن جاؤ۔ البتہ ہر ایک کی عظمت دل میں ہو اور کسی کا وقار نہ گراؤ ۷۔ ہمیشہ چھوٹا بن کر کام کرو بڑا بننے کی کوشش نہ کرو ۸۔ بزرگوں کی باتوں پر نکیر نہ کرو انکی الٹی بھی سیدھی ہو۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب زید مجدہم

— · — · — · — · — · — · — · — · —

نام —— فقیر محمد

پتہ —— پولیس مسجد سپلائی لین پورٹ بلیر۔ جزائر انڈمان

بچپن کی تعلیم و تربیت

ابتدا میں تعلیم اسکول میں ہوئی۔ میری عمر بارہ سال کی تھی جب کہ ۱۹۶۲ء میں انڈمان میں تبلیغی جماعت پہونچی تھی۔ اس کے قبل تبلیغی کام انڈمان میں شروع نہیں ہوا تھا۔ یہاں دینی علم کی بہت کمی تھی۔ جب جماعت والوں کا چرچا شروع ہوا تو میں بھی پہونچا اور انکی باتیں سن کر بہت متاثر ہوا۔ نماز کا شوق پیدا ہوا اور جماعت میں نکلنے کا ارادہ ہوا اس وقت نہ میں کلمہ جانتا تھا نہ نماز۔ میں نے جماعت میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ میں نے اسکول کو خیر باد کہہ دیا اور ایک چلّہ کے لئے والدین کی اجازت لے کر جماعت والوں کے ساتھ نکل پڑا۔ میری جماعت کے امیر حاجی عبدالقہار صاحب تھے جو منگرا ہاٹ چوبیس پرگنہ بنگال کے رہنے والے ہیں ہم لوگوں کی جماعت جب کلکتہ پہونچی تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کوٹولہ مرکز میں آئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ وہاں پہونچے۔ مغرب بعد حضرتؒ کا بیان ہوا ان کے بیان کے بعد دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اور بہت ہی متاثر ہوا۔ جب حضرت بیان سے فارغ ہو گئے تو امیر جماعت حاجی عبدالقہار صاحب حضرتؒ کے پاس مجھے لے کر گئے۔ حضرت دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھ چکے تھے۔ حضرت سے میرا تعارف کرایا گیا اور ان سے حاجی صاحب نے یوں کہا حضرت یہ بچہ انڈمان سے آیا ہے اور پڑھے گا۔ حضرت نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور بہت ہی غور سے دیکھنے لگے اس وقت میں نے سوچا کہ میں تو جماعت میں ایک چلہ کے لئے آیا ہوں

اور یہاں میری پڑھائی کی بات ہورہی ہے مجھکو چلّہ کے دوران ہی نماز کے طور طریقے سے واقفیت ہوگئی تھی ساتھ ہی ساتھ اشراق، چاشت، اوابین۔ تہجد اور تسبیحات کا پابند ہوگیا۔ پھر مجھے قرآن پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چلّہ ختم ہونے کے بعد مدرسہ تبلیغ العلوم منگراہاٹ ۱۹۶۲ء میں میں نے داخلہ لیا اور گھر پر میں نے ایک خط لکھ دیا کہ قرآن پڑھنا سیکھ کر آؤں گا۔ والدین حضرات کا تقاضا تھا کہ میں جلد گھر پہونچ جاؤں کیونکہ اسکول کی پڑھائی خراب ہورہی تھی اس بارے میں وہ لوگ کافی متفکر تھے جس مدرسہ میں میرا داخلہ ہوا اس کے سرپرست مولانا عبدالحق صاحب تھے جو بنگال کے امیر جماعت بھی تھے کافی نیک اور بزرگ ہستی تھی اور آپ کا تعلق حضرت تھانویؒ سے تھا میں انہی کی سرپرستی میں وہاں پڑھنے لگا۔ انہوں نے میری پوری ذمہ داری لے لی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب میرے ہر نوع کا خیال رکھتے تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے یہ بچہ آئندہ چل کر کام کرے گا۔ مولانا مرحوم کی صحبت کی برکت سے میں نے اپنا لباس بھی بدل دیا تھا، میری پڑھائی مدرسہ میں بغدادی قاعدہ سے شروع ہوئی پھر مولانا نے قرآن شریف کے ساتھ اردو اور دیگر کتابیں بھی شروع کرادیں۔ پہلے سال میں نے قرآن پاک کے علاوہ فارسی کی پہلی کتاب۔ حکایات لطیف۔ آمدنامہ۔ کریما۔ گلستان۔ بہشتی زیور۔ تعلیم الاسلام اور میزان پڑھی۔ ایک سال بعد میں واپس گھر گیا مجھ سے گھر والے کافی ناراض تھے کہ میں نے وقت ضائع کیا۔ اب ان کا اصرار تھا کہ میں اسکول جاؤں لیکن میرا دل عربی و دینی تعلیم میں لگ چکا تھا میرا دل بالکل نہیں چاہتا تھا کہ اسکول پڑھوں بڑی مشکل سے گھر والوں کو میں نے اس بات پر راضی کرلیا کہ دینی تعلیم حاصل کروں۔ پھر دوبارہ تبلیغ العلوم منگراہاٹ آکر میں نے داخلہ لیا اور نحو میر سے لے کر بحث فعل تک پڑھی رمضان المبارک سے قبل طلباء سہارنپور سے آکر حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے متعلق سنایا کرتے تھے تو طبیعت کا میلان سہارنپور پڑھنے کی طرف ہوا سہارنپور سے آئے ہوئے طلباء کی زبانی حضرت شیخؒ کے متعلق باتیں سن سن کر حضرت سے عقیدت ہوگئی تھی اور جی یہ چاہتا تھا سہارنپور جاکر پڑھوں۔ حتیٰ کہ وہ وقت بھی آگیا اور میری یہاں کی پڑھائی ختم

بھی ہوگئی میں نے مولانا عبدالحق صاحب سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مولانا مرحوم اور ان کے بیٹے مولانا عبدالوہاب صاحب نے میری پڑھائی کے سلسلے میں آپس میں گفتگو کی۔ مولانا عبدالوہاب دارالعلوم دیوبند کے حق میں تھے اور مولانا مرحوم مظاہر العلوم سہارنپور پسند فرماتے تھے مولانا عبدالحق صاحبؒ نے فرمایا کہ مظاہر العلوم جانا زیادہ مناسب رہے گا اور فائدہ ہوگا وہاں حضرت شیخؒ موجود ہیں پھر مجھ سے انہوں نے پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ سہارنپور جاؤں گا۔

مظاہر میں تعلیم

۱۹۶۵ء میں میں نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور شرح جامی سے لیکر دورِ حدیث تک کتب وہیں پڑھیں وہاں سے میری فراغت ۱۹۷۲ء میں ہوئی پھر ایک سال مزید میں نے فنون کی کتابیں پڑھیں ۱۹۷۸ء میں میرا نکاح قصبہ منگراہاٹ چوبیس پرگنہ بنگال میں ہوا اب تک کوئی اولاد نہیں ہے۔

دینی خدمت کا آغاز

فراغت اور خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ "جا اب انڈمان میں کام کر" اور اسی دوران میں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا انڈمان میں رہ کر کام کرنا ہے۔ ٹھیک دس سال بعد انڈمان واپس آیا۔ اس دس سال پڑھائی کے دوران میں کبھی بھی گھر نہیں آیا تھا۔ میرے لئے انڈمان ایک نئی جگہ معلوم ہوتی تھی یہاں ہر جگہ میں اپنے کو اجنبی محسوس کرتا تھا کچھ دن گھر پر رہا میرے گھر کی حالت بھی عجیب و غریب تھی نہ کوئی نماز پڑھتا تھا نہ کوئی روزہ۔

انڈمان کی مختصر دینی صورتحال

خدا کے فضل و کرم سے اور جماعتوں کی آمد و رفت سے اور ذکر کی مجلس کی برکت سے اکثر لوگ نمازی ذکر کرنے والے بن گئے ہیں پورے جزائر انڈمان میں پہلے دو مسجدیں تھیں مگر اب خدا کے فضل و کرم سے انکی تعداد اٹھائیس کے لگ بھگ ہے اور کئی گاؤں میں مکتب بھی جاری ہے ماشاء اللہ لوگ لباس بھی بدل رہے ہیں جسے دیکھ کر دور ہی سے معلوم

ہو جائے کہ یہ مسلمان ہے اور داڑھی بھی رکھنے لگے ہیں مستورات میں بھی تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں خصوصًا نوجوان طبقہ دین کے کاموں میں لگنے لگا ہے اور انڈمان کی ہر مسجد میں اجتماع ہونے لگا۔ یہاں کی ہر مسجد میں صبح و شام حضرت کے فضائل کے رسالے سنائے جاتے ہیں انڈمان میں جماعتیں باہر سے آتی رہتی ہیں اور یہاں کی جماعت بھی باہر جاتی ہے مسجدوں میں شب گذاری بھی ہونے لگی ہے اور ذکر کی مجلس بھی قائم ہے ہر طبقہ کے لوگ ذکر کی مجلس میں آتے ہیں خصوصًا نوجوان بہت دلچسپی لیتے ہیں اور پابندی سے آتے ہیں

حضرت شیخ سے پہلی ملاقات

میں نے حضرت مرقدہٗ کو پندرہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ مظاہر العلوم میں دیکھا تھا ان دنوں حضرت کے یہاں چوبیس پرگنہ کے میرے ابتدائی استاد مولانا عبد المنان صاحب مظاہری مہمان تھے میں نے ان سے گذارش کی حضرت شیخ رحؒ سے ملاقات کرا دیں انہوں نے میری خواہش پر دفتر والی مسجد میں عصر بعد حضرت شیخ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے حضرت یہ بچہ انڈمان سے پڑھنے کے لئے آیا ہے مصافحہ کرنا چاہتا ہے حضرت شیخ رحؒ نے مجھ سے اس وقت مصافحہ فرمایا۔

حضرت شیخ سے تعلق جڑنے کا واقعہ

حضرت شیخ رحؒ سے بیعت کے بعد محبت اور عقیدت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ حضرت رحؒ کو ایک دن بھی دیکھے بغیر رہنا مشکل تھا عصر بعد مجلس میں پابندی سے جایا کرتا تھا میرے استاد حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رائے پوری مجلس کی پابندی کو دیکھ کر کہنے لگے صوفی جی مجلس میں اتنی پابندی سے آتے ہو عصر بعد تمہاری روٹی کون لیتا ہے میں نے کہا میں خود مغرب بعد لیتا ہوں تو کہنے لگے پھر تو تمہیں جلی روٹی اور بغیر روغن کی ترکاری ملتی ہوگی میں نے کہا جی ہاں۔ فرمانے لگے تمہیں دو ثواب ملے گا ایک بزرگوں کی مجلس میں پابندی سے آنے کا دوسرے جلی روٹی اور بغیر روغن کی ترکاری کھانے کا۔ حضرت مولانا کا یہ جملہ سن کر تعلق میں اور اضافہ ہی ہوا روز ہی حضرت شیخ کو خواب میں

دیکھا کرتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میرے ساتھ ہوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ حضرت تو مجھے جانتے پہچانتے نہیں اسکی کیا صورت ہوگی کون میرا تعارف کرائے گا حضرت رحؒ سے میری بات چیت کیسے ہوگی اس بارے میں میں ہمیشہ پریشان رہا کرتا اور بے چین بھی۔ حضرت شیخ رحؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا جھوٹا کھانے کی تمنّا دل میں روز افزوں زور پکڑتی جارہی تھی۔ لیکن اس کی کوئی صورت نظر آتی تھی میں نیا نیا طالب علم تھا۔ اتنی واقفیت بھی کسی سے نہیں تھی بعض اساتذہ البتہ ضرور پہچانتے تھے جن میں حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مولانا عبد العزیز صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا عبد القیوم صاحب رائے پوری تھے۔

”حضرت کے چبائے ہوئے“ پان کی طلب

مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا حضرت رحؒ عصر کے بعد مجلس میں جو پان کھاتے ہیں تھوڑی ہی دیر بعد اسے اگل دان میں اگل دیتے ہیں اگر وہ زمین پر پھینک دیں تو میں اُٹھا کر کھالوں عصر بعد جب مجلس میں پہونچتا تھا تو دیکھتا تھا کہ خدام حضرت رحؒ کے منہہ میں پان ڈال دیتے تھے اور میں چباتے ہوئے دیکھا کرتا تھا اور دعا کرتا تھا یا اللہ آج حضرت رحؒ اپنا چبایا ہوا پان نیچے پھینک دیں تو میں اُٹھا کر کھالوں مگر میرے دل کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی خادم اگالدان سامنے کر دیتے اور حضرت رحؒ اس میں اگل دیتے تھے۔ اسی طرح روز ہی میں اپنی حسرت دل میں لئے عصر بعد جاتا تھا اور مغرب سے قبل ناکام چلا آتا تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کرتے تین ماہ گذر گئے ایک دن صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا وہ دن جمرات تھا چاشت کی نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں رُو رُو کر میں نے دعا مانگی اے اللہ میں سلطنت نہیں مانگتا زر و جواہر نہیں مانگتا میں تو حضرت شیخ کا چبایا ہوا پان مانگ رہا ہوں اس کے لئے کئی مہینے سے تڑپ رہا ہوں دعا مانگتے مانگتے میری ہچکی بندھ گئی دعا کرنے کے بعد مجھے سکون سا محسوس ہوا اور دعا کی قبولیت کا احساس بھی۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد بے چینی شروع ہوگئی کہ کب عصر کا وقت آئے۔ خدا خدا کر کے عصر کا وقت بھی آن پہنچا

نماز سے فراغت کے بعد مجلس میں شریک ہوگیا حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے مجلس شروع ہوگئی خادم نے حضرت کے منہہ میں پان کی گلوری ڈال دی اور میں دل ہی دل میں دعا کرنے لگا یا اللہ نیچے ڈالدیں یا اللہ نیچے ڈالدیں جب حضرتؒ پان اگلنے لگے تو خادم نے اگالدان قریب کیا مگر حضرتؒ نے ہٹا دیا اور نیچے اگل دیا اب میری نظر اسی پر لگی رہی اور پریشان بھی تھا کہ کس طرح اٹھاؤں کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے مغرب کا وقت ہوا اور خدام ان کو اُٹھانے لگے میں نے اس وقت کو غنیمت جانا اور جلدی سے لپک کر اسے اٹھا کر کھا گیا کھانے کے بعد مجھ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوئی اس کا تذکرہ میں نے کسی سے نہیں کیا۔

حضرت کی شفقتیں

دوسرے دن جمعہ تھا مدرسہ کی چھٹی تھی اپنے کمرے کے چند ساتھیوں کے ساتھ کھانا پکانے میں شریک تھا مغرب کی نماز کے بعد اوابین ادا کر کے طلباء کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کہ شیخؒ کے خادم مولوی نجیب اللہ صاحب چمپارنی میرے کمرے میں آئے اور کہنے لگے مولوی فقیر محمد کون ہے حضرتؒ بلا رہے ہیں میں کھانا چھوڑ چھاڑ کر اُٹھ گیا اور گھبرا کر پوچھا کیا بات ہے میری گھبراہٹ دیکھ کر میرے کمرے کے سبھی ساتھی کھڑے ہوگئے میں نے مولوی نجیب اللہ صاحب سے پوچھا آخر کیا بات ہے، کیوں بلا رہے ہیں کہنے لگے "ہمیں نہیں معلوم"، پھر کہنے لگے "کیا آپ نے حضرت شیخؒ کو کچھ کہا تھا" میں نے عرض کیا کہ بھلا میں کیا حضرت شیخؒ کے بارے میں کہہ سکتا ہوں گھبراہٹ میں اور اضافہ ہوا اور درود شریف پڑھتا ہوا حضرت اقدسؒ کے گھر پر حاضر ہوا اس وقت حضرتؒ کے پاس حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری اور حضرت مولانا عاقل صاحب سہارنپوری و دیگر خدام موجود تھے سلام عرض کر کے میں ذرا دور بیٹھ گیا سب لوگ مجھے غور سے دیکھنے لگے اس سے کچھ خوف میں اضافہ ہوا اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا "قریب آجا"، میں کچھ قریب ہوا پھر فرمایا "اور قریب آجا" میں کچھ اور قریب ہوگیا تیسری بار حضرت نے فرمایا "اور قریب آجا" پھر اتنا قریب کر لئے کہ میرا ناپاک جسم حضرت کے قدموں سے لگنے لگا۔ اس وقت حضرت چارپائی پر نہیں تھے

نیچے گدے پر تکیہ کے سہارے بیٹھے تھے پھر انہوں نے فرمایا "معانقہ کر" میں مشکل میں پڑ گیا آخر معانقہ کیسے کروں کوئی صورت نظر ہی نہیں آتی کیونکہ حضرت شیخؒ تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے اور مجھ پر کچھ خوف و گھبراہٹ طاری تھا حضرتؒ نے قدرے بلند آواز میں فرمایا "کر۔ نا" میں حضرت کی طرف جھکا ہی تھا کہ انہوں نے میرے دونوں بازو پکڑ کر اپنی طرف لئے اور اپنے سینے سے چمٹا لئے اس وقت میری کیفیت عجیب تھی میں زور زور سے ہچکی لے کر رونے لگا اس وقت محسوس یہ ہوتا کہ میرے سینے میں کوئی چیز داخل ہو رہی ہے حضرت بڑی محبت اور شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگے اس وقت میں حضرت کی گود میں تھا انہوں نے مجھ سے تین باتیں فرمائیں دو تو یاد ہیں ایک فوراً ہی بھول گیا۔

۱؎ فرمائے پیارے بڑھاپے میں تو ہی ایک چاہنے والا مل گیا ۲؎ ایک ہی مرتبہ آسمان میں نہیں چڑھنا چاہیئے اس کے بعد انہوں نے مجھے نیچے اتار دیا پھر فرمایا حافظ صدیق مٹھائی لائیے حافظ صاحب جلیبیاں لے کر حاضر ہوئے حضرتؒ نے جلیبی لے کر آدھی خود کھائی آدھی انہوں نے مجھے کھلا دی پھر انہوں نے فرمایا حافظ صدیق صاحب نمکین لائیے پہلے اس بچہ کو کھلائیے پھر مجھے کھلائیے حافظ صدیق صاحب نے مجھے کھلا کر حضرت شیخؒ کو چمچہ سے کھلانے لگے پھر حضرتؒ نے فرمایا پانی لائیے گلاس میں پانی آیا آدھا گلاس حضرت نے پی کر مجھے دے دیا پھر فرمانے لگے پیارے مدرسہ کا کھانا کھاتے ہو یا خرید کر؟ اس پر حضرت مولانا یونس صاحب نے فرمایا کہ مدرسہ کا کھانا حضرت شیخ نے فرمایا " چاہے مدرسہ کا کھانا کھاؤ چاہے خرید کر کل سے دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھایا کرو" پھر فرمائے "جا بھاگ جا" دوسرے دن دوپہر کے وقت حاضر ہوا حضرت شیخ نے دسترخوان پر اپنے بغل میں بٹھایا میرے سر پر عربی رومال تھا اس وقت انہوں نے فرمایا "گھونگھٹ اٹھا میں تیرا منہہ دیکھوں گا" میں شرما رہا تھا مہمان حضرات مجھے دیکھ رہے تھے حضرت نے دوبارہ فرمایا "ہٹا۔ نا" حضرت مولانا یونس صاحب دسترخوان پر موجود تھے انہوں نے اشارہ کیا میں نے رومال ہٹا دیا حضرت نے فرمایا "بس بس میں نے دیکھ لیا"، میں حضرتؒ کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگیا لحاظاً میں بہت چھوٹے چھوٹے لقمے لیتا تھا اس پر حضرت نے فرمایا "میں نے چکھنے کے لئے نہیں بلایا"

یوں کھا کہہ کر حضرت نے ایک لقمہ لے کر میرے منہ میں دیدیا اس کے بعد دوپہر کا کھانا وہیں کھایا کرتا تھا ابھی ایک ہی ہفتہ گذرا تھا کہ مولوی نجیب اللہ صاحب میرے کمرے میں آئے اور کہنے لگے حضرت نے فرمایا ہے کہ میں کھانے پینے کی دوستی نہیں رکھتا اتنا کہہ کر وہ چلے گئے میں گھبرایا گھبرایا مولانا یونس صاحب کے پاس پہونچا اور عرض کی حضرت شیخؒ ہی نے تو فرمایا تھا کھانے کے لئے اور ابھی ابھی مولوی نجیب اللہ صاحب سے انہوں نے کہلوا بھیجا ہے کہ میں کھانے پینے کی دوستی نہیں رکھتا یہ سن کر مولانا یونس صاحب فرمانے لگے "ارے فقیر کھانے کے بعد حضرت سے مل کر بھی آتا ہے نہیں ؟ میں نے کہا "نہیں" انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے آئندہ کہہ کر آیا کرو دوسرے دن کھانے سے فارغ ہو کر ملنے گیا میں نے حضرتؒ سے سلام عرض کرنے کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو حضرتؒ مصافحہ کرتے ہوئے فرمانے لگے "کیسا مصافحہ کیا حج میں جا رہے ہو یا بمبئی جا رہے ہو ؟ میں نے کہا نہیں تو بڑی شفقت سے فرمانے لگے "ارے پیارے کھانا کھا چکے" میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا "بیٹھ جا" اس طرح ان سے جان پہچان ہو گئی اور ایسی کہ پھر حضرتؒ ہی کا ہو کر رہ گیا۔

بیعت بالمشافہ

حضرتؒ سے بیعت بالمشافہ ہوا۔ حضرتؒ سے عقیدت اور محبت بچپن ہی سے تھی جب سے آپ کی تعریف سنی اور تصنیفات کا مطالعہ کیا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مجھے گود میں لے کر حضرت شیخ کی مجلس میں گھوم رہے ہیں خواب دیکھنے کے بعد بار بار دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ حضرتؒ سے بیعت ہو جاؤں لیکن جب بھی بیعت کا ارادہ کرتا تھا گھبراہٹ ہوتی تھی میں دار جدید کمرہ نمبر ۹ میں رہتا تھا اسی میں حضرت کے خدام حضرات بھی رہتے تھے مولوی احمد صاحب گجراتی جو حضرتؒ کے مجاز بھی ہیں کچھ دن اسی کمرے میں مقیم تھے۔ میں نماز تہجد۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین اور تلاوت کا پہلے ہی سے پابند تھا خدام حضرات میری اس پابندی کو دیکھ کر اکثر پوچھتے تھے "آپ کس کے مرید ہیں ؟ بعض لوگوں نے کہا آپ حضرتؒ سے بیعت کیوں نہیں ہو جاتے میں نے کہا ارادہ تو پہلے سے ہے لیکن جب آمادہ ہوتا ہوں تو گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے پھر ایک دن خود ہی زوردار تقاضا پیدا ہوا اور

حضرت کی خدمت میں پہونچا اور خادم کے ذریعہ درخواست پیش کی کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں حضرت شیخؒ نے خادم سے فرمایا کہ جب میں اوابین سے فارغ ہو جاؤں تو کہہ دینا کہ آجائے اس زمانہ حضرت شیخ دفتر کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ میرے ساتھ ایک نوجوان طالب علم اور تھے جو دیوبند سے آئے ہوئے تھے حضرت شیخؒ اوابین سے فارغ ہونے کے بعد بلوائے اور ہم دونوں کو ایک ساتھ بیعت کی۔ جب حضرت شیخؒ بیعت کے الفاظ کہلوا رہے تھے تو مجھ سے کہا نہیں جاتا تھا بے انتہا رقت طاری تھی اس وقت حضرت شیخ زور زور سے میرا ہاتھ دبانے لگے تب میری آواز نکلنے لگی بیعت کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہاں سے آئے ہو میں نے عرض کیا حضرت میں مدرسہ مظاہر العلوم کا متعلم ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا اللہ مبارک فرمائے۔ بیعت کے بعد میں مدرسہ ہی میں پڑھا کرتا تھا دوران ذکر جو حالات وکیفیات پیش آتے تھے حضرت شیخؒ سے براہِ راست کہہ دیا کرتا تھا کبھی ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ مجھے کہنا ہوتا تھا اور ہمت نہ پڑتی تو حضرت خود ہی پوچھ لیا کرتے تھے کہ فقیر تجھے کچھ کہنا ہے آ کہہ لے اس وقت میں ان سے کہتا تھا۔ خواب کے بارے میں حضرتؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ پیارے خواب کی طرف توجہ نہ دے حالت مقصود نہیں ہے اصل کام کرنا ہے اور بہت ہی دعائیں دیتے تھے اور فرماتے تھے اللہ مزید ترقیات سے نوازے۔

حضرت شیخ کی طرف سے ڈانٹ

حضرت اپنی زندگی میں دو مرتبہ ڈانٹے تھے ایک مرتبہ صبح ذکر کی مجلس جب ختم ہو گئی خدام چائے تقسیم کر رہے تھے جب چائے مجھے دی گئی تو میں نے وہ چائے اپنے ایک ساتھی عطاء الرحمان بھاگلپوری کو دیدی یہ سوچ کر کہ ذہین ہیں نیک ہیں ذاکر ہیں میں بعد میں پی لوں گا حضرت چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے دیکھ لیا بس بڑے زوروں سے ڈانٹنے لگے اور فرمانے لگے "تمہیں دعوت کرنی تھی حلوائی کی دوکان سے حلوہ منگاتا اور چائے کی دوکان سے چائے منگاتا" ہم دونوں ہی گھبرانے لگے اور ڈر کے مارے مولوی عطاء الرحمن صاحب نے وہ چائے مجھے واپس کر دی لیکن چائے کی پیالی میرے ہاتھ سے چھوٹ

گئی حضرت بلند آواز میں کہنے لگے "نکل جا دور ہو جا" میں ڈر کے مارے دور چلا گیا لیکن نکلا نہیں پھر حضرت خاموش ہو گئے اور میں بیٹھ کر رو رہا تھا جب سارے مہمان چلے گئے تو حضرتؒ بلائے اور فرمانے لگے "پیارے اصول بزرگوں کے یہاں کا یہ ہے کہ جس کو چیز دی جاتی ہے وہی لے اس کو حق نہیں دوسروں کو دینے کا "مہمان کو میزبان کے مال میں کیا حق ہے" پھر حضرت شیخؒ خادم سے فرمانے لگے" اے فقیر کو چائے لاکر دیدے" جب میں نے چائے لی تو حضرت شیخؒ نے مجھے سینے سے لگالیا۔

یہ خلافت ملنے سے ایک ہفتہ قبل کا واقعہ ہے رمضان کا مہینہ تھا ایک دن جبکہ ذکر کی مجلس شروع ہو چکی تھی میں ذکر میں مشغول تھا حضرت شیخؒ نے مولانا عاقل صاحب (جو میرے استاد بھی ہیں اس وقت مدرسہ کے صدر مدرس ہیں) کو بھیجا کہ جاؤ فقیر محمد کو بلا لاؤ حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہٗ میرے پاس آکر اور کاندھا پکڑ کر بڑی شفقت سے فرمانے لگے حضرت شیخؒ ابھی آپ کو بلا رہے ہیں جب میں حضرت کے پاس پہونچا تو بڑے زوروں سے ڈانٹنے لگے "تو کیا سمجھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ چوتھے آسمان پر چڑھ گیا میں تیرا ذکر بھی چھڑا دوں گا یہ سن کر میں رونے لگا اور حضرت شیخؒ بڑے غور سے دیکھنے لگے لیکن الحمدللہ مجھے ذرا برابر بھی ان کی ڈانٹ بری معلوم نہ ہوئی پھر فرمانے لگے "بعض اوقات شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے" پھر فرمایا "جاؤ ذکر کر" اس وقت حضرت کے پاس مفتی یحییٰ صاحب قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے اور حضرت مولانا عاقل صاحب آکر بیٹھ رہے تھے اس واقعے کے ایک ہفتہ بعد مجھے خلافت ملی۔

حضرت شیخ کی طرف سے مالی ہدایا کی بارش

حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے میری ذات پر ہزاروں روپے خرچ کئے میری طالبِ علمی کے زمانے میں اپنے فضائل کے سارے رسالے دیدئے تھے اور ہر ماہ کبھی پچاس کبھی اس سے بھی زائد دیتے رہتے تھے عصر کی مجلس میں اشارہ سے بلاتے اور ہاتھ میں لفافہ دیدیتے تھے اس کے علاوہ بے شمار لنگیاں بھی دیں خلافت کے بعد گھر جاتے وقت ریل اور جہاز کے تمام اخراجات کے ساتھ ساتھ کھانے کا خرچہ بھی انہوں نے

عطا کیا طالب علمی کے دوران جب بیمار ہو جایا کرتا تھا تو میرے پاس خدام کے ذریعہ پھل اور نقد رقم بھجواتے تھے فراغت اور خلافت کے بعد جب میں رمضان میں حضرتؒ کے پاس اعتکاف کیلئے پہونچتا تو جو چار سو روپے عطا کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے کہ" دو سو روپے تیرے افطار کے لئے ہیں اور دو سو روپے عید کے لئے" اسی طرح ہر رمضان میں اپنی حیات تک دیتے رہے حتیٰ کہ معمولات کے پرچے بھی سو دو سو دے دیا کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے "مرید کرے تو۔ اور معمولات کے پرچے دوں میں۔ تو اپنا چھپا" جب بھی حضرت شیخ کی کوئی نئی کتاب شائع ہوتی تو انڈمان پارسل بھیجا کرتے تھے اور قیام مدینہ کے دوران کوئی انڈمان کا حاجی ان سے ملنے جاتا تو اان کے بدست وہاں کے کھجور میرے لئے بھیجا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے فرمایا جو فضائل کے رسالے تجھے نہ ملے ہوں باقی رہ گئے ہوں تو وہ مولوی نصیر سے لے اور ساتھ ساتھ حضرت نے ایک پرچی بھی لکھ دی تھی جو مندرجہ ذیل ہے:۔

> مولوی نصیرالدین میرے مخلص دوست مولوی فقیر محمد انڈمان میں رہتے ہیں میری طرف سے اجازت بھی ہے وہاں دین کا کام کر رہے ہیں میرے فضائل کے رسالے جو ان کے پاس نہ ہوں دو دو تملیک کر کے ان کو دیدیں۔
>
> حضرت شیخ مدظلہٗ
>
> بقلم احمد گجراتی ۵ رشوال سنہ ھ

جب بھی حضرت کتاب۔ لنگی۔ روپے۔ رسالے مجھے دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ "مرید شیخ کو دیتا ہے شاگرد استاد کو دیتا ہے لیکن ہم تم کو دیں گے۔

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت

حضرت نوراللہ مرقدہٗ بڑے مزاج شناس تھے۔ میں بچپن ہی سے کمزور تھا لیکن ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ حضرت اقدسؒ کی خدمت کروں

حضرت نے کبھی کوئی کام کرنے کا حکم نہیں دیا اتنا ضرور فرماتے تھے کہ مولوی نصیر سے پوچھ کر آ کہ کھانے میں کتنی دیر باقی ہے کبھی فرماتے حضرت مولانا وقار صاحب کو بلا لا۔ خدام حضرات جب حضرت کا پاؤں دباتے تھے تو میں بھی شریک ہو جایا کرتا تھا اس پر حضرت فرماتے پیارے تیرے بس کا نہیں تو ذکر کر یا تو مجھ سے باتیں کر۔ ذکر سے مجھے بہت دلچسپی تھی حضرت نے بارہ تسبیح کی اجازت دے رکھی تھی میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت ذکر بڑھا دیجئے اس پر حضرت نے فرمایا چھڑا دوں گا ایک مرتبہ رائے پور سے حضرت کے لئے گوشت آیا۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نے فرمایا فقیر محمد حضرت کے یہاں گوشت دے آؤ مغرب بعد حضرت کی خدمت میں گوشت لے کر حاضر ہوا خادم کو گوشت دے کر سلام عرض کرنے کے بعد وہیں بیٹھ گیا۔ حضرت کے واسطے چنا بھونجا جا رہا تھا، حضرت نے فرمایا "ایک چمچہ فقیر محمد کو بھی کھلاؤ" جب میں کھایا تو کافی لذیذ معلوم ہوا پھر انہوں نے فرمایا "پیارے اور کھاؤ گے میں نے کہا جی ہاں فرمانے لگے "بھئی اور کھلاؤ"، جب میں کھا چکا تو تیسری بار انہوں نے فرمایا "پیارے اور کھاؤ گے" میں نے تیسری بار کہا جی ہاں بعد میں فرمانے لگے پیارے میں نے اس لئے بار بار پوچھا تو ہے کمزور ہضم نہیں کر پا ئیگا رات کو تہجد میں اُٹھنا بھی ہے اور تجھے ذکر بھی کرنا ہے میں اپنی حالت ہفتے میں ایک بار سنایا کرتا تھا اور کبھی خود پوچھ لیتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مجھے کچھ کہنا ہے مگر ہمت نہیں ہوتی تھی تو خود ہی فرماتے تھے پیارے کچھ کہنا ہے جلدی سے آجا سننے کے بعد فرماتے اللہ تعالیٰ برکت دے خواب پر اکثر تنبیہ فرماتے تھے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دو۔ ذکر کی ہمیشہ تاکید فرماتے تھے خدا کے فضل وکرم سے ذکر کی اجازت کے بعد کبھی مجھ سے ذکر نہیں چھوٹا کسی دن سخت بیمار کی وجہ سے نہ کر سکا تو اس پر تنبیہ فرمائی کہ تہجد چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن ذکر کرنا پڑے گا اور ہر معمول بڑی شفقت سے بنایا کرتے تھے میری پسند سے بھی حضرت واقف تھے جب لنگی دیا کرتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے "ابوالحسن جو سب سے اچھی اور خوبصورت لنگی ہو وہ فقیر محمد کو دیدے۔

حضرتؒ کی طرف سے خلافت

حضرت اقدس کی طرف سے خلافت ۱۹۷۳ء ماہ رمضان المبارک میں مدرسہ مظاہر العلوم دار جدید کی مسجد میں انیسویں رمضان بروز جمعرات شب پونے چار بجے ملی اس وقت میری عمر تیئیس ۲۳ برس کی تھی اس دن عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دیوبند سے عصر کے وقت آئے سب سے ملنے لگے مصافحہ کرنے لگے میں نے بھی مفتی صاحب سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر مفتی صاحب نے گلے سے لگایا۔ میرے ایک دوست مولوی حسین بنارسی جو وہاں موجود تھے بعد میں کہنے لگے کہ مولوی فقیر محمد صاحب حضرت مفتی صاحب نے سب سے مصافحہ کیا تم سے معانقہ کیوں کئے ضرور کوئی بات ہے میرا ہمیشہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضرت اقدسؒ سونے کے لئے جاتے تھے تو میں بھی خدام کے ساتھ حاضر ہوتا اور پاؤں دباتا حضرت فوراً پہچان جاتے اس رات جب حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معاملہ برعکس پایا وہاں کوئی خادم نہیں تھا حضرت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے جاکر سلام عرض کیا فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا فقیر محمد۔ فرمانے لگے "کون فقیر محمد" میں نے کہا انڈمانی اور میں خوف کے مارے پردے کے اندر سے جلدی باہر نکل آیا اور حیران ہوا کہ آخر کیا بات ہے کہ شیخؒ آج پہچان نہیں رہے ہیں شاید میرے بارے میں کسی نے کچھ کہہ دیا ہے جس سے حضرت ناراض ہیں لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے میں اسی سوچ میں ڈوبا اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا ایک بار ڈیڑھ بجے کے لگ بھگ میں وضو کرنے کے لئے حوض کی طرف جا رہا تھا اتنے میں حضرت مولانا معین الدین صاحب جو حضرت کے مجاز بھی ہیں اور مدرسہ امدادیہ مراد آباد کے شیخ الحدیث بھی ہیں پیچھے سے آکر پکڑ لئے اور ایک طرف لے جانے لگے میں اور گھبرایا نہ معلوم کیا بات ہے کہنے لگے حضرت شیخؒ نے فرمایا ہے کہ آج رات آپ سحری نہ کھائیں۔ میں نے کہا میں روزہ بھی تو رکھتا ہوں پھر کہنے لگے یہ حضرتؒ کا حکم ہے کہ آپ سحری نہ کھائیں اور پونے چار بجے حضرت کے پردہ کے پاس جاکر بیٹھ جائیں اور حضرت کی طرف سے کوئی بلانے آئے

توچلے جائیں حضرت کچھ باتیں کریں گے میری گھبراہٹ میں اور اضافہ ہوا اب مجھے یقین ہوگیا کہ کسی نے ضرور حضرت سے شکایت کی ہے اس لئے حضرت نے سحری کھانے کے لئے منع فرمایا ہے کیونکہ حضرت کی طرف سے روز ہی اعلان ہوا کرتا تھا کہ خوب کھائیے خوب سوئیے مگر باتیں نہ کیجئے اور میں اپنے ساتھیوں سے باتیں کیا کرتا تھا یہ بھی میری ایک عادت تھی میں نے سوچا کہ آج میں دعا کروں گا کہ اے اللہ اگر حضرت کو میری طرف سے کوئی بدگمانی ہوگئی ہے تو آپ اس بدگمانی کو شفقت و محبت میں بدل دیجئے دل تیرے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہے تو پھیر سکتا ہے حضرت کے دل کو میری طرف پھیر دے اس کے بعد حوض کے قریب وضو کرنے کے لئے گیا کہ نماز پڑھ کر دعا مانگوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر دو بزرگ نورانی چہرہ والے (ایسا لگ رہا تھا کہ وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا گنگوہی تھے) بڑی تیزی سے اتر کر میری طرف آرہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے بالکل قریب آکر اور مجھے دیکھ کر غائب ہوگئے میں حیران ہوا کہ آخر کیا معاملہ ہے اس کے بعد میں نے وضو کیا اور صلوٰۃ التوبہ پڑھی اور خوب رو رو کر دعا مانگی اس کے بعد لیٹا تو نیند نہیں آئی پھر یہ سوچا کہ کل کے معمولات آج رات ادا کرلوں کل تھوڑی دیر آرام سے لیٹ جاؤں گا اس کے بعد میں نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ ذکر کیا۔ حزب الاعظم پڑھی۔ مراقبہ کیا اور بار بار صلوٰۃ التوبہ پڑھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور پھر سحری کا وقت ہوگیا میں تہجد سے فارغ ہوکر حضرت کے پردہ کے قریب مراقب ہوکر بیٹھ گیا ایسا لگ رہا تھا کہ پردہ کے اندر سے کوئی چیز آرہی ہے معلوم ہو رہا تھا کہ نور کے دھارے نکل رہے ہیں اور مجھ سے ٹکرا رہے ہیں سینے میں داخل ہو رہے ہیں ٹھیک پونے چار بجے بھائی ابوالحسن صاحب جو اس وقت شیخ کے مجاز بھی ہیں پردے کے آڑ سے بلائے اور خود باہر آگئے جب اندر حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سبز رنگ کی پگڑی باندھے ہوئے ہیں اور عربی چوغہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ پہنے ہوئے تھے اور مراقب ہیں میں سامنے جاکر بیٹھ گیا اس وقت میری کیفیت عجیب و غریب

تھی جو بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا "میں تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں" حضرت کا جملہ سن کر میرا سارا جسم حرکت کرنے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بس چند لمحوں کا مہمان ہوں ابھی روح نکلنے والی ہے بیٹھے بیٹھے حضرت شیخ کی گود میں گرنے ہی والا تھا مگر کسی طرح اپنے آپ کو سنبھالا اور بیٹھا رہا اس کے بعد حضرت نے ایک مصلّہ دیا اور ایک ہی نصیحت فرمائی کہ کسی کام میں جلدی نہیں کرنا اس کے بعد باہر آنے کے لئے اُٹھا تو حضرت قدرے بلند آواز میں فرمانے لگے "اللہ مبارک فرمادے اللہ برکت فرمادے" میں بڑی مشکل سے چل کر باہر آیا پھر سجدہ میں گر گیا۔ بہت سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا کوئی کہہ رہا تھا مولانا مبارک ہو کوئی مصافحہ کر رہا تھا کوئی معانقہ کر رہا تھا خادم حضرات پکڑ کر دسترخوان پر لائے بڑی مشکل سے ایک لقمہ کھا سکا تین دن تک بات کرنے کے قابل نہ تھا چوتھے دن سے حالات معمول پر آگئے۔

حضرت اقدسؒ کی ہدایت

حضرت اقدسؒ کا خط رمضان سے قبل ہی آجاتا تھا جس میں ہمیشہ یہ فرماتے پیارے اگر تو رمضان میرے ساتھ گذار لے تو زیادہ مفید ہے بشرطیکہ میرا سہارنپور آنا ہو ورنہ اپنے یہاں کام کرتے رہو اور جب میں حاضر ہوتا تھا تو فرماتے کہ تمہارے جیسے لوگوں کی یہاں ضرورت ہے۔

حضرتؒ کی خواہش اور تمنّا

حضرت اقدس ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ بڑوں کو تبلیغ اور بچوں کو تعلیم دیا کرو زور شور نہ باندھو ایک خط میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ کوئی مسجد امامت کے لئے مل جائے بلا تنخواہ کیوں نہ ہو ضرور امامت کرو اور مختلف خطوط میں اکثر یہی تاکید فرماتے رہے کہ بڑوں کو تبلیغ اور بچوں کو تعلیم دیا کرو اور مکتب جاری کرنے پر مسرّت کا اظہار فرماتے تھے۔

حضرتؒ کی مختلف ادائیں

۱۔ ایک مرتبہ صبح کے ذکر کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدسؒ چائے پی رہے تھے اور اس سے سلیس کھا رہے تھے کافی مہمان چائے سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے میں بھی وہاں تھا حضرت فرمانے لگے "فقیر تو، میری چائے کی طرف دیکھ رہا ہے" پھر فرمانے لگے "تو میری چائے میں نظر لگا رہا ہے" میں شرمندہ ہوا سارے مہمان مجھے دیکھنے لگے پھر فرمایا "ادھر آ سلیس لگوا کر کھائے گا یا ایسے ہی کھائے گا" میں نے کہا حضرت میں بھگو کر کھاؤں گا" دو بار حضرت اپنے ہاتھ سے بھگو کر کھلائے پھر فرمایا "لے چائے بھی پی لے۔

۲۔ ایک بار عصر کے بعد مجلس میں فرمانے لگے "ارے فقیر تو رمضان کہاں گذارے گا" میں نے کہا حضرت آپ کے ساتھ اس پر فرمانے لگے "جب دیکھو میرے پیچھے پڑا رہتا ہے" پھر حضرت مولانا یونس مدظلہٗ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے" او بے یونس فقیر محمد کو انڈمان بھگا دے میں نے اسے سب کچھ دیدیا"

۳۔ ماہ رمضان میں حضرت اقدسؒ تراویح سے فراغت کے بعد جب سونے کے لئے جاتے تو دیگر خدام کے ساتھ میں بھی پہونچ جاتا جب خدام پاؤں دبانے لگتے تو میں بھی شامل ہو جاتا تھا اس پر فرماتے "پیارے تیرا اثر مجھے نہیں ہوتا تو مجھ سے باتیں کر اور جس کو بات کرنا ہے فقیر محمد کے پیچھے لائن لگالے" ایک دن فرمانے لگے "پیارے تم نے بیل گاڑی دیکھی ہے" ؟ میں نے کہا جی ہاں فرمانے لگے بیل گاڑی جب گاؤں سے گذرتی ہے تو بچے کیا کرتے ہیں" میں نے عرض کیا حضرت کود کر چڑھ جاتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں پھر فرمانے لگے میری مثال بیل گاڑی جیسی ہے سارے مہمان جو یہاں آکر پڑے ہوئے ہیں یہ سب دھوکے میں ہیں تو، میرے دھوکے میں کہاں آگیا" میں نے کہا حضرت دھوکہ نہیں ہم سب کو اللہ نے یہاں بھیجا ہے۔

۴۔ ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ تراویح بعد آرام فرما رہے تھے خدام حضرات پاؤں داب رہے تھے میں حضرت کے سرہانے بیٹھا تھا مجھ سے فرمانے لگے "فقیر تم سب جب

چلے جاؤ گے تو پھر ایک جماعت آئے گی میں نے کہا حضرتؒ کافی رات ہو گئی ہے کونسی جماعت آئے گی فرمانے لگے "جنات کی لیکن اپنی اصلی شکل میں نہیں انسانی شکل میں ورنہ میں ڈر جاؤں گا" یہ کہہ کر مسکرانے لگے پھر فرمائے وہ آکر پاؤں دابتے ہیں گلے ملتے ہیں میں کہتا ہوں چھوڑو بھائی میں ضعیف انسان ہوں آرام کرنے دو۔

۵۔ ایک مرتبہ ناشتے کے دستر خوان پر کافی چیزیں اور طرح طرح کی مٹھائیاں تھیں کلکتہ کے حاجی غلام رسول صاحب اور ان کے رفقاء بھی دستر خوان پر موجود تھے میں بھی شریک تھا حاجی غلام رسول صاحب نے ناشتہ کے دوران یہ پوچھا حضرت یہ برفی کتنے روپے کیلو کی ہے بہت ہی لذیذ ہے حضرتؒ نے فرمایا مولوی کے یہاں پوچھا نہیں کرتے کہ کتنے کیلو کی ہے یہاں تو یونہی آتا ہے۔

حضرت حکیم الحاج مولانا عبدالقدوس صاحب دیوبندی زیدمجدہم

اسم گرامی حکیم عبدالقدوس صدیقی
ص ب ۱۱۰۱ مدینہ منورہ

پیدائش محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۱ء کو دیوبند میں پیدا ہوا۔
بچپن کی تعلیم و تربیت جناب دادا صاحب حاجی محمد قاسم صاحب ناظم تعمیرات دارالعلوم دیوبند کے زیر سایہ ہوئی کہ محترم والد صاحبؒ مولوی الحاج حکیم عبدالقادر صاحبؒ چھ سال کا چھوڑ کر انتقال فرما گئے تھے۔

دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ابتدائی تعلیم ہی سے دارالعلوم دیوبند میں داخل فرمایا تقریباً چھ سات ماہ میں ناظرہ قرآن کریم ختم ہوا تو درجہ فارسی دارالعلوم میں داخل کرادیا گیا فارسی کا پانچ سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد شعبہ عربی میں داخل کردیا گیا درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ دارالعلوم ہی میں طب کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۷۱ھ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوا اور دارالعلوم کی تعلیم تکمیل ہوئی۔ طب کی مزید تعلیم تشخیص و تجویز و نسخہ نویسی مولانا حکیم سید محفوظ علی صاحب سے انکی مخصوص طبی درس گاہ دیوبند میں حاصل کی اور ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ سے اپنا مطب دیوبند اپنے آبائی محلہ گوجرواڑہ میں شروع کردیا اور دم تحریر مدینہ پاک میں بھی دیگر مشاغل کے ساتھ یہی شغلہ ہے۔

نکاح مطب کے ایک سال بعد ۱۳۷۴ھ میں محترم چچا صاحب مولوی الحاج قاری عبدالرقیب صاحب مدظلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند کے یہاں شادی ہوئی اور سات بچے ہیں جن میں پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔

افسوس کہ دینی خدمت سے ایک حد تک محرومی رہی سات سال قبل دیوبند اپنے محلہ کی مسجد میں بعد عشا ترجمہ قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا

تقریباً پانچ پارہ قرآن کریم کے ترجمہ کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توفیق عطا فرمادی تھی اہل دنیا کی طبی خدمات کے ساتھ بحمد للہ اہل دین حضرت کی طبی خدمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوب موقع میسر فرمایا۔

دیوبند ایک صدی سے زائد سے دیوبند دینی و اسلامی خدمات اور دینی تعلیم کا مرکز رہا ہے عوام میں بھی کافی حد تک دینداری پائی جاتی ہے۔

حضرت شیخ کی پہلی زیارت اپنے زمانہ تعلیم میں جب کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی عمر شریف تقریباً ۵۵، ۶۰ ہوگی ایک بار حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مہمان خانہ میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے کسی نے دور سے بتایا کہ آپ سہارنپور کے شیخ الحدیث صاحب ہیں۔

حجاز میں زیارت اس کے بعد پھر ۱۹۶۹ء میں جب حج و زیارت کیلئے بندہ کی حاضری ہوئی اور بعد فراغ واپسی کیلئے جدہ آیا ہوا تھا معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ شام کو ہوائی جہاز سے تشریف لارہے ہیں عصر کے قریب بندہ بھی مطار پہنچ گیا اور جب حضرت تشریف لے آئے اور مسجد میں تشریف فرما تھے اس وقت قریب سے حضرت کی زیارت ہوئی چہرہ مبارک کی پر رونق نورانیت اور روحانی جاذبیت کا مشاہدہ کیا۔

بیعت مندرجہ بالا مطار پر حضرت کی زیارت ہی فوری طور پر بیعت کی محرک ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور خدام مخصوص گاڑیوں میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے یہ سیہ کار اپنے معلم صاحب سے اجازت لے کر بذریعہ ٹیکسی سیدھا حرم محترم پہونچا حضرت شیخ طواف سے فارغ ہوکر سعی کے لئے تشریف لے گئے تھے احقر بھی بعجلت طواف سے فارغ ہوکر مسعیٰ پہنچا اور بسرعت سعی سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ مسعی ہی میں مروہ کے نچلے حصہ میں خدام

کے ایک مجمع کے ساتھ تشریف فرما حلق کرانے میں میں مشغول تھے احقر کی پورے مجمع میں کسی سے ادنیٰ واقفیت نہ تھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے خود عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی قریب ترین کھڑے ہوئے خدام میں سے ایک سے کہا کہ میرا ارادہ حضرت سے بیعت ہونے کا ہے دیوبند کا رہنے والا ہوں حج کے لئے آیا تھا صبح ہی واپسی کا جہاز ہے جلد جدہ واپس جانا ہے انہوں نے فوراً ہی حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا حضرت نے اسی وقت بیعت کرنا منظور فرمالیا اور بعد فراغ حلق بہت ہی شفقت کے ساتھ دست بدست بیعت فرمالیا احقر کی یہ بیعت ابتدائی بیعت تھی اس سے پہلے کسی سے بیعت نہ کی تھی زمانہ تعلیم میں تو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بیعت نہ فرماتے تھے اور بعد فراغ مطب میں ایسا مشغول ہوا کہ اس طرف توجہ نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ بعد جب خدام سے تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ جو صاحب میری بیعت کا واسطہ بنے تھے وہ صوفی اقبال صاحب تھے انہوں نے بتایا کہ بیعت کے لئے میری درخواست سن کر انہوں نے کہا تھا کہ یہ کوئی وقت بیعت کا ہے تب میں نے کہا کہ صبح واپسی کا جہاز ہے جلد جانا ہے پھر پوچھا کہاں کے ہو میں نے بتایا دیوبند کا ہوں یہ سن کر ان کو خیال ہوا کہ حضرت سے ضرور عرض کرنا چاہیئے چنانچہ انہوں نے حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے بلا تامل طلب فرمالیا جس پر صوفی جی کو بھی خلافِ معمول معاملہ پر حیرانی ہوئی۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک جاں نثار خادم دیوبند کے نمبردار محمد منعم صاحب کے صاحبزادے حافظ صوفی اکرام الٰہی صاحب جن کو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی مسجد کا امام بھی منتخب کیا ہوا تھا اور امام جی کے نام سے ان کو پکارتے تھے نہایت ذاکر و شاغل احقر کے درجہ فارسی کے تعلیمی ساتھی عمر میں کچھ بڑے احقر ان کا انتہائی معتقد انہوں نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد کئی بار حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کرنے کے لئے مشورہ دیا احقر کا ذہن تو وہ بنا چکے تھے پھر جدہ والی زیارت نے اس کو بحمد للہ عملی جامہ پہنا دیا۔

جواب نمبر ۱: جن کی عادت شریفہ ہی جود و سخا و عطا ہو چکی ہو ان کا یہ ادنیٰ خادم اس سے کیسے محروم رہ سکتا تھا مختلف مواقع پر بہت کچھ عطا فرمایا جزاہم اللہ خیر الجزا۔

حضرت کا قیام پر اصرار

اصلاح و تربیت کا خاص انداز اب سمجھ میں آیا کہ اصلاح و تربیت کا آغاز اس واقعہ سے ہوا چونکہ یہ حضرت کے عمومی معمول کے خلاف قیام پر اصرار اور اس سیاہ کار کی بدحالی گستاخی بار بار جانے کی اجازت کی درخواست پر مشتمل تھا کسی سے چند روز پہلے تک شرم کی وجہ سے ذکر بھی نہ کیا ایک مخلص سے ابھی چند روز پہلے ذکر کر کے یہ کہا کہ میرا ارادہ اس کو لکھنے کا ہیں انہوں نے سکوت فرمایا اس کے چند دن بعد خیال ہوا کہ بظاہر تیری اصلاح و تربیت کا اسی سے آغاز معلوم ہوتا ہے کہ بغیر صحبت و خدمت شیخ یہ طریق بالکل تشنہ رہتا ہے اور اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرت شیخ کے مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ ہے ضرور لکھنا چاہیئے۔

بندہ سیاہ کار ۱۹۶۹ء کے حج سے واپسی کے وقت مسٹی میں بیعت ہوا اور فوراً بعد اپنے وطن دیوبند واپس پہنچ کر حسب دستور اپنے مطب میں مشغول ہو گیا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا قیام طویل مدینہ منورہ میں رہا اس اثناء میں کچھ ابتدائی معمولات شروع کئے اور مدینہ منورہ حضرت والا کی خدمت میں اپنے حالات کا عریضہ گاہ بگاہ بھیجتا اور جواب باصواب سے مشرف ہوتا رہا طویل قیام کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی ہندوستان واپسی پر دہلی ہوائی اڈہ اور نظام الدین زیارت کے لئے حاضر ہوا ہجوم کی انتہائی کثرت دیکھ کر یہ خیال کر کے کہ ایسے موقعہ پر مصافحہ میں حضرت کو تکلیف ہوگی زیارت پر اکتفا کی اور دیوبند واپس ہو گیا سہارنپور تشریف آوری پر حاضری اور مصافحہ کو معلق کیا۔

یہ سیہ کار بزرگوں اور مشائخ کا ادب و احترام کے ساتھ معتقد لیکن زیادہ حاضر باشی

اور تقرب سے مجتنب اور ڈرتا کہ کہیں کوئی بات خلاف مزاج بزرگاں ہو جائے جس سے گرانی اور تکلیف پہنچے اور اس سے اپنے لئے بھی نقصان کا اندیشہ ہے. نیز یہ کہ مریضوں میں انتہائی مشغولیت اور انہماک اوقات کا بیحد اہتمام گھر اور بچوں کی تنہائی کا خیال دور دور بھی مریض دیکھنے جانا ہوتا یا کوئی اہم سفر پیش آجاتا یا کہیں تقریب و تعزیت کے سلسلہ میں دور جانا پڑتا تو شاذ و نادر ہی رات گھر کے علاوہ کہیں گذارتا جب کہ رات میں گھر پہنچنا ممکن نہ ہوتا ورنہ ہمیشہ کا معمول رات میں گھر واپس پہنچ جانے کا رہا ہے. اپنی مشغولیات میں منہمک بزرگوں کی مجالس کی شرکت سے محرومی اس طریق کے آداب سے بالکل ناآشنائی حضرت شیخ اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے معمولات سے ناواقفیت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے سہارنپور تشریف لانے کا دن معلوم ہوا تو سہارنپور حاضر ہوا خدمت اقدس میں بعد مغرب حاضری کا موقعہ ملا حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ العالی بھی حضرت شیخ کے قریب دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے. سیاہ کار حضرت شیخ مرقدہٗ کے قریب حاضر ہوا سلام عرض کر کے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا کچھ دیر بعد حضرت سے واپسی کی اجازت چاہی حضرت نے گاڑی کے وقت کی تفصیل معلوم فرمائی احقر نے رات کے ڈیڑھ بجے بتایا حضرت نے فرمایا رات کو یہیں ٹھہر جا صبح چلے جانا اس وقت جانے میں تکلیف ہوگی احقر نے عرض کیا انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی بس حضرت دعا فرمائیں حضرت نے براہ شفقت دوبارہ وہی ارشاد فرمایا احقر نے بھی حسب سابق یہی عرض کیا اسی طرح کئی بار حضرت کا ارشاد اور اِس نالائق کا یہی جواب آخر سیاہ کار نے کچھ اپنے اعذار ظاہر کئے حضرت اقدس نے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی اب دیکھئے حضرت والا کی دعا و توجہ کے اثرات حضرت سے مصافحہ کر کے رخصت ہو کر اسٹیشن پہنچ گیا اور گاڑی آنے تک نوافل میں ایسی مشغولی رہی کہ بہت ہی دل لگا اور اسی شب میں احقر نے فضائل قرآن والا وہ عمل جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے دیر میں یاد ہونے اور بھول جانے کی شکایت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

تلقین فرمایا تھا اپنے قرآن پختہ یاد ہو جانے کے لئے پڑھا تین چار سال قبل قرآن کریم یاد کیا تھا ہر سال تراویح میں بھی سناتا تھا لیکن بھول زیادہ ہوتی تھی الحمد للہ اس سے بہت ہی فائدہ پہنچا. اور اس خاص شفقت اور توجہ عالی کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ دن بعد آہستہ آہستہ جو ایک رات بھی کہیں باہر نہ رہتا سیکڑوں نہیں ہزاروں شب و روز گھر سے علیحدہ رہ کر نہایت شوق و رغبت کے ساتھ حضرت والا کی خدمت اقدس میں گذارنے کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے توفیق عطا فرمادی اور مستقل قیام مدینہ منورہ کی وہ دیرینہ آرزو جس کے لئے تقریباً بیس سال سے کوشش کر رہا تھا اس کی بھی بحمد اللہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تکمیل فرمادی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ادب و احترام حب فی اللہ و فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسکو دائم و قائم و مستمر فرمائیں آمین۔

علاج کی خدمت اور تربیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے گوناں گوں امراض میں مبتلا ہونے اور یونانی معالجہ کو پسند فرمانے کی بنا پر بیعت کے کچھ زمانہ کے بعد سے طبی خدمات کا موقع اس ناکارہ کو عطا فرمایا ہوا تھا اس ادنی خدمت کا ہمیشہ خیال فرماتے ہوئے ایسا جامع مربیانہ و مرشدانہ طریق تربیت اختیار فرمایا کہ اکثر پتہ بھی نہ چلتا اور تربیت کر دی جاتی مثلاً جب مدینہ منورہ میں ابتدائی قیام ہوا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت اقدس میں زیادہ تر حاضر باشی کا موقع ملا تو کئی بار یہ شعر پڑھکر حضرت نے سنایا.

اے چمن والو چمن میں یوں گذارا چاہیئے ۔۔۔ باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

ابتداءً تو خیال بھی نہ ہوا کیوں پڑھا جا رہا ہے بعد میں ذہن میں آیا کہ ساتھیوں اور منتسبین و معتقدین زائرین واردین و صادرین کے ساتھ حسن اخلاق اور میل ملاپ رکھنے کی نہایت مؤثر تعلیم تھی اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر کئی بار یہ شعر پڑھکر سنایا.

کرے جو کرنا ہے افلاک کے سائے تلے ۔۔۔ حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

اس وقت تو کوئی خیال نہ ہوا بعد میں دل میں آیا کہ غفلت پر تنبیہ اور معمولات
میں اہتمام کے ساتھ وقت لگانے کی تعلیم دی جارہی تھی یہ اپنی نالائقی و غفلت
کہ ایسے مشفق و مربی مرشد کی انتہائی مؤثر تربیت اور توجہات عالیہ کے باوجود اپنی
بدحالی نہ گئی۔ معمولات میں اضافہ اور زیادتی کے لئے کئی بار عرض کیا حضرت شیخ
نور اللہ مرقدہٗ نے موجودہ کو کافی فرماتے ہوئے کوئی خاص اضافہ نہ فرمایا بس ایک
مرتبہ سہارنپور کے رمضان میں معمولی اضافہ فرمادیا تھا اور ایک بار فرمایا کہ مدینہ منورہ
آنا۔

خلافت

حضرت کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت ۱۹۷۷ء
میں مدینہ منورہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام معتکف
وخلوہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ جو کہ باب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے داخل ہونے پر
چار پانچ صف کے بعد دائیں جانب کا گوشہ ہے بعد نماز عصر عطا ہوئی اس
ناکارہ کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ حضرت کا معمول مغرب سے کافی پہلے حرم محترم
پہنچنا اور بعد عشا کچھ دیر بعد کمرہ پر تشریف لے جانے کا ایک طویل عرصہ تک رہا ہے
خادم ناکارہ حضرت کے تشریف لے جانے سے پہلے مصلّی لے کر حرم نبویؐ علی صاحبہا
افضل الصلوٰۃ والسلام پہنچ جاتا اور مصلّی بچھا کر وہیں بیٹھا رہتا حضرت شیخ کرسی پر
تشریف لاتے خدام بٹھا کر چلے جاتے احقر پیچھے بیٹھا رہتا دوسرے ساتھی بھی مغرب کے
قریب آجاتے ایک روز حسب معمول حضرت شیخ تشریف فرما تھے جمعہ کا دن تھا اس میں
اور جلدی تشریف لانے کا معمول تھا احقر حسب معمول پیچھے بیٹھا ہوا تھا اچانک حضرت نے بلا کر
فرمایا بہت دن سے اجازت دینے کے لئے کئی بار ارادہ کیا نہ دے سکا چاروں سلسلوں
میں میری طرف سے بیعت کی اجازت ہے احقر پر گریہ طاری ہوگیا اور اپنی نااہلیت کو
عرض کرنے لگا۔ خاص نصیحت یہ فرمائی کہ اس اجازت کا درجہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ علوم
کی تکمیل کے بعد سند دے دی جاتی ہے جو کہ تکمیل علوم صلاحیت و استعداد کی ہوتی ہے
اگر سند یافتہ علمی مشغلہ میں لگا رہتا ہے ترقی کرتا رہتا ہے کسی دوسرے کام میں لگ جاتا ہے

علمی لائن سے ہٹ جاتا ہے اور علوم سے آہستہ آہستہ خالی ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ میں
لگے رہنا چھوڑنا نہیں۔ اجازت زبانی مرحمت فرمائی اجازت کے وقت کوئی چیز
عطا نہ فرمائی۔

حضرت کی رفاقت

خادم ناکارہ کے لئے اپنی جگہ بیٹھ کر کام میں لگے رہنے
کے لئے ارشاد نہ فرمایا ابتدائی دور میں ایک بار دیوبند
اپنے محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا اس کے کچھ بعد اکثر اوقات سفر و حضر
میں ناکارہ کی یہی خواہش رہتی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ بھی اس کو پسند فرماتے کہ زیادہ
تر حضرت کے ساتھ گذرے اللہ کا بڑا احسان و انعام ہے کہ اسکی وصال تک توفیق عطا
فرمائی اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اپنی سیاہ کاریوں
اور بدکاریوں کی وجہ سے ڈر تو بہت لگتا ہے لیکن اللہ کی ذات رحیمی و کریمی سے یہ امید ہے
کہ انشاء اللہ آخرت میں جنت میں بھی بلا کسی ادنیٰ استحقاق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا
ساتھ خالص اپنے فضل و کرم سے عطا فرماویں گے ؎ رحمت حق بہا نمی جوید بہانہ می جوید۔

نقل کی خدمت اور قیمتی تصنیف

حضرت اس ناکارہ کو کسی کتاب کی
تالیف کا حکم نہ فرمایا بس غالباً ۱۹۷۵ء
میں قیام مدینہ منورہ کے دوران جب کہ یہ ناکارہ بھی حاضر خدمت تھا حضرت مجدد صاحب
الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے تین مکتوب کے نقل کرنے کے لئے اپنے دست مبارک سے کاپی
عنایت فرمائی حضرت کے تعمیل ارشاد میں اس کو نقل کرکے حاضر خدمت کیا۔ پھر حضرت
گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے زبدۃ المناسک قدیم مطبوعہ جس کے آخر میں عامی عربی
زبان سے واقفیت حجاج کے لئے ایک عربی رسالہ ضم تھا اس کو نقل کرنے کے لئے ارشاد
فرمایا خادم نے اس کی بھی تعمیل کی۔

کافی دنوں سے خالص فضل الٰہی کی رہنمائی مدینہ پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصوصی فیوض و برکات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری کی برکت اور حضرت
کی توجہات عالیہ سے بار بار دل میں ایسی چہل حدیث کی ترتیب و جمع کا داعیہ پیدا ہوتا تھا

جس میں ضروریات دین کے ساتھ ایسی احادیث شریفہ کو خاص طور پر جمع کیا جائے جن میں ایسے امور پر تنبیہ ہو جو کہ تعلیمات سے بعد کی بنار پر اس زمانہ میں متروک العمل ہوتی جارہی ہیں کچھ دن سے آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں کام بھی کر رہا تھا وصال سے تقریبًا چار ماہ قبل حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے پسند فرمایا اور مفید مشورہ بھی عنایت فرمایا دل چاہا کہ حضرت سے اس کا افتتاح کرالیا جائے کہ ہر طرح سے باعث خیر وبرکت ہو چنانچہ اس کا افتتاح حضرت ہی سے کرانیکی سعادت حاصل ہوئی اور ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹ر فروری ۱۹۸۲ء بعد نماز جمعہ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے اس چہل حدیث کی بسم اللہ کرائی پہلی حدیث مکمل ہونے پر حضرت کو بھائی مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب نے پڑھ کر سنایا حضرت نے پسند فرمایا اور بعد میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے احقر سے فرمایا حکیم جی بس ہمتو نمٹ لئے صوفی اقبال اور عبدالحفیظ کو دکھاتے رہنا حضرت کے اس ارشاد سے احقر کھٹکا کہ حضرت کا یہ جملہ بہت اہم معلوم ہوتا ہے کچھ دن بعد حضرت کا وصال ہوگیا اور کھٹک صحیح ثابت ہوئی پیش آنے والے حادثہ کی طرف اشارہ تھا احقر نے اس وقت حضرت کے فرمانے کے بعد یہ عرض کیا تھا کہ انکو دکھاتا رہوں گا اور جب موقعہ ہوگا حضرت کو بھی سناتا رہوں گا. حضرت نے پھر کئی بار دریافت فرمایا اور تقاضہ فرمایا آخر بار دریافت فرمانے کے بعد کام کی سُست رفتاری معلوم فرماکر ارشاد فرمایا کہ جلدی کچھ نہیں آہستہ آہستہ ہو جائے گا حضرت کی حیات میں پانچ حدیثیں ہو چکی تھی لیکن آہ افسوس پھر سنانے کا موقعہ نہ ہو سکا. الحمدللہ احقر اس میں لگا ہوا ہے اگرچہ کام کی رفتار سست ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے قوی امید ہے کہ انشاراللہ تکمیل کو پہنچے گا.

وقف کے سال میں احتیاط کی ہدایت

اس سلسلہ میں سہارنپور کے ماہِ مبارک کے اعتکاف میں مغرب کے بعد والی مسجد میں بہت دلنشین طریقہ پر تفصیل سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو ارشاد فرماتے سنا تھا جس کے سننے والے بہت سے ساتھی اور بہت بڑا مجمع معتکفین کا تھا

ساتھیوں نے اس کو تفصیل سے لکھا ہوگا خلاصہ کچھ مختصراً تحریر ہے مدارس کے منتظمین کے لئے اہلِ خیر کے چندہ سے جمع شدہ رقوم میں بیجا تصرف کا مسئلہ بہت ہی سخت ہے اس لئے کہ وہ منتظم گویا کہ ان سب چندہ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے اور امین ان کی دی ہوئی رقموں کو انکی ہدایت کے مطابق صرف کرے اب اگر یہ منتظم اس کے خلاف کرتا ہے تو دنیا وآخرت میں ہر ہر چندہ دینے والے کو حق ہے کہ وہ منتظم سے باز پرس کرے تب اس تنہا پر کیا گذریگی اور کس کس کی جوابدہی کریگا اور خیانت کی مکافات کس طرح کرے گا ایک دو کا قصہ ہو تو نپٹنے میں قدرے سہولت ہو سکتی ہے جماعت کثیرہ سے پیچھا چھڑانا بہت ہی مشکل ہو جائے گا اور خیانت کا گناہ اور اس کی سزا علیحدہ رہی یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے اس میں بہت ہی احتیاط برتی ہے اور وہ صحیح مصرف میں صرف کرتے ہوئے انتہائی احتیاط کو عملی طور پر کر کے دکھا گئے جن کے بعض قصے بھی حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے سنائے.

حضرت کا اہتمام سنت اور آپ کی ادائیں

اتباع سنت کا ہر چیز میں حضرت کو بہت ہی اہتمام رہتا تھا ضعف پیری اور متعدد امراض میں مبتلا رہنے کے باوجود ہمیشہ سے فجر کی نماز کے لئے تہجد کی اذان پر اور ظہر کے لئے گھنٹہ سوا گھنٹہ پہلے عصر کے لئے آدھ گھنٹہ پہلے اور مغرب کے لئے پون گھنٹہ پہلے حرم شریف تشریف لے آتے اور عشار کے تقریبًا آدھ گھنٹہ بعد کمرہ واپس تشریف لے جاتے حرم شریف کے اوقات علاوہ نوافل تسبیحات مراقبہ دعا وغیرہ کے تلاوت قرآن کریم اور کثرت درود شریف میں صرف فرماتے اور بسا اوقات اکثر وقت گریۂ زاری میں گذرتا حضرت نوراللہ مرقدہ ایک لنگی قائمقام رومال ہمیشہ پاس رکھتے اس لنگی کا اکثر حصہ آنکھ وناک کی مسلسل رطوبتوں کے بہنے کی وجہ سے تر ہو جاتا آخر دور میں بسا اوقات بیماری کی زیادتی انتہائی ضعف اور متعدد اعذار کی بنار پر کمرہ میں جماعت سے نماز ادا فرماتے خادم ناکارہ بھی شریک رہتا نماز پڑھانے والے تو ہمیشہ دوسرے ہی ہوتے ایک بار سیاہ کار کے لئے ارشاد ہوا غالبًا

فجر کی نماز تھی طبیعت کی زیادتی خرابی کی بنا پر لِاِیْلٰفِ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھی سلام کے فوراً بعد حضرت نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھتا تو سنت بھی ادا ہو جاتی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ حضرات سادات کرام کا ہر حال میں انتہائی اعزاز واکرام فرماتے۔معمولات کی انتہائی پابندی فرماتے کہ آخر تک علاوہ بیہوشی کے وقت کے شاید ہی کوئی معمول ترک ہوا ہو ورنہ بیٹھ کر نہیں تو لیٹے لیٹے ہی پورا فرماتے۔اپنے ساتھ رہنے والوں کا خصوصًا اٹھانے والے خادموں کا بہت ہی خیال فرماتے اور سفر وحضر میں انکے ساتھ بے تکلف رہتے اور بسا اوقات ان کے ساتھ بے تکلفانہ گفتگو فرماتے کیونکہ حضرت کے رعب وجاہت وجلالت شان کی وجہ سے کسی کا کچھ بے تکلف عرض کرنا یا زیادہ قریب دیر تک رہنا دشوار ہوتا۔حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا دسترخوان بہت ہی وسیع تھا اور جس میں عام مراتب کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا اور اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ پر پوری طرح عمل ہوتا علماء صلحاء اساتذہ کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا آخری دور سے کچھ پہلے تک ہمیشہ اول سے آخر تک خود بنفس نفیس شریک دسترخوان رہتے خود بہت کم تناول فرماتے لیکن خوبصورتی کے ساتھ اس کو آخر تک نبھاتے اور مہمانوں کی حسب مراتب میزبانی اور منتظمین کی نگرانی خود فرما کر اکرام ضیف کا انتہائی اہتمام کر دکھاتے۔

حضرت کے ساتھ اگر کوئی ادنیٰ احسان ومروت کا معاملہ کرتا اس کی ظاہری مکافات کے علاوہ ایسا نعم البدل عطا فرماتے کہ ہمیشہ کام آتا رہے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز سے بھی مقابلہ نہ کیا جاسکے اور وہ حضرت کی روز مرہ کی معمولہ دعا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ وَقْتِيْ وَمَا اَعْطَيْتَنِيْ وَاقْضِ دَيْنِيْ وَاجْزِ مُحْسِنِيْ وَاَفْلِحْنِيْ وَمَن لَحِقَنِيْ وَمَنْ طَلَبَ الدُّعَاءَ مِنِّيْ ۝ میں محسنین کو خاص طور پر دعا میں شامل فرمانا ہے۔دعا مختصر اور بہت ہی جامع ہے اپنی خاص دعاؤں میں محسنین کی جزاء خیر کی دعا کے ساتھ تمام متعلقین منتسبین خدام اور تمام دعاء کے طالبین کی فلاح وکامیابی کے لئے ہمیشہ دعا فرماتے رہے۔رفع اللہ درجاتہ واعلی اللہ مراتبہ واکرم مثواہ۔

توکل پر ایک لطیفہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو توکل علی اللہ کا اعلیٰ درجہ حاصل تھا خاص طور پر والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد سے آخر عمر تک زندگی کی ہر ہر پہلو میں نمایاں دیکھا گیا ہے لیکن اس دارالاسباب میں حسن تدبیر اور اسباب کو پورے طور پر اختیار فرماتے اور اس سلسلہ میں مناسب کوشش بھی فرماتے اور حقیقی توکل بھی یہی ہے۔حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت عالی میں خادم ناکارہ کی حاضر باشی اور دوا وعلاج کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے مدینہ منورہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم میں حضرت تشریف فرماتے کہ استنجے کی ضرورت محسوس ہوئی قیام گاہ پر تشریف لائے خادم ناکارہ اور بھائی مولانا عبدالحفیظ صاحب بھی ساتھ ہی تھے استنجے کے لئے بیٹھے استنجا نہ ہوا حضرت نے خادم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ استنجا نہیں ہوا خادم نے عرض کیا انشاءاللہ ہو جائے گا فوری طور پر اس وقت کوئی دوا تجویز نہ کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حکیم جی توکل کا سبق دیتے ہیں خادم خاموش رہا بھائی عبدالحفیظ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ قبض دور کرنے کے لئے حضرت کو دوا دو۔

حضرت کی شان جامعیت

جملہ علوم وفنون میں کامل مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے ماہرانہ درس طلباء کی گرویدگی اور معاصر موافق ومخالف علماء کا اس پر اعتراف اس کے شاہد ہیں۔اور فن حدیث میں تو اعلیٰ مہارت کی بنا پر ابتداً ہی حضرت کے استاذ شیخ ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے آپ کو شیخ الحدیث کا خطاب عطاء فرمایا اور منجانب اللہ اس خطاب نے وہ شہرت حاصل کی کہ نام کے مقابلہ میں اسی خطاب سے مشہور ہوئے آپ کے درس حدیث شریف خصوصًا درس بخاری اور فن حدیث میں آپ کی تصنیفات وتالیفات اپنی جامعیت کے اعتبار سے بہت ہی مشہور ومعروف ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات منبع رشد وہدایت وسرچشمہ علم وعرفان تھی جس سے لاکھوں تشنگان نے اپنی اپنی ضرورت وحال کے مطابق سیرابی حاصل کی اور انشاءاللہ امت مرحومہ آپ کی تصنیفات وتالیفات اور خلف الرشید صاحبزادہ محترم

حضرت مولانا الحاج محمد طلحہ صاحب مدظلۂ العالی اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ رہتی دنیا تک
آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتی رہے گی۔ جامع شریعت وطریقت اور اتباع
سنت تو ہر ہر عمل میں نمایاں ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کی قوت مشاہدہ و یادداشت معاملہ
فہمی اور صحیح قوت فیصلہ اور فہم وفراست ذکاوت وتدبر اور حسن تدبیر کے واقعات بہت
ہی کثرت سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی حیات مبارکہ میں ملتے ہیں جو وصال سے چند ساعت
قبل تک مشاہدہ میں آتے رہے جن کو اہل قلم حضرات تفصیل سے لکھ رہے ہیں اور انشاء اللہ
حالات وواقعات وسوانح حیات کی صورت میں لکھتے رہیں گے۔ ذرا غور کرنے پر آپ بیتی
سے بھی بہت کچھ اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ بسا اوقات طبیعت کی زیادتی خرابی اور ہیجانی کیفیت
کے باوجود مشورہ کرنے کی نوبت آتی حالت صحت کی طرح جواب باصواب سے مشرف فرماتے
جس کی حالت کے ماتحت طبی طور پر بہت ہی کم توقع ہوتی ہے۔ آخری سفر ہندوستان کا واقعہ
ہے جس میں بیماری اور کمزوری اپنے انتہائی درجہ پر تھی بسا اوقات خون دینے کی ضرورت
پیش آتی اور ہیجانی کیفیت بھی ہوتی رہتی دہلی سے سہارنپور تشریف لانے کے بعد خادم
معمولاً رات حضرت کی خدمت میں گذارتا اور نماز فجر حضرت کے ساتھ پڑھکر اجازت لے
کر دیوبند مطب مریضوں کی وجہ سے چلاجاتا بعد ظہر پھر حاضر خدمت ہوجاتا اسی دوران
ایک دن اہتمام سے بھائی انعام پانڈولی والے خادم کو دیوبند بھیج کر خادم ناکارہ کو یاد فرمایا
معمول کے مطابق حاضری کا وقت بھی قریب تھا فوراً ہی حاضر خدمت ہوا حضرت نوراللہ
مرقدہٗ نے دواوعلاج کے بارہ میں ارشاد فرمایا چنانچہ تعمیل ارشاد فوری طور پر کی اور دوا
شروع کردی گئی دوسرے وقت میں جب بھائی ابوالحسن صاحب نے دوسری دوا
دینا چاہی تو منع فرمادیا اور خادم پر معلق رکھا چنانچہ جب خادم نے عرض کیا تب ہی استعمال
فرمائی۔ بیماریوں کے ایسے شدید حالات کے وقت دوسرے مریضوں میں ہر چیز کا اس
طرح استحضار دیکھنے میں بہت ہی کم آتا ہے بلکہ نہیں آتا۔

وصال سے چند سال قبل سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا داڑھی کے سلسلہ میں رویہ
بہت سخت گیری کا چل رہا تھا چنانچہ داڑھی کا وجوب نامی کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا

عربی ترجمہ بھی کرایا اور بڑی تعداد میں اس کی اشاعت فرمائی اور اس دوران حضرت
نوراللہ مرقدہٗ کو بار بار فرماتے سنا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت مدنی
نوراللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ بھی داڑھی کے معاملہ میں سختی سے نکیر فرماتے اور داڑھی
نہ رکھنے والوں سے اظہار ناگواری فرماتے اسی طرح ذکراللہ کی اہمیت اور زیادہ سے
زیادہ ذاکرین بنانے اور مجلس ذکر قائم کرنے پر بہت زور رہا اس زمانہ میں خاص طور
پر ذکراللہ کی کمی کے پیش نظر متعدد سخت بیماریوں اور انتہائی کمزوری اور ضعف
پیری و معذوری کے باوجود دور دراز ملک لندن وافریقہ کے سفر فرمائے۔ اور بلاد اس
میں مجالس ذکر قائم کرنے کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ
اور حضرت علامہ بنوری صاحب نوراللہ مرقدہ سے خط وکتابت فرمائی اور صوفی اقبال
صاحب سے ایک کتاب نصیحت آموز ترغیبی خط لکھوائی اس کو پسند فرمایا اور بار بار
سنا اور ماہ رمضان المبارک اسٹینگر میں مزید ذکر کی اہمیت پر رسالے لکھوائے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے کن کن اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا ذکر کیا
جائے کہ بیحد و بیشمار ہیں اہل قلم حضرات ان کو انشاء اللہ خوب خوب لکھتے رہیں گے
اس خادم ناکارہ کو لکھنا نہیں آتا اس لئے ان چند پر ہی اکتفا کرتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

الی یوم الدین

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب زید مجدہم

تاریخ ولادت: میری تاریخ پیدائش ۱۹۳۲ء کی ہے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم قرآن کریم سے کافیہ تک اپنے والد بزرگوار جامع الشریعت قطب زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی ثم شجاع آبادی (مجاز سلاسل ثمانیہ یعنی نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شطاریہ، قلندریہ وغیرہ تلمیذ خاص شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ و حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ) کے پاس حاصل کی۔ شرح جامی، میر قطبی قطبی، نور الانوار، مشکوٰۃ شریف تک جامع المعقولات والمنقولات سیبویہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی المعروف کالا صاحب (استاد حضرت بہلوی) کے پاس پڑھیں۔ معقولات و دیگر کتب موقوف علیہ تک حضرت مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی کے پاس پڑھیں اور دورۂ حدیث شریف حضرت درخواستی مدظلہ کے پاس پڑھا۔

نکاح

دورانِ تعلیم شادی ہوئی تین لڑکے ۶ لڑکیاں ہوئیں جو اب حیات ہیں میرا بڑا لڑکا حاجی عبداللہ اور درمیانہ لڑکا حافظ حبیب اللہ اس سال حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ کے مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں۔ بڑا لڑکا ایف اے پاس بھی ہے۔ تیسرا بچہ شفیق الرحمان مڈل تک پڑھنے کے بعد اب ۲۰واں پارہ قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔

کتب حدیث کی تدریس کا شرف

حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں تقریباً ۱۰ سال اپنے مدرسہ اشرف العلوم ابتداء سے دورہ حدیث شریف تک کتب پڑھائیں۔ اب پانچواں سال ہے کہ تدریسی کام بامرِ مجبوری ترک کر دیا ہے البتہ سفر و حضر میں حضرت والد گرامی کے طریقہ کے مطابق صبح کو درسِ قرآن بعد نماز ظہر درس حدیث اور بعد نماز مغرب تصوف کا بیان اور ذکر جہر و مراقبہ ہوتا ہے۔ اور ۵ شعبان سے ۲۵ رمضان المبارک تک گھر میں یعنی مدرسہ اشرف العلوم میں

دورہ تفسیر القرآن والد صاحب کے معمول کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔

حضرت الشیخ کی زیارت اور بیعت

بندہ نے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت دو مرتبہ رائیونڈ میں کی مگر چار سال قبل برائے حج بدل مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو بواسطہ مولانا محمد عابد صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی موجودہ مدرس مدرسہ خیر المدارس ملتان) و قاری عبدالمجید صاحب سیالکوٹی مقیم مدینہ منورہ جو حضرت کے زیادہ قریبی تھا اور مولانا عبدالقادر صاحب کی وساطت سے بار بار عرض کیا تو آپ نے بیعت فرما کر اپنے خلفاء میں میرا نام درج کر دیا۔ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ میں حضرت والد صاحب گرامی حضرت بہلویؒ سے اجازت تھی اور سلسلہ چشتیہ مکمل ہو گیا تھا کہ حضرت بہلویؒ رحلت فرما گئے اس لئے میں پریشان تھا کہ اور سلسلہ چشتیہ کی کس سے نسبت قائم کروں۔ جب ہر طرف پاکستان میں نظر دوڑائی مجھے کوئی کامل نظر نہ آیا تو اچانک حضرت شیخ الحدیث جیسی جامع شخصیت نظر آئی۔ کیونکہ حضرت شیخ الحدیث پوری دنیا میں جامع ترین شخصیت کے مالک تھے۔ الحمدللہ حضرت نے بیعت فرمایا۔

کتب کا ہدیہ

حضرت نے چند رسائل عنایت فرمائے اور اپنی ٹوپی مبارک عنایت فرمائی بیعت کے وقت کوئی خاص نصیحت نہیں فرمائی چونکہ آپ بہت زیادہ بیمار اور علیل تھے آپ میں کچھ بولنے کی سکت نہیں تھی۔ میں آپ کی مجلس شریف میں ۱۳ روز تک مسلسل جاتا رہا۔ گھر آ کر دو مرتبہ عریضہ لکھا لیکن جواب سے محرومی ہوئی۔ وہ اس لئے کہ آپ کے خدام آپ کو خطوط سناتے تھے اور جواب لکھتے تھے۔ پھر فیصل آباد میں آپ نے جب دو ماہ قیام فرمایا تو اس وقت خصوصی ملاقات اور زیارت ہوئی آپ نے احوال پوچھا اور دعا فرمائی۔ پھر ۹ مارچ ۱۹۸۲ء کو میں مع بچوں اور بیوی کے عمرہ کے لئے روانہ ہوا اور ۱۵ دن مکہ مکرمہ حاضری دی ۱۵ دن مدینہ طیبہ حاضری دی اسی اثناء میں حضرت کی مجلس میں اکثر جاتا تھا یہ حضرت کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ اس ملاقات کے وقت حضرت شیخ الحدیث نے بذریعہ مولانا محمد اسماعیل صاحب اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائی۔ آپ کی قمیص مبارک کے بے شمار برکات و فیوضات سامنے آئے۔ وہ ایسے کہ میرے سلسلہ والے حضرات مکہ مکرمہ و مدینہ میں کافی ہیں احباب کا اکثر میرے پاس

اجتماع رہتا تھا ذکر و مراقبہ ہوتا تھا لیکن قمیص مبارک کے ملنے کے بعد میرے احباب وغیر احباب کی توجہات بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ پھر تو احباب کے اجتماع میں کافی رش ہوتا چلا گیا۔ وغیرہ ذالک۔

نسب نامہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اسمِ گرامی محمد عبدالحیٔ ابن حضرت مولانا محمد عبداللہ ابن مولانا محمد مسلم ابن مولانا نور محمد صاحب۔

(نوٹ) یہ نسب نامہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب جو سابقہ بزرگوں میں سے ہیں ان تک جا ملتا ہے۔ اس طرح حضرت بہلویؒ نے فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت بہلویؒ کی پیدائش ایک بزرگ کی بشارت سے ہوئی:

ولادت کا قصہ حضرت مولانا محمد مسلم صاحب سے منقول ہے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا چند ماہ یا برس کا ہو کر مرجاتا تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے ان سے یہ بات عرض کی گئی۔ ان بزرگوں نے مندرجہ ذیل آیت کو ہر نماز کے ساتھ ایک سو بار پڑھنے کا حکم فرمایا۔

"رب ھب لی من لدنک ذریۃً طیبہ انك سمیع الدعا" اور فرمایا کہ منگل کے دن تقریباً ایک برس کے بعد سعید عمر دراز والا بچہ اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں گے اور اس کا نام محمد عبداللہ رکھنا ہے۔ چنانچہ ان کے فرمانے کے مطابق ایک برس کے بعد منگل کے روز یکم رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ سورج نکلتے ہی حضرت بہلویؒ کی پیدائش ہوئی۔

حلیہ سر پر اجلی گول ٹوپی اور عمامہ، کندھے پر سفید رومال، کھلی پیشانی اور متحرک آنکھیں آنکھوں میں معرفت خداوندی کی گہرائیاں جھلک رہی تھیں۔ چہرے پر نورانیت، لباس میں سادگی۔ آواز میں ہر وقت سنجیدگی اور متانت۔ حد درجہ متواضع۔ تواضع میں ثانی حضرت مدنیؒ تھے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی۔ توکل حُسن خلق عبادت میں دن رات انہماک۔ عشقِ رسولؐ سے سرشار۔ حرص و طمع و لالچ خود ثنائی و برائی سے متنفر و بیزار۔

حضرت مولانا محمد مسلم صاحب کی منتؒ کا ذکر

مولانا محمد مسلم نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو اسے علم پڑھاؤں گا۔ اور عالم بناؤں گا۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اے اللہ اس وقت تک مجھے زندہ رکھنا کہ میں اپنے بیٹے کو فراغت علم دین کے بعد منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کرتا دیکھوں۔ چنانچہ جب حضرت بہلویؒ "دیوبند" سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر آئے دو سال بعد مولانا محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ فوت ہوئے۔ اللہم اغفر لنا ولہم آمین۔ آپنے بمقام بہلی شریف جو شہر شجاع آباد سے قریباً ۲۷ میل کے فاصلہ پر ہے مدرسہ مظہر العلوم بہلی شریف میں چھوٹی بڑی کتب ۱۳۳۵ھ میں پڑھانا شروع کیں۔

ابتدائی دینی تعلیم ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا محمد عبدالحیٔؒ صاحب بہلوی کو حضرت بہلوی نے مدرسہ اشرف العلوم تحصیل شجاع آباد میں مدرس ٹھہرایا بقول محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ علماء نے کہا تھا کہ جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہو جائے تو تعلیم میں سپرد کرنا چنانچہ علماء کے فرمانے کے مطابق حضرت بہلوی کو تعلیم کے سپرد کیا گیا حضرت بہلوی کے عقیقہ پر اس دور کے مشہور بزرگ حضرت حافظ عبدالقادر صاحب پونٹوی نے شرکت کی۔ قرآن مجید، فارسی اور تحفۃ الاحرار تک اُس دور کے مشہور عالم حضرت مولانا قادر بخش شاہ صاحب قریشی کے پاس پڑھتے رہے اور ساتھ ساتھ پرائمری تک بھی تعلیم حاصل کی۔ تین سال کے عرصہ میں شرح جامی، منطق، شرح تہذیب، اصول نور الانوار فقہ اور شرح وقایہ تک استاذ کل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ جو کہ عالم اور کامل بزرگ تھے ان کے پاس مندرجہ بالا کتب پڑھیں۔ پھر ہدایہ، حسامی، عبدالغفور، تکملہ، مشکوٰۃ شریف اور قطبی تک حضرت سیبویہ وقت جامع الاصول الفروع حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی کے پاس پڑھتے رہے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے پہلے سال سلم العلوم، ملاحسن میبذی، تصریح اور مختصر المعانی پڑھیں اور دوسرے سال دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن

رحمۃ اللہ کے پاس پڑھتے رہے۔ ان کے اسیر مالٹا ہو جانے کے بعد حضرت علامہ محدث کبیر انور شاہ کشمیریؒ و علامہ شبیر احمد عثمانیؒ و حضرت سید اصغر حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پڑھتے رہے۔ کچھ معقول اور فلسفہ کی کتابیں رہ گئیں تو واپس وطن آکر جامع المعقولات والمنقولات مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے پاس "میر زاہد" ملا جلیل، قاضی مبارک شمس بازغہ، شرح چغمینی، تلویح وغیرہ پڑھیں یہ ۱۳۳۴ھ تھا۔

تدریسی خدمات

۱۳۳۵ھ سے ۱۳۶۸ھ تک حضرت بہلویؒ تمام کتب عربیہ تا دورہ حدیث شریف بلا تنخواہ پڑھاتے رہے۔ بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے ایک قابل مدرس رکھ لیا اور ۱۳۶۸ھ سے ۱۳۷۱ھ تک مدرس پڑھاتا رہا۔ ۱۳۷۲ھ میں حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بہلوی اور حضرت بہلویؒ کے بھانجہ و داماد مولانا عبدالحمید صاحب شجاع آباد میں مدرسہ اشرف العلوم بطور مدرس مقرر ہوئے۔ اور مولانا محمد ہاشم صاحب مرحوم بن حضرت بہلویؒ نے بہلی شریف والے مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔

حضرت بہلویؒ کو والد صاحب کی نصیحت

بقول حضرت بہلوی قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت والد صاحبؒ بچپن میں اکثر وقت نصیحت وصیت فرمایا کرتے تھے انکی زیادہ تاکید حق عبدی کے بچنے پر زیادہ ہوتی تھی۔ تاکہ بچپن میں بھی جیسے لڑکے گندم وغیرہ کے خوشے لے لیتے ہیں۔ بندہ ان سے بھی دور رہتا تھا۔ پرائے حق سے پرہیز تھا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ کی نصیحت سے عبادت کا شوق حد سے زائد تھا۔ اور توحید کی طرف ان کی وصیت کا رُخ زیادہ ہوتا تھا۔ قبر پرستی سے ابتداءً نفرت تھی اور حسنِ اتفاق سے میرے ایک رفیق مولانا غلام صدیق صاحبؒ جو کہ بڑے موحد اور پوشیدہ بزرگ تھے ان کے فیض صحبت میں رہا۔ حضرت بہلویؒ نے فرمایا کہ میں جب دیوبند پہنچا ان ایام میں پہلے سال ایک سید صاحب بڑے بزرگ کی صحبت ملی اور دوسرے سال ایک بزرگ یاغستان کے مسمی مولانا مطیع الرحمٰن صاحبؒ صاحب کرامت تھے اور بچپن سے ان کے کمالات مشہور تھے۔ انؒ کی صحبت نصیب ہوئی یہ موصوف شریک

دورۂ حدیث شریف تھے۔ ان کے فیضِ صحبت میں بے شمار فیوضات نصیب ہوئے۔ اور بالخصوص حضرات اساتذہ کرام حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب کمالات جو دنیا میں مشہور و معروف کی صحبت حاصل ہوئی۔ اسی طرح وطن میں واپسی پر حضرت فانی فی اللہ و باقی باللہ مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کی صحبت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا غلام حسین صاحب سے بیعت

دو چار ماہ بعد حضرت مولانا محمد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں فرمایا کہ کانپور میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب جو ابدال وقت ہیں ان کے پاس سلوک یعنی راستۂ خدائی سیکھنے کے لئے عریضہ لکھوں، تو میں نے عریضہ لکھا۔ انہوں نے جواب میں یہ الفاظ لکھے۔

"خدا طلبی، بلا طلبی" تم عالم ہو قرآن حدیث پر جو عمل ہو سکے کرو۔

یہ واپسی جواب اپنے استاذ مولانا محمد امیر صاحب کو دکھلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ دوبارہ عریضہ لکھو۔ میں نے دوبارہ لکھا تو جواب میں فرمایا کہ تم سلوک اپنے استاذ صاحب کے پاس سیکھو۔ اور استاذ صاحب کی طرف بھی خط لکھدیا کہ انکو سلوک سکھاؤ۔ چنانچہ استاذ صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا کرو۔ آپ کے فرمانے پر کپڑا اوڑھ کر بیٹھ جاتا۔ چند ایام کے بعد مکاشفات شروع ہو گئے۔ اور استغراق بڑھتا گیا۔ چند ایام بعد بیعت ہو گیا۔ ایک مہینہ بعد لطیفہ روح کا بھی سبق دیا۔ پھر اچانک کسی واقعہ کے تحت حضرت استاذ صاحب گرفتار ہو گئے۔ اور میرا اضطراب بڑھتا گیا۔ اور خدا طلبی بلا طلبی کا ظہور شروع ہوا۔ کسی کروٹ چین نصیب نہیں تھا۔ پہلا سفر حضرت غوث زمیں فضل علی قریشی مسکین پور شریف کی طرف تھا۔

حضرت مولانا غلام حسین کا انتقال اور حضرت فضل علی قریشی سے بیعت واجازت

حضرت فضل علی قریشی کے پاس جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرا اور

مولانا محمد امیر صاحب کا ایک سلسلہ ہے اور ہم ایک ہی مرشد کے مرید ہیں اور خلیفہ ہیں۔
چنانچہ آپ کی صحبت میں بندہ کو بھی حالات کیفیات کشف انوار استغراق کشف قلوب
زیادہ ہو گئے ہیں پر سبق عنایت ہوتے گئے۔ ولایت کبریٰ تک اسباق ہو گئے مگر
اضطراب اور مرض بڑھتا گیا، دراثناء حضرت فضل علی قریشیؒ نے خلافت عنایت فرمائی۔
مگر مدہوش مضطرب خلق والے کو خدمت سے کیا کام اسی اثنار میں ایک طالبعلم نے نہایت
ضعیف جن کے بدن پر گوشت مطلقاً نہ تھا مشکل سے چلتا اور نوجوان تھا۔ قرآن مجید
کا پارہ دوم پڑھنے کو کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں ملک گجرات کاٹھیاوار کے علاقہ کا ہوں اس
کی نخافت و دوری سفر کو دیکھ کر رحم کر کے میں نے پڑھانا شروع کیا۔ نہایت کند ذہن
تھا کوئی لفظ بھی اس کو نہ آسکتا تھا۔ پھر اس کے دبلاپن و بے کسی سے چونکہ محنت
کرتا تھا وہ بھی تمام دن پڑھتا مگر شام تک ایک سطر مشکل سے پختہ ہوتی تین ماہ
بعد تنہائی میں مجھے فرمایا کہ میں آپ کے اضطراب کے رفع کے لئے کچھ تبلاؤں میں نے
فوراً عرض کیا کہ آپ میرے مرشد کی حیثیت سے ہونگے۔ بھلا اندھے کو آنکھ کی ضرورت
ہے مضطرب کو تسکین کی، لیکن اس نے کہا کہ میں اسی حالت طالب علمی میں رہوں گا۔
سلسلہ قادریہ مجددیہ میں اس طالب علم نے توجہ دی، مجلس نبوی علیہ السلام کا میرے
یقین میں پر تو پڑا تمام سلوک سینتالیس ۴۵ لطائف طے کر کے اور اجازت بخشی۔

کاٹھیاوار گجرات کا سفر

دوسرا سفر ملک کاٹھیاوار برائے حصول فیض روحانی و دفع اضطراب حضرت فیض درجت چشموی
بزرگ مولانا محمد عمر جان قدس سرہٗ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا مشرب محمدی ہے اور خلافت
بخشی۔ ان سے سلاسل ہشتت ۱۔ نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ ۲۔ قادریہ ۳۔ چشتیہ
۴۔ سہروردیہ ۵۔ کبرویہ ۶۔ مداریہ ۷۔ قلندریہ ۸۔ اور شطاریہ کی اجازت ملی۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب سے ملاقات

بفرمان حضرت مرشدی مولانا محمد امیر صاحب
حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والے کے پاس پہنچا۔ وہاں کچھ اضطراب کم ہوا

مگر اضطراب نے بے چین کر لیا تھا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تلمذ کا شرف

اس کے بعد دوسرے سال حضرت مولانا احمد
علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورۂ تفسیر القرآن پڑھا اور رنگ جان و مال و وطن آبرو
کی قربانی کرنے کا قرآن مجید میں پایا۔ حضرت لاہوریؒ بڑے کشف و فراست والے تھے
آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے متعلق عریضہ اپنے مرشد حضرت مولانا امروٹی سندھیؒ کے
پاس لکھتا ہوں جواب آنے پر وہاں پہنچیں۔ چنانچہ عریضہ لکھا گیا جواب آگیا۔

چھٹا سفر امروٹ شریف

حضرت مولانا تاج الدین صاحبؒ امروٹی نے بہت سے اذکار قادریہ خاندان میں تعلیم فرمائے
واپس غریب خانہ آیا مگر اضطراب کا عالم موجود تھا۔

سفر حجاز

وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی اور تمام اضطراب رفع ہو گئے انہوں نے فرمایا کہ میرا نام کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

حضرت حکیم الامتؒ سے اجازت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحت تھانویؒ سے بھی حضرت
بہلویؒ کا تعلق تھا۔ حضرت تھانویؒ سے سلسلہ چشتیہ میں اجازت ملی۔ اسی طرح
حضرت بہلویؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبید اللہ سندھیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔

حضرت بہلویؒ کی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر حجاز کو روانہ ہوئے
اور بعدہٗ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاضری ہوئی پھر حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کے پاس زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث
حضرت بہلوی کی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جب حضرت بہلویؒ نے اصرار
فرمایا کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ چشتیہ میں داخل فرمالیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ برابر انکار

فرماتے تھے کہ آپ تو باکمال ہیں آپ کو بیعت ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت بہلویؒ نے عرض کیا میں آپ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو کر آپ سے اور آپ کے بزرگوں سے صرف نسبت و تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں صرف تعلق و نسبت جوڑنے کے لئے مجھے بیعت فرمالیں۔ تو کافی اصرار کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ و حضرت بہلویؒ ایک کمرہ میں گئے اور کافی دیر تک دونوں اکیلے رہے جب باہر نکلے تو دونوں پسینہ سے تر بتر تھے۔ پھر حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت بہلویؒ کا نام اپنے خلفاء میں درج فرمالیا۔ اس واقعہ کو حضرت بہلویؒ نے خود بیان فرمایا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے بعض خلفاء بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

اساتذہ کرام

(۱) حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والے۔
(۲) حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بہلویؒ کے مشائخ عظام

(۱) حضرت مولانا مطیع الرحمٰن یاغستان۔
(۲) حضرت مولانا غلام حسین کان پوری۔
(۳) حضرت مولانا محمد امیر دامانی (۴) حضرت حسین علی واں بھچراں۔
(۵) حضرت فضل الٰہی قریشی مسکین پور شریف (۶) حضرت محمد امیر علی کاٹھیاواڑی۔
(۷) حضرت محمد عمر چشتیہ شریف کوئٹہ (۸) حضرت تاج محمود امروٹی سندھ۔
(۹) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۰) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی۔

حضرت بہلویؒ پاکستان کی شہرہ آفاق مگر غیر سیاسی شخصیت تھے

آپکے پاس پاکستان کے اکثر مشائخ و سجادہ نشین حضرات بریلوی مسلک کے بھی مثلاً گولڑہ شریف والے وغیرہ فیض حاصل کرنے کے لئے خفیہ طور پر آتے تھے۔ آپ کے خلفاء و مریدین میں اکثریت علماء طبقہ د پروفیسر حضرات، وکلاء حضرات، ٹیچرز صاحبان و سرکاری حکام ہیں۔ پورے پاکستان یعنی آزاد کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب میں آپ کے لاکھوں مریدین و معتقدین ہیں۔ اور بحمداللہ دن بدن سلسلہ والے

حضرات چاروں سلاسل میں بہت تعداد میں بڑھ رہے ہیں۔ حضرت بہلویؒ پاکستان کی جامع شخصیت تھی۔ بیک وقت آپ تمام اوصاف حسنہ کے مالک تھے۔ آپ بہت بڑے عالم، حافظ و قاری، محدث کبیر، فقیہ، شیخ التفسیر، کامل صوفی اور سلاسل ہشت کے مجاز وقت کے قطب تھے۔ آپ کے اکثر اوصاف حضرت تھانویؒ سے ملتے جلتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر پورے پاکستان میں جداگانہ حیثیت سے پڑھاتے تھے۔ اپنے دور کے تصوف کے امام سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی ایک کتاب (مستدلات الاحناف) جو عربی میں ایک جامع کتاب ہے، اکثر بڑے مدارس میں مشکواۃ شریف یا دورۂ حدیث شریف سے قبل پڑھائی جاتی ہے۔ آپ کا اپنا ذاتی گھر کے اندر ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا، تمام مکتبہ فکر کے علماء آپ کی شخصیت کو تسلیم کرتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ، حضرت مولانا عبدالہادی دین پور شریف، حضرت مولانا پیر عبدالمالک صاحبؒ تھانہ قریشی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ و دیگر اکابرین آپ کی خدمت میں آتے تھے اور دعائیں کرواتے تھے۔

حضرت بہلویؒ کی تصانیفات

تفسیر القرآن، فوائد القرآن المعروف بہ اصطلاحات القرآن، تفسیر سورۂ فاتحہ، المستدلات الاحناف، علم حدیث، الشجرۃ الطیبہ، خیر الاذکار، عمرۃ الاذکار، (علم تصوف کی جامع کتاب) طب روحانی، فیض روحانی، الوفا بعہد الاولیاء، تحفۃ الفقیر، مہمات التصوف، معارف السلوک، التصرف فی حقیقۃ البیعت (التصوف) انکشاف المثل والاوہام، محاسبۃ الاعمال، قوانین، تعلیم تربیت، ترک المنکرات، تصوف اہل صفاء، ہمزات الشیٰطین، اشاعت التوحید، کتاب الادعیہ والتعویذات، شجرۃ التوحید، طاعۃ الاعلیٰ فیما یتقلن بالاعضاء، فوائد مختلف، تصوف الاعمال، وغیرہ ذالک۔

حضرت بہلویؒ نے کتب احادیث و التفاسیر کی کتب پر بہت زیادہ حاشیہ عربی میں لکھے تھے آپ کا طرز و طریق سلوک حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہے۔

انتقال پر ملال ۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۷۸ء وقت بعد نماز عشاء آپ کا جنازہ مبارک حافظ الحدیث حضرت عبد اللہ درخواستی مدظلہ نے پڑھایا آپ کو دوسرے روز بعد نماز مغرب مدرسہ اشرف العلوم حبیب آباد کی جامع مسجد کے پاس مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کے جنازہ پر تقریباً ایک لاکھ آدمی شریک ہوئے۔ حالانکہ آزاد کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان اور صوبہ سندھ سے مریدین واحباب بروقت اطلاع نہ ملنے کے سبب نہ پہنچ سکے البتہ یہ حضرات تیسرے روز پہنچے۔ شجاع آباد کی تاریخ میں جنازے پر اتنا بڑا اجتماع کبھی بھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ تھا حضرت بہلویؒ کا مختصر تعارف۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنی مخصوص دعاؤں میں ہم سب کو یاد رکھیں اور دعا خصوصی فرمادیں کہ حضرت بہلویؒ وحضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مشن قیامت تک چلتا رہے۔ اور خداوند تعالیٰ دن بدن ترقی عنایت فرمادیں۔ آمین۔

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب مدفیوضہم

نام اشتیاق احمد بن مولانا نصیر الدین صاحبؒ۔

طفولیت وتعلیم اس عاجز کی ولادت شب چہارشنبہ ۱۳؍ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۳؍ دسمبر ۱۹۴۱ء کو ہوئی: بچپن کی تعلیم وتربیت والد صاحب (حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ) جو دار العلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں ہیں کے ذریعہ ہوئی۔ ہدایۃ النحو وغیرہ کتب والد صاحب سے پڑھ کر ۱۹؍ شوال المکرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۲؍ جولائی ۱۹۵۳ء یوم پنجشنبہ ۱۲ سال کی عمر میں بغرض تحصیل علوم دینیہ جامع مفتاح العلوم مئو اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوا اور دوسرے دن وہاں پہنچا۔ کافیہ کی جماعت میں وہاں داخل ہوا اور ۴ سال تک رہکر ہدایہ اولین، نور الانوار، مقامات حریری، دیوان متنبی وغیرہ کتب پڑھیں۔ وہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ (والد ماجد مولانا سعید الاعظمی ندوی) تھے۔

اعلیٰ تعلیم ۱۲؍ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳؍ مئی ۱۹۵۷ء بروز دوشنبہ دیوبند کے لئے روانہ ہوا اور دوسرے دن وہاں پہنچا۔ شرح عقائد، دیوان حماسہ، حسامی، میبذی، ملاحسن کی جماعت میں داخلہ ہوا۔ میرا پہلا سال تھا جب کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے وفات پائی انکی مجالس اور درس میں حاضری کی بکثرت حاصل ہوئی ۴ سال تک وہاں زیر تعلیم رہ کر ماہ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق فروری ۱۹۶۱ء میں دورۂ حدیث کا امتحان دیا اور بحمد اللہ اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ صدر المدرس دار العلوم دیوبند حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ حضرت مولانا معراج الحق صاحب مدظلہٗ موجودہ صدر المدرس دار العلوم دیوبند

حضرت سید حسن صاحبؒ حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ حضرت مولانا ظہور احمد صاحبؒ دورۂ حدیث اور اونچی کتابوں کے اساتذہ تھے۔

دینی تعلیمی خدمات

فراغت کے بعد ۶ مہینے دہلی میں آکر ایک مدرسہ جامع اعظم میں تدریس اور فارغ اوقات میں تصحیح کتب کا کام کرتا رہا۔ پھر حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب کے توسط سے بجنور کے ایک گاؤں "بیگاوالا" کے مدرسہ میں دو ماہ تک ابتدائی کتب عربی پڑھائی اس کے بعد حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کے توسط سے مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ گیا اور ساڑھے تین سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتا رہا صحت کی خرابی، آب وہوا کی ناموافقت اور بعض ذمہ داریوں کے طرز عمل کی وجہ سے مجبوراً مدرسہ چھوڑنا پڑا اور حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب کے ایما پر جامعہ اشرفیہ تھانہ بھون آگیا مگر یہاں کی مدت قیام بھی چند ماہ سے زیادہ نہیں رہ سکی۔ اور خرابی صحت کی وجہ سے حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے مشورہ سے رانچی چلا گیا۔ ایک سال تک وہاں رہا مگر چونکہ کتابیں ابتدائی تھیں اس لئے طبیعت لگ نہیں رہی تھی۔ ادھر مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفرپور سے خط گیا جس میں یہاں آنے کی پیشکش کی گئی تھی چنانچہ ۱۹۶۶ء میں یہاں آگیا اور اس وقت سے یہیں قیام ہے، مسلم شریف ابو داؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر المعانی، البلاغۃ الواضحہ، سبعہ معلقہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، شرح وقایہ، مختارات وغیرہ پڑھانے کی نوبت آئی۔

نکاح واولاد

میری شادی بعد نماز جمعہ ۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ر مارچ ۱۹۶۴ء کو مسجد میں ہوئی ایک لڑکی بقید حیات ہے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا۔

علاقہ وماحول

ہماری برادری سمری بختیارپور ضلع سہرسا (بہار) کے علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے اور جونپوری شیخ کہلاتی ہے اس لئے کہ

ان کے آباء واجداد جونپور سے یہاں آکر مقیم ہوگئے تھے ان میں جہالت اور بدعات و خرافات کی بڑی کثرت سے سب سے پہلے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے والے ہمارے والد صاحب اور ان کے ایک ساتھی مولوی نسیم الدین صاحب ہیں۔ الحمدللہ اب علاقہ کی علمی ودینی حالت اچھی ہے سینکڑوں فضلاء دیوبند بن گئے ہیں، بدعات بھی بہت حد تک ختم ہوگئی ہیں مگر جو غالی رضاخانی ہیں وہ بدعات وخرافات میں اسی طرح ڈوبے ہوئے ہیں ان کا تعلق زیادہ تر کچھوچھہ فیض آباد کے پیروں سے ہے جن کا دورہ اس علاقہ میں برابر ہوتا رہتا ہے انکے مدارس بھی علاقہ میں قائم ہوگئے ہیں۔

ہمارے والدین حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہیں اور ہمارا گاؤں مبارک پور اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ وہاں فضلاء دیوبند کی بڑی تعداد موجود ہے والدین کی زبانی اور گاؤں کے بڑے بزرگوں کی مجالس میں بچپن سے حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے حالات اور ان کی للّٰہیت وولایت کے واقعات سنتے سنتے دل میں حضرت مدنیؒ سے انتہائی عقیدت ومحبت بیٹھ گئی تھی۔

بیعت

دیوبند میں حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی مجلسوں میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور اس سے مزید عقیدت میں اضافہ ہوا ان کے وصال کے بعد ہی سے شدید داعیہ پیدا ہوا کہ کسی بزرگ کے دامن سے وابستہ ہوجائے نگاہ دوڑائی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ پر نگاہ جم گئی اس کی سب سے بڑی وجہ تو حضرت کی جامعیت تھی اور تائید کے درجہ میں حضرت کا خاص تعلق تھا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ مگر ایسے حالات پیش آتے رہے کہ شدید خواہش اور جذبۂ عقیدت ومحبت کے باوجود (جو دن بدن بڑھتا ہی جارہا تھا) بیعت میں تاخیر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ میں اتنا غلبہ ہوا کہ بیعت کی درخواست بذریعۂ خط ہی حضرت اقدسؒ کی خدمت میں روانہ کردی اور اس ڈر سے کہ شاید درخواست حضرت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کرسکے درخواست پہلے حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کی خدمت میں روانہ

کرکے ان سے گذارش کی کہ آپ اپنی سفارش کے ساتھ یہ درخواست حضرت اقدسؒ کی
خدمت میں روانہ کردیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت اقدسؒ نے درخواست قبول فرماکر
اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیا چند دنوں کے بعد سہارنپور حاضری کی سعادت حاصل ہوئی
اور بالمشافہہ بھی بیعت ہوگیا۔

معمولات واحوال

بیعت اور سہارنپور حاضری کے بعد عبادات کا ذوق و شوق، تسبیحات ونوافل واذکار وغیرہ کی پابندی
خوف آخرت، گریہ وزاری، توجہ وانابت الی اللہ اپنے رذائل سے نفرت ووحشت
وغیرہ جو کیفیات وحالات پیش آئے وہ ضبط تحریر میں آنا مشکل ہے اور اب وہ یاد
آتے ہیں تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور سخت حسرت ہوتی ہے۔

وساوس پر حضرت کی نظر

سہارنپور کی اس پہلی حاضری کا واقعہ ہے غالبًا پہلا دن تھا حضرت کے بعد کی مجلس میں یہ
عاجز بیٹھا تھا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بالکل خاموش تشریف فرما تھے دل میں یہ
خطرہ گذر رہا تھا کہ اس طرح بیٹھے رہنے سے کیا حاصل کہ معًا حضرت اقدسؒ گویا ہوئے
اور فرمایا (مفہوم یہ تھا) کہ مجھے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کا یہ مقولہ بہت پسند آیا
کہ جو شخص مجلس میں میرے خاموش رہنے کو اپنے لئے مفید نہ سمجھے وہ میری مجلس میں
نہ آئے۔ یہ سننا تھا کہ میں ہمہ تن متوجہ ہوکر بیٹھ گیا۔

حضرت کی دعا سے شفایاب ہونا

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی دعا کی قبولیت وبرکت کا ایک دوسرا واقعہ بھی میری زندگی
میں بہت نمایاں ہے جس کا کھلے آنکھوں مشاہدہ ہوا اور جس کا تذکرہ میں اپنے احباب
سے بارہا کرچکا ہوں کہ مجھے بچپن سے دانتوں سے خون نکلنے کی سخت شکایت تھی بعض
اوقات کلی کرتے وقت دانتوں سے خون نکلنا شروع ہوجاتا اور آدھ آدھ گھنٹہ کلی
کرتا رہتا تھا دانتوں سے پھل کھاتا تو پھل پر خون کے نشانات آجاتے تھے تقریبًا پندرہ
سال سے یہ شکایت تھی یونانی انگریزی اور ہومیوپیتھک ہر طرح کے علاج کرکے تھک چکا

تھا خون آنے میں معمولی سی کمی بھی واقع نہیں ہوئی تھی۔ سہارنپور حضرت شیخ نوراللہ
مرقدہٗ کی خدمت میں گذارنے کے ارادہ سے حاضری ہوتی ملاقات کے وقت روحانی
وجسمانی امراض سے شفاء کی درخواست کی۔ ماہ مبارک ہی میں دیکھا کہ خون کا آنا بند
ہوگیا ہے دو چار دن تو اتفاق پر محمول کیا مگر الحمدللہ وہ دن ہے اور آج کا دن تقریبًا
۱۶/۱۷ سال ہوگئے خون نہیں آیا اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے جن کو میں نے
حضرت اقدسؒ کی کرامت پر محمول کیا مگر چونکہ یہ دلیل ولایت نہیں اس لئے ان کے
تذکرہ سے پہلوتہی کرتا ہوں۔

خلافت

۱۹۷۶ء کے اواخر میں حضرت اقدس نے بعد فراغ حج مدینہ منورہ زادہا
اللہ شرفا وکرامۃ سے بذریعہ گرامی نامہ اجازت مرحمت فرمائی۔

سرکاری امداد مدارس کے لئے مضر ہے

ہمارے مدرسہ میں چند سال ہوئے ممبران ومنتظمین
واساتذہ میں یہ بات چلی کہ مدرسہ کو "مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بہار" جو گورنمنٹ کا ادارہ
ہے اور بہار کے اکثر وبیشتر مدارس اس سے ملحق ہیں اس مدرسہ کو بھی اس سے ملحق
کردیا جائے میں نے حضرت اقدس کو اس سے مطلع کیا اور اپنی تشویش کا اظہار کیا
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فورًا جواب مرحمت فرمایا جس میں الحاق کا ضرر بلکہ بغیر
الحاق کے بھی کسی نوع کی سرکاری امداد قبول کرنے کا نقصان بیان فرمایا۔

بدعات سے اجتناب کے ساتھ اصلاح کی کوشش

مظفرپور بدعات
وخرافات اور الحاد ومراسم پرستی کا مرکز ہے مزارات کی کثرت بھی ہے اور وہ آباد و
بارونق بھی ہیں یہاں میلاد کی مجالس بکثرت ہوتی ہیں میں جب یہاں آیا تو میں نے دیکھا
کہ اس مدرسہ کے ذمہ دار حضرات اور اساتذہ ان مجالس میں شریک بھی ہوتے ہیں اور
قیام بھی کرتے ہیں میں نے اس سلسلہ میں عریضہ لکھا حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا
کہ ملاقات کے وقت کہنا چنانچہ رمضان المبارک کے موقع پر اس عاجز نے استفسار

کیا تو حضرت نے جو جواب مرحمت فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر منکرات اور خودساختہ قیودات کی پابندی نہ ہو تو شرکت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علاقہ کی اصلاح

آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی توجہات عالم کی برکت سے اس شہر کے حالات اب پہلے جیسے نہیں رہے الحمدللہ بدعات میں بہت کمی ہوگئی ہے اتباع سنت کا ذوق بڑھ رہا ہے تبلیغی کام میں بھی دن بدن ترقی ہے علوم دینیہ کے ساتھ دلچسپی میں بھی اضافہ ہورہا ہے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے تعلق وتوسل رکھنے والے حضرات کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے، شہر میں اور مضافات میں اہل حق کے کئی مدارس بھی قائم ہوچکے ہیں
فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

حضرت مولانا محمد طاہر منصور پوری صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

سید محمد طاہر حسینی ندوۃ العلماء ٹیگور مارگ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ فون نمبر ۴۷۸۵۹۔

تربیت وتعلیم

صحیح تاریخ پیدائش تو معلوم نہیں اور نہ اعزہ سے معلوم ہوسکی لیکن بعض قرائن سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ میری پیدائش ۱۹۲۹ء میں ہوئی ہے ماہ کا تعین مشکل ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم سول اسپتال میں سول سرجن کے آفس میں ہیڈ کلرک تھے اس بناء پر ان کا مختلف شہروں میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا مثلاً مظفرنگر، بریلی، دہرہ دون اور بجنور میں بھی ان کے ساتھ ہر جگہ جاتا رہا ہر جگہ وہاں کے مقامی مدرسہ میں مجھکو داخل کردیا جاتا اور وہ اپنے طریقہ پر تعلیم دیتے پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شہر جانا ہوا تو وہاں کے مدرسہ والے اپنے طریقہ پر تعلیم دیتے یہی سلسلہ چلتا رہا اور صحیح طور پر تعلیم کا انتظام نہ ہوسکا اور میری عمر ضائع ہوتی رہی اس انتشار میں عمر کے ۱۲-۱۳ سال گذر گئے اور میں کوئی ٹھوس تعلیم حاصل نہ کرسکا۔

والد صاحب کا حضرت رائپوریؒ سے تعلق

میرے والد صاحب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور حضرت اقدس سے بہت زیادہ خصوصی تعلق وعقیدت رکھتے تھے اور حضرت اقدس بھی ان کے ساتھ بہت شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے اور اس کی وجہ سے مجھ پر بھی حضرت اقدس کی بڑی نظر عنایت تھی اور بہت لطف وکرم فرماتے تھے۔ میرے والد مرحوم بجنور میں تھے کہ انکی دعوت پر حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ بجنور تشریف لائے حضرت اقدس نے والد صاحب سے میری تعلیم کی بابت دریافت فرمایا والد صاحب کے جواب پر فرمایا کہ آپ نے اسکی عمر ضائع کردی اب تک بہت کچھ پڑھ لیتا اور برجستہ فرمایا کہ میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور میں اس کو تعلیم

دلاؤں گا حضرت اقدس نے یہ بات بہت زور دے کر فرمائی اس لئے والد صاحب کو
حضرت اقدس کی خوشنودی کے تحت بات ماننی پڑی اور وہ کچھ اس سلسلہ میں عرض
نہ کرسکے حضرت کا قیام دو تین دن رہا۔

حضرت رائپوری کی نگران میں تعلیم

جب حضرت اقدس کی روانگی ہوئی میرا سامان بھی باندھ
دیا گیا اور حضرت اقدس کے ساتھ میں روانہ ہو گیا حضرت اقدس کے اجل خلیفہ حضرت
مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب کوٹی کا جگراؤں ضلع لدھیانہ
(پنجاب) میں مدرسہ تھا اور وہاں کی تعلیم بہت اچھی تھی حضرت اقدس نے رائے پور
پہونچنے کے تین چار روز بعد اپنے خادم راؤ الطاف الرحمٰن صاحب کے ساتھ جگراؤں تعلیم
کے لئے بھیجدیا ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء دو سال میں نے وہاں تعلیم حاصل کی کافیہ تک وہاں
تعلیم حاصل کی میرے وہاں تنہا رہ جانے اور دو سال گذار دینے پر حضرت اقدس کو بہت
خوشی ہوئی اور حضرت اقدس کی میرے اوپر اور زیادہ شفقت وعنایت ہونے لگی حضرت
اقدس کے تعلق کی وجہ سے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب
کوٹی بھی بہت شفقت وکرم کا معاملہ فرماتے تھے۔ زمانہ تعلیم سے حضرت اقدس کی وفات
تک میرا ہر ہر رمضان حضرت اقدس کی خدمت میں رائپور گذرتا تھا۔ وہیں پر حضرت
شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ سے تعارف ہوا اور تعلق بتدریج بڑھنا شروع ہو گیا۔

"نظام الدین میں" تعلیم

۱۹۴۵ء میں حضرت اقدس رائپوری اور حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ سے نظام الدین جانا طے
پایا ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سے جامع صغیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے قصیدہ بردہ، قصیدہ،
بانت سعاد اور شرح جامی۔ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مدظلہ العالی سے مختصر
المعانی، شرح وقایہ اور نور الانوار اور دوسرے اساتذہ سے دوسری کتابیں پڑھیں
طلبہ کی جماعت کیساتھ دور قریب ہر جمعرات کو پیدل جماعت میں جاتا تھا اور جمعہ کی

شام کو مدرسہ واپسی ہو جاتی تھی اس سال میوات کے بڑے بڑے اجتماعات میں بھی
شرکت کی سعادت حاصل ہوئی مدرسہ میں کھانا پکانے میں میری باری بھی لگتی تھی
کھانا پکانے کا پہلی بار وہاں اتفاق ہوا۔

تعلیم کی تکمیل

۱۹۴۶ء میں دونوں حضرات کے مشورے سے میں مدرسہ مظاہر العلوم
آ گیا تین سال عالمیت کی تکمیل میں گذرے اور ۱۹۴۹ء میں فنون
پڑھے اور دونوں حضرات کے مشورہ سے ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء آ گیا اور
یہاں ایک سال صرف آخری درجہ کے اسباق کی سماعت کی امتحان نہیں دینا پڑا۔

نکاح واولاد

۳؍ جولائی ۱۹۵۳ء کو دونوں حضرات کی اجازت وپسندیدگی
سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب حسنی ندوی مدظلہ
العالی کی حقیقی بھتیجی سے میرا عقد ہوا۔ میرے گھر میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں
ایک بچی کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، چار اولاد بقید حیات ہیں لڑکوں کے نام محمد سلمان
محمد اسحاق، محمد صہیب ہے اور لڑکی کا نام مریم ہے۔ محمد سلمان اور مریم کی شادی مارچ
۱۹۸۲ء کے آخری عشرہ میں ہو گئی ہے۔ محمد سلمان نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے امتیازی
نمبروں کے ساتھ فضیلت پاس کیا پھر وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ریاض
یونیورسٹی چلا گیا وہاں اس نے چار سال گذارے اور ہر امتحان امتیازی نمبروں
سے پاس کر کے انعام پاتا رہا وہاں ایم اے کرنے کے بعد وہ واپس آ گیا ڈاکٹریٹ کے
لئے اس نے وہاں درخواست گذاری تھی جو منظور کر لی گئی تھی لیکن موضوع ابھی تک
متفقہ طور پر طے نہیں ہوا ہے۔ اس نے شروع تعلیمی سال سے آخری سال تعلیمی تک
ہر امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا ہے ریاض یونیورسٹی میں اس نے حدیث پر ایم اے
کیا ہے۔ آج کل وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔
محمد اسحاق فضیلت کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا ہے اور محمد صہیب ہفتم عربی
میں اس سال آیا ہے۔ اس وقت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہیڈ آفس میں بحیثیت
اسسٹنٹ سیکرٹری کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ مالیات کا شعبہ تمام تر مجھ سے

متعلق ہے۔

حجاز کا تبلیغی سفر

۱۹۵۰ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ حجاز مقدس جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بمبئی سے جس جہاز سے روانگی ہوئی اسی جہاز سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ اپنے قافلہ کے ساتھ سفرحج پر تشریف لے جارہے تھے ہمارا قافلہ بھی حضرت اقدس رائپوری کے قافلہ کے ساتھ شامل ہوگیا پوراسفر حضرت اقدس کی معیت میں گذرا اور جب تک حضرت اقدس کا حجاز مقدس میں قیام رہا سب لوگ حضرت اقدس کے ساتھ رہے قیام وطعام ساتھ رہتا تھا اور حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں تبلیغی کام بھی کرتے رہے اس سال پہلی بار یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ اور ارباب حکومت میں تبلیغی کام کا وسیع پیمانہ پر بہت مؤثر انداز میں تعارف ہوا اور اس کام کے ان پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ اور ان کے بعض رفقاء ایک سال بعد دوسرا حج کرکے ہندوستان واپس تشریف لے گئے۔ اور میں نے ایک سال مزید وہاں قیام کیا حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی ہندوستان واپسی کے بعد میں مولانا سید احمد خان صاحب امیر جماعت تبلیغ کے پاس چلا گیا اور ان کی سرپرستی میں تبلیغی کام کرتا رہا اس سال سعودیہ عربیہ کے قریب قریب سب شہروں میں جماعت کے ساتھ جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور زیادہ تر مجھ ہی کو خطاب کرنا پڑتا تھا۔ کئی بار مکۃ المعظمہ میں مولانا سید احمد صاحب کی عدم موجودگی میں نیابت کے فرائض میرے سپرد کئے گئے۔ تیسرا حج کرکے ایک بڑی جماعت کے ساتھ جس کی تشکیل مولانا سید احمد صاحب نے کی تھی اور اس کا امیر اصرار کرکے مجھے بنایا گیا تھا حجاز مقدس سے روانگی ہوئی شرق اردن شام اور عراق کے ملکوں میں تبلیغی کام کرتے ہوئے بمبئی واپس آگئے اس دورہ میں مجموعی طور پر چھ ماہ صرف ہوئے۔

نوساری گجرات میں تدریسی خدمات

۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے مشورہ سے نوساری ضلع سورت (گجرات) کے مدرسہ میں چند ماہ تدریسی خدمات انجام دیں مدرسہ کی کمیٹی میں بعض اہم ذمہ دار بریلوی خیالات رکھتے تھے جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں دیوبندی خیالات رکھتا ہوں اور میرا حلقہ اثر روز بروز بڑھتا ہوا دیکھ کر انکو یہ خطرہ گذرا کہ کہیں یہ مسجد اور مدرسہ ہمارے ہاتھ سے نکل کر دیوبندیوں کے پاس چلا جائے تو انہوں نے میرے خلاف بہت پروپیگنڈہ کیا جب اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے مجھ کو مدرسہ سے برطرف کردیا وہاں کے تبلیغی احباب نیز دوسرے معزز حضرات نے اصرار سے مجھے اس امید پر روک لیا کہ شاید کچھ عرصہ بعد مدرسہ کے حالات سازگار ہوجائیں اور پھر میں مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرسکوں وہاں کے لوگوں نے بھی بہت کوششیں کیں مگر کچھ حاصل نہ ہوا ایک ماہ مزید قیام کرکے واپس آگیا۔

اٹاوہ کے بعد ندوۃ میں تقرر

پھر ۱۹۵۶ء میں اٹاوہ (یوپی) کے ایک بڑے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کردیں لیکن وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی کوئی نہ کوئی شکایت چلتی رہی۔ ۷-۸ ماہ بعد مجھے ٹائیفائڈ ہوگیا جس سے میری حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور وہاں کسی علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ طبیعت روز بروز گرتی چلی گئی میرے گھر والوں کو جب میری علالت کا علم ہوا تو وہ آکر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اس علالت کا سلسلہ دوسال تک چلتا رہا معالج علاج کرتے کرتے تھک گئے مگر بخار کسی طرح جانے کا نام نہ لے دونوں مونڈھے اور دونوں سرین انجکشنوں کی وجہ سے چھلنی ہوگئے تھے۔ اگست ۱۹۵۸ء میں مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم ندوۃ العلماء نے مجھے ندوۃ میں ملازم رکھ لیا اس وقت سے اب تک ندوۃ کے ساتھ منسلک ہوں۔ تعلیمی لائن اختیار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن مقدر نے ساتھ نہیں دیا۔ میں ضلع مظفر گڑھ (یوپی) کا رہنے والا ہوں دیوبند، سہارنپور، کاندھلہ، تھانہ بھون اور میرٹھ کے مشائخ کے دوروں کی

وجہ سے پورا علاقہ اپنی دینداری اصلاح وتقویٰ اور ایثار وقربانی میں ممتاز رہا ہے یہاں کے
عوام الناس تک بہت دیندار ہیں۔

"حضرت کی پہلی" زیارت

حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ تعلیم دلانے کی غرض سے بجنور سے مجھے لیکر جب
سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کے یہاں پہونچے تو حضرت رائپوری
نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے میرا تعارف کرایا اور لانیکی غرض بتائی تو حضرت
شیخ الحدیث صاحب بہت خوش ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ میرے والد
صاحب مرحوم سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور میرے والد صاحب مرحوم پر بہت
شفقت وعنایت فرمایا کرتے تھے اور میرے والد صاحب مرحوم کو بھی حضرت شیخ الحدیث
صاحب سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ یہ میری سب سے پہلی زیارت تھی اس
سے قبل زیارت کا مجھے موقع نصیب نہیں ہوا تھا اس وقت میری عمر ۱۳-۱۴
سال کی ہوگی۔

حضرت رائپوری کے یہاں روحانی تربیت

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ
زمانہ تعلیم کا میرا ہر رمضان رائپور حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ کی خدمت
میں گذرتا تھا ہر مرتبہ رائپور جاتے وقت ہفتہ عشرہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ
کی خدمت میں بھی وقت گذارنے کی سعادت نصیب ہوتی تھی کبھی جب میں نے
اس سے زیادہ وقت گذارنے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب
نے اسکو منظور نہیں کیا اور رائپور جانے کی تاکید فرمائی کہ حضرت کو تمہارا انتظار
ہوگا۔ حضرت اقدس رائپوری میرے حال پر بہت خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے اور
بہت زیادہ شفقت وعنایت اور کرم کا معاملہ فرمایا کرتے تھے خود مجھ کو حضرت اقدس سے
والہانہ تعلق تھا۔ حضرت اقدس رائپوری نے کئی بار مجھے اپنے پاس بٹھا کر ذکر خود کر کے
اس کا طریقہ تلقین فرمایا اور اپنے قریب بٹھا کر ذکر کروایا کرتے تھے مگر اس وقت میں

بیعت کے مفہوم سے زیادہ واقف نہ تھا اس بنا پر حضرت اقدس رائپوری سے بیعت
نہ ہو سکا مگر حضرت اقدس بیعت کرنے والوں کی طرح مجھ سے معاملہ کرتے تھے ابتدائی زیارت
کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب سے برابر تعلق بڑھتا گیا اور سہارنپور اعلیٰ تعلیم
حاصل کرنے کی غرض سے جب حاضر ہوا تو پہلے سال کے شروع کئی ماہ حضرت شیخ الحدیث
صاحب کے کچے گھر میں رہا پھر مدرسہ قدیم کی مسجد کے اندرونی حجرہ میں منتقل ہوگیا سنا
ہے اس حجرہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ تعلیم میں
قیام کیا تھا مدرسہ مظاہر العلوم کے پورے زمانہ تعلیم میں کھانا وناشتہ پابندی کے
ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ کیا کرتا تھا اس زمانہ میں تعلق بہت
بڑھ گیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب بہت محبت فرماتے تھے مجھے یاد نہیں کہ
حضرت شیخ الحدیث صاحب کبھی مجھ سے ناراض ہوئے ہوں یا کسی بات پر مجھے ڈانٹا ہو۔

حضرت شیخؒ سے بیعت

بیعت کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے طبیعت میں میلان پیدا ہوا استخارہ
کے بعد بھی طبیعت کا میلان بدستور قائم رہا بلکہ بیعت کا تقاضہ پیدا ہوا میں نے حضرت
شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کی درخواست کی پہلے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس
رائے پوری سے بیعت ہو جاؤ جب کہ انکی تمہارے اوپر خصوصی عنایت ہے میں نے
جب یہ کہا کہ استخارہ کے بعد بیعت کا میلان آپ ہی کی طرف ہو رہا ہے تو یہ کہکر معذرت
کردی کہ ابھی تم طالب علم ہو جب فراغت ہو جائے تب بیعت ہو جانا میری مسلسل
درخواست کے سبب سنہ ۱۹۴۸ء میں مجھے بیعت کا شرف بخشا۔

بیعت بالمشافہ ہوا۔ بیعت کے بعد سوم کلمہ، استغفار اور درود شریف کی ایک
ایک تسبیح صبح وشام پڑھنے کے لئے بتانے کے بعد ذکر کی بارہ تسبیحیں بتائیں اور اسکا طریقہ
خود تلقین فرمایا اور اپنی نگرانی میں ذکر کروایا کرتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی
قابل ذکر بات یاد نہیں آرہی ہے۔

خطوط محفوظ کرنے کا مجھے کبھی اہتمام نہیں ہوا اس کے سبب حضرت شیخ الحدیث

صاحب کے بہت سے خطوط ضائع ہو گئے اپنے خطوط کی بھی کوئی نقل نہیں رکھی کچھ خطوط بہت بعد کے محفوظ رہ گئے ہیں انکی فوٹو اسٹیٹ کاپی روانہ کی جا رہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے میرے سامنے کئی حضرات کو ڈانٹا پھر ان کے ساتھ کیا کیا معاملہ کیا مجھے اس کا علم نہیں تحقیق و جستجو کا نہ مجھے شوق تھا اور نہ اس سے میری طبیعت کو کوئی مناسبت تھی۔

صرف بارہ تسبیح

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مجھے بارہ تسبیحات سے زیادہ پڑھنے کو کچھ نہیں بتایا میرے بار بار کے استفسار کے جواب میں حضرت نے یہی فرمایا کہ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے جب میں نے زیادہ اس سلسلہ میں کچھ کہنا شروع کیا تو ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اتنی مقدار کی نسبت حاصل ہے تو زیادہ کی کیا ضرورت آخر وقت تک انہیں تسبیحات پر میں نے اکتفا کیا۔ امراضِ قلب سے متعلق خطوط محفوظ نہیں رہے اور نہ انکی کوئی خاص تفصیل ذہن میں محفوظ ہے۔

خلافت

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے دو بار مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا پہلی بار دار الطلبہ جدیدیہ میں ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کو بعد مغرب خلوت گاہ میں آنے کی ہدایت فرمائی میں اوابین پڑھکر خلوت گاہ کے قریب آکر بیٹھ گیا اور اس وقت میرے اوپر رقت کا غلبہ تھا اور بدن پر لرزہ طاری تھا اور مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ حضرت نے اس وقت کیوں طلب فرمایا ہے۔

معمولات کی پابندی

حضرت شیخ الحدیث صاحب اوابین پڑھ رہے تھے اوابین پڑھنے کے بعد مجھے اندر بلالیا میرے ہاتھ میں ہاتھ دیکھکر ارشاد فرمایا کہ میں توکلاً تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ معمولات کی پابندی کرتے رہنا معمولات کی پابندی سے ہی ترقی ہوگی ورنہ ترقی رُک جائے گی اور ایک تحریر میرے حوالہ کی اور جا نماز عطا کی دوسری بار مولانا سید محمد ثانی صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کی اجازت کے وقت تہجّد میں ہم دونوں کو طلب فرمایا اور دونوں کو ایک ساتھ صرف زبانی بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور معمولات کے

کرتے رہنے کی ہدایت کی اور ہم دونوں کو ایک ایک عربی ٹوپی عنایت فرمائی۔

تدریس کی اولیت

حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دفتری کاموں کی زیادتی کے سبب میری مجبوری کا بخوبی علم تھا اس لئے حضرت نے اس سلسلہ میں کوئی خاص ہدایت نہیں فرمائی مگر حضرت اقدسؒ کی یہ خواہش ضرور تھی اور حضرت اقدس یہ چاہتے تھے کہ میں دفتری کام سے درس و تدریس کے شعبہ میں منتقل کر دیا جاؤں اور انہوں نے کئی بار حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہٗ سے فرمایا کہ آپ نے طاہر کو کہاں پھنسا دیا اس کو تو تعلیمی شعبہ میں رکھنا چاہئے تھا کبھی ارشاد فرمایا کہ اس کو ایک آدھ سبق دیکر تو دیکھئے اس کے جواب میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے یہ کہا کہ اس کی صلاحیت سے میں واقف ہوں لیکن نہ معلوم کن مواقع کے تحت انہوں نے مجھے تعلیمی شعبہ میں نہیں لیا اگر تدریسی شعبہ میں ہوتا تو شیخ کی خواہش کے پورا ہونے کا کچھ سامان ہو جاتا۔

تبلیغ و مدارس کے قیام کی ہدایات

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے تبلیغی کام کی اہمیت پر بار بار زور دیا اور اس میں حتی الامکان تعاون کی ہدایت فرمائی اور مدرسہ دینیہ قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی مگر میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے ان کاموں میں پورے طور پر حصّہ نہ لے سکا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی ایک شاخ رائے بریلی میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کی بستی سے تھوڑے فاصلہ پر قائم کی گئی ہے جس میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے کورس کے مطابق سوم عربی تک تعلیم دیجاتی ہے اور حفظ قرآن کا بھی اہتمام ہے اس کی نظامت احقر کے سپرد کی گئی ہے اس کے کچھ ذیلی مکاتب شہر کے مختلف گوشوں میں قائم کئے گئے ہیں۔

طلبہ کے بارے میں حضرتؒ کا ذوق

حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنی مجلسی گفتگو میں اکثر و بیشتر اسلاف کے قصے بہت مزہ لے لیکر سناتے تھے اور انکی اداؤں پر دل و جان سے فدا تھے۔ مدارس کے ذمّہ داروں کو امانت داری کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ

کی خیانت خواہ کسی نوع کی ہو اس کی سزا دنیا میں ضرور ملتی ہے اس لئے مدرسہ کی خیانت کرنے سے بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔ طلبہ کے لئے اس بات کو بہت مضر سمجھتے تھے کہ طلبہ اخبارات ورسائل پڑھیں. جلسہ جلوسوں میں شرکت کریں یا بلاضرورت گھومتے پھریں کسی تعلق والے کے متعلق اگر یہ بات معلوم ہوتی تو اس پر بہت برہم ہوتے بلکہ ان کا ذوق تو یہ تھا کہ طلبہ دوران تعلیم صرف تعلیم ہی کی طرف پورا دھیان دیں کسی دوسری چیز کی طرف جو تعلیم کے حصول میں کسی درجہ میں حارج ہو اس کی طرف بالکل توجہ نہ دیں خواہ وہ چیز کتنی اہم کیوں نہ ہو۔

ذوق عبادت

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ طویل رکعت کو پسند کرتے تھے جس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب تندرست تھے اور چلتے پھرتے تھے تو اوابین کی نماز میں قیام، رکوع وسجود بہت طویل ہوتا تھا مغرب کی نماز میں مسجد تشریف لاتے تھے تو عشا کی نماز پڑھ کر پھر تشریف لے جاتے اسی طرح فجر کی نماز کے بعد سے اشراق تک مسجد میں میں مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور حضرت اقدس کے ذاکرین فجر بعد اور مغرب بعد وہیں مسجد میں ذکر کیا کرتے تھے.

آداب درس کی ہدایت

حضرت شیخ الحدیث صاحب درس میں اس کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ قاری بلند آواز سے قرارت کرے نیز عبارت صاف اور تیز پڑھے اتفاق سے اگر کوئی قاری اس کا لحاظ نہ کرتا تو خود عبارت پڑھنا شروع کردیتے. طلبہ کو فورًا تنبہ ہوتا اور جو اچھا قاری ہوتا وہ فورًا پڑھنا شروع کردیتا حضرت شیخ الحدیث صاحب اسکو بہت ناپسند کرتے تھے کہ طلبہ دوران سبق سوئیں یا اونگیں اسی طرح اس کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ کتاب کا احترام نہ کیا جائے اگر کسی طالب علم کو دیکھتے کہ وہ کتاب پر کہنی رکھکر ٹیک لگائے ہوئے ہے تو بہت ناراضگی کا اظہار کرتے حضرت شیخ الحدیث صاحب خوشبو بہت زیادہ پسند کیا کرتے تھے جب درس کے لئے چلتے تو خوب عطر لگا کر چلتے جس راستہ سے حضرت اقدس گذرتے وہ راستہ دیر تک خوشبو سے معطر رہتا اور پوری درس گاہ خوشبو

سے معطر ہو جاتی. حضرت اقدس درسگاہ میں قدم رکھتے ہی ہوں زور سے کہتے اور قاری فورًا عبارت پڑھنا شروع کردیتا حضرت اقدس کے تشریف رکھنے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا. حضرت شیخ الحدیث صاحب کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ عبارت کے معانی بتلاتے میں کنایہ سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس کے اردو میں جو ٹھیٹھ معنیٰ ہوتے وہی کیا کرتے تھے مجال نہیں کہ کوئی طالب علم ہنس دے. حضرت شیخ الحدیث صاحب کا رُعب سب پر طاری رہتا تھا اگر کوئی طالبعلم غلطی سے ہنس دیا تو پھر اس کی خیر نہیں تھی ڈانٹ کر اسے درس گاہ سے نکال دیتے پھر بہت معافی تلافی کے بعد درس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی۔

دستر خوان پر بیٹھنے کا نظم

دستر خوان پر کسی کو اجازت نہیں تھی کہ جو جہاں چاہے بیٹھ جائے بلکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب جس کو جہاں بیٹھنے کے لئے فرمائیں وہیں بیٹھے اور حکم کی فورًا تعمیل کرے اگر کسی نے اس میں ذرا سا تکلّف کیا یا کسی دوسری جگہ بیٹھ گیا تو اسے ڈانٹ پڑتی اسی طرح دستر خوان پر جس کے سامنے جو چیز رکھدی جاتی کسی کو اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ اسکو دوسرے کی طرف بڑھادے اسی طرح یہ بھی اُصول تھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے جو چیز تقسیم کی جاتی تو اس کو لے کر خود کھالے یا اس کو لے ہی نہیں اُس کو اسکی اجازت نہیں تھی کہ وہ کسی اور کو دیدے اسی طرح اس کی بھی ہدایت تھی کہ ہر شخص اپنے قریب کی چیز کھائے دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھا کے نہیں لے سکتا تھا جو بھی مندرجہ بالا اُمور کی خلاف ورزی کرتا خواہ وہ شخص بڑا ہی ہوتا اس پر ڈانٹ ضرور پڑتی تھی. حضرت اقدس رائے پوری اپنے بہت سے مُریدوں کو تربیت کے لئے حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

مجلس میں نشستوں کی ترتیب

عصر کی مجلس شروع میں کچے گھر میں ہوا کرتی تھی. حضرت شیخ الحدیث صاحب کی چار پائی اندرونی کمرہ کے دروازہ سے مل کر اس طرح بچھائی جاتی تھی کہ اس کا پائنتی حصہ

دروازہ کی طرف ہوتا تھا پائنتی پر گاؤ تکیہ رکھدیا جاتا تھا اور اس پر ٹیک لگا کر
حضرت شیخ الحدیث صاحب جلوہ افروز ہوا کرتے تھے سامنے کی داہنی جانب خالی
رہتی تھی اس کے ایک حصہ پر حضرت قاری مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ
تشریف رکھتے تھے اور دوسرے حصہ پر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ۔
حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بائیں جانب کے چبوترے پر دیوار سے ملکر ایک دو
گاؤ تکیے رکھدیئے جاتے مشائخ میں سے کوئی آتا تو اس کو اس جگہ بٹھایا جاتا تھا اس
سے متصل تھوڑی دور تک معزز مہمانوں کے لئے جگہ رکھی جاتی اور حضرت شیخ الحدیث
کے داہنی جانب جو اونچا چبوترہ تھا اس پر مظاہر العلوم کے اساتذہ کرام اور دوسرے مدارس
کے اہلِ علم حضرات بٹھائے جاتے تھے اس کے علاوہ سب جگہ تمام حاضرین کے لئے
ہوتی تھی۔ عصر کی مجلس میں کثرت سے لوگ تعویذ لینے، پانی اور بچوں پر پھونک چھوڑوانے
کے لئے آتے تھے۔ اس مجلس میں کبھی کوئی علمی بحث چھڑ جاتی تو اہلِ علم حضرات اس سے
بہت مستفید ہوتے تھے کھانے کے دوران اور صبح و شام کی مجلس میں بسا اوقات کچھ
ایسے واقعات پیش آجاتے جن پر بے ساختہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ
کوئی تفریحی جملہ فرمادیتے تو اس سے پوری مجلس میں ایک انبساط کی لہر دوڑ جاتی تھی
اور حاضرین بہت محظوظ ہوتے تھے۔

نظمِ اوقات

حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنے اوقات کی سختی کے ساتھ
پابند تھے۔ گرمی جاڑے برسات کسی موسم میں بھی اس میں فرق
نہ آتا تھا۔ جس کام کے لئے جتنا وقت مقرر تھا اس پر اتنا ہی وقت صرف کیا جاتا تھا۔
صبح کی مجلس میں گھنٹہ ڈیڑھ لگتا تھا اس کے بعد مجلس برخاست کردی جاتی اور
حضرت شیخ الحدیث صاحب ضروریات سے فراغت کرکے اور وضو فرماکر دکان کے اوپر کے
حصہ میں تشریف لے جاتے اور کھانے تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔
ساڑھے گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان کھانے کے لئے اترتے تھے۔ اُدھر عشاء کے ایک
ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد اوپر تشریف لے جاتے اور ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے تک تصنیف

وتالیف کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔

شعر و شاعری مستقل معمول نہیں تھا

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی مجلسوں میں شعر و شاعری
کا بالکل معمول نہ تھا ہاں جب کبھی مولانا عبدالمنان صاحب میواتی دہلی آجاتے
اور وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بہت بے تکلف تھے اور وہ اردو عربی میں اچھے
اشعار کہنے کی قدرت رکھتے تھے اور ان کا ادبی ذوق تھا تو وہ عشاء کے بعد کی مجلس
میں کبھی شعر سُنانا شروع کردیتے حضرت شیخ الحدیث صاحب اس پر مسکراکر کوئی
تفریحی فقرہ کہدیتے تھے خود حضرت شیخ الحدیث صاحب کو شعر پڑھتے میں نے نہیں
سُنا۔

حضرت مولانا محمد زبیر صاحب زید مجدھم

نام ومکمل پتہ محمد زبیر ولد الحاج محمد امین مسجد رحمانیہ بلاک C نارتھ ناظم آباد کراچی۔

ولادت وتعلیم

پیدائش ۱۹۴۵ء میں دہلی میں ہوئی اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کراچی میں آمد ہوئی اور تقریباً ۶ برس کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک سے فراغت ہوئی اور تقریباً ۷ برس کی عمر میں کراچی سے بہت دور پنجاب کے ایک مدرسہ میں جو صادق آباد اسٹیشن سے ۱۵ میل دور میرے شاہ کے گاؤں سے متصل ایک جنگل میں واقع ہے داخل ہوا جس کا نام مدرسہ خدام القرآن میرے شاہ ہے۔ جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ایک جانثار عاشق کھدر پوش حضرت مولانا عثمان صاحب مدظلہ کا قائم کردہ ہے اور بہت بڑا مدرسہ ہے۔ اور آخری دو سال کی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں ہوئی اور ۱۹۶۴ء میں سند فراغ حاصل کی۔

تبلیغ وسلوک میں انہماک

۱۹۶۵ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ کی بیعت میں تبلیغ میں، چلوں کے لئے نکلا اور اسی عرصہ میں حضرت مولانا جمیل صاحب میواتی دامت برکاتہم (مجاز حضرت لاہوری وحضرت اقدس رائے پوریؒ) سے ملاقات ہوئی اور ان کے مشورہ سے بذریعہ خط حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف نصیب ہوا جبکہ خط بھی انہیں سے لکھوایا۔ کیونکہ حضرت شیخ کے جلال ورعب کی وجہ سے خود خط لکھنے کی ہمت نہیں پڑی مگر حضرت سے عقیدت ومحبت الحمد للہ پہلے سے تھی اور دل گواہی دیتا تھا کہ اس وقت اپنے علم کے مطابق پوری دنیا میں حضرت کی نظیر نہیں لہٰذا اگر بیعت ہونا ہے تو حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اور حضرت کی زیارت بھی اس سے قبل کراچی میں ہو چکی تھی جبکہ حضرت ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحب دہلوی کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تھے۔ اور اسی وقت سے حضرت کی عقیدت ومحبت دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ بیعت ہونے کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ الحمد للہ کافی رہا اور خطوط کا ذخیرہ بھی ہے آپکو حسب ہدایت انکو از سرِ نو دیکھ کر جو قابلِ اشاعت ہونگے انشاءاللہ

ارسال خدمت کر دوں گا۔

کسب فیض کے لئے شرط "معمولات کی پابندی"

بیعت کے بعد سب سے پہلی حاضری ایک ماہ کے لئے حضرت کی خدمت میں ۱۹۶۸ء میں سہارنپور میں ہوئی اور بندہ نے تخلیہ کا وقت لے کر اپنی حاضری کا مقصد اور اپنی حالت بد کا تذکرہ بلا تکلف کر دیا جس پر ارشاد فرمایا کہ (اصلاح تو میری بھی نہیں ہوئی اور میری مثال نل کی سی ہے مبدءِ فیض اللہ جل شانہ کی ذاتِ عالی ہے مگر ملے گا نل ہی کے ذریعہ۔ اس کیلئے معمولات کے اہتمام کی ضرورت ہے) اور پھر ذکر بالجہر اپنے خاص حجرۂ تصنیف میں تلقین فرمایا۔

اسکی تلاوت نے ہمیں گھائل کر دیا

چنانچہ بندہ بھی اہتمام سے حضرت کے حجرہ کے باہر بیٹھکر ذکر اور دیگر بعض معمولات کرتا رہا جس پر حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا بالخصوص قرآن پاک کو غور سے سنتے تھے اور ایک مرتبہ اپنے ایک خادم خاص سے فرمایا کہ "اس کی تلاوت نے ہمیں گھائل کیا" اور اس کے بعد حضرت کی توجہات اور عنایات اور شفقتوں میں الحمد للہ اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ایک طرف بندہ اپنی حالت بد کو دیکھتا دوسری طرف حضرت کی عنایات بیحد کو دیکھتا میرے نزدیک یہ حضرت کا سب سے بڑا کمال تھا ڈوبتے کو سہارا دینا گرتے کو سنبھالنا اور نابینا کی انگلی پکڑ کر ساتھ لے چلنا۔ اور یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شیخ مظہر صفات خداوندی ہوتا ہے بالخصوص حلم وتحمل کا کمال جس کا مبنا رأفت وشفقت ہے حضرت کی ذات اقدس میں بالکل عیاں تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ ہم لوگوں کی حماقت وجہالت کی وجہ سے حضرت کو اذیت پہنچتی تھی مگر حضرت پی جاتے تھے اور اگر کبھی صراحتہً یا کنایتہً ناگواری کا اظہار بھی فرماتے تھے تو اس میں بھی فقط ہماری اصلاح وتربیت ہی مقصود ہوتی تھی۔

تنبیہ کے بعد شفقت

آپ نے سوال نامے میں بالکل صحیح لکھا کہ حضرت کی طرف سے اگر ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی

توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کراچی تشریف لائے ہوئے تھے تو کمی مسجد میں بندہ نے ایک بار سرِ مبارک پر تیل لگاتے ہوئے عرض کر دیا کہ چند خدام آپ سے مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور ایسی زبردست ڈانٹ پڑی کہ بلغت القلوب الحناجر وضاقت علیہم الارض بما رحبت کا مصداق سامنے آگیا اور بندہ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کادت النفس تزہق کا خطرہ ہوگیا بالآخر جھوٹ موٹ رونا کچھ کام آگیا اور حضرت نے اپنے پاس بلا کر سینے سے لگالیا اس کی لذت آج تک محسوس ہو رہی ہے۔

الحمدللہ حضرت کی طرف سے روحانی عطایا کے ساتھ مالی ہدایا کی کثرت کا معاملہ بندہ کے ساتھ بھی رہا۔

خصوصی شفقت

حضرت کا انداز تربیت بندہ کے ساتھ ابتدا میں جس قسم کا رہا تحریر میں لاتے ہوئے شرم آتی ہے اور پرانی باتیں یاد آکر رلاتی ہیں مختصر یہ کہ حضرت کی طرف سے بے حد شفقتوں دلداریوں اور محبت کا اظہار بالمشافہہ بھی اور تحریراً رہا جس کو بندہ ناز برداری کی حد تک کہے تو بے جا نہ ہوگا مگر اپنی حالت پر افسوس اور صد افسوس کہ اس نجس و ناکارہ نے بالکل قدر نہ کی اللہ ہی مجھے معاف فرمائے۔ اور حضرت اقدس کے اس نرالے انداز تربیت کا ہی یہ اثر تھا کہ مجھ جیسے مسجد اور مدرسہ وغیرہ کے مشاغل میں محبوس اور مقید کو بھی الحمدللہ کئی مرتبہ سہارنپور اور مدینہ پاک میں حضرت کی خدمت اقدس میں ایک ماہ یا کم و بیش وقت کے لئے حاضری کا شرف نصیب ہوا ورنہ اگر ہمارے حضرت صرف ضابطہ کا معاملہ فرماتے تو شاید یہ نفس امارہ کا شکار صرف ایک یا دو ہی مرتبہ خدمت میں حاضر ہو سکتا۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ مدینہ پاک میں جو شفقتیں فرمائیں ان میں بعض ایسی ہیں کہ جن کا تصور اب کرنے سے حالت غیر ہو جاتی ہے مثلاً اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلانا اپنے دستِ مبارک سے نوالے منہ میں دینا مدینہ پاک پہونچتے ہی غسل فرمانے میں اپنے خادم خاص کے ساتھ بندہ کو بھی خدمت کا موقعہ عنایت فرمانا اپنے دستِ مبارک سے عطر لگانا۔ اقدام عالیہ میں بیٹھنے کے وقت بار بار اپنے قریب بیٹھنے

کا امر فرمانا وغیرہ۔ ½ ½ یا پون گھنٹہ سر مبارک پر تیل لگوانا۔

خلافت

بندہ کو اجازت بیعت حضرت نے سہارنپور میں ۱۹۷۰ء میں ماہِ مبارک کی ۲۷ ویں شب میں مرحمت فرمائی جب کہ بندہ پہلی مرتبہ پورے ماہ کے اعتکاف کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور اپنے دستِ مبارک سے ایک ٹوپی خرقۂ خلافت کے نام سے مرحمت فرمائی تھی۔

بیعت کا سلسلہ نہ چلانے پر ناراضگی

اپنی جگہ جم کر کام کرنے کی ہدایت حضرت نے بندہ کو بھی فرمائی بلکہ تحریراً بھی اور بالمشافہہ بھی استفسار فرمایا کرتے تھے کہ تم سے کتنے آدمی بیعت ہوئے؟ اور ایک مرتبہ استفسار پر بندہ نے بیعت کے بارہ میں معافی چاہی تو سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ حضرت سے ڈر کر اپنے یہاں بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور حضرت کی منشا کے مطابق کچھ ٹوٹا پھوٹا کام شروع کیا اور ہفتہ میں ایک دن مجلس ذکر کا سلسلہ بھی شروع کیا جس میں الحمدللہ مختلف مقامات دور نزدیک سے تقریباً ۴۰، ۴۵ صاحب شرکت فرماتے ہیں جس کے بارہ میں بعض اہلِ کشف بزرگوں نے بشارتیں بھی سنائیں اور اس مجلس میں بندہ کو خود بھی حضرة اقدسؒ کا فیض ہمیشہ محسوس ہوتا ہے۔

سہارنپور کے رمضان کی نقل

حضرت کی برکت سے الحمدللہ کئی سالوں سے پورے ماہِ مبارک کے اعتکاف کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اور بندہ کے ساتھ بعض احباب پورے ماہ کے لئے اور بعض ایک یوم یا ایک عشرہ کے لئے معتکف ہوتے ہیں اور مجلس کے احباب جو معتکف ہوتے ہیں وہ حضرت کی برکت سے بندہ ہی کے مہمان ہوتے ہیں چنانچہ گذشتہ رمضان المبارک میں تقریباً تیس ۳۰ معتکف بندہ کے ہی مہمان تھے جو مختلف مقامات سے تشریف لائے تھے اور بیس ۲۰ معتکف اپنے محلہ کے تھے اور اس

سلسلہ کا بھی پورا ثواب انشاء اللہ حضرت کے نامۂ اعمال میں ہوگا حضرت خود بھی استفسار فرمایا کرتے تھے اور ویسے بھی جب حضرت کو اس قسم کے احوال لکھے جاتے تھے تو حضرت اقدس بہت مسرت کا اظہار فرماتے تھے گذشتہ سال ماہ مبارک میں ایک صاحب کشف نے ہماری مسجد میں ۲۱ رمضان المبارک کو دیکھا کہ حضرت ہماری مسجد میں تشریف لائے ہیں اور نہایت مسرت کا اظہار فرما رہے ہیں اور سب معتکفین کو جمع فرما کر دعا کرائی۔

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ آگروی رحمۃ اللہ علیہ

محترم بھائی یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا لفافہ کل ملا نمبر وار حسبِ معلومات جوابات روانہ ہیں

۱۔۔۔ والد صاحبؒ کا نام محمد مصطفیٰ۔

۲۔۔۔ پتہ: محلہ قضیانہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی۔

۸ر اپریل ۱۹۰۱ء کی پیدائش، ابتدائی تعلیم نصیر آباد میں گھر پر ہی فارسی اردو قرآن کی تعلیم ہوئی۔ والدہ محترمہ حافظہ تھیں انکی خواہش تھی کہ والد صاحب بھی حفظ کرلیں جو ملازمت کے زمانہ میں خود مکمل فرمایا تنگی سے گزر اوقات ہوتا تھا۔ اس لئے جلدی نوکری کی، بارہ بنکی کے ایک اسکول میں استاد کی حیثیت سے چند سال کام کیا۔ پھر سوہاول ضلع ستنا میں مہاراجہ کے یہاں اجداد کے کچھ لوگ ملازم تھے انکے بلانے پر وہاں نوکری شروع کی تحصیلدار رہے پھر اکاؤنٹنٹ جنرل ہو گئے تھے۔ ایمانداری۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آج تک اس علاقہ کے غیر مسلم یاد کرتے ہیں۔ بہت سی مساجد۔ مدرسہ اور کنویں آج بھی ان کے تعمیر کرائے ہوئے اس علاقہ میں ہیں۔

والد صاحب کے دو نکاح ہوئے ایک وطن ہی میں اور دوسرا قصبہ جائس میں جو نصیر آباد سے ۴ر میل پر ہے محلہ غوری سوار (جو تاریخی محلہ ہے۔ سلطان محمد غوری کا گذر ادھر ہوا ہے اسی کے نام سے یہ محلہ ہے) میں نانا و نانی رہتے تھے۔ پہلی بیوی سے سید محمد ظفر جلیل جو اچھے حافظ و حکیم تھے۔ ان کا انتقال ۳ر سال قبل ماہ مئی میں ہوا ہے۔ دوسری بیوی سے ۱۔ محمد احسن ۲۔ سید محمد محسن اور چار بچیاں ہوئیں۔ دینی خدمت کا آغاز زمانۂ ملازمت میں ہی کیا۔

۳۔۔۔ نصیر آباد کا دینی ماحول اکابرین و قاضی خاندان کی وجہ سے اچھا تھا۔ لیکن شیعوں کی بھی اچھی آبادی اور شیعہ مجتہدین کا وہاں قیام اور سید احمد شہیدؒ کا وطن جس سے وہاں ہمیشہ تنازعہ شیعہ سنی رہا۔ عقائد کے لحاظ سے بہت پختہ عقیدہ کے لوگ ابھی موجود ہیں۔ قصبہ میں ایک دینی مدرسہ والد صاحب نے قائم فرمایا تھا جس کا نام مدینۃ العلوم ہے۔ جس سے آج بھی لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۴ —— حضرت والد صاحب نے (محمد احسن لیکچرار شعبۂ معاشیات اسلامیہ کالج فیروزآباد آگرہ) سے اس استفتا پر کہ مجھے کچھ بزرگوں کے نام بتاؤ میں ملنا چاہتا ہوں میں نے مولانا یوسف صاحب حضرت شیخ (جس سے میرا تعلق خط و کتابت و علیگڈھ کے قیام میں تھا) حضرت مولانا وصی اللہ صاحب و مولانا ابرالحق صاحب کا نام بتا دیا سب سے پہلے میں والد صاحب کے ساتھ حضرت مولانا وصی اللہ کے پاس گیا والد صاحب نے مولانا وصی اللہ صاحب کو جو وضو کر رہے تھے فارغ ہونے کے بعد ایک پرچہ لکھا ہوا دیا حضرت اس کو لے کر اندر کمرہ میں گئے پڑھا اور یوں فرمایا یہ ہے دعا کی چیز یہ ہے دعا کی چیز جاؤ پتہ چلے گا۔ بہت اکرام فرمایا والد صاحب نے کہا حضرت میں اپنی اصلاح کے لئے آیا ہوں فرمایا آپ نصیرآباد کے ہیں حضرت سید صاحب کے وطن کے ہیں پھر کچھ کھلایا پلایا رخصت کیا۔ راستہ میں والد صاحب سے میں نے پوچھا آپ نے کیا لکھا تھا فرمایا میں نے لکھا تھا کہ میں حضرت تھانوی کے پاس گیا۔ حضرت مولانا عیسٰی صاحب کے پاس گیا۔ شاہ عبدالکریم صاحب خلیفہ حضرت گنج مرادآبادی سے ملا وہاں رہا لیکن بیعت کہیں نہیں ہوا یہ طے کر رکھا تھا کہ جو ہماری نماز ٹھیک کرا دے اس سے بیعت ہوں گا یہی بات لکھی تھی اس پر فرمایا تھا یہ ہے دعا کی چیز پھر حضرت شیخ سے خط و کتابت شروع کی شیخ کی تصانیف و تالیفات پڑھتے رہے۔ پھر شیخ کے یہاں کا اچانک ایک دن قصد کیا جن کی تفصیل والد صاحب کے خود بیاض سے فوٹو اسٹیٹ کرا کر بھیج رہا ہوں۔

۵ —— حضرت تھانویؒ اور پھر انکے ہی کہنے پر مولانا عیسٰی صاحب الہ آبادی و شاہ عبدالکریم صاحب خلیفہ حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے اصلاحی تعلق رہا اور انکے بہت سے خطوط سوال و جواب کے محفوظ ہیں لیکن وقت و جگہ کی کمی سے لکھ نہیں سکتا۔

۶ — ۷ —— پہلے ہی سفر میں حضرت سے ملاقات و اپنی بات و برائی کہ میرے اندر خرابیاں بہت ہیں جو نقل کر کے بھیج رہا ہوں، پھر شیخ نے کہا قریب آجاؤ کیا نام ہے کہا محمد مصطفٰے فرمایا اللہ اصطفٰے والا ہمارے والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے طے کر رکھا ہے کہ بیعت اس سے ہوں گا جو میری نماز ٹھیک کرا دے فرمایا بہت اچھا طے کر رکھا ہے۔ لیکن کوئی آپ سے بیعت کرنے کو کہے تو کر لیا کیجئے اور یہ میرا حکم ہے اس کو ۳ جمعہ میں اعلان کرے گا۔

والد صاحب کو ٹوپی منگا کر پہنائی، اور مدینہ کی کھجور دی اور کہا کہ شروع کے خطوط میں کنائے میں لکھ دیا کر دکہ بلا بیعت کے جس کو بیعت کی اجازت دی پھر اپنے سلسلہ کے کسی اکابر کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں بھی اجازت ایسے دی تھی۔ پھر والد صاحب نے کہا کہ کل میں چلا جاؤں گا فرمایا جب چاہے جاؤ جب چاہے آؤ۔

اللہ کا شکر ہے کہ والد صاحب جہاں رہے آج تک لوگ یاد کرتے ہیں۔ بہت رقیق القلب اور اپنے کو چھپاتے تھے۔ تارک الدنیا۔ استغنا بلا کا پایا تھا۔ تہجد کبھی بھی میرے علم میں سفر یا حضر میں قضا نہیں ہوئی۔ اور نہ تکبیر اولٰی نماز کے اوقات کا ایسا اہتمام تھا کہ اذان ہوتے ہی سب چھوڑ کر ایکدم بھاگتے تھے۔ مخلوق کی خدمت کا ایسا جذبہ تھا کہ ہومیوپیتھک کی دوائیں مفت تقسیم کیا کرتے تھے اور ہر ایک کی مدد کرتے۔ گھروں میں والدہ محترمہ کو بھی بھیجا کرتے تھے اولاد کی تربیت میں ایسا شفیق و مربی باپ اور ایسا سخت آنکھوں کے اشاروں سے چلانے والا۔ مردِ مومن کم دیکھنے کو ملا ہے۔

سارے خاندان کو جوڑے رہنا۔ سب کی جھیل کر میل قائم رکھنا اور سب کی خطوط کے ذریعہ سے اور اگر کسی بستی میں پہنچ جاوے تو ۵ منٹ کے لئے ہر عزیز کے یہاں ضرور جانا ہوتا تھا۔ سادگی زندگی میں بہت تھی۔ مستجاب الدعوات تھے۔

مجھ سے ایک دن اکیلے میں کہنے لگے کہ آج کل حال یہ ہے کہ جیسے کالی کالی بھینس بہت سی ہوں اور اس میں ایک ابلخ بھینس ہماری ہے۔ ایسے ہی بیوی بچے جائداد کچھ ہمارا نہیں ایک اللہ ہمارا ہے۔ فضائل کی کتابوں کی تعلیم میں بہت اہتمام سے بیٹھتے تھے۔ امامت سے بچتے تھے۔ اور دیہات میں رہنے والے مسلمانوں کی حالت دیکھ دیکھ کر مجھ سے بڑی تاکید کرتے تھے کہ اللہ ایک ہے محمد اس کے رسولؐ ہیں ہمیشہ کا یہ معمول تھا۔ ۱۳/۱۴/۱۵ کے روزہ کا بہت اہتمام تھا۔ اور یوں کہتے تھے کہ مجھے اپنے اللہ سے امید ہے کہ ۱۳/۱۴/۱۵ کے نفل روزہ کے اہتمام پر اللہ موت انہیں دنوں میں دیں گے۔

اخیر سال میں ۲۰ گھنٹہ مسجد میں گذارتے تھے پھر آخری چند مہینوں میں معتکف ہو گئے تھے۔ اور ۱۴ تاریخ کو روزہ کھولنے کا سامان دیکر میں نے اپنے بڑے بچہ اکرم مصطفٰے کو بھیجا اور

پیچھے پیچھے میں خود گیا۔ دیکھا والد صاحب بستر لپیٹ رہے ہیں اور مسجد کی الماری پر رکھ رہے ہیں مگر وہ بستر گر گیا پھر لپیٹنے لگے اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔ اور بستر رکھ نہیں سکے۔ عصر کی اذان ہو چکی تھی وضو کر چکے تھے۔ بستر رکھ کر سنت پڑھی کہ فالج کا اثر ہو گیا۔ جماعت کھڑی ہوئی۔ ان کو صف میں لٹا دیا گیا۔ علاج ہوا لیکن ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۵ء کو ۱۱ر بجے صبح کے قریب اس دنیا سے کوچ کر گئے آخری بول یہی تھا کہ اللہ ایک ہے محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ اللہ مغفرت فرما دے۔

انتقال سے ۶ ماہ قبل ایک دن والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ کہیں چلے نہ جانا آج عصر کی نماز یہاں ہی پڑھنا اور شہر کے علماء کرام اور خواص کو بھی بلوا بھیجا نماز کے بعد مجھے قریب بلایا اور خطبہ مسنونہ کے بعد میرے سر پر حضرت شیخؒ نے جو ٹوپی حضرت والد صاحبؒ کو مرحمت فرمائی تھی وہ پاس سے نکال کر میرے سر پر رکھی اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی میں چونکہ طالب علمی کے دور سے ہی تبلیغی جماعتوں میں چلا تھا اس لئے مجھے بہت کوفت ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ کہاں مجھ کو پھنسا دیا گیا ہے پہلے میں حضرت مولانا یوسفؒ سے بیعت تھا پھر تجدید بیعت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے کیا۔ والد صاحبؒ کے حیات میں ہی فوراً اسی رات کو حضرت کو ایک خط لکھا جس کے جواب میں حضرت جیؒ نے یہ لکھا کہ والد صاحب کے طرف سے دیا ہوا عطیہ بہت ہی خوش آئندہ اگر اس سے آپ کے ذات و مزاج میں کوئی فرق نہ پڑا۔ تسلی ہو گئی۔ لیکن والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد لوگوں نے جب بیعت کی خواہش ظاہر کی میں نے پھر حضرت کو خط لکھا کہ حضرت ہندوستان میں موجود نہیں تھے اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی میرے دل میں یہ آیا کہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی سے ملو۔ میں فوراً پرتاب گڑھ حاضر ہوا حضرت مولانا کے گھر گیا تخلیہ میں بات ہوئی مولانا نے میرا چھوٹا بھائی جو میرے ساتھ تھا اس کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینہ پر رکھا اور کچھ پڑھتے رہے اور میرے متھے پر انگوٹھا رکھا اٹھایا اور کہا کہ میاں کوئی اللہ والا کسی کو ایسے ہی دے دیتا ہے جب تک تائید غیبی نہ ہو اس میں غفلت نہ کرنا۔ میرا حکم ہے۔

میری تائید ساتھ ہے میری دعائیں ساتھ ہیں کوئی بڑا کام اللہ لینے والا ہے۔ لیکن پوری تشفی نہ ہوئی۔ پھر حضرتؒ جی کو خط لکھا حضرتؒ نے بلایا اور احوال کے سننے کے بعد فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے ضرور کرو بس لوگوں کا تعلق دعوت کی محنت سے ہونا چاہیئے اس کے بعد سے حضرت شیخ والد صاحبؒ اپنے حضرتؒ کی توجہات کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ ورنہ اپنے حال کا علم مجھے خوب ہے۔

حضرت والد صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں ایک تحریر بھی لکھ رکھی تھی جس کی فوٹو اسٹیٹ بھیج رہا ہوں۔

بس دعا کی سخت ضرورت ہے۔ حال بہت خراب ہے صرف مالک کے رحم و کرم کے امید سے جی رہا ہوں۔ آپ حضرات مخلصین کی توجہ و دعا کا خاص طالب ہوں۔

بندہ
محمد احسن
لیکچرار اکونامکس
اسلامیہ کالج فیروز آباد ضلع (آگرہ)

جناب الحاج احمد محمد ناخدا افریقی زید مجدہم

اسم گرامی : احمد محمد ناخدا ۔ ص۔ب ۱۶۸۹ ۔ مدینہ ، سعودیہ عربیہ ۔ فون ۸۲۴۰۷۵۸

ولادت : ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء کو بمقام جوہانسبرگ ، جنوبی افریقہ میں ولادت ہوئی۔

تعلیم ابتداءً جنوبی افریقہ میں J-C (جے۔سی) کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دینی کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔

نکاح نکاح جنوبی افریقہ میں ہوا۔ ۱۰ بچے ہیں، ۵ کی پیدائش جنوبی افریقہ میں ہوئی اور ۵ کی سعودیہ عربیہ میں ہوئی۔

دینی خدمات سعودی عرب میں حجاج کرام میں تبلیغ کرنا، نیز جنوبی افریقہ کے اسفار میں دینی تقریریں کرنا۔

شیخؒ سے بیعت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ۲۰ سال پہلے بیعت کی اس سے قبل مولانا بدر عالم سے مسلسل رابطہ قائم تھا جنہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ فی الحال دنیا میں بہت اونچا مرتبہ رکھتے ہیں۔ نیز عبدالرحمٰن میاں نے اصرار کیا کہ میں شیخؒ سے بیعت ہوجاؤں چنانچہ میں حضرت شیخؒ سے بیعت ہوگیا۔ بیعت کے بعد ایک چلّہ کے لئے سہارنپور خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد جنوبی افریقہ واپس آیا بہت ہی کم مدت میں پہلا کلمہ اور درود شریف کا ذکر شروع کردیا۔ بعض مخلص پیر بھائیوں نے کہا کہ اسکے بجائے آپ دوازدہ تسبیح کا ذکر کیا کریں۔ یہ سن کر میں پریشان ہوا۔ میں نے یہ سوچا کہ پہلے دوازدہ تسبیح مکمل کروں گا پھر کلمہ و درود شریف پڑھونگا۔

خیر ایک دن شیخؒ نے مجھے بلایا اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف اور ایک ہزار مرتبہ کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ دوازدہ تسبیح کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اپنی کتاب فضائل درود منگوا کر ان تمام روایات کو پڑھنے کو کہا جو درود شریف پڑھنے کے متعلق ہے۔

ایک صاحب نے ایک مرتبہ شیخؒ سے مدینہ میں باب جبرئیل کے قریب عجب کا علاج دریافت کیا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کثرت ذکر اور درود شریف تمام باطنی امراض کے لئے مفید ہے ایک مرتبہ شیخؒ نے میرے لئے فضائل صدقات اور الاعتدال پڑھنے کے لئے فرمایا۔

تبلیغ کے متعلق شیخؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ نے اس کام کو باطنی علاج کے طور پر پیدا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص برکتیں جماعت پر ہیں۔ جو حضرات اس کام کی مخالفت کریں گے وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک عرب جماعت سہارنپور آئی ان میں سے ایک نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑی جنگ واقع ہونے والی ہے جو کچھ ہی ایام کے لئے ہوگی۔ پوری دنیا ہلاک ہوجائے گی۔ صرف وہ لوگ بچے رہیں گے جو جماعت میں حصہ لیتے ہیں۔ اب تک مجھے یاد ہے کہ اس دن حضرت شیخؒ نے اعلان فرمایا کہ علماء کو بھی جماعت میں حصہ لینا چاہیئے۔

ایک مرتبہ میں نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا کہ موجودہ فتنوں سے کس طرح بچا جائے۔

شیخؒ نے جواب میں فرمایا کہ سنت کی اتباع کرو اور استغفار اور درود شریف ہر روز جتنا کثرت سے ہوسکے پڑھتے رہو۔ اس سے تمام فتنوں سے حفاظت رہے گی۔

حضرت شیخؒ نے آیۃ الکرسی اور تین قل بھی ہر نماز کے بعد تجویز فرمایا کہ اس سے تمام گناہوں سے حفاظت ہوگی۔

شیخؒ کی ایک خاص نصیحت یہ تھی کہ ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے سے احتیاط کرو اور موت کو بکثرت یاد کرو۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تمام موجودہ گناہوں سے حفاظت کے لئے مراقبہ دعائیہ بہت مؤثر ہے۔

ماہِ مبارک میں حضرتؒ کی صحبت میں اعتکاف کرنے کی غرض سے کئی بار سہارنپور حاضری ہوئی۔ ۱۳۸۸ھ کی بات ہے کہ اکیسویں شب رمضان میں سحری کے وقت حضرتؒ نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے مجھے حسن ظن پیدا فرمادیا ہے اُسی حسنِ ظن کی بناء پر تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مدد فرمائے اور میری بھی۔ پھر فرمایا کہ کوئی بیعت کے لئے کہے تو انکار نہ کیجیو۔ ایک مصلّٰی بھی عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ یہ سلسلہ آگے چلے۔

حضرت مولانا حسّان احمد المظاہری زید مجدہم

نام : حسانِ احمد بن عبد السبحان (صدیقی)۔
تاریخ پیدائش : ۷/۵/۱۳۶۸ھ۔
مقامِ پیدائش : عظیم آباد (پٹنہ) صوبہ بہار۔ الہند۔

بچپن کی تربیت

الحمدللہ بچپن کی تربیت گھر ہی میں ہوئی والدین مکرمین ہی نے دینی تربیت دی اور دینی تعلیم کا جذبہ دل میں بٹھایا علماء سے تعلق اور ان کی عظمت اور محبت کا بیج قلب میں بویا اور بقدر اپنی استعداد کے اسکی آبیاری کرتے رہے۔ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور لباس وغیرہ میں اپنے علم کے بقدر دینی آداب کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ دینی تعلیم کے بارے میں والد صاحب مدظلہ العالی ہی کی کوشش اور خواہش تھی اور اپنے بچپن کی کتابیں ہدایۃ النحو کافیہ وغیرہ محفوظ رکھ چھوڑیں تھیں کہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے۔ رشتہ داروں کا زور تھا کہ انگریزی تعلیم دی جائے اور والد صاحب کا ایک جواب کہ قیامت میں مجھ سے دنیا کے بارے میں سوال یہی ہوگا کہ تم نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم و تربیت دی تھی یا نہیں اور اسی نظریہ کے تحت نہ تو مجھے اپنے نانیہال میں تنہا کبھی چھوڑا نہ اور کسی رشتہ دار کے یہاں اور نہ دوستی کرنے دی بہت سخت نگرانی کرتے تھے۔ اور جنت کی کنجی اور دوزخ کا کھٹکا خوب پڑھکر سنایا کرتے تھے۔

بہار سے سہارنپور

۱۹۶۳ء میں مدرسہ انوار العلوم گیا بہار میں میں نے خود اپنا داخلہ کرایا وہاں ایک میرے ساتھی حافظ عبدالرشید تھے۔ (نحو میر میزان میں) انہوں نے ایک دن مدرسہ مظاہر علوم خط لکھا کہ میں داخلہ لینا چاہتا ہوں اس کے کیا اصول وضوابط ہیں۔ میں نے اپنے لئے بھی ان سے خط لکھوایا۔ اور جواب آنے پر والد صاحب نے ۸ یا ۹ شوال کو مجھے گیا سے تنہا روانہ کر دیا ۲۴ گھنٹے میں سہارنپور پہنچا مظاہر علوم میں اسٹرائیک کا ہنگامہ تھا اس لئے مولانا حشمت علی صاحب نے ۹ کلومیٹر

دور مدرسہ تعلیم القرآن رڑھی تاجپورہ بھیج دیا۔ داخلہ مدرسہ میں بند ہو چکا تھا لیکن مجھ پر رحم کھاکر مہتمم صاحب (مولانا عمر صاحب) نے داخل کرلیا۔ بروز سہ شنبہ ۵ مئی ۱۹۶۲ء کو وہاں داخل ہوا اور دو سال میں بحث فعل تک پڑھا اور شوال ۱۳۸۴ھ مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا اور چار سال میں شرح جامی بحث اسم سے دورۂ حدیث تک وہاں پڑھا حضرت شیخؒ نے اسی سال بخاری جلد ثانی پڑھانے سے معذرت کردی تھی جلد اوّل حضرتؒ سے پڑھی شعبان ۱۳۸۸ھ مدرسہ مظاہر علوم سے فارغ ہوا امتحان میں درجۂ اوّل سے کامیاب ہوا۔

نکاح

۱۰ صفر ۱۳۹۳ھ بعد نماز جمعہ قاری محمد فخر الدین صاحب گیاوی (خلیفہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی) کی لڑکی سے مہر فاطمی پر میرا نکاح ہوا۔

اولاد

(۱)۔ خدیجہ مکیہؒ (۲) محمد مدنی (۳) مصعب مدنی (۴) خبیب مدنی (۵) عُبادہ۔
۲۶/۹/۱۳۹۸ھ - ۱۵/۱۰/۱۴۰۰ھ - ۱۵/۱۰/۱۴۰۲ - ۳۰/۳/۱۴۰۴ - ۳۰/۴/۱۴۰۵-

حضرتؒ کو کس عمر سے جانا

سولہ سال کی عمر میں جب کہ مدرسہ مظاہر علوم میں متعلم تھا۔

حضرتؒ سے تعارف اور تعلق کا مفصّل واقعہ یہ ہے

جب میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا بچپن کی تربیت کا اثر زائل ہو رہا تھا حصول علم کے ساتھ ساتھ آزادی طبیعت میں پیدا ہو رہی تھی عمر کے سولہویں میں قدم رکھا تھا کالر والی قمیص پہلی بار پہن کر گھر سے آیا تھا اور سر پر انگریزی بال بھی پہلی بار رکھے تھے لیکن اللہ نے رحم فرمایا داخلہ کے وقت مولانا امیر احمد صاحبؒ مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے سر پر ہاتھ رکھکر دوسرے ہاتھ سے تھوڑی اٹھے ہاتھ سے دیکھی تو ڈاڑھی تو آنے کا وقت بھی نہیں ہوا تھا ٹوپی سر سے سرک گئی مولانا نے ایک جھاپڑ رسید کیا اور فرمایا بھاگ جا داخلہ نہیں ہوگا میں بہت مایوس ہو کر اٹھا لیکن لڑکوں نے تسلّی دی اور کہا بال کٹوالو داخلہ ہوجائے گا خیر میرے جیسے اور بہت سے لڑکے تھے سیلون میں لائن لگی تھی باری آنے پر بال کٹوا کر پھر مولانا امیر احمد صاحب کے پاس خادم لے کر گیا الحمد للہ انہوں نے توثیق فرمادی داخلہ ہوگیا۔

داخلہ کے بعد ایک تقریر مفتی مظفر حسین صاحب کی ہوئی جس میں آداب علم پر زور دیا اور لباس اور وضع قطع پر پر زور تقریر کی (خیر کی بات قبول کرنے کا مادہ الحمد للہ تھا) تقریر سے واپس آکر کالر کو نوچ کر الگ کردیا اور گاڑی پٹڑی پر آگئی اس وقت سے انگریزی بال انگریزی لباس اور انگریزی وضع قطع سے نفرت ہوگئی سبق میں تو پوری مدّت تعلیم میں ایک غیر حاضری بھی کسی درس میں نہیں کی اس ڈر سے کہ چالیس دن کی برکت ختم ہوجائے گی اور اساتذہ کی خدمت اور عظمت میں الحمد للہ کبھی کمی نہیں کی۔ لیکن عصر کے بعد کبڈی کھیلنا میرا اہم معمول تھا اور عصر کے بعد شیخ کی مجلس ہوتی تھی لڑکے ترغیب دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ کبڈی میں زیادہ ثواب ہوگا وہاں چپ بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ ہوگا صحت کا خیال زیادہ ضروری ہے لڑکے مبالغہ سے کام لیتے تو میں کہتا حضرت بہت بڑے عالم ہیں ٹھیک ہے لیکن بزرگ میں نہیں مانتا کوئی کرامت بتاؤ حضرتؒ سے چلا تو جاتا نہیں بزرگ لوگ تو ہوا میں اڑتے تھے پانی پر چلتے تھے اور میرا مقصد تنقیص کرنا نہیں تھا بلکہ بزرگوں کی سوانح پڑھکر جو ان کے بارے میں عقیدت تھی وہ حضرتؒ سے نہیں تھی اور یہ سمجھتا تھا کہ پہلے زمانہ میں بزرگ ہوا کرتے تھے اب ایسے بزرگ نہیں ہیں۔ لڑکے میری کٹ حجتی پر خوب ڈراتے اور دھمکاتے تھے میں پرواہ بھی نہیں کرتا تھا اور حضرتؒ کی مجلس میں کبھی حاضری نہیں دیتا کچھ ماہ کے بعد عصر بعد گیا بھی دو چار دن اور خدمت کا جذبہ تھا سوچا بیٹھنے سے کیا حاصل خدمت میں شریک ہونا چاہیئے مجلس بعد چائے کی پیالی دھونے والوں کے ساتھ لگنا چاہا تو ان حضرات نے نل بھی چلانے نہیں دیا اور ہٹادیا پھر میں نے جانا چھوڑ دیا کہ ہماری کبڈی ٹھیک ہے۔

مدرسہ سے تبلیغ میں لڑکے جاتے تھے ان میں بعض دوست بھی تھے میں نے درخواست دی لیکن منظور نہیں ہوئی کہ تم اَمرد ہو اور امرد کو نکلنے کی اجازت نہیں ہے اساتذہ سے بہت بحث بھی کی کہ فلاں فلاں بھی امرد ہیں ابھی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے لیکن جواب یہی ملا کہ تمہاری عمر بھی ابھی بہت کم ہے مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے تنافس میں ہر جمعہ کا اعتکاف شروع کردیا اور جب امتحان کے ایام میں لڑکے جماعت میں نہیں جاتے تو

میں اعتکاف میں بیٹھتا اور ساتھیوں سے کہتا اب مقابلہ کر لو جماعت کا ثواب تو مجھے ملے گا نیت کی وجہ سے اور اعتکاف میں ہوں اس کا ثواب الگ ہے اور تم جماعت میں ابھی جا نہیں سکتے بہر حال یہ سلسلہ پورے سال رہا میں دار الطلبہ جدید میں تھا پھر کسی وجہ سے مجھے مدرسہ قدیم یعنی دفتر مدرسہ مظاہر علوم کے کمرہ میں جگہ مل گئی میں وہاں منتقل ہو گیا وہاں مولانا معین الدین صاحب سکھری حضرتؒ کے خلیفہ پاکستان سے آئے ہوئے تھے اور ۶۵ئہ کی ہندو پاک کی جنگ کی وجہ سے ان کا قیام طویل ہو گیا تھا انہوں نے مجھ سے دوستی کر لی اور مجھ سے کہا دوستی کر لو مجھے عجیب سا معلوم بھی ہوا کہ ابا کی عمر کے ہیں اور دوستی کر رہے ہیں بہر حال انہوں نے دوستی کا حق ادا کیا اور میری تربیت پر دھیان دیا نماز با جماعت کا ایسا پابند بنا دیا کہ ایک رکعت بھی چھوٹ جاتی مدرسہ کے علاوہ کسی بھی مسجد میں تو گھڑوں پانی پڑ جاتا اور تہجد میں بڑی شفقت سے زبردستی اُٹھاتے تھے اوابین وغیرہ کی عادت بھی ہو گئی۔

حضرتؒ کا پہلا تصرف

میں اعتکاف میں رات کو زیادہ جاگتا تھا اور دن میں سوتا تھا. حضرت شیخؒ بخاری شریف کا درس جمعہ کے دن اسی مسجد کے باہر کے حصہ میں دیا کرتے تھے میں یہ سوچ کر اندر سو جاتا تھا کہ شرح جامی کا طالبعلم ہوں بخاری شریف کیا سمجھ میں آئے گی مسجد کے اندر کے حصہ میں سو جاتا تھا ایک دن اپنی عادت کے مطابق سو رہا تھا اور باہر حضرت درس دے رہے تھے میں نے خواب دیکھا کہ حضرت چارپائی پر لیٹے ہیں اور مٹی کے چند ڈھیلے استنجے والے چارپائی کے پاس پڑے ہیں اور مجھے ایمانیات کے بارے میں بہت مہلک قسم کا وسوسہ ہو رہا ہے اس لئے حضرتؒ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا حضرتؒ نے وہی استنجے کا ڈھیلہ اٹھا کر سنگھا دیا جس سے تمام وسوسہ دور ہو گیا اسی وقت آنکھ کھل گئی اور تنبہ ہوا استنجا وضو کر کے حضرتؒ کے درس میں بیٹھ گیا اس کے بعد سے درس میں بیٹھنے کا معمول ہو گیا لیکن بزرگی اور بیعت وغیرہ سے واقف نہیں تھا اس لائن کا تعلق نہیں ہوا بس یہی تعلق ہوا کہ بہت بڑے مولانا ہیں اور بخاری شریف بہت اُونچی کتاب ہے اس میں شریک نہ ہونا بے ادبی ہے۔ لیکن حضرتؒ سے ایک قسم کی محبت ہو گئی۔

دوسرا خواب

پھر ایک بار خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ فرما رہے ہیں حسّان رائے پور چل میں نے عرض کیا کہ کتب خانہ رحیمیہ کی دعوت ہے کھانا لے کر جاؤں گا حضرتؒ فرما رہے ہیں چل اور میں اصرار سے یہی عرض کر رہا تھا کہ دعوت کا کھانا لے کر جاؤں گا پھر دیکھا کہ میں ناشتہ دان میں دعوت کا کھانا لے کر دفتر میں داخل ہو گیا اس کے بعد دیکھا کہ میں ایک بہت خوب صورت بہت اونچے گھوڑے پر جس کا رنگ کتھئی ہے سوار ہوں اور گھوڑے پر زین وغیرہ کچھ نہیں ہے لگام بھی شاید نہیں ہے اور دفتر کے دروازہ کے سامنے ہوں اور حضرت آگے آگے مولوی عبد الرحیم متالا اور مولوی غلام محمد ترکیسری کے سہارے سے جا رہے ہیں رائے پور کی طرف اور بار بار فرما رہے ہیں کہ حسان آ رہا ہے؟ مولوی عبد الرحیم صاحب نے عرض کیا جی ہاں جس پر حضرتؒ نے شاید شاباش فرمایا پھر میری آنکھ کھل گئی۔

اس زمانہ میں خواب کی تعبیر مفتی عبد العزیز صاحب رائے پوری مدظلہ العالی سے دریافت کیا کرتا تھا لہٰذا اس خواب کی تعبیر بھی انہیں سے معلوم کی فرمایا: حضرت شیخؒ سے تعلق رکھو تمہیں فائدہ ہو گا۔ اس خواب کے بعد سے حضرتؒ سے خوب تعلق ہو گیا لیکن حضرت تک پہنچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی اور میں دور دور سے حضرت کی زیارت کیا کرتا تھا اور جمعہ کے اعتکاف کا معمول جاری تھا کہ رجب (۱۳۸۵ھ) کی ۲۵ر تاریخ کو ۱۵ر یوم کی چھٹی ہوئی سالانہ امتحان کی تیاری کے لئے میں نے ۱۵ دن کا اعتکاف کر لیا کہ باہر میں وقت ضائع ہو گا اعتکاف میں رہنے سے ثواب بھی ملے گا اور امتحان کی تیاری زیادہ بہتر ہو گی۔

حضرتؒ سے تعارف

جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ مولانا معین الدین صاحب سکھری نے مجھ سے دوستی کر لی تھی اور اعتکاف کی پابندی کی وجہ سے دوستی ہوئی تھی انہوں نے اعتکاف کے غالباً دوسرے دن بعد مغرب حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ ایک طالبعلم ہے جس کا نام حسّان ہے بہار کا رہنے والا ہے پورے سال میں نے اسے ہر جمعہ کو اعتکاف کرتے دیکھا ہے اور اب بھی ۱۵ر دنوں کا اعتکاف کیا ہے حضرتؒ تو ایسی باتوں سے بے حد خوش ہوا کرتے تھے" فرمایا بلائیو" میں نفل میں مشغول تھا اور اپنی

تعریف سن رہا تھا مولانا معین الدین صاحب نے فرمایا کہ نماز پڑھ رہا ہے حضرتؒ نے ایک دو منٹ انتظار فرمایا میں بھی جلدی جلدی نماز سے فارغ ہوا اور حضرت کے پاس حاضر ہوگیا وہ منظر ابھی تک نظروں میں ہے حضرت سے بہت محبت سے مصافحہ کیا اور حضرت نے بھی بڑی شفقت و محبّت کے لہجہ میں (ہاتھ بڑھاتے ہوئے) فرمایا "ابے تو تو بڑا اچھا لونڈا نکلا" تیرا نام کیا ہے کہاں رہے۔ میں نے نام اور وطن بتایا پھر فرمایا "اعتکاف میں روزہ بھی رکھے عرض کیا جی ہاں پھر فرمایا رُٹی کہاں سے آوے کون لایا کرے عرض کیا مدرسہ سے مؤذن عبداللہ لا دیتا ہے فرمایا وہ لا دیا کرے؟ میں نے عرض کیا حضرت ایک روٹی اسکو دے دیتا ہوں لانے کے بدلہ اور ایک روٹی میں کھالیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ساری اسے دے دیا کر آج سے تیرا کھانا سحری میرے یہاں سے آیا کریگا پھر حضرت کچے گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں حضرت نے گھی چپڑی روٹی اور کوفتے کا سالن بھیجا اور یہ سلسلہ پورے اعتکاف میں جاری رہا اور پانچوں نمازوں میں جب حضرت کے آنے کا وقت ہوتا میں دروازہ کے قریب آکر مسجد کے اندر سے ہاتھ بڑھا کر جوتے حضرت کے اُٹھا لیا کرتا اور دوسرے خدام کچھ مزاحمت کرتے تو حضرت اشارہ فرمادیتے ایک دوبار ایسا ہوا پھر جوتے میں مسجد کے اندر لانے لے جانے لگا اور ہر وقت حضرتؒ بڑی شفقت و محبّت سے نام دریافت فرماتے کہ ابے تیرا نام کیا ہے میں بھول جاؤں۔ حضرتؒ کا وہ محبت بھرا لہجہ آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے۔ اعتکاف سے فارغ ہوکر سالانہ امتحان دیا۔ امتحان کے بعد بیعت کا داعیہ پیدا ہوا لوگوں سے جب ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا حضرتؒ طالبعلم کو بیعت نہیں فرماتے ہیں میں نے کئی لوگوں سے سفارش کے لئے کہا سب نے کہا کہ حضرتؒ بیعت نہیں فرماتے پھر مولانا منور حسین صاحب کی خوشامد کی کہ حضرت سے سفارش فرمادیں انہوں نے مان لیا اور حضرت سے سفارش کی حضرت نے مغرب کے بعد کا وقت دیا نوافل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے بلایا میرے ساتھ دو طالبعلم دورہ حدیث کے تھے حضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "ابھی سے کیوں پھنسے کرلے کچھ اور آزادی میں نے عرض کیا حضرت بیعت فرمالیں پھر حضرت نے بیعت فرمالیا یہ ۸۵ھ شعبان کا واقعہ ہے۔

۵ — حضرت سے قبل کسی سے بیعت کا تعلق نہیں تھا ابتداءً حضرت ہی سے بیعت ہوا جس کا

مفصل تذکرہ اوپر آچکا۔

۸ — حضرت سے خط وکتابت بہت کم ہوئی خدمت میں حاضری کا زیادہ موقع ملا اور جو کبھی خط وکتابت کی نوبت آئی بھی تو خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔

۹ — حضرت سے ۱۸ سال تعلق رہا اس دوران بہت ڈانٹ سنی لیکن اپنی بے شعور کی بنا پر کبھی شعور نہیں کہ کس قسم کی ڈانٹ ہے۔

۱۰ — حضرت کی شفقتیں تو ہمیشہ رہیں اور متفرق اوقات میں جو مالی عطایا کی بارش ہوئی ہے وہ ہزار ریال سے اوپر ہوئے ہوں گے۔

۱۱ — حضرت سے جب تعلق ہوا تھا اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی عقل بھی نہیں آئی تھی اس وقت سلوک و تربیت سے اچھی طرح واقف بھی نہیں تھا حضرت سے محبت تھی اور حضرت کی خدمت محبت کی وجہ سے کرتا تھا اور سلوک و تربیت کے بارے میں یہی سوچتا تھا کہ میں تو اس لائق ہوا ہی نہیں ابھی بچہ ہوں ابھی تو صلحاء والی باتیں بھی میرے اندر نہیں تو راہِ سلوک کیسے طے ہوگا۔

حضرت کی مجلس ذکر میں بیٹھتا تھا اور کبھی کوئی اچھا ذکر کرنے والا آتا تو اس کا ذکر سنتا تھا اور خواہش ہوتی کہ میں بھی ذکر کروں لہٰذا ۸۶ھ میں جب سالانہ امتحان سے فارغ ہوا تو حضرت سے عرض کیا کہ ذکر جہری لینا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا تیری کونسی کتابیں ہونگی عرض کیا موقوف علیہ ہونگی فرمایا چاٹے کے بعد آجائیے۔ میں حاضر ہوگیا حضرت نے فرمایا اگلے سال کونسی کتابیں ہونگی عرض کیا موقوف علیہ فرمایا بھاگ جا۔ میں مایوس ہوا اٹھ گیا پھر تیل مالش کرتے وقت حضرت سے عرض کیا حضرت نے پھر وہی سوال کیا میں نے وہی جواب دیا حضرت نے پھر فرمایا آجانا وقت پر پھر حاضر ہوا حضرت نے پھر سوال دہرایا میں نے عرض کیا موقوف علیہ حضرت نے پھر بھگا دیا تیسری بار پھر موقع دیکھ کر حضرت سے عرض کیا حضرت نے پھر وہی سوال کیا اور میں نے بھی وہی جواب دیا حضرت نے فرمایا چاٹے کے بعد آجائیے لیکن اس بار میں نے حافظ صدیق صاحب (خادم خاص وقدیم خادم حضرت شیخ) کی خوشامد کی کہ جب حضرت بھگانے کے لئے کہیں اس وقت آپ سفارش کردیجئے گا اور کہہ دیجئے گا کہ چھٹی چھٹی ذکر

کرنا چاہیے تیسری بار پھر میں حاضر ہوا حضرت نے اس بار دیکھتے ہی بغیر سوال کئے فرمایا ابے تو پھر آگیا چل بھاگ جا حافظ صدیق صاحب نے عرض کیا یہ تو چھٹی چھٹی کرنا چاہیے حضرت نے فرمایا اچھا بیٹھ جا پھر ذکر کی تلقین فرمائی وہ منظر اب تک آنکھوں کے سامنے ہے اور حضرت کی آواز اور لہجہ تک کانوں میں گونج رہا ہے۔

ذکر میں نے بہت پابندی سے کیا اور جب چھٹی ختم ہوگئی تو پھر حضرت سے عرض کیا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ ذکر کرلیا کروں انشاءاللہ اور وقت مل جائے گا حضرت نے فرمایا شوق سے۔

اس سال یعنی ۸۶ھ میں حضرت حج کے لئے تشریف لے گئے تو ذکر سے دل اچاٹ ہوا وسوسہ کا خوب حملہ ہوا جب حضرت حج سے واپس تشریف لائے تب میں نے پرچہ پر علامت شقاوت جلالین شریف کے حاشیہ سے نقل کرکے اس کے نیچے یہ لکھکر دیا کہ حضرت یہ سب علامتیں میرے اندر ہیں اور وسوسہ سے پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا پڑھ میں نے دوڑ کر حضرت کا شیشہ لاکر حضرت کو دے دیا حضرت نے غور سے پڑھ کر ذرا سخت لہجہ میں فرمایا: ان واہیات میں نہیں پڑا کرتے چل اپنا ذکر کر۔ مجھے بہت برا معلوم ہوا اور میں یہ سوچا کہ حضرت کا دامن تو اسی لئے پکڑا تھا میرے ایمان اور کفر کا مسئلہ ہے حضرت نے ڈانٹ دیا کوئی توجہ نہیں فرمائی یہ سوچتا ہوا ذکر کرنے بیٹھ گیا پھر میں وسوسہ وغیرہ کو بھول گیا جب دو ہفتہ بعد مدرسہ مظاہر علوم کے ایک طالبعلم نے مجھے ایک پرچہ دیا کہ حضرت کو سنا دینا میں نے کھول کر پڑھا تو وہی وساوس اسے بھی تھے جن میں میں مبتلا تھا لیکن میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب وہ نہیں ہے کب ختم ہوا تو سوچنے سے یاد آیا کہ حضرت نے ڈانٹا تھا اس کے بعد سے نہیں ہوا ہے اور ڈانٹ نہیں تصرف تھا اور اس تصرف کا اثر اتنا قوی اور پائیدار ہے کہ آج ۱۹ برس اس واقعہ کو ہورہے ہیں کبھی اسلام کے بارے میں وسوسہ نہیں ہوا اگر کوئی اُلٹا سیدھا سوال کرتا ہے تو فوراً جواب ذہن میں آجاتا ہے اور دل منشرح رہتا ہے اس تصرف سے اور جو فائدے ہوئے ہیں، میں اور میرا رب جانتا ہے۔

پھر ۸۷ھ میں ذکر میں اضافہ کی درخواست کی کہ چھٹی چھٹی میں اضافہ فرمادیں حضرت نے فرمایا کہ اسم ذات جتنا چاہے کرلیا کر لہٰذا میں تین چار ہزار کرلیا کرتا تھا پھر چھٹی کے بعد

میں نے عرض کیا کہ اسم ذات کے اضافہ کو جاری رکھوں تو حضرت نے اجازت دے دی اور دورۂ حدیث کے ساتھ بھی الحمدللہ بارہ تسبیح کے ساتھ تین چار ہزار اسم ذات کرلیا کرتا تھا شعبان ۸۸ھ میں جب فارغ ہوا تو شروع رمضان میں حضرت کے یہاں رہا پھر حضرت نے اپنے ایک مہمان ڈاکٹر عبدالمنان صاحب مرحوم کے ساتھ جن کو دل کا دورہ پڑ گیا تھا ان کے گھر بہار شریف بھیج دیا اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ دونوں کا حضرت نے خریدوایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو اُن کے گھر تک پہنچا دینے کے بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور شوال کے آخر میں حضرت کے یہاں واپس آیا حضرت نے قصد پوچھا میں نے عرض کیا سلوک طے کرنے جس پر حضرت نے فرمایا ابھی تو میرا بھی سلوک طے نہیں ہوا اور حضرت کے دوسرے خدام ہنسنے لگے پھر حضرت نے پوچھا کیا ذکر کتنا کیا کرے عرض کیا بارہ تسبیح اور چار ہزار اسم ذات حضرت نے فرمایا یہ بہت ہے ایک ہزار اسم ذات کرلیا کر پھر دو چار دن کے بعد بلاکر پوچھا کتنا ذکر کیا کرے میں نے عرض کردیا حضرت نے فرمایا یہ کم ہے دو ہزار کرلیا کر پھر دو چار دنوں کے بعد بلاکر پوچھا کتنا ذکر کیا کرے میں نے بتادیا فرمایا ابے یہ کم ہے تین ہزار کرلیا کر پھر ایک آدھ ہفتہ میں بلاکر دریافت فرمایا اور پھر فرمایا یہ کم ہے چار ہزار کرلیا کر پھر ایک ہفتہ میں بلاکر فرمایا کہ ذکر کتنا کیا کرے میں نے عرض کیا چار ہزار فرمایا کم ہے پانچ ہزار کرلیا کر اور یہ پانچ ہزار اسم ذات کافی دن چلا۔

حضرت کے یہاں تھوڑے وقت میں کام بہت ہوجاتا تھا کہ الگ رہ کر اس کا آدھا کام کرنا بھی مشکل ترین تھا تمام معمولات کے ساتھ پانچ ہزار اسم ذات اور بیس پاروں کی تلاوت یہ معمول تھا پھر حضرت ۸۹ھ میں عمرہ کے لئے حجاز تشریف لے آئے اور میں بھی خواہاں تھا بمبئی تک آیا لیکن مجھے ویزا نہیں ملا حضرت حجاز تشریف لے آئے میں نے کھوکھا بازار کی مسجد میں اعتکاف کرلیا کہ یا حضرت واپس تشریف لائیں یا مجھے ویزا ملے یا میرا جنازہ مسجد سے نکلیگا۔

اعتکاف میں دن بھر مسجد میں رہنا اور دوسرا کوئی کام نہیں باوجود اس کے اپنا معمول پورا کرنا پہاڑ بنگیا حضرت کی صحبت میں رہ کر سب معمولات بسہولت پورے ہوتے تھے اب وہ برکت کہاں سے لاتا نتیجہ یہ ہوا کہ معمولات سے عاجز آگیا اور حضرت کی خدمت میں لکھدیا کہ دماغ متحمل نہیں ہے ذکر میں تخفیف فرمادیں حضرت نے تخفیف فرمادی لیکن امتحان میں فیل

ہو چکا تھا وہ تخفیف شدہ بھی پورا نہ کرسکا اور ذکر اور تصوف سے دل اچاٹ ہوگیا اور یہ کیفیت مسلسل کئی سال رہی حالانکہ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت کی خدمت کرتا تھا طواف عمرہ میں گاڑی بھی میں چلاتا تھا اور ذکر بھی حضرت کی مجلس میں کرتا تھا لیکن ذکر کی کیفیت ختم ہو چکی تھی حضرت نے کبھی کچھ نہیں فرمایا حضرت سے تو محبت میں کمی نہیں آئی عقیدت بھی پوری تھی لیکن معمولات بالکل چھوٹ گئے تھے لوگ سمجھتے تھے کہ میں حضرت کے قریب ہوں لیکن بہت دور جاگرا تھا خدام حضرات نے بھی میری اصلاح کا بیڑہ اٹھالیا تھا اس لئے اور بھی چڑھ پیدا ہوگئی تھی حضرت سے میں نے شکایت بھی کی تو حضرت نے بڑے پیار سے فرمایا اپنے اپنوں کی برداشت نہیں کرتا تو غیروں کی کیسے کرے گا پیارے ساتھیوں میں تو یہ سب ہوا ہی کرے۔ اس زمانہ میں قلبی حالت ایسی گندی تھی کہ میں دھتکار دینے کے لائق تھا اور حضرت کو کشف اس قدر ہوتا تھا کہ سب خدام کو مشاہدہ ہے حضرت میری حالت پر ضرور مطلع تھے لیکن دھتکارنے کے بجائے قریب ہی فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے کئی بار لقمے بھی دیئے ہیں اور از خود کئی مشورے بھی شفقت سے دیئے۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۳ء میں حضرت کی خدمت میں حجاز سے پہلی بار سہارنپور حاضر ہوا تو پہلی نظر جب حضرت پر پڑی اس وقت قلبی کیفیت بدل گئی اور جو گڑبڑی تھی ٹھیک ہوگئی اور اسی وقت میں نے چلہ گذارنے کا ارادہ کرلیا حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے حکماً شادی کے لئے بھیجدیا اور دو بار انکار بھی میں نے کیا تو تیسری بار فرمایا اگر شادی نہیں کرنی تو (گھر سے) ادھر ہی سے حجاز چلا جائیے یہاں قدم نہ رکھنا اس لئے مجبوراً گھر جانا پڑا اور حضرت کی خدمت میں سہارنپور رہنے کا موقع نہیں ملا۔

درمیان میں طویل مدت تک حالت کی گڑبڑ سے بے اعتمادی ہوگئی تھی اس لئے دل میں تھا کہ حضرت سے تفصیل سے تمام حالات بیان کرنے کے بعد پھر سے معمولات شروع کردوں گا روز نئے اسباق لوں گا اس سوچ بچار میں بھی کافی دن نکل گئے۔ جنوری ۱۹۷۶ء میں ایک بزرگ نے توجہ دلائی تو میں نے مفصل عریضہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جس کے بعد حضرت کی شفقت اور عنایات بہت زیادہ ہوگئی اور پھر سے میں راستہ پر آگیا۔

شب ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ بعد العشاء دار الطلبہ جدید مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد میں حضرت نے اجازت دی۔ اکمال الشیم، ارشاد الملوک، تربیت السالک مطالعہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ اجازت کے وقت یا بعد میں اس مد میں کوئی چیز نہیں ملی۔ اجازت زبانی ملی ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل حضرت شیخؒ سے پڑھنے کے علاوہ دورہ کے بعد ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ میں میرے ایک خواب کی بناء پر حضرتؒ نے عشاء کی نماز کے بعد مشارق الانوار الصنعانی مجھے پڑھائی شروع شروع میں تنہا پڑھتا تھا پھر مجمع بہت ہوگیا تھا کچہ گھر بھر جاتا تھا محرم ۱۳۸۹ھ کے آخر میں حضرت کے سفر عمرہ کی وجہ سے درس موقوف ہوگیا۔

صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ العالی جو حسب ارشاد حضرت شیخ میرے لئے قائم مقام شیخ ہیں ان کے حکم کی تعمیل میں یہ سب کچھ لکھا ورنہ ان اوراق میں اپنی آپ بیتی ہے حضرت کے متعلق کچھ مواد نظر نہیں آتا۔

فقط والسلام

حسّان احمد المظاہری

حضرت مولانا نجیب اللہ صاحب چمپارنی مدظلہ العالی

۱ــــ نجیب اللہ ص ب ۲۹۷ مکہ مکرمہ۔ المملکۃ العربیۃ السعودیہ۔
اور وطن کا پتہ ہے نجیب اللہ مقام وڈاک خانہ جھٹکا ہی ضلع مشرقی چمپارن
بہار ہندوستان۔

۲ــــ تاریخ پیدائش ۱۰ محرم الحرام بعد العصر سنہ ھجری صحیح معلوم نہیں ویسے پاسپورٹ
(الف) پر ۲۰؍۹؍۱۹۵۳ء لکھا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ بندہ نے اپنے والد صاحب مدظلہٗ سے
عرض کیا تو فرمایا کہ کاغذات میں کہیں لکھا ہوا ہے مگر باوجود تلاش بسیار کے نہ ملا اور
پاسپورٹ پر جو سنہ لکھا ہوا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ زیادہ لکھا گیا ہے تمہاری عمر
اس سے ۲ یا ۳ سال کم ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

(ب)۔ بچپن کی تعلیم مدرسہ آزاد ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن بہار الہند میں حاصل کی چونکہ
یہ مدرسہ میرے گھر سے قریب واقع ہے اس کے علاوہ اس زمانہ میں ہر ہر گاؤں و دیہات
میں مدارس و مکاتب کی اتنی کثرت نہیں تھی جیسا کہ اس وقت ہے اس کے علاوہ میرے
بھائی جان مدظلہٗ چونکہ پہلے سے ہی اسی مدرسہ میں موجود تھے اس لئے مجھے بھی اسی مدرسہ
میں داخل کر دیا گیا۔

(ج) بچپن میں عام بچوں سے کچھ زیادہ ہی شریر واقع ہوا تھا بلا وجہ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا
گالی گلوچ حتیٰ کہ اپنے والدین بھائی بہن دادی جان سے لڑتا جھگڑتا رہتا چھوٹی چھوٹی
باتوں پر ہٹ اور ضد حتیٰ کہ مرنے مارنے کے لئے تیار غرضیکہ بچپن کی زندگی ایک عجیب
زندگی تھی، اللہ جل شانہٗ نے دینی مدرسہ کی راہ دکھلائی اور ساتھ ہی تربیت کے لئے
بڑوں کی سرپرستی ونگرانی نصیب فرمائی جس نے آوارگی کی زندگی سے حفاظت کی اس کے
باوجود طبیعت میں جو ایک شرارت اور رعونت اور ضد تھی وہ اب تک بھی نہ گئی اللہ
جل شانہٗ ہی میری سیئات کو معاف فرمائے درگذر فرمائے اخلاق رذیلہ سے پاک فرما کر

اخلاق فاضلہ سے کوئی حصہ نصیب فرمائے کہ ؎ بر کریما کارہا دشوار نیست۔

(د) اپنے علاقہ کے مدرسہ میں بالکل ابتدائی تعلیم حاصل کی میرے بڑے بھائی جان
مولوی قاری حافظ اطیع اللہ صاحب (خلیفہ ومجاز بیعت حضرت اقدس مولانا الحاج
اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور یکے از اکابر خلفاء حضرت تھانوی) چونکہ مدرسہ
خلیلیہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کر چکے تھے اس لئے مجھے بھی وہ اپنے
ساتھ سہارنپور لے آئے۔ اور نحو میر سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم مظاہر علوم سہارنپور
ہی میں حاصل کی جہاں تک حافظہ ساتھ دے رہا ہے غالباً ۱۳۸۴ھ میں مظاہر علوم
سہارنپور میں آیا۔

(ہ) تعلیم سے فراغت غالباً ۹۱ھ یا ۱۳۹۲ھ میں ہوئی صحیح یاد نہیں۔

(و) تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ زمانہ تک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ہی خدمت
میں رہا اور جب حضرت قدس سرہٗ کا سفر حجاز ہوا تو بندہ اپنے وطن چلا گیا اور جاتے
ہی نکاح ہو گیا غالباً ۱۳۹۳ھ ہے۔

(ز) دو بچے ہیں ایک لڑکا جس کا نام حضرت قدس سرہٗ ہی کے نام پر ”زکریا“
رکھا ہے اس بچہ کی ولادت حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے تین ماہ بعد ہوئی اللہ
تعالیٰ اس بچہ کو حضرت قدس سرہٗ کی برکات کا حامل بنائے اور بچی کا نام ”زاہدہ“
رکھا گیا ہے اللہ جل شانہٗ ان دونوں کو علم وعمل رشد وہدایت کی دولت سے بہرور
فرمائے وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

(ح) سہارنپور سے جب وطن پہنچا تو کئی مدارس والوں کا اصرار ہوا مگر اپنی افتاد
طبع کی وجہ سے ہر جگہ انکار کرتا گیا (ویسے درس وتدریس کے سلسلہ میں دو جگہوں
پر رہنا ہوا جس سے مدارس کے احوال اور آپس کی چپقلش علماء کا آپس میں افتراق و
انتشار نظماء کی بدنظمیاں اقتدار کی ہوس میں جہلاء کا علماء کے اوپر مسابقت اور
انکے وقار کو مجروح کرنا اور نہ معلوم کیسے کیسے احوال معلوم ہوئے جس سے مجھ جیسا ہر
طالب علم ناآشنا ہوتا ہے) بالآخر چند ماہ اپنے علاقہ کے ایک مدرسہ میں گذار کر حضرت

مولانا صدیق احمد صاحب (خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کی خدمت میں باندہ چلا گیا حضرت مولانا مدظلہٗ نے ضلع فرخ آباد یو پی کے ایک مدرسہ میں خدمت تعلیم پر لگا دیا تقریباً دو سال خدمت دین کی سعادت حاصل رہی اختتام سال پر یہاں سے استعفیٰ دیکر رمضان المبارک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں سہارنپور میں گذرا چونکہ حرمین شریفین کی تڑپ ایک زمانہ سے تھی پاسپورٹ بھی اپنے پاس بنا بنایا موجود تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نصرت فرمائی اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب زید عنایتہ (اللہ جل شانہٗ مولانا موصوف کو دونوں جہاں کی ہر نوع کی ترقیات سے نوازے ان کے احسانات کا اپنی شان بہترین بدلہ عطا فرمائے) کی خصوصی توجہ اور برکت سے ۱۳۹۶ھ میں حرمین شریفین کی حاضری بسلسلۂ حج نصیب ہوئی۔ چونکہ حضرت قدس سرہٗ کا مستقل قیام مدینہ پاک میں تھا اس لئے حج سے فراغت کے بعد اسی در اقدس پر جاکر پڑ گیا اور تاحیات حضرت شیخ قدس سرہٗ کی سفر و حضر میں خدمت کی سعادت میسر آئی۔ فللہ الحمد والشکر والمنہ۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۹) حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد اپنے یہاں مکہ مکرمہ میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی نیز انکے والد صاحب مدظلہ کا قائم کردہ ایک مدرسہ بھی ہے جو یہاں تحفیظ القرآن کے طرز پر چل رہا تھا مولانا موصوف اس حقیر کو ازراہ شفقت و ذرہ نوازی اپنے یہاں لے آئے مدرسہ مذکور میں چند بچوں کو ابتدائی عربی کی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حسب توفیق اپنے اسلاف کرام رحمہم اللہ کے طریقہ پر ذکر و شغل کا مشغلہ بھی ہے دعا فرما دیں کہ اللہ جل شانہٗ اس سیہ کار کو مولانا موصوف کا معاون بنا کر کچھ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ حضرت قدس سرہٗ کی آرزوؤں اور تمناؤں کو کہ ذکر کی مجالس جا بجا قائم ہوں اور اصلاحی و سلوکی نظام چل پڑے کہ برصغیر ایشیاء میں دین اور اسلام کی جو خدمت ان بوریہ نشینوں نے کی ہے

وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اللہ تعالیٰ اس کو پوری کرنے کی توفیق و ہمت بخشے۔

آپ نے میری زندگی کے احوال معلوم کئے احوال تو انکے ہوا کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں میں تو ایک نکما انسان ہوں نہ دنیا کے کسی کام کا نہ دین کے کسی کام کا اللہ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھ جیسے دیہاتی کو ضیاء نبوت کے حصول کی طرف رہبری فرمائی بعدہ یگانہ روزگار۔ قطب الاقطاب۔ بقیۃ السلف۔ ریحانۃ الہند۔ محدث کبیر۔ عارف باللہ ولی کامل جیسی شخصیت کے در کی جاروب کشی کے لئے قبول فرمایا اس پر جتنا پر شکر کیا جائے کم ہے ؎

آمیت دادئی بعد از مسلمان کردئی اے خدا قرباں شوم احساں بہ احساں کردئی

مگر اپنی نالائقی سے نہ تو کچھ حاصل کر سکا نہ کوئی خدمت کر سکا کہ ؎

خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را۔ باقی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام ضرور شامل کرالیا اللہ ہی میرے گناہ معاف فرما کر اپنے لطف و احسان سے قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

۳۔ جب سے بندہ نے ہوش سنبھالا ہے اپنے کو گھر اور وطن سے دور ہی پایا کہ بچپن ہی میں سہارنپور یوپی آگیا تھا تعطیل کے چند ماہ گھر پر گذرے تھے اس لئے جو کچھ علاقہ کی دینی حالت معلوم ہے وہ تحریر ہے۔ مجموعی لحاظ سے علاقہ کی دینی صورت حال عمدہ ہے اکابر علماء و صلحا کا دورہ میرے اس علاقہ میں خوب رہا اور اب بھی ہوتا رہتا ہے خاص طور سے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کا دورہ اس علاقہ میں خوب ہوا ہے چنانچہ ہمارے علاقہ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کے متوسلین کافی پائے جاتے ہیں پہلے مدارس خال خال پائے جاتے تھے اب الحمد للہ کہ ہر گاؤں اور بستی جس میں مسلمانوں کی کچھ آبادی ہے مدارس مکاتب ضرور قائم ہیں باقی جس جگہ کوئی مدرسہ نہیں تو مکتب ضرور ہے لیکن ساتھ ہی مدارس میں بدنظمیاں بھی عام ہیں اس کے باوجود دینی تعلیم کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے۔ ابناء زمانہ نے اپنے اسلاف اکابر کی طرز سے قدم ہٹا کر تقریباً ۸۰۔۹۰ فیصد مدارس کو بہار بورڈ سے ملحق کر دیا ہے محض نا عاقبت اندیشی تنخواہ کی زیادتی

اور دنیاء دنی کے لالچ وحرص میں پہلے پہل تو بورڈ سے مدارس کے الحاق کے لئے بڑے بڑے سبز باغ دکھلائے گئے لیکن مآل کی طرف کسی نے نہیں دیکھا اب ان بورڈ کے مدارس کا یہ حال ہے کہ جن خالص دینی اداروں کو عوام نے اپنی ہزاروں امنگوں کے ساتھ ایک ایک پیسہ کرکے جمایا اور آباد کیا تھا جس کے پاس وقف کی اپنی کافی مقدار میں جائداد یں زمینیں تھیں جس میں طلباء علم کے خورد ونوش کا انتظام عوام کے صدقات وعطیات سے ہوا کرتا تھا وہ سب مدارس پوری طرح سے حکومت کی تحویل میں ہیں اوقاف پر پورا کنٹرول حکومت کا ہے بلکہ بحق سرکار ضبط ہیں مدرسوں کو چند فیصد بمد تنخواہ اور بوقت ضرورت بمد تعمیر وتصلیح حکومت دے گی اور کچھ نہیں فیصلہ آپ کے سپرد ہے کہ ایسے مدارس کس نہج پر دین کی خدمت کر رہے ہوں گے جب کہ حکومت نے ایسے مدارس کے لئے خاص قوانین وضع کئے ہیں جس کی رو سے ان مدارس میں غیر مسلم ٹیچروں کو بھی لایا جائے گا اور خدا نہ کرے کہ ایسا بُرا دن بھی دیکھنا پڑے کہ جن جگہوں پر بوریوں پر بیٹھ کر طلباء علم نبوت قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے ہوں ہر وقت قرآن پاک کی صداؤں سے فضا معمور ومنور کر رہے ہیں وہاں راماٹن اور سنسکرت کو داخل کر دیا جائے جس سے عوام کی وہ امنگیں جو انہوں نے ان مدارس سے وابستہ کی تھیں خاک میں ملتی ہی نہیں بلکہ خون ہوتا ہوا دکھیں اللہ جل شانہٗ ان علماء اور دانشوروں کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ چند کوڑیوں کے خاطر اپنے دین اور علم دین کو فروخت کرنے سے باز رہیں یہ تو مدارس کا حال ہے رہ گئی جماعت تبلیغ پہلے پہل کسی زمانہ میں ہر قریہ وگاؤں میں لوگوں کا یہ حال ہوتا تھا کہ تبلیغی جماعت کا نام سن کر لوگ بھاگتے تھے کہ معلوم نہیں کہ ہم لوگوں سے کیا کیا کام لے گی جب گشت والے پہنچتے تو لوگ گھروں میں چھپ جاتے کھیتوں کو نکل بھاگتے آہستہ آہستہ یہ وحشت دور ہوگئی اور لوگ اپنی عاقبت بنانے کے لئے دینی زندگی اپنانے کی خاطر اس میں اچھا خاصا وقت لگانے لگے الحمدللہ اکثر کا یہی حال ہے۔ غرضیکہ ہر ایک شعبہ حیات میں ایک قسم کی افراتفری ہے اس کے باوجود اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم ہے کہ تبلیغ کے بعض مخلصین کی برکت سے جگہ جگہ اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ بالعموم الحمدللہ کہ وہ بستیاں

جہاں علم اور علماء کو کوئی نہ جانتا تھا آج وہاں درجنوں حفاظ۔ علماء۔ قراء موجود ہیں جو ان کو دن رات اپنی تقریروں سے نصیحتوں سے دین کی طرف جوڑ رہے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ کئی صاحب نسبت بزرگ بھی علاقہ میں موجود ہیں مثلاً حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی کے خلیفہ مجاز۔ اور حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم وخلیفہ اجل حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا الحافظ قاری اصیح اللہ صاحب مدظلہ العالی ان سب بزرگوں کے سایہ کو تا دیر قائم وباقی رکھے اور ان بزرگوں کی برکات سے علاقہ کو منور فرماتا رہے۔ مگر بعض احباب تبلیغ کی نا عاقبت اندیشی اور اصل تبلیغی اصول سے انحراف ودوری اہلِ علم واہلِ ذکر سے انکی دوری اور ہر جگہ پر اپنی من مانی نے بہت سے لوگوں کو پھر اس سے وحشت زدہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

۴ــــ بندہ جب مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ کو جاننا طلبا اور خاص طور پر اپنے بڑے بھائی جان مولانا حافظ قاری اصیح اللہ صاحب کی زبانی ہر وقت حضرت شیخ الحدیث کا نام سنا کرتا تھا چونکہ خلیلیہ شاخ والوں کا کھانا مدرسہ مظاہر علوم ہی سے جاتا ہے بایں طور کہ طلباء آپس میں مل کر سات آدمیوں کا جوڑ لگا لیتے ہیں اور ہر شخص ہفتہ میں ایک مرتبہ ایک دن صبح وشام آکر کھانا لے جاتا ہے اسی طریقہ سے یہ حقیر اپنے بڑے بھائی جان کی باری کے دن کھانا لینے کے لئے جایا کرتا شام کا کھانا لانے کے لئے عصر کے وقت پہنچتا اور عصر بعد کھانا لے کر شاخ کے لئے روانہ ہوتا تو اس وقت حضرت قدس سرہٗ کی مجلس مبارکہ مولانا نصیر الدین مرحوم کی ٹال میں لگی ہوئی ہوتی بندہ سڑک سے ہی دیوار کی اوٹ میں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر حضرت قدس سرہٗ اور مجمع کو دیکھ لیتا اور پھر روانہ ہو جاتا بڑے بھائی جان مدظلہٗ کی تربیت ہوتی رہی گو کہ اپنی قساوت قلبی ضد اور ہٹ کی وجہ سے انکی تربیت کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ ہمیشہ بڑے بھائی جان مدظلہٗ سے لڑتا جھگڑتا رہتا (اللہ تعالیٰ میری نالائقیوں کو معاف فرمائے اور بڑے بھائی جان مدظلہٗ کی حسن سیرت میں اضافہ فرمائے) اس کے باوجود چونکہ بھائی جان مدظلہٗ شب بیدار تہجد گذار اور کثرت

سے تلاوت قرآن پاک کرتے تھے انکو دیکھ دیکھ کر اور کچھ انکی ترغیب وتحریر پر بزرگوں سے محبت ہوتی چلی گئی مدرسہ شاخ کی تعلیم ختم ہوئی اور مظاہر علوم میں آگیا دو سال شاخ میں رہا تیسرے سال مظاہر میں آیا۔ سب سے پہلے حضرت قدس سرہٗ کی زیارت مولانا نصیر الدین مرحوم کی ٹال میں ہوئی یعنی ۱۳۸۴ھ ماہ شوال کے عشرہ اولیٰ میں جبکہ حضرت قدس سرہٗ بعد العصر مجلس میں چارپائی پر تشریف فرما تھے اور عشاق ومحبین اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ایک دوسری چارپائی تھی جس پر حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ والد ماجد حضرت انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مظاہر علوم سہارنپور تشریف فرما تھے مجمع پر سکوت وسکینت طاری تھی اور ساری ہی گردنیں نیچے کئے ہوئے بیٹھے تھے اس زیارت سے طبیعت ودل پر بڑا ہی رعب پڑا ساتھ ہی دل میں حضرت قدس سرہٗ کی ایک محبت اور حضرت کے چہرہ کا جلال ورونق ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بیان سے باہر ہے ساتھ ہی یہ بھی دل میں تأثر تھا بہت بڑے بزرگ اللہ والے ہیں یہ جو دعا کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ ضرور قبول کرتا ہے۔

۵ــــ جب خلیلیہ شاخ سے مظاہر علوم منتقل ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا حضرت قدس سرہٗ کی مجالس مبارکہ میں شریک ہونے لگا جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل جو مجلس ہوتی تھی اس میں شریک ہوتا بہر حال مجالس میں شرکت ہوتی رہی اور دل میں ایک انجذابی کیفیت پیدا ہوتی گئی طالب علمی کے دور میں نفلیں اوراد وظائف پڑھنے کی طرف طبیعت خوب مائل تھی اپنے تئیں خوب پڑھا کرتا تھا اس زمانہ میں حضرت قدس کا معمول طلباء کو بیعت کرنے کا نہیں تھا اور نہ ہی طلباء کو ذکر وشغل اوراد وظائف تلقین فرمایا کرتے تھے بلکہ پڑھنے پڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اور اسی کو اہمیت دیتے تھے ان سب باتوں کے باوجود بندہ نے حضرت قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کا تہیہ کر لیا حالانکہ میری عمر بہت تھوڑی تھی اس کے باوجود حضرت کی مجلس میں جب حاضری ہوتی تو چہرۂ اقدس کے انوارات

خوب خوب محسوس ہوتے مجلس میں سر جھکا تا تو اٹھایا نہیں جاتا تھا بسا اوقات طبیعت پر اتنا سرور اور محبت کا غلبہ ہوتا کہ جی چاہتا کہ حضرت میری طرف متوجہ ہوں اور کسی کی طرف بالکل نہ دیکھیں رعب اتنا غالب رہتا کہ جب مجمع بیٹھا ہوتا تو بڑی مشکل سے اپنے کو چھپا کر مجلس میں حاضر ہوتا اور جب مجلس برخواست ہوتی تو مجمع کے اندر چھپ کر نکلنے کی کوشش کرتا اس زمانہ میں حضرت قدس سرہٗ کا یہ معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد دائیں یا بائیں طرف متوجہ ہو کر فرماتے "کوئی ہے بیعت والا" بیعت ہونے والے پہلے سے موجود ہوتے وہ فوراً آگے بڑھ جاتے چنانچہ بندہ بھی یوم جمعہ ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ کی عصر کے بعد کے مجلس ذکر میں شریک رہا ویسے پہلے سے ہی اس مجلس مبارکہ میں ہمیشہ شرکت کا معمول تھا مغرب کی نفلوں سے فراغت کے حضرت قدس سرہٗ نے حسب معمول فرمایا "کوئی ہے" اس دن اتفاق سے دو ہی آدمی بیعت ہونے والے تھے ایک یہ حقیر دوسرے کوئی صاحب تھے معلوم نہیں وہ کون تھے کہاں کے تھے بہر حال حضرت قدس سرہٗ نے اپنے دونوں دستِ مبارک دونوں کی طرف بڑھائے اور ہم دونوں نے ایک ایک ہاتھ تھام لیا پھر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (جس وقت حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں ہاتھ تھا خدا ہی جانتا ہے کہ میری کیا کیفیت تھی آج بھی وہ منظر یاد ہے کہ ہاتھ پکڑتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے بجلی کا کوئی جھٹکا لگا ہو اور خوف وسرور ملی جلی ایک عجیب کیفیت تھی جس کا اظہار نوک قلم پر نہیں آسکتا) کیا کام کرتے ہو؟ میں نے ہوش سنبھالتے ہوئے گھبراہٹ سے بھرائی ہوئی آواز میں عرض کیا پڑھتا ہوں اس پر فرمایا کہاں؟ میں نے عرض کیا مظاہر علوم میں پھر فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ بندہ نے چند کتابوں کے نام لئے شاید یہ میرا شرح جامی یا مختصر المعانی کا سال تھا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے کوئی سوال نہیں فرمایا۔ اسی طرح سے دوسرے صاحب سے بھی کچھ دریافت فرمایا اس کے بعد ہم دونوں کو بیعت فرما لیا بعد مختصر دعا فرمائی اور فرمایا معمولات کا پرچہ دکان پر لے لینا اس کے مطابق عمل کرنا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے کچے گھر میں تشریف لے آئے کہ اس وقت لوگوں کو تخلیہ کا وقت

دیا ہوا تھا اور لوگ عشا سے پہلے پہلے اگر تخلیہ میں کوئی بات کرنی ہوتی وہ کرتے تھے۔ بندہ وہاں سے معمولات کا پرچہ لے کر مدرسہ آگیا۔ اس دن خوشی و مسرت کی انتہا لکھنے میں نہیں آسکتی کہ کس قدر تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بعض مخصوص دوست احباب کو میرے بیعت ہونے کا ارادہ معلوم ہوا تو ان لوگوں نے کہا تھا کہ حضرت طالبعلم کو بیعت نہیں کرتے لیکن جب میں نے آکر بیعت کا قصہ تبلایا تو سب کو تعجب ہوا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے یہاں میری آمدورفت بڑھ گئی حتی کہ صبح کی مجلس ذکر میں بھی شریک ہونے لگا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت ہونے سے پہلے کچھ دنوں تک حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے یہاں بھی آمدورفت رہی اور تھوڑی بہت خدمت میں دلچسپی بھی پیدا ہونے لگی تھی مگر خادم خاص کے اخلاق کریمانہ نے دل تنگ کر دیا ساتھ ہی طبیعت کا جماؤ بھی نہ ہو رہا تھا اس لئے بھی وہاں سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجالس میں آمدورفت اور پھر بیعت ہونے کی طرف پوری طرح میلان ہو گیا۔

۶ــــ آپ نے اس نمبر میں کیسے اور کیوں کا بہت ہی عمیق سوال فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جو علماء و اکابر مظاہر علوم میں تشریف لاتے بہت سوں سے ملاقاتیں ہوئیں بہت ساروں کی زیارت کی مگر یہ بات کہ کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کیا جائے ذہن میں نہیں آیا ادھر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجالس ذکر یومیہ قائم ہوتی ہے بندہ حاضر ہوتا ہے جب ذاکرین ذکر کر رہے ہوں اس وقت جو ایک گونہ لطف و سرور و محویت معلوم ہوتی اور جو قلبی سکون ملتا وہ کہیں اور نہیں ملتا تھا حضرت قدس سرہٗ کی جمعہ کے روز عصر بعد کی مجلس ذکر ایسی پرکیف ہوتی کہ مظاہر علوم میں آنے کے بعد سے اس مجلس میں عدم شرکت یاد نہیں پھر جب ذاکرین ذکر کی صدائیں بلند کرتے اور دوسرے کے ضرب سے اپنے دل پر جو ضرب لگتی وہ لکھنے میں نہیں آسکتی اسطرح سے عصر بعد یومیہ جو مجلس عام ہوتی گو کہ حضرت قدس سرہٗ نہ تو کچھ تقریر فرماتے نہ کوئی بات بلکہ خاموش مجمع پر متوجہ رہتے اور مجمع حضرت کی طرف متوجہ رہتا مگر اس میں جو قلب میں سکون اور کیفیت محسوس ہوتی اب جب خیال آتا ہے تو بدن میں

ایک قسم کا سرور نیز جھرجھری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے میری کیفیت کی تصویر کشی شاید اس شعر میں موجود ہو کہ ؎

سجدہ طرفِ کعبہ ہے دل تیری طرف ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

کہ حضرت قدس سرہٗ کو دیکھنے آپ کی مجالس میں بیٹھنے کے بعد کسی اور بزرگ کی خدمت میں جانے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سے ملنے اور ان سے کچھ پوچھنے سے اپنے کو بالکل مستغنی سمجھتا تھا اور کسی دوسرے کی طرف از خود ہی نظر نہیں جاتی تھی۔

۷ــــ اس کا جواب اوپر کی سطور میں تفصیل سے آچکا ہے۔

۸ــــ حضرت قدس سرہٗ سے بیعت ہونیکے بعد چونکہ حضرت سہارنپور میں موجود تھے اسلئے کوئی بات اگر معلوم کرنی ہوتی تو زبانی ہی معلوم کر لیتا تھا جب تک تسبیحات پڑھتا رہا اس وقت تک یہی بات رہی کہ جب کچھ عرض کیا اسی پر مواظبت کی تاکید فرمائی البتہ بیعت ہونے کے بعد جب حضرت قدس سرہٗ کا پہلی مرتبہ سفر حجاز ہوا تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت قدس سرہٗ کسی جگہ پر تشریف فرما ہیں اور مجھے سامنے بٹھا کر آنکھ بند کرنے کو فرمایا الخ یہ خواب اور اپنے معمولات و مختصر حالات حضرت قدس سرہٗ کو مدینہ پاک لکھے اس کے جواب میں حضرت قدس سرہٗ کا مختصر جواب آیا تھا جو بھائی طلحہ کے خط میں تھا جس میں حضرت قدس سرہٗ نے مراقبہ دعائیہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ عزیز طلحہ یا کسی سے اسکی ترکیب معلوم کر لینا اور ساتھ ہی خود ترکیب بھی تحریر فرما دی تھی اور یہ کہ اسکو پابندی سے کسی فارغ وقت میں کر لیا کرو بندہ نے اس پر بہت ہی اہتمام سے عمل کیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے مجھے بڑا فائدہ بھی ہوا اس کے بعد جب حضرت قدس سرہٗ ہندوستان تشریف لائے تو بندہ نے ذکر جہری کی درخواست کر دی گو کہ میرا مشکوٰۃ شریف کا سال تھا مگر حضرت قدس سرہٗ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ فرمایا پیارے! تعلیم محنت کر کے حاصل کر لو اس کے بعد پھر ذکر و شغل لینا میں نے عرض کیا حضرت انشاء ذکر و شغل سے تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا چنانچہ حضرت قدس سرہٗ نے قبول فرما لیا اور مولانا عبدالرحیم متالا صاحب

کو بلاکر فرمایا کہ اس کو ذکر سکھلا دو چنانچہ مولانا موصوف نے کچے گھر کے چبوترہ پر صبح کے وقت چائے کے بعد ذکر کی ترکیب سکھلائی۔ شروع زمانہ ذکر میں عجیب عجیب قسم کی کیفیتیں محسوس ہوئیں ایک دو مرتبہ حضرت قدس سرہٗ سے ذکر بھی کیا چنانچہ میری ڈائری میں ۱۹؍رمضان ۱۳۹۱ھ کا ایک واقعہ درج ہے بندہ نے حضرت سے اپنے کچھ حالات عرض کئے اس پر حضرت نے فرمایا "پیارے غور سے سُن لے میرے نزدیک انوار و برکات کی کوئی وقعت نہیں اصل میرے نزدیک اتباع شریعت اور اتباع سنت ہے اس میں جتنی استقامت ہوگی اتنی ہی ترقی ہوگی انوار و برکات کے پیچھے نہ پڑ کہ یہ چیز کام کے لئے مانع ہے جا کام کر۔ اسی طرح سے ڈائری میں یکم جولائی ۱۹۸۱ء میں لکھا ہے کہ ایک خادم کو ایک صاحب کے سلسلہ میں بداخلاقی سے پیش آنے پر فرمایا" مکارم اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اعمال میں ثقل پیدا کرنے کی کوشش کرو یہی بعد میں کام دے گا دوسرے یہ کہ اپنے حقوق اگر کسی پر ہوں تو اس کو وصول کرنے کی کوشش نہ کرو معاف کردو تو اچھا ہے اور اگر وصول کرنا ہی چاہو تو نرمی اور دوسرے کا جو تم پر ہو اس کو ادا کرنے کی زیادہ فکر رکھا کرو اور جلد ادا کیا کرو اس سے یہ ہوگا کہ اگر ضرورت پڑی اور تم نے اس سے مانگا تو وہ انکار نہیں کرے گا وہ سمجھے گا کہ یہ شخص وعدہ پر دیدیتا ہے اس کو دیدو۔ میری ساری زندگی ایسے ہی قرضوں پر گذری۔

خشیت الٰہی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنکھوں کا ہر وقت اشکبار رہنا اور سرخ رہنا تو لاکھوں نے دیکھا ہے جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا تو ہر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آواز بھرّا جاتی اور آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ اسی طرح سے حضرت قدس سرہٗ کا اپنے اکابر سے کیسا تعلق تھا حضرت قدس سرہٗ کی مجالس میں جو بھی شریک ہوا ہے وہ شخص اس کو جانتا ہے۔ ان اکابر کے گذرنے کے بعد ان اکابر کی جگہوں سے بلکہ ان سے متعلق ایک ایک چیز سے بھی عجیب محبت و فریفتگی کا معاملہ تھا اس سلسلہ کا ایک واقعہ میری ڈائری سے نقل کرتا ہوں۔ ۳؍نومبر ۱۹۷۵ء ۲۸؍شوال ۱۳۹۵ھ دوشنبہ صوفی افتخار صاحب کا ندوۃ العلماء لکھنؤ کے جشن سے خط پہنچا کہ سرہند

میں اپنا انتظام پچاس آدمیوں کا کرنا ہے تاکہ وہاں کے سرائے پر زیادہ بوجھ نہ پڑجائے وغیرہ وغیرہ (واضح رہے کہ حضرت حرمین شریفین براہ پاکستان تشریف لے جارہے تھے جس میں یہ طے پایا تھا کہ براہ بورڈر پاکستان جایا جائے تاکہ پنجاب میں جو اکابرین کی جگہیں ہیں وہاں بھی حاضری اور زیارت ہوتی جائے) اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا نہیں اپنا انتظام نہیں کرنا کہیں مزار اقدس سے ڈانٹ نہ پڑجائے کہ سرائے کا کھانا نہ کھایا اس وقت بھائی سلمان صاحب بھی موجود تھے انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ صوفی افتخار صاحب ہی نے ایک مرتبہ سنایا تھا کہ ایک صاحب کے ساتھ میں سرہند گیا اسی رات کو سجادہ صاحب سرہند نے خواب دیکھا کہ "میرا ایک مہمان آرہا ہے مرغ بنالو صوفی افتخار صاحب فرماتے تھے کہ جب میں سرہند پہنچا تو مرغ کا گوشت تیار تھا یہ واقعہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہیں میرے اوپر بھی انہیں باتوں کو لے کر ڈانٹ نہ پڑجائے کہ میرا مہمان ہوا میری سرائے میں ٹھہرا مگر سرائے کا کھانا پسند نہ کیا بلکہ اپنا انتظام کیا لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ کچھ سامان سرائے میں بھیجدیا جائے وہاں والے پکائیں اور وہ کھانا سرائے ہی کی طرف سے ہو۔

آئندہ صفحات میں مہمان نوازی مہمانوں کی خبر گیری اور ان کے سلسلہ میں ذرا سی بھی غفلت و لاپروائی سے حضرت قدس سرہ کو کتنی بےچینی و تکلیف ہوتی تھی۔

۹۔۔۔اس قسم کے واقعات تو بہت سے سامنے پیش آئے میرے سامنے دوسروں کے ساتھ اور خود میرے ساتھ بھی چند واقعات میری ڈائری میں موجود ہیں وہ نقل کرتا ہوں۔

۱۔۔۔میرے دورۂ حدیث کا سال تھا کوئی خاص مہمان آیا ہوا تھا حضرت قدس سرہٗ نے صبح ذکر کے بعد بندہ کے ذمہ یہ خدمت سپرد فرمائی کہ جب ۱۱ بجے چھٹی ہو تم فوراً بازار جاکر بریانی خرید لانا اور اس سلسلہ میں توشہ دان اور پیسے بھی عنایت فرما دیا بندہ درس میں چلا گیا اتفاق سے اس دن چوتھے گھنٹہ میں طحاوی شریف کی جگہ پر بخاری ہی شروع ہوگئی کہ دونوں کتابیں حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ کے پاس ہی ہوتی تھیں اور ساتھ ہی چھٹی بھی ۱۲ بجے کے بعد ہوئی جب میں حضرت کے پاس پہنچا تو مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تھے بلکہ حضرت قدس سرہٗ قیلولہ کے لئے لیٹ چکے تھے۔ مگر منتظر تھے۔ حضرت کے پاس سے طلبی آئی بندہ حاضر ہوا حضرت قدس سرہٗ نے بہت زور سے ڈانٹ پلائی کہ جب تم کو یہ نہیں کرنا تھا جب تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا تھا تو تم نے اپنے ذمہ یہ کام کیوں لیا میرے مہمان تمہاری وجہ سے بھوکے رہے جب تو جانتا تھا کہ تو یہ کام نہیں کرسکتا تو تو نے یہ ذمہ داری کیوں لی مجھے کیوں پریشان کیا جا بھاگ جا یہاں سے بندہ نے عرض کیا حضرت ابھی چھٹی ہوئی ہے سیدھے حاضر ہو رہا ہوں حضرت قدس سرہٗ فوراً ہی خاموش ہو گئے اور محبت و شفقت سے فرمایا کھانا کھا لیا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا جا مال میں کھانا کھالے ظہر کی نماز پڑھکر حضرت قدس نے مولانا یونس صاحب کے نام ایک پرچہ لکھوایا مجھے تو معلوم نہیں کہ حضرت نے کیا تحریر فرمایا باقی اتنی بات ضرور ہے کہ میں طلباء سے مار کھاتے کھاتے بچا تھا۔

۲۔۔۔حاجی غلام رسول صاحب کلکتہ والے مع ۳۰۔۳۵ رفقاء کے تشریف لائے ہوئے تھے کچے گھر کے دونوں چبوترہ پر دوپہر کا مہمانوں کا کھانا ہو رہا تھا جتنے انواع واقسام کے کھانے ان کے لئے تیار تھے سب ان کے سامنے رکھے گئے مہمانوں نے کھانا شروع کیا اور حضرت قدس سرہٗ اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہر طرف ملاحظہ فرماتے رہے اور بار بار فرماتے لونڈو دیکھو کوئی رکابی خالی تو نہیں بھری ہوئی

رکابی سے مہمان نے کوئی ایک دو چمچہ لیا ادھر حضرت قدس سرہٗ کی نگاہ پڑی فوراً فرمایا کہ دیکھو فلاں رکابی خالی کیوں پڑی ہے حضرت قدس سرہٗ چاہتے کہ مہمان زیادہ سے زیادہ کھالے اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کو جو ایک فرحت اور مسرت محسوس ہوتی اس کو دیکھنے والے ہزار ہا افراد اور جن پر خود بیتی ایسے بھی سیکڑوں بلکہ اس سے زیادہ موجود ہیں۔ غرضیکہ اپنے ایک خادم خاص مولانا.......... کو فرمایا جا تو یہاں سے بھاگ جا جب مہمانوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا تو یہاں پر کیوں مسلط ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے زور سے فرمایا نجیب اللہ جا تو باہر جا نفلیں پڑھ یہ نفلیں پڑھنے کی جگہ نہیں میرے مہمان بیٹھے ہیں ان کے سامنے رکابیاں خالی ہیں اور تو منہ تک رہا ہے بہر حال مہمانوں کے فارغ ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ قریب بلاکر ڈانٹتے رہے اور فرماتے رہے دیکھو پیارو تم لوگوں کے کھانا نہ لانے کی وجہ سے میرے مہمان بھوکے اٹھ گئے اور حضرت رحؒ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اللہ رے مہمان نوازی سنت ابراہیمی کی ابتدا۔ ے

مدتوں روئیں گے ارباب وفا تیرے لئے عمر بھر کا داغ ہے یہ ایک دو دن کا نہیں

۳۔۔۔رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ہجری کے آخری عشرہ کا قصہ ہے پاکستان کے ایک خاص مہمان ہمیشہ رمضان حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ سہارنپور میں گذارتے اور عید پڑھانے کے لئے عید سے دو چار یوم قبل چلے جاتے۔ ۲۴ یا ۲۵ ر رمضان المبارک کی شب کا قصہ ہے گھر کی مستورات حسب سابق حضرت قدس سرہٗ سے ملاقات کے لئے آئیں ان کے ساتھ بچے بھی آئے حضرت قدس سرہٗ کے اس حجرہ میں ان مہمان صاحب کا سالن رکھا ہوا تھا ان بچوں نے سالن کو صاف کر دیا اور چلے گئے جب مہمان کو کھانا دینے کا وقت آیا تو دیکھا کہ سالن کی رکابی صاف پڑی ہے ایک محترم نے حضرت قدس سرہٗ کو شکایت لگادی کہ فلاں مہمان کا سالن گھر کے بچوں نے صاف کر دیا جب انہوں نے مجھ سے سالن مانگا تو میں نے انکو بتلایا کہ سالن صاف ہے تو ان مہمان صاحب نے فرمایا ہے کہ کل تو میں جا ہی رہا تھا اگر ویسے ہی تم بھگانا چاہتے تھے تو کھانا بند

کرنے کی کیا ضرورت تھی مجھے تبلا دیتے میں چلا جاتا یہ نمک مرچ کے ساتھ خبر سن کر حضرت قدس سرہٗ پہلے تو تحقیق فرماتے رہے پھر بہت روئے کہ مہمان کو کتنی تکلیف ہوئی اس کے بعد پھر ہر ایک سے استفسار فرماتے رہے کہ کس نے کھایا کیسے کھایا تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدس سرہٗ قدمچہ پر تشریف لے گئے وہاں سے وہاں سے فارغ ہو کر وضو کے لئے جب کرسی پر بیٹھے تو بندہ وضو کا برتن لے کر آگے بڑھا حضرت قدس سرہٗ نے برتن کو زور سے دھکا دیا اور بندہ کا دامن پکڑا پھر دامن چھوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا اور خوب خفا ہوتے رہے اور فرماتے رہے آج تیری بزرگی نکالوں سالن کس نے کھایا جلدی بتا۔ لاؤ جوتا لاؤ جلدی سے مجھے کوئی جوتا دو اسکی بزرگی نکالوں اور پوری ڈانٹ ڈپٹ کے دوران نگاہِ مبارک میرے چہرے پر رہی اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے وضو فرمایا اور اپنے معتکف میں تشریف لے آئے دو تین یوم کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی کما سیاتی۔

۴ ــــ ۲۹ / شوال ۱۳۹۵ھ ۴ / نومبر ۱۹۷۵ء یوم الثلثاء کا واقعہ ہے جو میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے حضرت قدس سرہٗ کے یہاں ضعف کی وجہ سے ایک زمانہ سے ایک طریقہ چلا آرہا تھا کہ بیعت کراتے وقت کسی کو رفع صوت کے لئے متعین طور سے کھڑا کر دیتے۔ آہستہ آہستہ حضرت قدس سرہٗ خود ہی زبان مبارک سے بیعت کے الفاظ ادا فرماتے جاتے اور وہ متعین شخص زور سے ان الفاظ کو دہراتا رہا اور جو لوگ بیعت ہونے والے ہوتے اسکو کہتے جاتے اس زمانہ میں یہ حقیر بیعت کے وقت رفع صوت کے لئے متعین تھا (اور الحمد للہ کہ اس خدمت کی سعادت کئی سال تک سہارنپور میں پھر مدینہ پاک میں بھی وقتاً فوقتاً نیز اسفار میں جو اخیر عمر میں ہوئے حاصل ہوئی) حضرت قدس سرہٗ کا یہ دستور بھی تھا کہ جب بھی کوئی بیعت ہوتا اسکو یہ چار باتیں پہلے تبلا دیتے چنانچہ حسب دستور میں نے وہ چاروں باتیں تبلائیں جو حسب ذیل ہیں:

جو حضرات حضرت سے بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پہلے چند باتیں سن

حضرت فرماتے ہیں :۔

۱؎ پہلی بات یہ ہے کہ جو حضرات ہمارے اکابر میں سے کسی سے بیعت ہو وہ دوبارہ مجھ سے بیعت نہ ہو اور نہ میں اس کو بیعت کروں گا البتہ اگر معمولات وغیرہ کچھ پوچھنا چاہیں اور آگے بڑھنا چاہیں تو شوق سے دریافت کریں۔

۲؎ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی پیر سے بیعت ہو اور ان کے وہ پیر زندہ ہوں اور وہ مشائخ حقہ میں سے بھی ہوں تو وہ بھی دوبارہ بیعت نہ ہوں۔

۳؎ تیسری بات یہ ہے کہ دیکھا دیکھی بیعت نہ ہوں بلکہ اگر پہلے سے بیعت کا ارادہ کرکے آئے ہوں تب ہی بیعت ہوں۔

۴؎ چوتھی بات حضرت یہ فرماتے ہیں کہ میں اب دو چار دن کا مہمان ہوں (مرنے کے قریب بیٹھا ہوں) میرے جانے کے بعد (مرنے کے بعد) تم لوگ پوچھتے پھروگے کہ میں اب کس سے رجوع کروں کس سے معمولات وغیرہ پوچھوں اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ہندوستان کے اندر بکثرت مشائخ حقہ موجود ہیں استخارۂ مسنونہ کے بعد ان میں سے جس کی طرف طبیعت کا میلان و رجحان ہو ان سے بیعت ہو جائیں اور تبلیغی حضرات کے لئے حضرت یوں فرماتے ہیں کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہو جائیں کہ حضرت جی سے تبلیغ میں بھی مدد ملتی رہے گی ان ساری باتوں کو سننے کے بعد جن حضرات کا ارادہ اب بھی حضرت ہی سے بیعت ہونے کا ہے وہ جو الفاظ کہلوائے جا رہے ہیں کہتے رہیں پھر بیعت کے الفاظ کہلوا دیتا اتفاق سے اس دن خط کشیدہ الفاظ کہ میں اب دو چار دن کا مہمان ہوں کی جگہ پر یوں کہدیا کہ اب میں رات بھر کا مہمان ہوں اس پر حضرت قدس سرہٗ فوراً خفا ہوئے مگر چونکہ میں بیعت کرانے میں لگا رہا اس وجہ سے یہ خیال نہ کر سکا کہ حضرت خفا ہو رہے ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ جب میری زبان سے یہ الفاظ نکلے تو حضرت نے فرمایا کہ "بس بیٹھ جا میرے راز کو تو نے ظاہر کر دیا" بیعت کے بعد دعا ہوئی بندہ نے معمولات بتلائے پھر مغرب کا وقت قریب تھا یہ مجلس مدرسہ قدیم (دفتر) کے

میں ہوئی تھی اس لئے مغرب کی نمازیں لگ گئے۔ مغرب پڑھ کر حضرت قدس سرہٗ
کچے گھر تشریف لائے بندہ بھی پیچھے پیچھے حاضر ہوا جب دروازہ پر پہنچے تو حضرت قدس
سرہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا نجیب اللہ کو اندر نہ آنے دو باہر کردو میں نے عرض کیا حضرت
وہ جملہ بلاارادہ غیر اختیاری طور سے نکل گیا ہے میں نے قصداً نہیں کہا مگر حضرت یہی
فرماتے رہے نکل جا جلدی نکل جا تعمیل ارشاد میں بندہ باہر چلا آیا اور مولانا نصیر الدین
مرحوم کے کتب خانہ اختری میں جا کر مولانا ہی کے پاس بیٹھ گیا معلوم نہیں اندر
حجرہ میں حضرت قدس سرہٗ سے کس کس نے میری صفائی پیش کی مگر عشاء کی اذان
ہونے والی ہی تھی کہ یکے بعد دیگرے تین خدام خوشخبری لے کر آئے کہ چلو حضرت بلا رہے
ہیں یہ حقیر خوفزدہ تھا ڈرتے ڈرتے یا سلامُ کا ورد کرتے اندر گیا حضرت قدس سرہٗ نے
عشاء کی نماز بخار اور شدید ضعف کی بناء پر کچے گھر ہی میں پڑھی بندہ حضرت قدس سرہٗ
کے آگے سترہ کے پاس کھڑا ہو گیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے
فرمایا نجیب اللہ بتا تو نے کتنی بے وقوفی کی تو نے میرا سربستہ راز کھولدیا تو ہی بتا کہ میں نے
علی میاں کے اصرار کے باوجود اپنا پروگرام انکو نہیں لکھا (یہ جملہ اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ
میں قاری خط میں ہی تھا اور کبھی کبھی کاتب خط بھی) بندہ سر جھکائے خاموش سنتا رہا
پھر مستورات کے لئے پردہ ہو گیا ڈھائی تین گھنٹہ کے بعد جب گھر کی مستورات کا پردہ ختم ہوا
تو سارے خدام اندر آئے جب بندہ حاضر ہوا تو پھر فرمایا کہ نجیب اللہ تو ہی بتلا تو نے کتنی
بڑی بے وقوفی کی رات بھر لوگ گلی میں مسلّط رہیں گے پھر سو گئے رات میں کئی مرتبہ کسی نے
کنڈا بجایا حضرتؒ کو تو نیند آئی نہیں ہر دفعہ یہی فرماتے رہے (تفرگیا) نجیب اللہ کو باہر
کردو یہی سب سے مصافحہ کرائے گا غرضیکہ اس کا اثر دورانِ سفر سرہند تک رہا حالانکہ
ایک رات کاندھلہ میں بھی گذری مگر تاثر شدید تھا چونکہ جب کاندھلہ پہنچے تو پہنچتے ہی
ایک صاحب سے فرمایا کہ میں تو آگیا ہوں نجیب اللہ کو مصافحہ کے لئے سہارنپور چھوڑ
آیا ہوں جب کاندھلہ حاضر ہوا تو کچھ نہیں فرمایا البتہ سرہند میں پھر فرمایا اس کے بعد
ڈرتے ڈرتے بار ڈر پر جب مصافحہ کیا تو عرض کیا حضرت گستاخی معاف فرمادیں پھر

پھر رونے لگا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا جا معاف ہے اللہ جل شانہٗ میرے حضرت
قدس کی قبر کو اپنے انوار سے منور فرمائے جب یہ سطور لکھ رہا ہوں تو حضرت قدس
سرہٗ خوب یاد آرہے ہیں۔ ؎

خدا جانے مجھے کیا دے کے ساقی نے پلایا ہے — وہ کب کا جا چکا پھر بھی نظر آتا ہے محفل میں

اور حسب حال کسی کا یہ شعر بھی مناسب ہے ؎

نہ وہ دنیا ہے نہ دل ہے نہ وہ بادہ ہے نہ ساقی — فقط اِک درد ہے زندہ فقط اِک یاد ہے باقی

اللہ جل شانہٗ اس روسیاہ کو حضرت قدس سرہٗ کے حسن ظن کے مطابق آدمی بنادے
اور حضرتؒ کے سامنے سرخرو بھی فرمائے اور حضرتؒ کے فرمودات اور ان کے نقشِ قدم
پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان واقعات کے برخلاف ایک واقعہ تحریر ہے جس سے حضرت
قدس سرہٗ کی بلند اخلاقی تسامح و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔

مدینہ پاک میں مدرسہ علوم شرعیہ میں ایک مرتبہ تقریباً رات کے بارہ بجے
حضرت قدس سرہٗ لیٹ گئے بندہ حجرہ کے دروازہ پر بیٹھا کتاب دیکھتا رہا ایک
خادم اپنے گھر چلے گئے اور مولوی نذیر الدین صاحب میرے ساتھ وہیں موجود رہے
اتفاق سے مولوی نذیر الدین صاحب بھی علوم شرعیہ سے نکل کر باہر حرم نبوی کے
اِردگرد کسی ضرورت سے نکل گئے اتفاق سے حضرت قدس سرہٗ کو استنجا کا تقاضا
ہوا فوراً فرمایا کوئی ہے۔ بندہ نے عرض کیا نجیب اللہ پھر فرمایا اور کون ہے میں
جلدی سے دوسرے کمرہ میں دوڑا چونکہ میرا خیال تھا کہ استنجاء فرمائیں گے دیکھا تو
اس کمرہ میں بھی کوئی نہیں واپس آکر عرض کیا میں تنہا ہوں۔ حضرت قدس سرہٗ
نے فرمایا مجھے قدمچہ پر بیٹھاؤ بندہ نے عرض کیا تنہا تو مشکل ہوگی حضرت کے گرنے کا
خطرہ رہے گا باہر کسی کو دیکھتا ہوں مولوی نذیر الدین صاحب باہر ٹہل رہے ہونگے
فوراً باہر نکلا مولوی نذیر الدین نہیں ملے فوراً دوڑ کر واپس آیا حضرت قدس سرہٗ نے
فرمایا تو میرا ایک ہاتھ پکڑ میں دوسرے ہاتھ کے سہارے سے چارپائی سے اترتا ہوں
میں نے عرض کیا بالکل نہیں حضرت ہاتھ پر ضرب پڑنے کا خطرہ ہے میں اپنے دونوں ہاتھ

آپ کے پیچھے سے دونوں بغل میں ڈال اٹھا کر چارپائی سے نیچے اتارتا ہوں (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اس دن بندہ بولنے میں سب سے زیادہ جری اور گستاخ ہو گیا تھا) حضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں تو صرف ایک ہاتھ پکڑ میں نے عرض کیا چارپائی ہی پر استنجاء فرمالیں میں بستر صاف کرلوں گا دھولونگا مگر اس طرح اتار کر خطرہ مول نہیں لے سکتا غرضیکہ جب حضرت قدس سرہٗ اصرار سے نہ رکے تو بندہ دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈالکر کسی طرح سے چارپائی سے تو نیچے اتار لایا لیکن اب دو میٹر پیچھے آکر تقریباً نصف میٹر اونچے قدمچہ پر بٹھانا ہے یہ مرحلہ بھی مشکل تھا بندہ اپنی سمجھ سے دونوں بغل میں ہاتھ ڈال کر اٹھانے کی کوشش کرتا اور حضرت قدس سرہٗ صرف ایک ہاتھ پکڑنے پر اصرار کرتے محض یہ اس لئے تاکہ میرے اوپر پورا بوجھ نہ پڑے کسی طرح قدمچہ کے ساتھ تک لے آیا اب تھا مرحلہ قدمچہ پر بیٹھنے کا میں نے یہ کوشش کی کہ حضرت کے دونوں بغلوں میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر قدمچہ پر بٹھا دوں مگر حضرت قدس سرہٗ اپنے ہاتھوں سے اس قدر روکتے رہے کہ اس پر میں قادر نہ ہو سکا ادھر حضرت کا اصرار کہ ایک ہاتھ سے میں خود سہارا دوں اور ایک ہاتھ کی طرف سے بندہ سہارا دے۔ مگر حضرت قدس سرہٗ کی ناراضگی کی پرواکئے بغیر میں نے زور سے عرض کیا یہیں پر پاخانہ کرلیں مگر جس طرح آپ بیٹھنا چاہتے ہیں میں اس طرح قدمچہ پر نہیں بٹھاؤں گا اس میں ہاتھ پر ضرب آنے کا خطرہ ہے اس کے بعد حضرت روکتے رہے مگر بندہ باہر مولوی نذیرالدین کی تلاش میں نکل آیا۔ دوڑتے ہوئے مدرسہ سے باہر نکلا حرم نبوی کے صحن پر جب پہنچا تو مولوی نذیرالدین صاحب آتے ہوئے نظر آئے ان کو آواز دی وہ فوراً آئے اور ہم دونوں نے مل کر قدمچہ پر بٹھایا پھر وہاں سے فارغ کرا کر چارپائی پر لٹا دیا مگر قربان جائیے ہمارے حضرت قدس سرہٗ پر کہ جب مولوی نذالدین صاحب آئے تو انکو حضرت قدس سرہٗ نے نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا نہ مارا بلکہ بہت ہی نرمی سے آہستہ سے فرمایا "کہاں چلا گیا تھا" اور کسی دوسرے کے سامنے اتنے بڑے واقعہ کا ذکر و تذکرہ تک نہ فرمایا بلکہ ایسا گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں البتہ ایک صاحب سے میری

تعریف کی کہ میں نے اسطرح کہا مگر نجیب اللہ نے اپنی سمجھ سے کام لیا ورنہ میرا ہاتھ تو ضرور ٹوٹ جاتا۔

۱۰—— اس سلسلے میں تو حضرت قدس سرہٗ کے احسانات بے انتہا ہیں جب سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمتِ مبارکہ میں حاضری ہوئی تب سے لے کر وصال تک ہمیشہ ہی کچھ نہ کچھ مرحمت فرمایا کرتے تھے رمضان المبارک میں کئی کئی مرتبہ عنایت فرماتے تھے جب سے بندہ حقیر مدینہ پاک میں مقیم ہوا کھانے کے لئے حضرت قدس سرہٗ کا دسترخوان تھا اس کے علاوہ ہر ماہ متعین طور پر جیب خرچ اور دیگر ضروریات کے لئے مرحمت فرماتے رہتے تھے جو عموماً پچاس ریال اور کبھی سو ریال بھی ہوا کرتا تھا اس سلسلہ کا ایک واقعہ خاص طور سے میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے کہ حضرتؒ کو اپنے خدام کے ساتھ ساتھ خدام کے متعلقین کی بھی فکر ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے خاص طور سے تخلیہ میں فرمایا کہ نجیب اللہ یہاں تمہاری کوئی آمدنی ہے اس بندۂ حقیر نے نفی میں جواب دیا اس کے بعد اہل وعیال کے سلسلہ میں استفسار فرمایا میں نے عرض کیا صرف بیوی ہے بچہ تو کوئی ہے نہیں (الحمدللہ یہ تحریر جب لکھی جا رہی ہے دو بچے ہیں اللہ جل شانہٗ ان دونوں کو علم وعمل رشد وہدایت کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے) وہ بھی اپنے والدین کے پاس اور ہمارے یہاں کے رواج کے مطابق والدین اس کے متکفل ہیں. لہٰذا جب میرے والدین اس کو اپنے گھر لے جاتے ہیں تو والدین اس کے متکفل ہوتے ہیں یہ سن کر حضرت قدس سرہٗ خاموش ہو گئے اس کے دوسرے یا تیسرے دن یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو صوفی اقبال صاحب کی بدست حضرت قدس سرہٗ نے یکمشت (۹۰۰) نوسو ریال مرحمت فرمائے صوفی اقبال صاحب نے یہ ریالات عصر کی نماز کے بعد دیئے اس کے بعد بندہ نے عشاء کی نماز کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہٗ کے پاس کوئی نہیں تھا ریالات کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور ریالات حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے عرض کیا حضرت! یہ حقیر تو خاکروبی کے لئے خدمت اقدس میں پڑا ہوا ہے کھانا حضرت کے دسترخوان پر مل جاتا

ہے جیب خرچ بھی حضرت ہر ماہ مرحمت فرماتے رہتے ہیں پھر اتنی رقم کی مجھے کیا ضرورت ہے میں اس کو کیا کروں گا اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا،، جا جا پیارے رکھ لے" اس کے بعد جب میری طرف سے اصرار ہی رہا تو حضرت نے فرمایا " سن پیارے اگر بے مانگے بے طلب کے کچھ ملا کرے تو اس کو رکھ لیا کرتے ہیں انکار نہیں کیا کرتے ہیں بزرگوں اور بڑوں سے سنا ہے کہ اگر بے مانگے کچھ آوے اور اس کو آدمی نہ لے تو ایسا ہوتا ہے کہ بعض وقت آدمی کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ مانگتا ہے مگر اس کو نہیں ملتا یا یوں فرمایا کہ اسکو مانگنے کی ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے جا لے جا اللہ جزائے خیر دے تم لوگ میری اتنی بیگار اٹھاتے ہو جا لے جا کام کر" اس کے بعد بندہ سو گیا۔ ویسے حضرت قدس سرہٗ کا شاید ہی کوئی مہینہ خالی جاتا ہو جس میں یہ نہ فرماتے ہوں کہ پیارے اگر کچھ ضرورت ہوا کرے (فلاں خادم) سے لیا کرو میرے پیسے اس کے پاس رہتے ہیں مگر اس کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی کہ مانگنا پڑے حضرت قدس سرہٗ ضرورت کے بقدر بلکہ اس سے زیادہ ہمیشہ خود ہی مرحمت فرمایا کرتے تھے اللہ جل شانہٗ ہمارے حضرت کی قبر کو نور سے منور فرمائے اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے حقیقت یہ ہے کہ میری پرورش مادی اور روحانی دونوں طریقہ سے حضرت قدس سرہٗ ہی نے فرمائی تقریباً ۱۲ سال تک حضرت قدس سرہٗ ہی کا کھاتا اور پہنتا رہا اور اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کی برکت سے اب بھی کھا رہا ہوں۔ اسی طرح سے جب ہندوستان کا سفر ہوتا تو مدینہ پاک میں بھی مرحمت فرماتے اور دہلی پہنچنے پر خاص مقداریں مرحمت فرماتے غرضیکہ حضرت قدس سرہٗ کو اپنے خدام کی ہر وقت فکر لگی رہتی تھی دوسرے کے متعلق بھی تحقیق فرماتے رہتے تھے اسی سلسلہ کی کڑی اور یاد آئی یہ گستاخ ایک زمانہ سے پان کھاتا ہے (جس وقت یہ تحریر لکھی جارہی تقریباً دو ماہ سے پان چھوڑ رہا ہوں اللہ کرے اس کی لت پوری طرح ختم ہو جائے) جب مدینہ پاک حاضر ہوا تو پان لگانے کی خدمت بھی میرے حصہ میں آئی چنانچہ رات میں سونے سے قبل ۲۰-۲۵ ٹکڑے پانوں کے لگا کر ثلاجہ میں رکھ دیتا اور حضرت قدس سرہٗ اس کو استعمال فرماتے رہتے۔ شروع میں یہ حقیر اپنے پان کے پتے دکان سے خرید کر لاتا اور اپنا استعمال کرتا۔ حضرت قدس سرہٗ کو کسی نے یہ بات تبلادی کہ نجیب اللہ

اپنا پان استعمال کیا کرتا ہے حضرت کے پان میں سے نہیں کھاتا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے بلا کر فرمایا "سنا ہے تو پان کھاتا ہے ؟ بندہ خاموش رہا تو فرمایا پیارے میرے یہاں تو بہت پان آتے ہیں میں تو اتنا پان نہیں کھاتا سنا ہے کہ تو دکان سے پان خرید کر کھاتا ہے اب خریدا نہ کر اسی میں سے کھایا کر" اس کے بعد فرمایا تو اس لت میں کہاں پڑ گیا" پھر حضرت قدس سرہٗ نے اپنا واقعہ سنایا جو آپ بیتی میں بھی آچکا ہے کہ حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینویؒ حضرت امام ربانی رشید احمد گنگوہیؒ کے لوگوں میں سے تھے لمبا قصہ ہے جس کے آخر میں ہے کہ انہوں نے فرمایا "مولوی زکریا صاحب آپ حدیث پڑھاتے وقت پان نہ کھایا کریں حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے پان حدیث کے اسباق میں ایسا چھوٹا کہ کبھی یاد بھی نہ آیا یہ انکی توجہ کی برکت تھی اب سوچتا ہوں کہ کاش انہوں نے یہی فرما دیا ہوتا کہ تم بالکل ہی پان نہ کھایا کرو تو اس لت سے جان چھوٹ جاتی پھر فرمایا جا اب پان نہ خریدا کر اس کے باوجود اب مانع رہا کبھی کبھار ایک دو پان برکت کے لئے کھا لیتا اس کے بعد متعدد مرتبہ حضرتؒ نے استفسار فرمایا کہ اب تو پان خرید کر نہیں لاتا بندہ نفی میں جواب دیتا پھر تو پان بھی حضرت قدس سرہٗ کے یہاں سے ہی ملنے لگا حتیٰ کہ عمر کے آخری سالوں میں مزاحاً فرماتے تھے کہ سارا پان تو نجیب اللہ ہی کھاتا ہے میں تو چند پان ہی کھاتا ہوں۔ اس جگہ ایک اور واقعہ یاد آیا حضرت قدس سرہٗ کی ڈاک مدرسہ کا ڈاکیہ لایا کرتا تھا اور حضرت کی ڈاک اور مہمانوں کی ڈاک مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیتا تھا پھر ڈاک یہاں سے حضرتؒ کے پاس جاتی۔ رمضان المبارک کے ایام تھے ایک دن ڈاک مولوی نصیر الدین صاحب کی بجائے مدرسہ کے ایک محرر .... کے پاس پہنچ گئی اور انہوں نے بجائے اس کے کہ ڈاک حضرت کے یا مولوی نصیر الدین صاحب کے حوالہ کرتا خود اپنے پاس رکھ لی ظہر کی نماز ہو گئی ڈاک وہ محرر صاحب اپنے ساتھ لے گئے بندہ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کے پاس

ڈاک کے لئے گیا انہوں نے فرمایا کہ دفتر میں جاکر فلاں صاحب سے معلوم کرو دفتر میں چھٹی ہوچکی تھی وہ صاحب دارالطلبہ قدیم میں رہا کرتے تھے بندہ ان کے پاس گیا چونکہ انکے اخلاق عالیہ پہلے سے مشہور تھے بندہ نے نرمی سے پوچھا ڈاک آج نہیں آئی ؟ بس اس سوال پر انکا پارہ چڑھ گیا میری سائیکل کو اٹھا پھینکا اور میرے اوپر ہاتھ اٹھا کر رک گئے اور جو کچھ ذہن میں آیا سب کچھ فرما گئے بہرحال بندہ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کو سارا قصہ سنا دیا حضرت قدس سرہٗ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا خفا نہیں ہوا کرتے لڑا نہیں کرتے اس نے مارا تو نہیں ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں الخ۔

اس قسم کے تو بہت سے واقعات ملیں گے اور پیش آئے جن میں سے چند نمونہ از خروارے نقل کر دیئے۔

۱۱—اس حقیر کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کا تعلق شفقت کا رہا مدینہ پاک کے قیام کے دوران ایک مرتبہ فرمایا تمہارے نظام الاوقات کیا ہیں کیا کرتے ہو لکھکر لاؤ بندہ نے لکھکر ایک خادم کی معرفت حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے سنا دیا سن کر حضرت قدس سرہٗ خاموش رہے صرف اتنا فرمایا اللہ مبارک کرے۔

۱۲ سہارنپور میں ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت جب ذکر شروع کرتا ہوں تو شہوت پیدا ہوتی ہے اور جوں جوں ذکر میں زور اور انہماک ہوتا ہے شہوت میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا اسکی طرف دھیان نہ کیا کر ذکر کرتا رہ یہ کیفیت خود ہی ختم ہو جائے گی۔

۱۳ ایک مرتبہ عرض کیا حضرت وساوس بہت آتے ہیں تو فرمایا اسکی فکر نہ کیا کر اپنا کام کرتا رہ لاحول اور استغفار کثرت سے پڑھتا رہا کر جس گھر میں کچھ ہووے ہے

اسی میں چور داخل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرے اندر غصہ بہت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آجاتا ہے اس پر فرمایا "ہاں پیارے حق بات پر غصہ آنا تو ایمان کی علامت ہے باقی جب غصہ آیا کرے تو یہ تصوّر کیا کر کہ اللہ کے میرے اوپر کتنے احسانات ہیں اور ہم سے اس کا کتنا شکر ادا ہوتا ہے اگر وہ اس پر غصہ ہونے لگے اور پکڑ کرنے لگے پھر کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ ایک خادم نے ایک صاحب کو دھکا دے کر زور سے دروازہ بند کرلیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ خادم کسی کام سے دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے کمرہ میں حضرتؒ اور بندہ تھے حضرت قدس سرہٗ نے استفسار فرمایا کیا ہوا تھا اس نے کسی کو دھکا دیا بندہ نے حقیقت حال عرض کی اس پر فرمایا "ہاں پیارے تو کسی کو دھکا نہ دیا کر" بندہ نے عرض کیا حضرت میں کسی کو دھکا نہیں دیتا اس کے بعد حضرتؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا "یہ لوگ مجھ سے معلوم نہیں کتنی محبت سے کتنی دور دور سے ملنے آتے ہیں اور میں ان سے اپنی بیماری اور مجبوری کی وجہ سے نہیں مل پاتا اللہ ہی معاف فرمائے اگر وہاں پوچھ ہوگئی تو کیا جواب ہوگا پھر روتے رہے۔

حضرت قدس سرہٗ کی شفقت بہت زیادہ تھی چنانچہ جب یہ حقیر بسلسلہ حج پہلی مرتبہ یہاں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ مدینہ پاک میں تھے بندہ نے حضرت قدس سرہٗ کو ایک پرچہ لکھا جس کا جواب آیا عزیزم مولوی نجیب اللہ سلمہٗ بعد سلام مسنون اسی وقت تمہارا پرچہ پہنچا اور اسی وقت قاصد جا رہا ہے اس لئے نہایت عجلت میں یہ چند سطور لکھوا رہا ہوں تم نے جتنا اشتیاق یہاں (مدینہ) آنے کا لکھا وہ تو تمہاری محبت کی علامت ہے مگر اب حج کا زمانہ قریب آرہا ہے اور آنے جانے کی مشکلات بڑھ رہی ہیں خدا نہ کرے کہ اگر تم یہاں آبھی جاؤ تو واپسی کا راستہ بند ہو جائے اور حج بھی خطرہ میں پڑ جائے گذشتہ سال حج سے ۵-۶ دن پہلے جدہ کی سڑکیں لاریوں سے اس قدر اَٹی ہوئی تھیں کہ حج کو جانے والے بھی جدہ سے مکہ دو دن میں پہنچے تم میری طرف سے عمرہ (طواف ہونا چاہیئے بظاہر کاتب کی غلطی ہے) کرتے رہتے ہو یہ تمہارا

احسانِ عظیم ہے جو تمہاری آمد سے میرے لئے یہ زیادہ موجب فرحت ہے کہ آنے کی ملاقات اور سرور وقتی ہے اور یہ دائمی فقط والسلام۔

۱۰ نومبر ۷۷ء

مدینہ طیبہ

اس خط کے چند دنوں بعد دوسرا مفصل والانامہ آیا جو درج ذیل ہے۔

عزیزم مولوی نجیب اللہ سلمہٗ بعد سلام مسنون کئی دن ہوئے حافظ مشتاق کے ذریعہ تمہارا پرچہ پہنچا تھا اور انہیں چونکہ جانے کی عجلت تھی لہٰذا مختصر جواب تو اسی وقت لکھوا دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ تمہارا ٹکٹ صرف چالیس دن کا ہے اور تم مزید قیام کرنا چاہتے ہو حاجی یعقوب صاحب نے اس کے متعلق لکھا تھا میں تو ان چیزوں سے واقف نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ مجھے کبھی ایسی چیزوں سے سابقہ نہیں پڑا مگر یہاں دوستوں نے بتایا کہ بہت آسان مسئلہ ہے عزیز عبدالحفیظ اگر آ گئے ہوں تو آسان ہے ورنہ انکے مشیر خاص مولوی رضوان سے میری طرف سے کہدو کہ وہ تمہارے ٹکٹ کا نظم کر دیں اس کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی جلدی جانیوالا جو طیارہ سے جانے والا ہو تمہارا ٹکٹ کسی واقف کے ذریعہ سے تبدیل کر سکتا ہے میرے مخلص دوست مولوی امیر حسن صاحب جو میری وجہ سے ایک سال سے یہاں مقیم تھے وہ حج کے بعد جلد جانا چاہتے ہیں اور طیارہ سے جانا ہے انکو یکطرفہ طیارہ کا ٹکٹ خریدنا ہوگا تم اپنا ٹکٹ مولوی عبدالحفیظ یا مولوی رضوان کے ذریعہ سے ان کے ہاتھ فروخت کر دو اس کے جو دام ہوں وہ تمہاری روانگی کے وقت کام دیں گے مگر میں وہمی آدمی ہوں اور یہاں کے حضرات سب بڑے جری ہیں میں نے تدبیر تو دوستوں کے بتلانے سے لکھ دی ہے مگر خود میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی اسلئے ضابطہ کے خلاف تو کوئی چیز نہ کیجیو میری طرف سے عبدالحفیظ اور مولوی رضوان دونوں سے کہدیجیو کہ ایسی کوئی صورت اختیار نہ کریں جس سے بعد میں دقت اٹھانی پڑے مولوی یوسف (تسلا افریقی) یوں کہتے ہیں کہ بڑی آسان صورت ہے مکہ میں مسفلہ میں حج کمیٹی کا جو دفتر ہے وہ تبادلہ کر دیتی ہے اگر یہ

صورت ہو تو مجھے بھی اشکال نہیں خط لکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ مولوی امیر حسن نے ٹکٹ ایک مہینہ ہوا خرید لیا تھا مگر مولوی تسلا وغیرہ احباب کی رائے یہ ہے کہ اگر تمہارا ٹکٹ خرید لیں تو وہ سستا پڑے گا مولوی یوسف تو بہت آسان بتا رہے ہیں مگر وہ تو میری وجہ سے اپنا حج ضائع کر رہے ہیں اور نہیں آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے مجھے اپنے دوستوں کے حج ضائع ہونے سے بڑا قلق ہے۔ والسلام

یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ مدینہ طیبہ

بندہ جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچا تو پہنچتے ہی امتحان و ابتلا پیش آیا جو ہے تو ۹ کے مناسب مگر یہ واقعہ چونکہ ان خطوط کے چند ہفتوں کے بعد پیش آیا اس لئے یہاں پر تحریر ہے میری ڈائری میں جو لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے ۵ دسمبر ۷۷ء ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ پیر کے دن یہ حقیر حضرت جی مدظلہ کے قافلہ کے ہمراہ رابغ میں فجر کی نماز پڑھ کر چلا ظہر سے قبل مدینہ پاک حاضری ہوئی نماز ظہر کے بعد حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زیارت و ملاقات ہوئی کھانا کھا کر روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ عصر کی نماز کے بعد ایک خادم نے بتلایا کہ تمہاری ایک شکایت حضرت کے پاس پہنچی ہوئی ہے حضرت تم سے استفسار فرمائیں گے میں نے شکایت کی نوعیت معلوم کی تو بتلایا کہ مولانا منور حسین صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ .... جب رمضان میں سہارنپور تشریف لائے تھے تو انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت شیخ سے فرما دیجئے گا کہ نجیب اللہ کو آپ نے اجازت بیعت دیدی بہت مبارک مگر اس کی میں نے ایک جھوٹ پکڑی ہے چنانچہ دوسرے دن جب کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ مدرسہ شرعیہ کے کتب خانہ میں (حجاج کرام کے اژدھام کی وجہ سے نمازیں ساری مدرسہ علوم شرعیہ کی پہلی منزل کی بالکونی کے پاس اور مجلس مدرسہ کے کتب خانہ میں ہوتی تھی کہ وہاں تک مسجد نبوی کی جماعت کی صفوف کا اتصال ہو جاتا تھا) تشریف لے جا رہے تھے حجرہ مبارکہ سے نکلتے ہی فرمایا تو نجیب اللہ ہے بندہ نے عرض کیا جی۔ فرمایا پیارے مدرسہ کا کیا رہا (بندہ جو ہندوستان میں مدرسہ میں تعلیم دے رہا تھا اس سلسلہ میں استفسار فرمایا) بندہ نے عرض کیا حضرت استعفا دے کر آیا ہوں اب میرا اس مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا میرے پیارے! یہاں مدینہ پاک میں کوئی علمی کام

کی جگہ تو ہے نہیں اور میں اپنے ان متعلقین سے جو علمی کام کرنے کے اہل ہوں قطعًا مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ یوں علم کو ضائع کریں میں فلاں فلاں ---------- سے بھی یہی کہتا رہتا ہوں کہ جاؤ ہندوستان میں علمی کام کرو مدرسے چلاؤ مگر وہ نہیں جاتے میری طرح جب ۸۴ سال کی عمر ہو جائے گی تو یہاں آکر پڑ جانا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ خاموش ہو گئے دوسرے روز حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم ہندوستان تشریف لائے میرے سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ اور حضرت مفتی صاحب کا تخلیہ ہوا اور تحقیق مفتی صاحب کی ذمہ ہوئی چونکہ وہ بزرگ بھی حج پر تشریف لائے ہوئے تھے حضرت قدس سرہٗ نے بندہ سے فرمایا ---------- سے ملاقات ہوئی ہے بندہ نے عرض کیا کہ روزانہ ۲-۳ مرتبہ ملاقات ہو ہی جاتی ہے صولتیہ میں ان صاحب کا قیام تھا وہاں بھی حاضری ہوتی تو ملاقات ہوتی بہت ہی محبت سے پیش آتے تھے پھر حضرت نے فرمایا کہ مدرسہ چھوڑنے کا قضیہ کب پیش آیا میں نے عرض کیا شعبان سے بہت پہلے پھر بندہ نے مولانا ---------- اور ان کے مدرسہ کو چھوڑنے کی وجوہ اور ان کے مکاتب کے طریقوں کو پوری وضاحت سے بتلایا نیز یہ بھی بتلایا کہ مدرسہ چھوڑتے وقت ایک مدرس نے جس کے ذمہ میرا قرض تھا کچھ پیسے دیئے اور یہ صاف بتلایا کہ جو قرض میرے ذمّہ تمہارا تھا وہ یہ ہے اس کے بعد میری تنخواہ کا معاملہ رہ گیا میں نے جب مولانا ---------- سے اپنی تنخواہ کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں ---------- صاحب آپ کو تنخواہ دے چکے ہیں میں نے عرض کیا وہ تو میرا جو اس کے ذمہ قرض تھا وہ ادا کیا ہے چنانچہ کاغذی طور سے اقرار کر یہ پیسے نجیب اللہ کے میرے پاس قرض کے ہیں ان صاحب کا مولانا ---------- کے پاس موجود تھا مگر مولانا ---------- اس بات پر مصر رہے کہ وہ تنخواہ کی رقم تھی چنانچہ اس سلسلے میں میری اور ان مولانا ---------- کی چند مرتبہ خط و کتابت بھی ہوئی اس معاملہ کو مولانا ---------- نے جھوٹ سے تعبیر کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں میں نے خاموشی اختیار کی اور مولانا موصوف کو لکھ دیا کہ میرے ذمہ جو بھی مطالبہ ہو وہ میں دینے کو تیار ہوں۔ موصوف مطالبات کرتے رہے چنانچہ مدینہ پاک سے میں نے ان کو کچھ روپے بھیجے اور اس طرح سے جا کر ان سے جان چھڑائی۔ ادھر حضرت قدس سرہٗ نے مولانا منور حسین صاحب کو لکھوایا کہ اجمال سے کام نہیں ہوتا جھوٹ کی تفصیل لکھیں۔ چند دنوں بعد وہ مولانا بذاتِ خود

مدینہ پاک آئے چنانچہ حضرت قدس سرہٗ نے مفتی صاحب کے ذریعہ مولانا ---------- سے دریافت کرایا تحقیق کے بعد حضرت مفتی محمود صاحب نے حضرت قدس سرہٗ کے پاس آکر جو رپورٹ دی وہ یہ تھی "کوئی خاص بات نہیں تھی" یہ صرف مولانا ---------- کی جدت طرازی تھی چنانچہ جب حضرت قدس سرہٗ کے سامنے بندہ حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے ایک دوسرے خادم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا "مارا شیر نکلا بھجنگا"۔ اس کے چند یوم کے بعد حضرت قدس سرہٗ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور یہاں سے ہی مولانا منور صاحب کو کارڈ لکھوا کر کسی حاجی کی بدست بھیجا کہ ہندوستان جا کر اس کو ڈاک میں ڈال دینا اس میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا مولوی ---------- خود آگئے تھے نجیب اللہ کے سلسلے میں میں نے تو نہیں بلکہ مفتی محمود صاحب سے تحقیق کرایا معلوم ہوا کہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اللہ اللہ کر کے اس قضیہ سے اللہ جل شانہ نے باعزت بری فرمایا شاید یہ شعر حسبِ حال ہوے

سچ پوچھئے تو نالۂ بلبل ہے بے خطا ۔۔۔ یہ گلشن میں ساری آگ لگائی صبا کی تھی

۱۲ — اس سلسلہ میں میری ڈائری میں اسی وقت کا جو لکھا ہوا ہے بعینہٖ درج ہے۔

آج شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۷ء یوم الاثنین بوقت ۱۲ بجے شب دار الطلبہ جدید مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی ہندوستان کی مسجد میں تراویح کی نماز کے بعد حسب معمول سورۂ یٰسین شریف کا ختم ہوا اس کے بعد دعا ہوئی اس کے بعد فضائل درود شریف جب یہ مجلس ختم ہوئی تو حضرت اقدس سیدی وسندی وسیلۃ یومی وغدی مرشدی ومولائی قطب دوراں ریحانۃ الہند شیخ الحدیث مولانا زکریا (قدس اللہ روحہ وطاب ثراہ) نے فرمایا جلدی پردہ کھیچو (چونکہ حضرت قدس سرہٗ کے معتکف کے ارد گرد پردہ لگا رہتا تھا جو بوقت نماز و مجلس ہٹا دیا جاتا تھا) جب پردہ کھیچ دیا گیا تو حضرت نے فرمایا نجیب اللہ اور حسان دونوں آجائیں جب بندہ نزدیک ہوا تو فرمایا تو نجیب اللہ ہے؟ بندہ نے عرض کیا جی فرمایا قریب آجاؤ ہم دونوں قریب ہوئے فرمایا اور قریب آجاؤ ہم دونوں بہت ہی قریب ہو گئے پھر حضرت نے فرمایا "توکلاً علی اللہ میں تم دونوں کو اپنی طرف سے بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ جل شانہٗ ترقیات سے نوازے مبارک فرمائے پھر مولانا حسان صاحب (مقیم حال مدینہ طیبہ) سے مخاطب

ہوتے ہوئے فرمایا میرے مرنے کے بعد حسان اگر تم کو کچھ پوچھنا ہو تو صوفی اقبال صاحب سے پوچھ لیا کرنا اور نجیب اللہ تمہیں اگر کچھ پوچھنا ہو تو مفتی محمود صاحب سے پوچھ لیا کرنا میرے رسائل کو مطالعہ میں رکھنا اور امداد السلوک اور تربیۃ السالک خاص طور سے مطالعہ میں رکھنا۔
جس وقت حضرت یہ جملے فرما رہے تھے اس وقت میں بیخودی میں تھا اور ایسی کیفیت معلوم ہوئی گویا کہ بجلی کا کرنٹ بدن میں لگ گیا کانپتے ہوئے اور روتے ہوئے بندہ نے حضرت کے پاؤں پر سر رکھ دیا حضرت نے سر کو ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے فرمایا اس کی ضرورت نہیں جاؤ اللہ مبارک فرمائے پھر ہم دونوں معتکف سے باہر آگئے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ پیارے کچھ کرنے ہی سے آتا ہے اس کا بڑھانا تمہارا کام ہے اس کے بعد حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا واقعہ سنایا (جو مختلف کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے) کہ جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت امام ربانی کو اجازت دی تو فرمایا رشید احمد میرے پاس جو کچھ تھا وہ دیدیا اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے "فرمایا پیارے جتنا کرو گے اتنا ہی پاؤ گے"۔

ایک مرتبہ فرمایا سن پیارے پیر اور شیخ کی مثال نلکے کی سی ہے جتنا نلکا کو چلاؤ گے اتنا ہی پانی نکلے گا۔ شیخ مبدأ فیض ہے جتنا کرو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا اور اگر کچھ نہ کرو گے تو میری طرح کورے کے کورے رہ جاؤ گے۔ اللہ اکبر یہ تھی شان عاجزی و انکساری صحیح ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ کیا مقام تھا دنیا جانتی ہے۔

۱۳—— حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں جب مدینہ پاک حاضری ہوئی تو حضرت نے جو کچھ فرمایا وہ بتلا میں گذر چکا ہے اس کے علاوہ ایک بار مدینہ پاک ہی میں حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ پیارے میرے پاس یہاں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو ہندوستان جاؤ وہاں کوئی کام کرو بندہ سر جھکا کر بیٹھ گیا دو چار قطرے آنسو بھی ٹپکے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے ایک بات کہی اس پر رونے لگا پیارے یہ عمر تم لوگوں کے کام کرنے کی ہے جاؤ کہیں کام کرو میں تو بالکل بیکار ہو گیا اس لئے یہاں آکر پڑ گیا اس کے بعد تخلیہ میں بندہ نے عرض کیا حضرت! میری تمنا و آرزو یہی ہے کہ حضرت (قدس اللہ روحہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر

کو نور سے بھرے) جب تک حیات ہیں قدموں میں پڑا رہوں اس پر حضرت نے فوراً فرمایا پیارے قدموں میں کیا رکھا ہے پھر بندہ نے عرض کیا حضرت اگر نہیں ہوں گے پھر تو کرنا ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ نے جو مقدر میں لکھا ہوگا وہ ہوگا بعد میں آخر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے حضرت کو اللہ نے جب تک حیات دی ہے حضرت کو نہیں چھوڑوں گا اور یہ سب اس حالت میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت لیٹے ہوئے تھے اور بندہ سینہ کے قریب سر رکھے ہوئے تھا حضرت قدس سرہٗ دست شفقت سر پر پھیرتے ہوئے دعائیں دیتے رہے اور فرماتے رہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو جزائے خیر دے میری وجہ سے تم لوگوں نے آرام و راحت چھوڑ رکھا ہے اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ رکھا ہے اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے پھر کوئی بات نہیں فرمائی ویسے میرے سامنے سہارنپور نیز مدینہ پاک میں متعدد احباب کو اپنی جگہ پر بیٹھ کر علم و عمل ذکر و شغل کی تاکید فرماتے رہے ہیں باقی رمضان المبارک گذارنے کے لئے تو تقریباً تمام ہی اجل خلفاء کو اپنی اپنی جگہوں پر جاکر کام کرنے کی تاکید فرماتے۔

۱۴—— اس سلسلہ میں نہ تو بندہ نے حضرت قدس سرہٗ سے کچھ عرض کیا اور نہ حضرت نے کبھی کچھ استفسار فرمایا۔

۱۵—— اس طرح کی کوئی بات اس حقیر سے نہ ہوئی اور نہ کچھ فرمایا۔

۱۶—— اس سلسلہ میں بھی حضرت قدس سرہٗ نے اس بندۂ حقیر سے کچھ نہیں فرمایا۔

۱۷—— اس سلسلہ میں مختلف اوقات میں مختلف احباب کو تنبیہ فرمانے کے متعدد واقعات پیش آئے چنانچہ ضلع سہارنپور یوپی کے دیہات میں مدرسہ سراج العلوم فتح پور بھادوں تھا جس کے سرپرست مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے حضرت قدس سرہٗ ان کے متعلق ان کے سامنے ان کی غیبوبت میں خطوط میں بہت مرتبہ فرمایا کہ اس کو مدرسہ کے سلسلہ میں مقدمہ لڑنا ایسا ہی ہے جیسے کھانے کے بعد چورن کہ جب تک.......... مقدمہ نہیں لڑتا اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ مرحوم سے ایک مرتبہ باتوں باتوں میں بہت زور سے فرمایا پیارے........ تو جو مدرسہ کے مال سے مقدمات لڑتا رہتا ہے کسی مفتی سے فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ اس مدرسہ کے لئے تو چندہ تو بہت کرتا ہے مگر سب کو مقدمہ میں لگا دیتا ہے اس پیسہ کو اگر طالب علموں

پر خرچ کرتا تو تیرے لئے بھی فائدہ ہوتا اور بچوں کے لئے بھی مگر تو سب کو ضائع کر رہا ہے۔

مدارس کے اندر اہلِ دل کی کثرت ہو وہاں ذکر و شغل قائم کرکے یہ فضا بنائی جائے اس سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ نے ایک خط مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کو میرے ہی قلم سے لکھوایا تھا اس کی نقل میرے پاس موجود ہے وہ نقل کرتا ہوں۔

مکرم و محترم مولانا الحاج عبدالحلیم صاحب زاد مجدکم بعد سلام مسنون آج ہی عزیز مولوی نجیب اللہ کی معرفت گرامی نامہ ملا اور اسی وقت جواب بھی لکھوا دیا مجھے تو یاد پڑے ہے کہ آپ کے خط کا جواب لکھوا دیا تھا۔ مجھے تو کئی سال سے گرمی میں رمضان بہت سخت گذرتا ہے اور اس سال تو لائل پور (فیصل آباد) کی خبریں سن رہے ہیں کہ وہاں بہت گرمی ہو رہے ہے اللہ ہی رحم کرے ارادہ تو ضرور ہے کہ ۵ ر شوال کو سہارنپور پہنچ جاؤں اور رمضان لائل پور میں گذرے مگر وہاں کی گرمی سے تو بہت ہی ڈرا رہے ہیں اور چونکہ (فیصل آباد کا) پہلا ہی سفر ہے اس لئے ہجوم بھی بہت ہے اللہ ہی رحم کرے۔ مجھے مولوی انعام (حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہ) کے خط سے آپ کی سرپرستی مظاہر علوم معلوم ہوگئی تھی اللہ بہت ہی مبارک کرے آپ کے فیوض سے اہلِ مظاہر اور مظاہر کو مالا مال کرے میری بہت دنوں سے خواہش ہے کہ دارالعلوم اور مظاہر علوم کے اہل شوریٰ میں کثرت اہلِ دل کی ہوا کرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو ان کے زمانہ میں میں نے یہ لکھا تھا اور انہوں نے اس کو بہت ہی پسند کیا تھا اور اسی وقت قاری طیب صاحب کو بلا کر کہا تھا کہ اس کو تجاویز سرپرستان میں نقل کر دیا جائے مگر وہاں کی اکثریت پہلے سے اس کے ہم خیال نہیں تھی اس لئے میری تجویز غتر بود ہوگئی آپ کو تو اس کا پتہ بھی نہیں ہوگا میں بھی اس زمانہ میں (دارالعلوم) کی شوریٰ کا ممبر تھا میں نے اس کی یاد دہانی بھی کرائی تھی اور اسی زمانہ میں ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب اور حضرت رائے پوری کا نام بھی لکھوا دیا گیا تھا مگر حضرت رائپوری نے حاضری سے معذوری لکھدی تھی جس پر اہلِ شوریٰ نے مجھے لکھا تھا کہ وہ حاضری سے معذور ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا جواب معلوم نہیں (انہوں نے کیا دیا تھا) میری دلی خواہش یہ ہے کہ اگر اکثریت نہیں تو مساوات اہلِ دل کی ضرور ہونی چاہیئے کہ فتن اسی

سے دب سکتے ہیں خدا کرے دونوں مدرسوں کے ممبروں میں اس کا خیال بڑھ جائے۔ امریکہ کا سفر آپ کے لئے مشکل ہے وہیں سے دعا کرتے رہیئے لائیلپور کے متعلق میری رائے بالکل نہیں کہ آپ آویں کہ وہاں گرمی بہت ہے اگر امریکہ کی ہمت ہو تو یہی مشغلہ دین کا ایک رہ گیا ہے ہو آویں دعا میں اس ناکارہ کو بھی یاد رکھیں ضعف اتنا بڑھ رہا ہے کہ مسجد نبویؐ تک بھی جانے کی ہمت نہیں ہوتی فقط والسلام (حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب زید مجدہٗم)

بقلم نجیب اللہ ۱۴ر جون ۸۰ء

مدینہ طیبہ

اسی طرح سے ایک اور خط حضرت قدس سرہٗ نے اسٹینگر سے مولانا عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام جس وقت ان کو نیابت سپرد ہوئی تھی تو انہوں نے حضرت قدس سرہٗ کو خط لکھا تھا جس کے جواب میں حضرت نے انکو یہ والا نامہ تحریر کروایا تھا بندہ حقیر کے پاس اس کی نقل موجود ہے جس کے اندر بہت ساری باتیں آگئی ہیں افادۂ عام کے لئے وہ بھی تحریر ہیں۔

مکرم و محترم مولانا محمد عثمان صاحب زاد مجدکم بعد سلام مسنون گرامی نامہ مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۴ر رمضان آج ۲۷ر جولائی ۲۶ر رمضان کو پہنچ کر موجب عزت ہوا۔ میری طبیعت تو کئی سال سے بہت خراب ہے۔ اور بہت تعجب اس پر ہے کہ جو شخص اپنی صحت و قوت اور جوانی کے زمانے میں سہارنپور سے رائپور اور نظام الدین یا چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ میوات چلا گیا ہو کہیں اور نہ گیا ہو وہ اس ضعف و پیری اور لب گور ہونے کی حالت میں دنیا بھر میں جھک مارتا پھر رہا ہے مگر جہاں جہاں کا رزق مقدر ہو چکا ہے وہ تو کھانا ہی ہے میں بہت زیادہ بیمار ہوں اور یہاں کی سردی میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ دو دو لحاف اور دو دو ہیٹروں کے سائے میں ایک مسجد میں صورت اعتکاف بنائے پڑا رہتا ہوں دارالعلوم میرے اکابر کا لگایا ہوا باغ ہے اس لئے ہر قسم کی ترقی موجب فرحت اور ہر قسم کا خزاں میرے لئے کلفت ہے دارالعلوم کے اختلافات کی چنگاری تو ۱۰-۱۲ برس سے سن رہا تھا مگر صد سالہ اجلاس کے بعد یہ چنگاری جوالا ہو کر پھوٹی ہے اس نے بہت ہی بے چین کر رکھا

ہے بلا تو ریہ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ دار العلوم کے موجودہ انتشار اور فساد سے جو بے چینی دل پر گذرتی ہے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے یا میرے ان مخلص دوستوں کو جو شوریٰ کے ممبر ہیں اور میرے ان سے خصوصی تعلقات ہیں دار العلوم کی صلاح و فلاح کے لئے دل سے دعا کرتا رہتا ہوں مگر بقول حضرت مدنی قدس سرہٗ کے کہ جب ان کو کوئی دعا کو کہتا تھا تو وہ جوش میں فرماتے کہ اگر میری دعا میں کچھ ہوتا تو انگریز کب کا منہہ کالا کر چکا ہوتا اگرچہ حدیث پاک میں دعوت فلم یستجب لی کی ممانعت آئی ہے مگر اپنا حال مطعمہ حرام و مشربہ حرام فانی یستجاب لہ کا ہے دار العلوم کے لئے تو بہت اہتمام سے خود بھی دعائیں کرتا ہوں اور دوستوں سے بھی کراتا ہوں اور آج سے آپ کے گرامی نامہ آنے کے بعد سے خصوصیت سے آپ کے لئے دعا کا وعدہ کرتا ہوں انشاء اللہ ضرور کروں گا اللہ جل شانہ آپ سے دار العلوم کو اور دار العلوم سے آپ کو بہترین سرخروئی عطا فرمائے اس اکابر کی یاد کو آپ کی مساعیٔ جمیلہ اکابر کے نقش قدم پر چلانے میں ہوں۔ ہے تو بڑی گستاخی مگر اپنا ایک تجربہ آپ کو لکھتا ہوں انشاء اللہ اگر آپ اس کو اپنائیں گے تو اکابر کی نگاہ میں بھی سرخرو ہوں گے اور معاصرین بھی بے جا اصرار آپ پر نہیں کر سکیں گے۔

اس ناکارہ کا تعلق مدرسہ مظاہر علوم سے یکم محرم ۳۵ھ کو ہوا تھا اور مختلف ادوار سے گذرتے ہوئے ۹۵ھ میں مدینہ منورہ کا تابعیہ مل گیا تھا۔ اس ۶۰ سال میں مظاہر علوم کی مختلف خدمات۔ مدرسی۔ صدر مدرسی۔ مشیر ناظم۔ اور سرپرستی سارے مراحل گذرے مگر ان سارے مرحلوں میں اللہ کے فضل و کرم سے محض اس کی اعانت سے ایک اصول کا بہت پابند رہا کہ اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے کسی ملازم یا طالب علم کی مدرسہ میں داخلہ کی سفارش نہیں کی۔ اس ۶۰ سال زندگی میں سیکڑوں واقعات طلبہ کے ایسے پیش آئے ہوں گے کہ مدرسہ سے ان کا اخراج ہو گیا اِن کے یا اُن کے سرپرستوں کے زور دینے پر میں نے صاف انکار کر دیا کہ مدرسہ میں سفارش کرنے سے معذوری ہے البتہ مدرسہ سے مخفی اس مُخرج کے کھانے کا انتظام میرے ذمہ ہے سفارش کسی اور سے کرا او ر مدرسہ سے مخفی کا راز یہ تھا کہ اہل مدرسہ کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے یہاں کے مُخرج کی یہ سرپرستی کر رہا ہے اسی طرح سے اُپنے کسی مخالف کی چاہے اس سے مجھے کتنی ہی اذیتیں پہنچی ہوں میں نے مدرسہ سے اخراج کی کبھی کوشش تو درکنار اخراج میں ہمنوائی بھی نہیں

کی میری سرگذشت میری آپ بیتی میں جو ایک جنگل ہے سیکڑوں نکلیں گی غالباً آپ کی نظر سے بھی گذری ہونگی ان واقعات کا لکھوانا تو مجھ بیمار کے لئے بہت ہی دشوار ہے ایک الف لیلیٰ چاہیئے مگر میری آپ بیتی میں بہت سے قصے آچکے ہوں گے نمونتاً دونوں لائن کے ایک ایک لکھواتا ہوں۔ دار العلوم کی ۴۵ھ کی اسٹرائک میں میں نے مظاہر علوم کے سرپرستان کے یہاں کوشش کر کے یہ منظور کرالیا تھا کہ دار العلوم کا کوئی مخرج مظاہر علوم میں داخل نہیں کیا جائے گا اس زمانہ میں سیکڑوں واقعات اس کے خلاف میرے ساتھ پیش آئے اور یہ میرا اقدام دار العلوم کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بقول حضرت مدنی قدس سرہٗ کے اپنی بزدلی کی وجہ سے تھا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ مجھے بہت طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم مظاہر والے جتنے بزدل ہو ہم دار العلوم والے اتنے بزدل نہیں اور میں حضرت قدس سرہٗ کے سامنے اپنی بزدلی کا اقرار بھی بڑی خوش دلی سے کر لیتا تھا۔ دار العلوم کے ۴۵ھ کے واقعہ میں بیسیوں بلکہ سیکڑوں طالب علم اور ان کے اکابر مظاہر علوم میں داخلہ کے لئے آئے۔ ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ ہر شخص سے یہ کہہ کر الگ ہو جاتے تھے کہ اس کا تعلق مجھ سے نہیں زکریا سے ہے اگر وہ منظور کر لے تو داخلہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اس زمانہ کے بہت سے واقعات مجھ پر گذرے ایک واقعہ میرے ماموں زاد بھائی مولوی ادریس کاندھلوی کے چھوٹے بھائی موسیٰ مرحوم کا ہوا اس کے والد اس کو لے کر مظاہر میں آئے اور جب ناظم صاحب نے یہ کہدیا کہ اس کا تعلق مجھ سے نہیں زکریا سے ہے تو وہ بہت خوش ہوئے کہ معاملہ تو اپنے گھر میں آگیا۔ جب انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس کا داخلہ کرنا ہے اور میں نے صاف انکار کر دیا تو وہ بہت ہی ناراض ہوئے اور مجھ سے بولنا بھی چھوڑ دیا۔ اور عزیز ادریس مرحوم پر جو اثر ہوتا وہ تو اور بھی قرین قیاس تھا ماموں جان مرحوم نے فرمایا کہ اگر حضرت تھانوی سفارش لکھدیں تب بھی تم داخلہ کر لو گے یا نہیں حضرت تھانوی کے ساتھ ماموں کے بڑے گہرے تعلقات تھے اور مجھے یقین تھا کہ یہ ضرور سفارش لکھوا لائیں گے میں نے ماموں جان سے کہا کہ اگر حضرت تھانوی نے صرف سفارش لکھی تب تو قبول نہیں کروں گا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کرنے سے معذرت کر دی تھی البتہ اگر حضرت

تھانوی یہ تحریر فرمادیں کہ میں بحیثیت سرپرست حکم دیتا ہوں کہ اس کا داخلہ کرلیا جائے تو میں ضرور کرلوں گا اور اس کے بعد موسیٰ مرحوم کی نظیر کوئی پکڑے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تو بھی حضرت تھانوی سے حکم نامہ لکھوالا - اور اس کے بالمقابل دوسرا واقعہ ہمارے مدرسہ کے ایک بہت اونچے آدمی جو حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہٗ کے بھی بہت معتمد تھے مگر میرے والد صاحب سے بعض وجوہ سے ان کو پرخاش تھی جن کی وجہ سے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ اور مجھ سے بھی عداوت تھی ہم لوگوں کی بڑی بڑی شکایتیں جھوٹ سچ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں کرتے رہتے تھے والد صاحب کے انتقال کے بعد چچا جان کے نظام الدین چلے جانے کے بعد یہ ناکارہ ہی رہ گیا جس کی بہت ہی مخالفتیں جھوٹی سچی شکایتیں حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہوتی رہتی تھیں آخر اکابر کی عداوت رنگ لائی اور انہوں نے حضرت کی مخالفت بھی اپنی علوشان پر شروع کردی - حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے مظاہر علوم سے انکو نکال دیا تیں نے حضرت کی خدمت میں اس مرحوم کی سفارش کی تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے بڑی استعجاب اور حیرت سے فرمایا کہ تم بھی اس کی سفارش کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت بڑے اخلاص سے حضرت کا تو کوئی دینی یا دنیوی نقصان نہیں ہو سکتا مگر اس شخص کا دین و دنیا دونوں برباد ہو جائے گا - دنیا کی بربادی کا تو کچھ قلق نہیں مگر میں دین کی بربادی کی وجہ سے عرض کر رہا ہوں حضرت للہ معاف فرمادیں - حضرت نے میری سفارش تو قبول نہیں فرمائی مگر میرا خیال ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی نگاہ میں اس قسم کے واقعات سے میری وقعت بڑھتی رہی اس لئے آپ سے بڑی مؤدبانہ درخواست ہے کہ دارالعلوم کے معاملہ میں کبھی بھی اپنے ذاتی تعلقات یا ذاتی دشمنی کو حائل نہ ہونے دیں -

دوسری درخواست میری یہ ہے کہ دارالعلوم کے مالیات میں ہمیشہ اپنے آپ کو مالک الملک کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رکھیں میرے بڑے حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کا بہت مشہور ارشاد ہے جو بار بار حضرت نے فرمایا کہ میں مدرسہ کی سرپرستی سے جتنا ڈرتا ہوں اتنا کسی اور چیز سے نہیں ڈرتا ہم سرپرست لوگ مدرسہ کے مال کے مالک تو ہیں نہیں معطیان چندہ کے وکیل ہیں اگر کسی شخص کی ذرا سی بددیانتی پر ہم لوگ اپنے تعلقات سے درگذر کریں تو اس سے تو معاف ہونے کا نہیں اس لئے کہ ہمیں معاف کرنے کا کیا حق ہے مگر ہماری پکڑ ضرور ہو جائے گی

اس لئے دارالعلوم کے مالی معاملات میں آپ اپنے کو بہت ہی بچائے رکھیں - میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جتنے دنوں مدرسہ میں کام کیا اس کی تنخواہ نہیں لی میں نے اپنے مرشد حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر ابتداء میں لی تھی مگر بڑے حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے بحیثیت سرپرست مدرسہ میں لکھا تھا کہ تنخواہ بہت تھوڑی ہے کچھ اور اضافہ کردیا جائے جس کو میرے حضرت نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا تھا کہ مدرسہ کے مصالحہ اس سے زیادتی کی اجازت نہیں دیتے مگر اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے تو مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی اور محض اپنے فضل و کرم سے جتنے دنوں کی تنخواہ میں نے مدرسہ سے لی تھی وہ واپس کرادی اللّٰہم لك الحمد کلہ ولك الشکر کلہ اللّٰہم لا احصی ثناءً علیك - مجھے اس خط کے لکھوانے میں دقت تو بہت ہوئی اور دوران سر کی وجہ سے دیر بھی بہت لگی مگر جس اخلاص کی وجہ سے آپ نے اس روسیاہ ناکارہ کو دعا کے لئے لکھا اس سے متاثر ہو کر میں نے بھی اپنے ۶۰ سالہ تجربات میں سے چند لکھوا دیئے اللہ جل شانہٗ آپ کی مدد فرمائے دارالعلوم کو آپ سے اور آپ کو دارالعلوم سے فائدہ پہنچائے میری اس بے ربط تحریر سے خدا کرے کوئی تکدر آپ کو نہ ہوا ہو اگر ہوا ہو تو معافی چاہتا ہوں میں نے بھی محض اخلاص سے یہ طویل بکواس لکھوادی - فقط والسلام -

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہ

بقلم نجیب اللہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۱ء اسٹینگر جنوبی افریقہ

۱۸ــــ حضرت قدس سرہٗ کی یہ ساری ادائیں ایسی ہیں کہ اگر کسی ادیب کا قلم بھی خامہ فرسائی کرے تو وہ ایک قطرہ ہی میں گم ہو کر رہ جائے گا چہ جائیکہ مجھ جیسا ناہنجار - کیا لکھ سکتا ہے -

باقی عبادت میں حضرت قدس سرہ کا انہماک دیکھنے والی آنکھیں ہزاروں موجود ہیں کہ اگر نماز پڑھنے میں لگے تو کأنّہم علی رؤسہم الطیر کا منظر پیش کر رہے کہ جب معذوری ہو گئی تو بیٹھ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھنٹوں دو دو رکعت میں گذر گئے نہ حرکت ہے نہ کچھ اور - ادب کا یہ عالم کہ پاؤں تو پاؤں جب آدمی آلتی پالتی بیٹھتا ہے تو انگلیوں کا رخ یقیناً سامنے کی جانب

ہوتا ہے مگر حضرت قدس سرہٗ کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ انگلیاں روضۂ اطہر کی جانب ہوں۔ گرمی کے دن ہیں سفر میں ہیں اور کمال یہ ہے کہ روزہ سے ہیں کہ ہند سے بلاد حرام تک اسی حال میں سفر ہو خدام متعلقین بار بار عرض کرتے ہیں کہ کچھ کھا پی لیں مگر نہ تو کچھ نوش فرمایا نہ بھوک و پیاس کا اظہار اور تازگی کا یہ عالم کہ صحت مندوں سے زیادہ چست چاق و چوبند کیا مجال کہ ذراسی کوئی نقل و حرکت بھی ایسی ہو جس سے کوئی پریشانی ظاہر ہو۔ روضہ اقدس کے پاس اقدام عالیہ میں اس کے بعد جب ترقی درجات اور ہوئی تو باب عمر پر تشریف لے آئے کہ کس منہہ سے روضہ کے قریب جاؤں اور بیٹھوں ایسی حالت سے بیٹھتے کہ سر جھکائے گھنٹوں گذر جاتے اسی حالت میں راز بھی ہوا نیاز بھی ہوا مگر اللہ رے ان کی شان ذراسی حرکت بھی نہ کی۔ بیمار ہیں بخار ہے دیگر امراض لاحق ہیں مگر مجال کہ ذرا بھی شکوہ زبان پر آئے نہ آہ ہے نہ کراہ بلکہ ادھر ہی لو لگی ہوئی ہے اور بزبان حال گویا کہ فرما رہے ہیں ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی ہے — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کوشش پر کوشش مجاہدہ پر مجاہدہ تہجد کے لئے اتنا پہلے بیدار ہوتے کہ حوائج سے فارغ ہو کر حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر موجود ہیں اس کے بعد اذان تہجد ہوتی ہے پھر دروازہ کھلتا ہے اور اگر خدانخواستہ اذان ہوگئی اس کے بعد حجرہ سے نکلنا ہوا پھر تو پریشانی کا عالم نہ پوچھئے مضطرب و بے چین ہیں کہ اذان ہوگئی تاخیر ہوگئی اور یہ معمول کوئی ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ دائمی تھا۔ مضبوط اعصاب کے خدام تھک جاتے مگر حضرت قدس سرہ کی ذات اقدس پر ذرا سا بھی تکان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب مسند مشیخت پر تشریف فرما ہوتے تو جاہ و جلال رعب و دبدبہ ایسا ہوتا کہ لوگوں کے سر نیچے سے اوپر کم اٹھتے تھے حضرت قدس سرہٗ خاموش مجمع پر توجہ فرماتے ہوتے اور مجمع حسب توفیق و استطاعت اکتساب فیض کر رہا ہوتا ہر وقت کے حاضر باش خدام کو بھی دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ لیکن جب خصوصی مجلس ہوتی تو اس میں ایسی بے تکلفی سادگی دلجوئی کہ میرے لئے تحریر میں لانا مشکل۔ چنانچہ متفرق واقعات کچھ ڈائری سے کچھ یادداشت سے سپرد قلم ہیں۔

(۱) ۱۱ر شوال ۹۵ھ شب جمعہ سہارنپور بندہ کی طبیعت کئی دنوں سے خراب تھی اس لئے

حضرت قدس سرہٗ کی کوئی خدمت نہیں ہو پا رہی تھی عشاء کی نماز کے بعد کا وقت تھا حضرت قدس سرہٗ کو استنجاء کی حاجت ہوئی قدمچہ پر دو خادم بازو میں ہاتھ ڈال اور ایک پاؤں پکڑ کر بٹھا دیتا چنانچہ کچے گھر میں قدمچہ پر بٹھانے کے لئے بندہ آگے بڑھا تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تو ہٹ تو کہاں بندہ نے عرض کیا حضرت اب تو ٹھیک ہو گیا ہوں اٹھا بٹھا سکتا ہوں اس پر بہت ہی مسرور ہوئے۔

(۲) ۴ر شوال ۹۵ھ ۱۰ر اکتوبر ۷۵ء مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت قدس سرہ کچے گھر میں پہنچے تو مولوی بھائی سلمان ابن مفتی یحییٰ صاحب آئے اور عرض کیا کہ مفتی محمود صاحب روزہ سے تھے ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلا دوں حضرت قدس سرہٗ نے فوراً فرمایا۔ ضرور لے جا جلدی کھلا دو" پھر موجودین خدام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا" مجھے تم لوگوں نے پہچانا ہی نہیں میں تو کسی کام کا آدمی تھا۔

(۳) عشاء کی نماز کے بعد خدام کی مجلس تھی دسترخوان لگا ہوا تھا چونکہ یہ مجلس بہت ہی بے تکلف ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک صاحب ذرا زیادہ ہی تکلف کرنے لگے تو حضرت قدس سرہ نے گلوگیر ہو کر فرمایا" اللہ کی شان میرے سارے اکابر مجھ سے محبت کرتے تھے اللہ معاف کرے میں جب سوچتا ہوں کہ آخر میرے اندر کیا بات تھی جس سے سب محبت کرتے تھے تو مجھے تو کوئی بات سمجھ میں آئی نہیں بتاؤ بے لونڈو؟ کیا میں تم جیسا آدمی نہیں اس کے بعد کاندھلہ کے ایک صاحب کا قصہ سنایا جو عزیز ہوتے تھے مگر حضرت قدس سرہٗ سے خفا تھے مگر اب تو وہ مرحوم ہو چکے وہ اپنی آخری عمر میں سہارنپور آکر پڑ گئے تھے (اور کہتے رہے کہ بس اب تو اسی گھر میں مروں گا)۔

(۴) ۱۴ر شوال ۹۵ھ ۲۱ر اکتوبر ۷۵ء یوم الثلثاء کو فرمایا" سنو بے لونڈو! بھنڈیاں جو ہوتی ہیں اس کو کھانا لونڈا جننے کے لئے بہت مجرب ہے حکیم یعقوب صاحب (والد محترم حکیم ایوب صاحب) کو لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ مولوی بھنڈیاں کھاتا ہے اس لئے صرف لڑکا ہی جنتا ہے۔

(۵) حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کے اوصاف عالیہ و محبت کا تذکرہ فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ تشریف لائے میں کسی گہری سوچ میں تھا (راقم کی ڈائری میں وہ بات تحریر نہیں) حضرت نے آتے ہی برجستہ فرمایا ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری — چاہے ہیں سو آپ کریں عبث ہمیں بدنام کیا

ہمارے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی کے یہ فرماتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے ذہن و دماغ پر کوئی گرہ لگادی تھی وہ فوراً کھل گئی پھر وہ سوچ آئی ہی نہیں۔

(۶) بھائی شمیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ اپنے دو صاحبزادوں بھائی حشیم و زعیم کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے ۱۹؍ شوال ۹۵ھ کو مولانا سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط آیا جس میں بھائی حشیم و زعیم کے لئے ایک خط اخبار کا تراشہ۔ ڈاک کا نیا ٹکٹ تھا حضرت قدس سرہٗ نے یہ چیزیں دیکھ کر فرمایا "بھائی سلیم نے اس لئے یہ لکھا اور یہ سب بھیجا کہ کہیں لونڈا ہندوستان جاکر مکہ کو نہ بھول جائے پھر فرمایا کہ عربوں کا ایک بہت پرانا مقولہ ہے مَن دخل فی ہندوستان۔ واکل الانبذۃ والبان۔ نسی الاھل والاوطان اس پر مجلس کشت زار بن گئی۔

(۷) فرمایا ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ۔ مفتی کفایت اللہ صاحب۔ اور چند اکابر (کاندھلہ یا گنگوہ فرمایا صحیح یاد نہیں) کسی بزرگ کے یہاں کھانے کے لئے گئے دروازہ میں داخل ہوتے ہی سالن کی پتیلی پر نظر پڑ گئی حضرت مدنیؒ نے ازراہِ مزاح پتیلی اٹھاکر پینا شروع کردیا کسی نے کہا حضرت یہ کیا کر رہے فرمایا مولویوں کا مال جتنا مل جائے اس کو خوب وصول کیا کرو۔ اوکما قال۔

(۸) متعدد مرتبہ یہ قصہ سنایا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ اور چچا جان مولانا الیاس صاحب اور میں حضرت امام ربانی کی صاحبزادی محترمہ حافظ یعقوب صاحب کی والدہ صاحبہ سے ملنے گئے صاحبزادی صاحبہ کو چونکہ ہم سے تعلق بہت زیادہ تھا اس لئے گھر کے اندر ہی بلالیا کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا حافظ یعقوب صاحب سالن دسترخوان پر رکھ کر جب روٹی لینے گئے تو حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا سالن صاف کردو ہم لوگوں نے سالن صاف کردیا وہ روٹی لے کر آئے دیکھا کہ سالن صاف ہے جاکر اپنی والدہ صاحبہ سے شکایت کی کہ سالن ان لوگوں نے صاف کردیا جب تک کہ روٹی بھی سب بلا سالن کے کھا چکے تھے صاحبزادی صاحبہ

نے کچھ سالن بھیجا جب حافظ صاحب آئے تو دیکھا کہ روٹی بھی ختم ہے پھر واپس جاکر والدہ صاحبہ کو یہ قصہ سنایا اس پر صاحبزادی صاحبہ دروازہ پر پردہ کی اوٹ سے کھڑی ہوکر فرمانے لگیں "ابے تم لوگ سارے کہلاتے تو ہو مشائخ اور بچوں جیسے کام کرتے ہو اس پر حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا" اماں جی ہم تو آپ کے بچے ہی ہیں اس گھر کے تو ہم ہمیشہ بچے ہی رہیں گے (یہ واقعہ شاید آپ بیتی میں بھی ہے)۔

(۹) ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ حضرت سہارنپوری حضرت اقدس مدنی حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدھم کے واقعات حالات شفقتیں سنا رہے تھے اور گریہ خوب خوب طاری تھا اسی کے درمیان ایک آہ اور درد کے ساتھ یہ اشعار سنائے۔ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا — ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں اک شور تھا غل تھا

جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خارِ گلشن میں — بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گُل تھا

(۱۰) ۲۵؍ شوال ۹۵ھ ۳۱؍ اکتوبر ۷۵ء کی صبح فجر کی نماز کے بعد سہارنپور میں حاجی شاہ کے قبرستان میں اکابرین کے قبور پر تشریف لے گئے خدام و ذاکرین کی کافی تعداد تھی وہاں سے جب فارغ ہوکر واپس تشریف لانے لگے تو اسی جگہ پر ٹھہر کر حضرت مفتی محمود صاحب۔ مولانا منور حسین صاحب کو بلایا اور فرمایا "کہو جی یہ بڑے بڑے قبّے کیا ہیں بہت لمبے لمبے جو مجھے نظر آئے اس پر مولانا منور حسین صاحب نے فرمایا قبولیت کی علامت ہے، پھر مفتی محمود صاحب سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہو جی مفتی جی! ہم لوگوں کا کچھ ان مردوں کا پہنچتا بھی ہے اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے برجستہ فرمایا یہاں والے ڈاکیہ تھوڑے ہیں (مطلب یہ تھا کہ یہاں ڈاک میں ڈاکیہ گڑبڑ کردیتا ہے مگر وہاں تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہاں کے ڈاکیہ فرشتے ہیں)۔

(۱۱) ۲۹؍ شوال ۹۵ھ ۴؍ نومبر ۷۵ء شب یوم الثلثاء کو حضرت قدس سرہٗ نے کچھ ملاحظہ فرمایا صبح کو خدام سے فرمایا کہ " رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکریا سے فرمایا کہ وہ تیری کتاب جو تو نے عربی زبان کی فضیلت پر لکھی ہے سناؤ"، حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھائی یاد رکھنا عربی زبان کی فضیلت پر ایک رسالہ مدینہ طیبہ پہنچ کر لکھا ہے چنانچہ فضائل زبان عربی کی تالیف مدینہ میں ہوئی۔

(۱۲۲) جس زمانہ میں یہ حقیر ضلع فرخ آباد کے ایک مدرسہ میں پڑھا رہا تھا وہاں کے ایک متدین بزرگ جو مولانا منت اللہ رحمانی سے بیعت تھے اور ان کا میرے پاس اکثر آنا جانا ہوتا رہتا تھا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بندہ کے ذریعہ متعارف ہوئے انہوں نے سہارنپور چلنے اور حضرت قدس سرہٗ سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی چنانچہ ایک دفعہ اس حقیر کا پروگرام سہارنپور کا بن گیا چنانچہ اس حقیر نے ان صاحب سے ذکر کیا کہ فلاں تاریخ کو سہارنپور کا پروگرام ہے موصوف نے ہفتہ عشرہ کی (چونکہ وہ سرکاری ملازم تھے) رخصت لی اور میرے ساتھ سہارنپور کے لئے روانہ ہوگئے رات میں وہاں پہنچے مدرسہ مظاہر علوم کے دفتر میں جو مہمان خانہ ہے اس میں قیام رہا صبح کو ذکر کی مجلس میں شریک ہوئے اس کے بعد چائے سے فارغ ہو کر حسب دستور سب لوگ باہر آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہٗ ڈاک لکھوا رہے تھے بندہ ان کے ہمراہ حاضر ہوا اور ان کا تعارف کرایا وہ صاحب حضرت قدس سرہٗ کے قریب مراقب بیٹھ گئے اور تقریبًا ایک منٹ کے بعد ہی پریشانی کے عالم میں بہت ہی سرعت کے ساتھ اٹھ کر باہر نکل گئے اور وہ جا کر کتب خانہ پر بیٹھ گئے بندہ بھی جلدی سے ان کے پیچھے گیا کہ خدانخواستہ کوئی بات تو نہ ہوگئی کہ اتنی جلدی وہ اٹھ کر چلدئے چنانچہ جب میں کتب خانہ پہنچا تو وہ سر جھکائے ساکت وصامت بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ تھوڑی دیر تو ان کے پاس خاموش بیٹھا رہا اس کے بعد ان سے کہا خیریت تو ہے بہت جلد اٹھ کر آپ آگئے انہوں نے سر اٹھایا اور آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھتے رہے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا مولانا کیا بتاؤں ماشاء اللہ آپ کے پیر تو بہت ہی اونچے ہیں میں نے ان سے کہا اس میں کیا شک پھر میں نے جلدی باہر آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتلایا کہ جب میں سر جھکا کر حضرت کا فیض حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہوا تو دل پر حضرت کی طرف سے اس قدر انوار کا ورود ہوا کہ سانس گھٹنے لگا میں فورًا وہاں سے بھاگا اگر نہ بھاگتا تو خدانخواستہ میری تو روح نکل جاتی پھر وہ رات سے صبح تک کی کیفیات بتلاتے رہے کہ رات جب میں مدرسہ میں ٹھہرا تو ہر طرف انوار ہی انوار نظر آتے رہے اور صبح جب ذکر کی مجلس میں شریک ہوا تو اس مجلس کی کیفیت مولانا صحیح بات یہ ہے کہ میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا اس کے بعد

میں نے حضرت قدس سرہٗ سے ان کی ساری باتیں عرض کر دیں حضرت نے بہت ہی استغناء سے فرمایا ان کو کچھ معلوم ہوا ہوگا مجھے تو کچھ پتہ نہیں پھر فرمایا کہ ان سے ضرور ملانا چنانچہ انکو حضرت قدس سرہ سے ملایا حضرت ان سے محبت سے بہت ساری باتیں کرتے رہے وہ صاحب دوسرے ہی دن وہاں سے دلی کے لئے روانہ ہوگئے کہ وہاں سے انکو کہیں اور جانا تھا۔

(۱۴۳) مہمان نوازی کے سلسلہ میں واقعہ یاد آیا کہ مولانا عمران خانصاحب بھوپالی جب کبھی حضرت قدس سرہٗ سے ملنے سہارنپور آتے تو حضرت قدس سرہٗ ان سے بہت ہی بے تکلفی میں معاملہ فرماتے۔ مولانا موصوف کو ہر نوع کی چیزیں پیش کرتے خدام سے فرماتے اور لاؤ ارے دیکھو مولانا کی رکابی خالی ہے غرضیکہ مولانا کو اصرار کر کے خوب کھلاتے اور اتنا کھلاتے کہ مولانا بار بار فرماتے حضرت بس اب گنجائش نہیں رہی۔ اکرام ضیف کا یہ عالم تھا کہ جب سید محمد علوی مالکی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے جشن صد سالہ سے واپس سہارنپور تشریف لائے تو حضرت قدس سرہٗ نے ان کے لئے جیسا کہ میری ڈائری میں لکھا ہے ۷۷-۳-۲، انواع واقسام کی چیزیں رکھوائیں۔ اس میں سنگھاڑے بھی تھے انہوں نے تعجب سے عربی میں پوچھا یہ کیا چیز ہے اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہذا ذو الشوکین اور ساتھ ہی فرمایا کہ شیخ انعام الحسن امیر تبلیغ اسکو ذو القرنین فرماتے ہیں تم ان دونوں ناموں میں سے جو کہہ لو اس پر وہ اور انکے ساتھ جو اخبار کے ایڈیٹر تھے (جو ان کے ساتھ ہی مکہ سے آئے تھے) خوب ہنسے۔ جب وہ سہارنپور سے روانہ ہونے لگے تو کچھ سنگھاڑے ان کو ہدیہ ایک ٹوکری میں بندھوا کر مرحمت فرماتے کہ یہ جلدی خراب ہونیوالی چیز نہیں ہے آپ کا اگر جی چاہے تو اس کو مکہ مکرمہ ضرور لے جائیں اور وہاں پر دوستوں کو کھلائیں۔

(۱۴۴) سب سے پہلے حضرت قدس سرہٗ کو اٹھانے کا واقعہ مدرسہ قدیم کی مسجد کے دروازہ پیش آیا حضرت قدس سرہ مجلس کے بعد مغرب کی نماز کے لئے اپنی کرسی پر مسجد تشریف لائے چونکہ حضرت سہارے کے بغیر نہیں چل سکتے تھے اور اس وقت جب کہ کرسی مسجد کے دروازہ پر رکی میرے اور مولوی یوسف متالا کے علاوہ کوئی اور نہ تھا اور تیسرا آدمی کرسی چلا رہا تھا بہرحال داہنی طرف سے مولوی یوسف متالا اور بائیں طرف سے بندہ نے

کرسی سے اٹھایا حضرت قدس سرہٗ کرسی سے اتر کر سہارے کے ساتھ پیدل مسجد کی طرف
چلے جوتے آتارنے کی جگہ پر میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ میرا قد چھوٹا تھا میں دُبلا پتلا
بھی تھا اس لئے میری جانب سے حضرت نیچے جھکے ہوئے تھے اور مولوی یوسف صاحب
کی طرف سے اوپر تھے بہر حال جوتا آتارتے ہوئے مولوی یوسف سے فرمایا یہ کون ہے
مولوی یوسف صاحب نے کوئی جواب دیا پھر حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے
ہوئے فرمایا " میرے ساتھ تو کہاں پھنس گیا تو کون ہے کہاں کا ہے ؟ پھر فرمایا عشاءٔ
بعد کچھ گھر میں آنا چنانچہ بندہ عشاء بعد حاضر ہوا قربانی کے گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا
حضرت قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے منہ میں دیا اور پھر ایک ٹکڑا ہاتھ میں اور
فرمایا حافظ جی (حافظ صدیق صاحب) اس لونڈے کو مٹھائی کی کوئی ڈلی دے دو
اس نے مجھے آج اٹھایا ہے اس کے بعد سے عشاء بعد کی مجلس میں کبھی کبھی میری حاضری شروع
ہوگئی۔

(۱۵) امانات کی حفاظت اور راز کی باتوں کو راز میں رکھنے کا حضرت قدس سرہ
کے یہاں بڑا ہی اہتمام تھا۔خود تو کبھی اس قسم کی کوئی بات کرنا یا کسی کا راز افشاء
کرنا میرے علم میں نہیں کہ حضرت قدس سرہٗ نے خود کبھی ایسا کیا ہو اور نہ ہی دوسروں
کے لئے اس کو برداشت کرتے تھے چنانچہ اس سلسلہ کا ایک واقعہ موجود ہے کہ ۔
ایک مولوی صاحب حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئے ذکر و شغل میں اچھے
چل رہے تھے حضرت قدس سرہٗ کو ان پر اعتماد ہوگیا اور موصوف کے ذمہ ڈاک حوالہ فرمادی
چونکہ ڈاک میں حضرت قدس سرہٗ کے یہاں ہر قسم کے خطوط آیا کرتے تھے کوئی مشورہ کا۔کوئی سلوکی
لائن کا کوئی نجی طور سے اسی طرح سے ایک خط خاص تھا جس کا افشاء یا اظہار نہیں ہونا چاہیئے
تھا حضرت قدس سرہ کے ایک عزیز نے وہ خط ان سے لے کر دیکھ لیا حضرت قدس سرہٗ کو کسی
طرح یہ علم ہوگیا کہ فلاں خط فلاں آدمی نے دیکھ لیا ہے حضرت قدس سرہٗ ان مولوی
صاحب پر بہت ہی خفا ہوئے اور ان پر عتاب فرمایا حتیٰ کہ ڈاک کی ذمہ داری بھی ان سے واپس
لے لی گئی۔

حالانکہ موصوف ذکر و شغل میں بھی بہت عمدہ جارہے تھے حضرت کی خصوصی توجہ
بھی ان کی طرف ہونی شروع ہوگئی تھی مگر مقدرات بالآخر یہ مولوی صاحب حضرت
قدس سرہٗ سے آہستہ آہستہ بالکل کٹ گئے اور حضرت قدس سرہٗ نے بھی ان کی طرف
توجہ نہ فرمائی۔

حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب زید مجدہم

۱—— نام۔ صغیر احمد مدینہ سٹیشنری مارٹ ۱۷۸/۱۷۸ انارکلی لاہور ٹیلیفون نمبر ۵۶۱۷۸
۲—— تاریخ پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۶ء مقام دہلی: بچپن میں قرآن پاک حفظ کیا تقسیم ہند کے بعد لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور چشتیہ ہائی سکول سے دسویں جماعت کا امتحان دیا سکول کی تعلیم کے دوران ہی ادیب عالم کا امتحان پاس کیا دسویں کے بعد پنجابی فاضل کا امتحان دیا اس موقعہ پر بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے طبیعت نے بے حد اثر لیا بعد ازاں کامرس کی تعلیم کے لئے کالج میں داخلہ لیا مگر تکمیل سے قبل ہی دوکان پر کل وقتی طور پر آنا پڑا اور اس وقت سے اب تک دوکان پر ہی ہوں اس طرح اعلیٰ دینی و دنیاوی تعلیم تو کجا ادنیٰ تعلیم بھی نہیں مئی ۱۹۶۰ء میں نکاح و رخصتی ہوئی الحمدللہ بفضلہ تعالیٰ ایک بچہ حافظ مولوی انیس احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے موقوف علیہ تک رائے ونڈ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور ۱۴۰۳ھ میں مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور ہند دورۂ حدیث کے لیے داخلہ لیا اور ۱۴۰۴ھ میں فراغت پائی۔ "دورۂ حدیث شریف کے بارے میں حضرت اقدس مرشدی و سندی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں طے فرمادیا تھا۔" ایک بچی مولوی آفتاب احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہے عزیزی موصوف نے موقوف علیہ تک کی تعلیم رائے ونڈ کے مدرسہ میں حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف کے لئے ۱۳۹۹ھ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۰ھ میں فراغت حاصل کی۔

اب بفضلہ تعالیٰ تبلیغ کے کام میں کُل وقتی مشغول ہیں اس بات کا بیحد رنج و قلق ہے کہ ابھی تک عزیزی موصوف کو کسی بھی درجہ میں درس و تدریس میں مشغول نہیں کیا گیا ایک بچہ عزیز حافظ خلیل احمد سلمہ اللہ تعالیٰ تجارتی تعلیم (کامرس) میں مشغول ہے ان کے بعد والے حفظ قرآن سے فارغ ہو کر ابتدائی اسکول کی تعلیم میں مشغول ہیں جو کہ انشاءاللہ العزیز اس کے بعد دینی تعلیم میں بھی مشغول ہوں گے۔

۳—— لاہور شہر معروف جگہ ہے اس کی دینی و دنیاوی صورتِ حال عام ہے۔
۴—— حضرت اقدس شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ کا نام نامی اسمِ گرامی ۱۹۶۴ء میں پہلی بار لاہور تشریف آوری پر سنا تھا حضرت اقدس والد صاحب نوراللہ مرقدہ اکثر حاضری کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور بندہ دوکان پر کاروبار کی مشغولی کی وجہ سے زیارت سے محروم رہا پہلی بار ۱۹۶۷ء میں جبکہ بندہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ حج کے لئے گیا ہوا تھا دوران طواف حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا اور بعد حج مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ اللہ وسلامہ میں اللہ جل شانہ نے محض اپنے لطف و کرم سے بیعت سے مشرف فرمایا اور یہ پہلی ہی بیعت تھی بیعت سے قبل حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ میرے پیارے میرے پیر تو قبر میں لٹکے ہوئے ہیں تمہارے پاکستان میں حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ و حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء موجود ہیں مجھ سے کیا فائدہ ہوگا بندہ خاموش رہا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چارپائی پر بٹھا کر بیعت فرمایا یہ واقعہ بعد فجر کا ہے۔ بیعت سے فراغت کے چند منٹ بعد ہی زوردار آوازیں آنے لگیں کہ اٹھو بھائی جاؤ بھائی جاؤ بندہ بیٹھا رہا اس پر حضرت نے فرمایا کہ کچھ کہو تو اس پر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ہندستان بلالیں تو فرمایا کہ بھائی بڑی رکاوٹیں ہیں عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیں فرمایا کہ ضرور انشاءاللہ پھر مصافحہ کیا اور رخصت ہو گیا دوسرے روز بعد ظہر کچھ پھل لے کر حاضری ہوئی کھانا کُھلا ہوا تھا کسی نے دیکھ کر بلایا اور حضرت کے دریافت فرمانے پر بتایا کہ کل جو پاکستانی بیعت ہوا تھا وہ آیا ہے حضرت نے اپنے قریب بٹھایا بندہ نے پھل پیش کئے حضرت نے کھانے کے لئے فرمایا بندہ نے عذر کیا کہ اہلیہ کے لئے کھانا لے کر ہسپتال جانا ہے حضرت نے فرمایا کہ پہلے خود کھالے پھر جاکر کھلا دیو بس حجاز مقدس میں اتنی ہی حاضری ہوئی۔

پاکستان حج سے واپسی کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ سے مکاتیت کا سلسلہ شروع ہوا جو ۱۹۸۰ء تک جاری رہا ان میں اہم مکتوبات بھی ہیں جو کہ انشاءاللہ پھر کسی وقت پیش کردیئے جائیں گے ۱۹۶۸ء میں پہلی بار رمضان المبارک کے فوراً بعد دس یوم کے لئے سہارنپور حاضری ہوئی اس حاضری کے دوسرے ہی دن مخدومی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب زاد مجدہٗ

کے واسطے سے ذکر کی اجازت چاہی تو حضرت نے انہی سے بتانے کے لئے فرمایا اور ۶۴ء میں پاکستان حضرت کی پہلی بار آمد پر جب یہ سنا کہ شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں اسی وقت سے حضرتؒ کی زیارت کا اشتیاق اور ایک انجانی سے چاہت قلب میں محسوس کرتا تھا گو والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو دادی صاحبہ نے بندہ کے دادا کے انتقال کے بعد جبکہ انکی عمر شریف ۵ سال ہی تھی جس محلہ میں قیام تھا اس محلہ میں ایک بزرگ جو کہ میاں صاحب کے لقب سے معروف تھے ان سے بیعت کروایا تھا ہمارے گھرانہ پر یہ اللہ کا بہت ہی فضل و احسان تھا اور دادی صاحبہ کی فہم و بصیرت تھی اور اس کے نتائج اونچے ظاہر ہوئے اس کے باوجود ہمارے گھرانہ میں کیا بلکہ پورے خاندان و برادری میں اصلاح و تزکیہ تو کجا بیعت ہونے کا بھی رواج نہ تھا البتہ علماء و صلحاء و مشائخ سے کسی نہ کسی درجہ میں وابستگی ضرور ہوا کرتی تھی تقسیم ہند کے بعد پاکستان آنے کے بعد اس رواج میں بھی بیحد کمی واقع ہوگئی۔ ہمارے اپنے گھر میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ بڑے سے پوچھے بغیر کوئی دینی و دنیاوی کام نہیں کرتے اس کے پیش نظر بندہ مدینہ منورہ سے ۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بار بار خط کے ذریعہ دریافت کرتا رہا اور تحریر کرتا رہا کہ میری طبیعت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کو ہے چونکہ اس وقت ڈاک کا نظام اتنا صحیح نہ تھا اس لئے ان کے جواب آنے میں قدرے تاخیر ہوگئی جب انکا خط مجھے ملا اس میں یہ تحریر تھا کہ میں تمہارے ہر خط کا جواب دیتا رہا اور بھلا یہ بات بھی کوئی پوچھنے کی ہے اور فوراً بیعت ہو جاؤ پھر یہ موقعہ زندگی میں ہاتھ نہ آئے گا۔

جواب ملنے سے قبل اور طبیعت میں ایک گونہ پریشانی کے سبب بندہ نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب (صاحبزادہ مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ) نائب مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ جو کہ اپنی والدہ کے ہمراہ قیام مدینہ منورہ میں ساتھ تھے سے سوال کیا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو آپ کی کیا رائے ہے کس سے ہو موصوف نے اپنے والد صاحب کا قول نقل کیا کہ اگر کوئی اصلاح و تزکیہ کرانا چاہے وہ فلاں فلاں بزرگ سے بیعت ہو جائے بندہ نے فوراً دوسرا

سوال کیا کہ سُنا ہے کہ کوئی شیخ الحدیث ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے ہیں انکے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے موصوف نے فرمایا کہ وہ تو ایسے ہیں کہ اگر ان کی ایک نگاہ پڑ جائے تو میلوں کا سفر طے ہو جائے یہ جواب سن کر بندہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے تو ایسے ہی شیخؒ سے بیعت ہونا چاہئے کہ تو کرے گا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

۵ ـــــ سر دست کوئی ایسا واقعہ ذہن میں نہیں آرہا۔

۶ ـــــ سر دست کوئی ایسا واقعہ ذہن میں نہیں آرہا ہے جو کہ تحریر کیا جا سکے۔

۷ ـــــ جہاں تک تربیت کا تعلق ہے بندہ کو اس کا شعور نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت کے انداز تربیت کو اپنے جہل کی وجہ سے کبھی بھی نہ سمجھ سکا البتہ معمولات کے پرچہ کے مطابق ہر ہر نمبر کچھ کلیتہً پورا کرنے کی پہلے بھی سعی کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں مگر اس کا ملال ہے اور اس کے اعتراف میں تامل نہیں کہ اسی کوشش میں کامیابی نصیب نہ ہوئی ہر حاضری سے قبل ایک خوف طاری ہوا کرتا تھا اور بہت ہی توبہ و استغفار کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا اور ہر واپسی پر یہ احساس ہوا کرتا تھا کہ اب تک کی عمر تو اسی طرح ضائع ہوئی ہے ۷۹ء کے ماہ مبارک کے لئے سہارنپور حاضری پر مخدومی الحاج صوفی محمد اقبال صاحب مدنی دامت برکاتہم نے ماہ مبارک کے دوران فرمایا کہ تونے اپنے بارے میں حضرت کو کبھی کسی خاص بات سے مطلع فرمایا تو بندہ نے عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کہ لکھکر لے جا بندہ نے عرض کیا کہ کوئی خاص بات ہے ہی نہیں جو لکھکر لے جاؤں فرمایا کہ سوچو کچھ تو ضرور لکھ کرلے جاؤ کافی سوچتا رہا دوسرے روز لکھ کر لے گیا جواب تحریر فرمایا اس کی نقل یہ ہے "اللہ کا شکر ہے تمہارے حالات سے بہت ہی مسرت ہوئی اللّٰھم زد فزد اب آگے بڑھانے کی ضرورت نہیں مگر استقامت ضروری ہے اور استقامت سے مراد یہ ہے کہ جو حالات چل رہے ہیں ان پر جماؤ اور استقلال رہے جب عجب پیدا ہوئے تو یہ سوچ لیا کرو کہ مجھ کو میری حالت معلوم ہے یہ اللہ کا فضل ہے اس نے ستاری فرما رکھی ہے"۔

۸ ـــــ اس وقت کوئی چیز بطور یادگار عطا فرمانے کا معمول ترک ہو چکا تھا اور ۲۶ر ویں شب رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹ر جولائی ۸۰ء شب ہفتہ کو بعد نماز عشاء و

تراویح کے اجازت عطا فرمائی اور اجازت مرحمت فرمانے سے قبل یعنی جمعہ کے دن صبح کے وقت نسبت واجازت والا رسالہ محترم جناب بھائی ابوالحسن صاحب کی معرفت ارسال فرمایا کہ اس کو پڑھ لو۔

۹ــــ اس کا کوئی موقع نہیں ملا۔

۱۰ــــ بندہ تصنیف وتالیف کی لائن کا تو ہے نہیں البتہ اس کا بیحد اشتیاق رہتا تھا کہ حضرت کے رسالے طبع ہونے میں بندہ سبب بن جائے اور رسالہ صقالۃ القلوب وغیرہ کی طباعت سے الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ چیز مقدر ہوئی اور حضرت نے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ "صوفی جی کی جو کتاب آپ چھپوا رہے ہیں اسکا احسان مجھ پر ہی ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں" فقط اس کے علاوہ ایک گرامی نامہ جو کہ رسالہ ذکر واعتکاف کی اہمیت میں طبع ہو چکا ہے اس سے یقین ہوا کہ حضرت والا بندہ کی اس سعی سے خوش ہیں اس گرامی نامہ کی نقل ذیل ہے:۔

۱۱ــــ اس کا بھی کوئی موقعہ نہیں آیا۔

۱۲ــــ گو مستقلاً حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس ذیل میں کوئی ہدایت تو تحریر نہ فرمائی البتہ حضرت والا کے علم میں یہ بات خوب اچھی طرح تھی کہ بندہ تبلیغی کام میں خوب جڑتا ہے۔

۱۳ــــ یہ لائن بھی بندہ سے متعلق نہیں ہے۔

۱۴ــــ پہلی بار دس یوم کی حاضری سہارنپور سے واپسی سے ایک یوم قبل حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے دریافت فرمایا کہ تیرا شام کو کھانے کا معمول ہے یا نہیں بندہ نے عرض کیا کہ جی ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا معمول تو ایک عرصہ سے ہے نہیں کل تیرے خاطر تیرے ساتھ کھاؤں گا مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر اندر آجانا اس زمانہ میں کچے گھر میں لالٹین جلتی تھی بندہ کے پہنچنے کے بعد کھانا منگوایا دسترخوان پر ایک چھوٹا ڈبہ بھی آیا جس میں دیسی گھی تھا حضرت نے فرمایا یہ بھی لگاتا جا اور کھانا آنے کے بعد زنجیر لگوادی اور بندہ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا حکم فرمایا اور کھانے کا حکم فرمایا بندہ پر اسی وقت ایک عجیب کیفیت جس کو محسوس تو آج بھی کرتا ہوں

لیکن بیان کرنے سے آج بھی قاصر ہوں بالکل بے خود تھا معًا خیال آیا کہ حضرت بھی تناول فرما رہے ہیں یا نہیں دیکھا کہ حضرت بھی بھنی ہوئی کھچڑی جس میں مرغی پکی ہوئی تھی مرغی کی بوٹیاں چن چن کر بندہ کے آگے ڈال رہے ہیں بس پھر بندہ بھی بوٹیاں چن چن کر اپنے خیال میں اس طرح حضرت کے آگے ڈالتا رہا کہ حضرت کو معلوم نہ ہو حضرت نے فرمایا کہ ساری مرغی مجھے ہی کھلادے گا۔

ذکر سیکھنے کے بعد جمعہ کے روز جو کہ بعد عصر مسجد میں ہوا کرتا تھا بندہ بالکل حضرت کے عقب میں بیٹھا ہوا تھا دورانِ ذکر ایسا شدید گریہ طاری ہوا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں اور بے اختیار منہ سے ہائے ہائے نکلتا رہا روانگی کے وقت جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

نہیں بھولتا ان کی رخصت کا وقت ۔۔۔ وہ رو رو کر ملنا بلا ہو گیا

(۱) بندہ اس بات کو بہت ہی شدت سے محسوس کرتا تھا کہ جب بھی کسی سے تخلیہ ہوتا یا عمومی مجلس ہوتی حضرت والا لنگی کو اس طرح ٹھیک کراتے کہ اکثر قدم مبارک بھی نظر نہ آتے ایک مرتبہ اعتکاف کے دوران مغرب کے بعد کی مجلس میں بندہ جبکہ بالکل شروع میں بیٹھا ہوا تھا بندہ کی نگاہ پڑی کہ آج حضرت کے قدم اس قدر باہر ہیں کہ پنڈلی کا بھی کچھ حصہ نظر آرہا ہے غیر ارادی طور پر اُٹھا اور لنگی درست کرنے لگا حضرتؒ نے فرمایا کہ جزاک اللہ۔

(۲) مخدومی حاجی متین احمد صاحب شملہ پہاڑی والوں کے یہاں تشریف لے گئے اس موقعہ پر ان کی اہلیہ نے کچھ گفتگو کرنی تھی حضرت والا نے ان کے صاحبزادے تسنیم احمد صاحب کو بلوایا پھر خدام کے ہمراہ ان کے کمرے میں تشریف لے گئے جس میں ان کی اہلیہ تھیں جب گفتگو ختم ہو گئی تو بندہ نے عرض کیا کہ حضرت باہر تشریف لے چلیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی اٹھاؤ اُٹھانے سے قبل بندہ نے حضرت کی لنگی کو حضرت کے قدموں کے نیچے دبا دیا اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھئی اور اچھی طرح ٹھیک صحیح کردو۔

(۳) اسی طرح ایک مرتبہ فیصل آباد تشریف آوری پر ایک ماہ مبارک کے اعتکاف کے دوران

ایک روز خدا جانے بندہ پر نیند کا اس قدر کیوں غلبہ تھا باوجود اس کے کہ اپنی ٹانگوں میں چٹکیاں بھرتا تھا نیند میں بجائے کمی شدت ہی ہوتی گئی اور مجلس کا سارا وقت اسی میں گذر گیا خلاف معمول دس منٹ قبل حضرت نے اپنے خادم الحاج ابوالحسن صدیقی صاحب سے فرمایا کہ بس بھائی پردہ ڈالو آج تو دوستوں کو نیند ہی نہیں چھوڑ رہی ہے اور یہ فرماتے ہی بندہ کی نیند ہرن ہو گئی۔

(۴) ایک مرتبہ ڈھڈیا شریف کے قیام میں حضرت مزار شریف پر تشریف لے گئے بندہ بھی معمول کے مطابق دیگر خدام کے ہمراہ حضرت کے بالکل عقب میں بیٹھ گیا چند منٹ بعد قاضی عبدالقادر صاحب تشریف لائے اور وہ بھی دیگر خدام کے ہمراہ بیٹھ گئے مگر جلدی اُٹھ کر تشریف لے جاتے ہوئے بندہ کے مونڈھے کو ہلا کر اشارہ کیا کہ اٹھو بندہ نے اس کا کوئی اثر نہ لیا اور بندہ اس اٹھانے کی وجہ نہ سمجھتے ہوئے بیٹھا رہا چند منٹ کے بعد قاضی صاحب کا پیغامبر آیا اور اس نے زور سے ہلا کر قاضی صاحب کا پیغام نقل کیا کہ بلا رہے ہیں بندہ نے اشارہ سے جواباً کہدیا کہ ابھی آتا ہوں ۱۰ یا ۱۵ منٹ بعد پیغامبر پھر آیا اور اس مرتبہ زیادہ شدت سے ہلا کر کہا کہ قاضی صاحب بلا رہے ہیں ایک مرتبہ پھر بندہ نے اشارہ سے کہدیا کہ بس ابھی آتا ہوں لیکن بس اس مرتبہ طبیعت میں انتشار پیدا ہو گیا اور بار بار یہ خیال آتا رہا کہ بات سُن آ کہیں حضرت کے یہاں شکایت نہ ہو جائے اس شش و پنج میں بندہ اُٹھا اور قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا موصوف نے فرمایا کہ بس اب کچھ نہیں ہے بندہ اُلٹے پیروں مزار شریف پر آیا تو دیکھا کہ خدام حضرت کو اٹھا رہے ہیں بندہ بھی خدام کے ہمراہ حضرت والا کے کمرے میں پہنچا حضرت نے کمرے میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ لٹا دو بھائی آج تو دوستوں کا دل ہی نہ لگا اس پر بندہ کو جو رنج و افسوس ہوا اس کا آج تک احساس ہے۔ فقط

(۵) ایک مرتبہ جب کہ پاکستان میں بھٹو حکومت کا عروج تھا اور دین والوں پر ہر نوع کی سختی شروع تھی۔ اسی دوران حضرت والا کی تشریف آوری پاکستان ہوئی اور بہت سے قانونی جوڑ توڑ کے بعد اور تمام با اثر احباب کے اثر کے استعمال کے بعد ۲۷ گھنٹے صرف قیام کی منظوری ملی مگر ۲۷ گھنٹے پورے ہونے سے قبل ہی اس قیام کو منسوخ کر دیا چونکہ آئندہ کے

سفر کا جہاز اور سیٹ ۲۷ گھنٹہ کے بعد ہی تھی اور ۲۷ گھنٹے پورے ہونے میں ایک شب باقی تھی حکومت وقت کے با اختیار افسران کا یہ مطالبہ تھا کہ یہ ایک شب کسی مسجد میں کسی طرح بھی نہیں گذاری جا سکتی البتہ اتنی رعایت ہو سکتی ہے کہ یہ شب ہوٹل میں گذار دیں خدام کی حالت تو قابلِ دید تھی مگر حضرت والا پر ظاہر کے اعتبار سے اس کا کوئی اثر ہی نہ تھا جب ہوٹل میں شب کے قیام کا قطعی فیصلہ ہو گیا تو بندہ کی طبیعت ایک بات کے خیال سے شدید پریشان ہو گئی وہ یہ کہ حضرت کیا ہوٹل کا بستر استعمال فرمائیں گے اور حضرت کے ساتھ جن خدام کا قیام طے ہوا تھا ان میں بندہ شامل نہ تھا بندہ اضطراری کیفیت سے اللہ سے دعا کرتا رہا یا اللہ ایسا تو نہ ہو کہ حضرت ہوٹل کا بستر استعمال فرمائیں تو ہی کوئی صورت پیدا فرما دے اسی الجھن و پریشانی میں بندہ نے اپنے بستر سے رضائی اور چادر نکالی اور اس گاڑی میں جس میں ہوٹل تک جانا تھا خاموشی سے رکھدی البتہ ہوٹل تک ساتھ جانے میں بندہ کا جانا بھی منتظم حضرات نے قبول فرما لیا تھا حضرت والا کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچایا گیا اور رضائی و چادر کے رکھنے کا علم بندہ کے سوا کسی کو نہ تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی حضرت نے فرمایا کہ لاؤ بھائی وہ چادر اور رضائی جو گھر کی ہے سب خدام حیران تھے کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے بندہ بھاگا ہوا گیا اور دونوں چیزیں لے آیا حضرت والا کی برکت سے اس شب میں حضرت کے ساتھ ہی ہوٹل میں قیام رہا۔

(۶) غالباً ۷۰ء یا ۶۹ء کی بات ہے کہ حضرت کی تشریف آوری لاہور ہوئی اور بلال پارک میں قیام فرمایا ایک دو شب کے لئے / بندہ کے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مع بندہ کے دیگر برادران کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے غالباً الحاج بھائی ابوالحسن صاحب نے حضرت سے والد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ صغیر کے والد صاحب ہیں مصافحہ کے بعد والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ بیٹھ گئے بندہ بھی ساتھ بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا کہ بھائی صغیر ہیں بندہ خاموش رہا اس خیال سے کہ سامنے بیٹھا ہوں دوبارہ پھر فرمایا بندہ پھر خاموش رہا نہ کسی اور نے ہی کچھ کہا حضرت والا نے تیسری مرتبہ غصہ میں اور خاصی بلند آواز سے فرمایا اور وہ فرمانا ایسا تھا جیسے بندہ پر بجلی گر گئی اس بجلی گرنے کا احساس بھی آج تک

خوب اسی حالت میں ہے اس تیسری مرتبہ کے فرمانے پر بندہ نے بے ساختہ قدم مبارک پکڑ لئے سارا جسم کانپ رہا تھا اور بہت ہی مشکل سے اتنا لفظ نکلا "حضرت" بندہ کی اس ناگفتہ بہ کیفیت کو حضرت نے مطلع فرما کر اس لمحہ نہایت کریمانہ و مشفقانہ انداز میں فرمایا کہ میرے پیارے میری بینائی اب اتنی بھی نہیں کہ جتنی تو سہارنپور چھوڑ کر آیا تھا۔

(۷) ۱۳۷۳ھ ماہ مبارک میں بندہ مع اپنی اہلیہ اور تین بچوں کے سمیت حاضر تھا مکہ مکرمہ میں معمول اس طرح تھا کہ بعد عصر کی مجلس غروب سے تقریباً نصف گھنٹہ قبل ختم ہوتی اور حضرت حرم شریف تشریف لے جاتے جس گاڑی میں حضرت تشریف لے جاتے اس گاڑی میں برف کا تھرماس بھی رکھ دیا جاتا برف فروش صولتیہ کے باہر ہی بیٹھا کرتا تھا ایک روز حسب معمول حضرت والا گاڑی میں بیٹھ چکے تھے برف کا تھرماس برف سے بھر کر گاڑی میں رکھا جا چکا تھا اور گاری اسٹارٹ ہو چکی تھی حضرت کی نگاہ مبارک ایک چھوٹے سے برف کے ٹکڑے پر پڑی جو وزن کے اعتبار سے بمشکل ایک چھٹانک ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی برف پڑی ہوئی ہے یہ ضائع ہو رہی ہے لیکن اٹھائے کون کسی کی ملک نہ تھی حضرت والا کا اصرار کہ یہ ضائع ہو رہی ہے برف والے کو بلاؤ اور اس کو کہو کہ اس کو برف کے ڈبہ میں محفوظ کرلے۔ چنانچہ خدام نے برف والے کو آواز دی وہ آیا اور اس کو بتایا کہ یہ ٹکڑا تمہارا ہے اس کو اٹھاؤ اس نے بڑی ہی بے التفاتی سے کہا کہ پڑا رہنے دو کوئی بات نہیں ہے ایک صاحب نے اس کو عربی میں سمجھایا اس نے برف کو اٹھا کر پیٹی میں محفوظ کیا پھر گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک مرتبہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تعلق والے نے والد صاحبؒ کی دعوت کی اور بندہ کو اور بندہ کے مرحوم بھائی محمد احمد کو ہمراہ لانے کے لئے اصرار کیا ان صاحب کا مکان مودودی صاحب کے مکان والی گلی کے ساتھ والی گلی میں تھا کھانا کھلانے کا انتظام کھڑے ہو کر کھانے کا تھا جب ہم پہنچے تو صاحب خانہ نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی رعایت سے ایک کمرے میں میز کرسی کا انتظام کیا ہوا تھا ہمارے پہنچنے پر صاحب خانہ ہم کو اس

کمرے میں لے گئے ہم ابھی پہنچے ہی تھے کہ مودودی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے آپہنچے صاحب خانہ ان کو بھی اسی کمرے میں لے آئے والد صاحبؒ کی طبیعت میں مروت بے حد تھی انہوں نے اٹھکر سلام کے بعد مصافحہ کیا مگر ہم دونوں بھائی بیٹھے رہے والد صاحبؒ کو ہمارا سلام نہ کرنا اور نہ ملنا بیحد ناگوار ہوا اس کے آثار چہرہ پر خوب نمایاں تھے دوران کھانا بالکل خاموشی رہی اور فراغ پر بھی بالکل خاموشی رہی اور کوئی بات نہ کی گھر پہنچ کر بندہ اپنی رہائش والے حصہ میں چلا گیا والد صاحب نے محمد احمد کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات بالکل ناپسند ہے اختلاف پسند و ناپسند اپنی جگہ ہے مگر سلام کر لینے میں کیا مضائقہ تھا محمد احمد مرحوم نے اسی وقت آکر ساری بات بندہ سے نقل کی بندہ نے جواباً کہا کہ میری طرف سے جاکر کہدو کہ میں نے اس لئے سلام نہ کیا کہ دیکھنے والے یہ کہیں گے کہ شیخ الحدیث صاحب سے تعلق رکھنے والے جب اس طرح ملتے ہیں تو ہم کو ملنے میں کیا مضائقہ اور اگر آپ کا حکم ہو تو میں ابھی جاکر ان کی جوتیاں صاف کرنے اور ان سے معذرت کرنے کے لئے تیار ہوں محمد احمد مرحوم نے یہ بات اسی وقت جاکر نقل کر دی مگر اس پر نہ تو والد صاحبؒ نے کوئی جواب مرحمت فرمایا اور نہ ہی طبیعت کے تکدر میں کمی ہوئی والد صاحبؒ کی ناراضگی کی وجہ سے بندہ کی عجیب حالت تھی نہ کھایا جاتا تھا اور نہ نیند آتی تھی اسی وقت حضرت والا کو عریضہ تحریر کیا اور اس میں مکمل تفصیل بھی تحریر کی اور یہ بھی درخواست کی کہ اگرچہ بندہ سے غلطی ہو گئی ہے تو حضرت سے درخواست ہے کہ بندہ کے لئے استغفار فرمائیں اور تلافی کی کیا صورت ہوگی بصورت دیگر دعاء فرمادیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے والد صاحب کی ناراضگی کو رضامندی و خوش دلی میں مبدل فرمادیں تاکہ یہ سیہ کار دنیا و آخرت کی بربادی سے محفوظ رہے بندہ نے بہت سوں سے یہ بات سنی تھی کہ ہم کسی سخت پریشانی کے وقت حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتے ہیں تو اس کے پہنچنے سے قبل ہی اللہ پاک خلاصی نصیب فرمادیتے ہیں اس موقعہ پر بھی بندہ کو خوب تجربہ ہوا عریضہ ڈالے ہوئے ابھی تیسرا ہی دن تھا کہ والد صاحبؒ کا پیغام مرحوم بھائی لے کر آیا کہ صغیر سے کہو کہ مودودی صاحب کے بارے میں اپنے اکابر کی جو تحریرات گھر میں اس کے پاس ہوں تو وہ ورنہ بازار سے لاکر مجھے

دے دے بس یہ سنتے ہی بندہ خوشی کے مارے گھنٹوں روتا رہا اور اسی وقت عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح لے کر حاضر ہوا اب مجھے شدت سے حضرت کے گرامی نامہ کا انتظار تھا جو کہ ہفتہ عشرہ کے بعد ملا اور اس میں بہت ہی دعائیں تحریر فرمائی ہوئی تھیں اور اس میں یہ بھی تھا کہ اول تو والد صاحب کی طبیعت میں تیری طرف سے انبساط پیدا ہو گیا ہوگا ورنہ ہو جائے گا اور یہ انبساط تیرے لئے موجب ترقیات ہوگا۔

فقط والسلام محتاج دعا صغیر احمد

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت مفتی بشیر حسن احمد صاحب زید مجدہم

۱۔۔۔ بشیر حسن احمد ۹ ۳۴ سلورگلن ڈربن نٹال ساؤتھ افریقہ فون نمبر ۴۳۲۱۸۱۔

۲۔۔۔ تاریخ پیدائش ۱۳ محرم الحرام ۶۵ھ مطابق ۱۹ر دسمبر ۴۵ء بچپن کی دینی تعلیم حضرت والد صاحب مرحومؒ کی زیر نگرانی ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اسکول بھی جاتا رہا جب سولہ سال کی عمر ہوئی تو اللہ کے فضل سے دار العلوم دیوبند کے لئے روانہ ہوا ۶۳ء میں اور وہاں اعلیٰ دینی تعلیم شروع ہوئی پھر ۷۲ء میں دار الافتاء سے فراغت کے بعد جنوبی افریقہ واپس آکر دینی خدمت مدرسہ میں شروع کی۔ نکاح ۷۶ء میں ہوا اور اللہ کے فضل وکرم سے اس وقت چار اولاد ہے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

۳۔۔۔ اس علاقہ میں مغربیت کا غلبہ ہے مگر اللہ کا احسان ہے مسلمانوں میں دینی جذبہ بھی ہے اور فکر بھی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے۔

۴ و ۵ و ۶۔۔۔ حضرت شیخؒ کی خدمت میں بندہ دیوبند سے سہارنپور حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ سفر کیا کرتا تھا تقریباً ۶۸ء سے جب کہ حضرت مفتی محمود صاحب دیوبند میں تھے اور ہر جمعرات کو حضرت مفتی صاحب دیوبند سے سہارنپور سفر کیا کرتے تھے بندہ ساتھ رہتا تھا پھر جمعہ کو واپس دیوبند جاتے تھے۔ اس لحاظ سے بندہ نے حضرت شیخ کو قریب سے دیکھا۔ ایک جمعہ کو حضرت مفتی صاحب سے بندہ نے کہا کہ مجھے بیعت کرلے اس وقت حضرت شیخؒ کا خود مسجد میں بیعت فرمانے کا وقت تھا۔ حضرت مفتی صاحب سے فرمایا جاؤ اور حضرت شیخؒ سے بیعت کرلے۔ بندہ نے اسی وقت سے بیعت کرلیا تھا۔

۷۔۔۔ بندہ نے جب دیوبند میں فارسی کا سبق شروع کیا تو حضرت مولانا رحم الٰہیؒ کے پاس شروع کیا اور اس وقت بندہ کا تعلق بھی حضرت مولانا رحم الٰہیؒ کے ساتھ رہا یہ تقریباً ۶۶ء میں رہا اس کے بعد توجہ ہٹ گئی۔ اس سے قبل ۶۵ء میں بندہ چند دفعہ جمعہ یا

جمعرات کو جلال آباد بھی حضرت مولانا مسیح اللہ مدظلہ العالی کی خدمت میں جایا کرتا مگر اللہ نے مجھکو حضرت شیخ رح کے ذریعہ سے سیراب کرانا تھا اس لئے بذریعہ حضرت مفتی صاحب بندہ کو حضرت شیخ رح کے یہاں پہنچایا گیا تھا۔

۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ ـــــ چند خطوط حضرت شیخ رح سے ملے تھے جو ارسال ہے مگر تربیت حضرت مفتی محمود صاحب کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی بارہ تسبیح کے بعد مفتی صاحب نے "ذکر اللہ" ۵۰۰۰ کا ہر چلہ کے بعد فرماتے رہے اور ایک لاکھ پچیس ہزار کا ارشاد فرمایا یعنی لطائف ستہ کا ذکر۔

۱۲ ـــــ اوّل حضرت شیخ رح کی طرف خلافت رمضان المبارک ۲۷ رتاریخ کو ۸۷ھ میں سہارنپور میں ملی اور ساتھ ہی ساتھ حضرت نے ایک مصلّی بھی عنایت فرمایا تھا اس رمضان میں تین اشخاص کو خلافت ملی تھی۔

۱۳ ـــــ حضرت شیخ کا خط ارسال ہے اور باقی معاملات بندہ کے خطوط حضرت شیخ کے خطوط سے ہیں، فقط والسلام۔ حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے بندہ سہارنپور حضرت شیخ رح کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور کبھی ایک ہفتہ یا دس دن رہ کر پھر دیو بند واپس ہوتا بندہ حضرت شیخ رح کے یہاں فجر کی مجلس کے بعد کچھ آٹھ یا نو بجے پھر آکر ذکر کرتا رہتا تھا جب تک کہ حضرت شیخ رح کچھ ساڑھے بارہ بجے آرام فرمانے لگے۔ ایک روز کا واقعہ یاد ہے کہ حضرت شیخ رح مولانا سلمان صاحب مولانا عاقل صاحب وغیرہ تصنیف میں مشغول تھے اور بندہ ذکر ایک کونہ میں کر رہا تھا۔ اس ذکر میں جو لطف آیا اور حضرت شیخ رح کے توجہات اور جو حالات گزری وہ بیان سے باہر ہے اس روز حضرت شیخ رح نے اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا بھی کھیلایا اور بندہ پر جو حالات گزرے تھے اس کے متعلق بہت ہی تاکید سے نصیحت بھی فرمائی اور بندہ کا ایک خواب جو ۶۵ھ میں دیو بند میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ رح کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا وہ خواب کی تعبیر پوری بن کر سامنے آئی۔

حضرت مولانا بلال صاحب باوا مدظلہ

نام ونسب احقر کا نام محمد بلال بن ابراہیم یوسف اور خاندانی نام باوا ہے۔ آبائی وطن "وریاوٗ" ہے جو ہندوستان میں ضلع سورت کا مشہور قصبہ ہے۔ غالباً ایک صدی پہلے جب کہ ملک برما میں تجارت کافی زوروں پر تھی۔ اور مختلف مقامات سے لوگ ادھر منتقل ہو رہے تھے انہی دنوں ہمارے اجداد وہاں منتقل ہو گئے۔ اور تجارت کا پیشہ شروع کر دیا۔ اور آہستہ آہستہ وہیں کا قیام اختیار کر لیا۔

پیدائش مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۶۲ء عیسوی کو بمقام رنگون (برما) میں احقر کی پیدائش ہوئی۔

طفولیت اور تعلیم کی ابتداء غالباً احقر کی عمر چار برس کی ہوگی جب احقر نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اقبال صاحب کے ساتھ سرکاری اسکول جانا شروع کیا۔ اگرچہ پڑھائی کا وقت پانچ سال کی عمر سرکار کی طرف سے متعین تھا لیکن برادر عزیز کی معیت میں صبح کے وقت سرکاری اسکول میں اور دوپہر کے وقت دینی تعلیم کے لئے مدرسہ تحفظ القرآن جانا شروع کیا جہاں وہ حفظ قرآن کر رہے تھے۔ احقر نے بھی ان سے سن سنکر کم از کم پاؤ پارہ یاد کر لیا۔ چنانچہ ابھی تک الف بار سے واقفیت نہیں ہوئی تھی۔ فللہ الحمد۔ والد بزرگوار مدظلہ نے شوق دیکھ کر استاد محترم حافظ حبیب اللہ صاحب برمی سے ابتدائی تعلیم شروع کرانے کی درخواست کی۔ چند دنوں میں قاعدہ بغدادی یسرنا القرآن وغیرہ سے فراغت پاکر ناظرہ قرآن مکمل کئے بغیر ہی حفظ شروع کر دیا۔ جب کہ اس وقت عمر کا چھٹا سال چل رہا تھا۔ دو سال کے عرصہ میں احقر نے اپنے استاد محترم حضرت حافظ ہاشم بوڈی صاحب اور حافظ حبیب اللہ صاحب (برمی) سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

عربی کی ابتدائی تعلیم ساڑھے آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فراغت کے بعد اپنے بڑے بھائی جو مجھ سے ڈیڑھ سال پہلے حفظ قرآن سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور اردو کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ان طلباء کے ساتھ جو مدرسہ مذکورہ سے

حافظ قرآن ہو چکے تھے مدرسہ سورتیہ عربیہ میں حضرت مولانا فرید الزمان صاحب (برمی) کے پاس عربی کی ابتدائی تعلیم شروع کی، نور الایضاح اصول الشاشی وغیرہ تک کی تعلیم انہی سے حاصل کی، اس کے بعد برما کے مشہور و معروف عربی ادارہ (جو دار العلوم العربیہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کے مہتمم ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اسی طرح حضرت تھانوی کے خلفاء میں سے ہیں جن کا نام نامی حضرت اقدس مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب راندیری مظاہری ہیں) میں داخلہ لیا اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی اور وہیں دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے کہ تقدیر الٰہی سے ملک برما چھوڑ کر ۲۷ر جنوری ۷۷؁ ہجری میں انگلینڈ پہنچے۔

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ برمی میں داخلہ

چونکہ ابھی درس نظامی کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی جس کی والد محترم کو ازحد فکر تھی اور بظاہر اس تعلیم کا مستقبل قریب میں مکمل ہونا ناممکن بھی تھا۔ مگر اس کریم ذات کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے یہاں آنے سے پہلے ایک مرد مجاہد (حضرت مولانا محمد یوسف متالا) کے ہاتھوں دار العلوم کی بنیاد ڈال دی حضرت مولانا متالا صاحب مدظلہ العالی سے مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ اگلے رمضان کے بعد مشہور و معروف ادارہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں اس کی تکمیل ہو جانے اور اگلے رمضان تک چند کتب فنون کی (جو برما میں نہیں پڑھی تھی) دار العلوم العربیہ بری میں پڑھ لی جائے۔ غرضیکہ ہم نے اپریل ۷۷؁ میں اس دار العلوم میں داخلہ لیا۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ دار العلوم میں درس نظامی کی ابتدائی تعلیم تھی اس لئے حضرت اقدس مرشدی حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ نے ہم کو چند ادب کی کتابیں، مثلاً السبع المعلقات، دروس التاریخ الاسلامی۔ قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ کتابیں ہمارے لئے منتخب کیں۔ اور اپنی شفقتوں اور عنایتوں کے صدقے میں ان کتابوں کو بذاتِ خود پڑھانا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ معاف کرے ان ایام کی کوتاہیوں کو کہ جس قدر روز بروز اُدھر سے الطاف و کرم بڑھتا رہتا تھا اسی قدر ہماری طرف سے کوتاہیاں اور لاپرواہیاں بڑھتی جاتی رہی۔

بلکہ کئی بار اس بات کی نوبت بھی آئی کہ حضرت والا مدظلہ کلاس میں حاضر ہوں۔ اور ہم اپنے کمرے میں خواب خرگوش میں ہوں۔ لیکن اللہ رے اس شفقت کا کیا کہنا کبھی بھی سخت لہجہ استعمال نہیں فرمایا اور کبھی ڈانٹا نہیں بلکہ شفقانہ انداز میں تنبیہ فرما دیتے تھے۔

جس دن سے ہماری واقفیت حضرت نور اللہ مرقدہ سے ہوئی ہے کبھی کبھی درس میں اور کبھی کبھی مجالس میں حضرت مولانا حضرت نور اللہ مرقدہ کے واقعات حضرت کی حیاتِ طیبہ پر روشنی حضرتؒ کی زندگی کے گذرے ہوئے ایام کے واقعات بتلاتے تھے۔

غالباً ۱۳۹۸؁ تھا اور مئی ۷۷؁ تھی کہ حضرت مولانا مدظلہ کی طرف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا وہ نامہ آیا جس نے حضرت مولانا کو بے چین کر دیا۔ اور جس کی وجہ سے حضرت مولانا کا فرحت و سرور غم میں بدل گیا اور راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ اور طبیعت میں بے قراری اور بے چینی بڑھ گئی چند دن گذارنے کے بعد حضرت مولانا نے اس کا اظہار یوں کیا کہ:

”حضرت دامت برکاتہم کا خط آیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ میں اس بار رمضان ہندوستان میں گذاردوں گا اگلے سال کا پتہ نہیں کہ فرش پر ہوتا ہوں کہ فرش کے نیچے“۔

چونکہ رمضان المبارک کے ایام قریب تھے اور ہماری نصابی تعلیم بھی ادھوری تھی والد بزرگوار سے مشورہ کے بعد میرا اور میرے بڑے بھائی کا ہندوستان مظاہر العلوم سہارنپور میں تعلیم کا مکمل کرنا طے پایا۔

اور اس طرح حضرت مولانا مدظلہ العالی کے ساتھ ہندوستان کا سفر ہوا۔ راستہ میں حضرت مولانا ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے حالات ماضی کی رمضانوں کی کیفیتیں سناتے رہے۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کے آداب اور بزرگان دین سے ملنے کے چند اصول بتلائے۔

حضرت نور اللہ مرقدہ کی پہلی زیارت

غالباً عشاء کی نماز سے کچھ پہلے حضرتؒ کی خانقاہ عالیہ میں پہنچے خانقاہ عالیہ کا یہ حال تھا کہ ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا۔ اور نماز کے بعد حضرتؒ کی مجلس ہوتی تھی اس لئے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اگلی صفوں میں نماز پڑھے تاکہ حضرت کی زیارت بآسانی ہو سکے۔

نمازِ عشاء کے بعد حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔
چونکہ ہماری تعلیم نظامی کی تکمیل کا مشورہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اور تعلیم شروع کر دی۔ پڑھنے کے معاملے میں ہمیشہ سے بدشوق رہا ہوں۔ مطالعہ کرنا اور سبق پڑھنے کے بعد اسکی تکرار کرنا یہ بھی بہت ہی کم ہوا۔ البتہ الحمد للہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا اسباق میں حاضری ضرور دیتا رہا اور ہر سبق باوضو پڑھنے کی کوشش کی۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنے متوسلین کو جو معمولات تبلائے تھے۔ اللہ معاف کرے دورانِ تعلیم ان میں سے سوائے ایک عمل کے اور کسی پر بھی عمل نہ ہو سکا جس پر عمل ہو سکا وہ یہ کہ روزانہ دن کے کسی بھی حصّہ میں چند پارے کی تلاوتِ قرآن ضرور کر لیتا تھا۔ تعلیمی سال کے اختتام پر تعلیم کی تکمیل کے بعد دوبارہ ۸۷ء میں انگلینڈ واپس آگیا۔
رمضان المبارک اپنے شہر "گلاسٹر" میں گذارا اور بعد رمضان چند ماہ کے لئے تبلیغی جماعت میں نکل گیا۔

انگلینڈ واپسی کے بعد حضرت کے بتلائے ہوئے معمولات پر پابندی سے بھی عمل شروع کر دیا۔ بسا اوقات ذوق و شوق کی وجہ سے بغیر اجازت کے ذکر بالجہر کر لیا کرتا تھا۔ تا آنکہ شعبان ۹۹ھ میں ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کی انگلینڈ تشریف آوری ہوئی جس کا پورا واقعہ سفر انگلینڈ و افریقہ میں مذکور ہے۔ ساری دنیا امنڈ امنڈ کر دار العلوم میں جمع ہونا شروع ہو گئی میں بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا۔
ایک دن دوپہر کے وقت مرشدی حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ سے ملاقات ہو گئی۔ احقر نے سلام کیا تو جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرتؒ تشریف لائے ہیں اور تم نے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضری دیکر ذکر بالجہر نہیں طلب کیا۔ ذکر والی زندگی تو ہونی چاہیئے۔ اگرچہ میں ذکر بالجہر کا بہت ذوق رکھتا تھا مگر حضرت کا مقولہ بار بار سنا تھا کہ ذکر بالجہر پر مداومت نہ ہو سکتی ہو تو نہ کرے مگر ابتداء کر لینے کے بعد اس کا چھوڑنا بہت مضر ہے اس لئے اسکی اجازت طلب کرنے سے دل بہت ہی گھبراتا ہے مگر حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ نے کچھ ایسے انداز میں فرمایا کہ احقر سے کچھ کہا نہیں گیا اور یہ کہدیا کہ انشاء اللہ کسی وقت حاضر ہو کر

ذکر کی اجازت طلب کروں گا۔ حضرت مرشدی مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ بعد نمازِ ظہر فلاں جگہ حاضر ہو جانا میں لے چلوں گا۔ ارشاد کے مطابق احقر وہاں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب مجھے حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ کمرہ میں کوئی موجود نہیں تھا۔ سارے خدام و متعلقین کمرہ سے باہر ذکر بالجہر میں مشغول تھے۔ احقر حضرتؒ کی چارپائی کے پائینتی کی طرف بیٹھ گیا۔
یہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے ساتھ احقر کی اس اعتبار سے پہلی ملاقات تھی کہ حضرتؒ اور میرے درمیان تیسرا کوئی شخص موجود نہیں تھا (حضرت مولانا بھی مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تھے)۔

پیرانِ پیرؒ کے مواعظ و ملفوظات میں کئی بار پڑھا تھا کہ شیخ کامل کے سامنے جب مرید جاتا ہے اس کے حالات مرشد پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت احقر کی جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ دل میں خطرہ تھا کہ ابھی حضرت نے خوب ڈانٹنا ہے اچھی طرح خبر لینی ہے کہ جب تجھ میں اتنی خرابیاں ہیں تو کس منہ سے ذکر کے لئے آیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
حضرت نے پوچھا کون نام بتلایا۔ حضرت نے وجہ دریافت کی احقر نے وجہ تبلادی۔ فرمایا مولانا عبدالرحیم صاحب کو بلاؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو ان سے فرمایا کہ ذکر کا طریقہ اسے بتلا دو۔ حضرتؒ کی موجودگی میں انہوں نے ذکر کا طریقہ تبلا دیا۔
اس کے بعد گھر کی واپسی تک حضرتؒ کے ہاں اور گھر پہنچ کر بھی اس پر مداومت رہی۔
چند ماہ کے بعد اپنے شہر گلاسٹر میں ایک مسجد میں امامت کی خدمت میرے ذمہ سپرد ہوئی۔ تقریباً ۷ ماہ تک وہاں خدمت انجام دی۔ مشیت ایزدی اور اپنی شامت اعمال کی وجہ سے وہاں کی خدمت سلب کر لی گئی۔ تقریباً ۲ ماہ تک اپنے مکان میں چند بچوں کو دینی تعلیم دیا کرتا رہا کہ اتفاقاً چند اساتذۂ دار العلوم کی شہادت عظمیٰ کا وہ حادثہ پیش آیا جس سے ہر شخص کانپ اٹھا خصوصًا دار العلوم چند ایسے اساتذہ سے محروم ہو گیا جو برسوں میں زمانے کو میسر ہوتے ہیں۔ انا للہ الخ۔ تمام لوگوں کی زبانوں پر دار العلوم کے حق میں یہ جملہ دعائیہ ضرور بالضرور آیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ دار العلوم کو نعم البدل عطا فرمائے"۔
اگرچہ میں اس لائق نہیں تھا مگر حضرت اقدس مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود الحسن

صاحب مدظلہ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنے تمنا کا یوں اظہار فرمایا کہ "کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان کی (یعنی حضرت مرشدی مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ کے) مدرسہ کی خدمت کرتے اور چار اساتذہ کے شہید ہونے پر ان کی جگہ پُر کرتے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا فرمایا اور دارالعلوم کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ظاہراً و باطناً ان بزرگوں کا علماً عملاً اخلاقاً جانشین بنا دے تو یہ اس کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ اگرچہ ابھی احقر اس سے خالی ہے (وما ذالک علی اللہ بعزیز)

خلافت واجازت

اس سلسلہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا وہ درج ذیل ہے :-

من مدینہ منورہ علی منورہا الف الف صلوٰۃ وسلام۔

محترم المقام مولانا بلال صاحب مدرس دارالعلوم بری وخطیب مسجد خضرا دامت برکاتہم۔ بعد سلام مسنون آج مؤرخہ ۱۰ محرم ۱۴۰۲ھ بروز جمعہ بعد عصر قطب الاقطاب حضرت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے بندہ (صوفی اقبال صاحب) سے فرمایا کہ عزیز مولوی بلال سلمہ مدرس دارالعلوم بری کو میری طرف سے لکھدو کہ میں (یعنی حضرت شیخ) تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ کوئی بیعت کے لئے درخواست کرے تو بیعت کر کے مناسب حال معمولات اور ذکر تلقین کیا کریں طالب کی تربیت میں اہتمام وفکر کریں، اللہ تعالیٰ ان کو مبارک فرمائے اور ان کے فیوض سے امت کو مستفید کرے۔

اس کے ساتھ اس راستے کی اپنی ترقی واصلاح کا بھی بہت زیادہ فکر رہنا چاہیئے کہ ترقی کی ابتداء اب شروع ہوئی ہے اس نعمت کی بہت قدر کریں لاپرواہی اور بے فکری ہو جانے سے بسا اوقات تنزل ہو جاتا ہے اس سلسلے میں میرا رسالہ نسبت واجازت کو بغور مطالعہ میں رکھیں اور اکمال وارشاد وغیرہ کتب بھی مطالعہ میں رہیں۔ کچھ پوچھنے کے لئے مولانا محمد یوسف متالا سے ربط رکھیں۔

فقط

بارشاد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم بقلم محمد اقبال ہوشیارپوری مدینہ منورہ، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے ایسی ذات بابرکت تک پہنچایا جو نہ صرف اپنے معاصر علماء میں ممتاز ہے بلکہ آسمان طریقت وشریعت کے درخشندہ آفتاب بھی ہیں۔ مگر شوخی قسمت اور کاہلی وطبعی رذالت کی وجہ سے ناکامی کا منہہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اللہ پاک اپنے فضل وکرم اور ان اکابر کی قدموں کی برکت سے اخلاقِ فاضلہ اصلاحِ حال کی نعمت اور اپنی مرضیات نصیب فرماوے۔ آمین۔

یظن الناس بی خیراً وانی — لشر الناس ان لم یعف عنی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا مدظلہ العالی
مہتمم معہد الرشید الاسلامی چپاٹا زامبیا (افریقہ)

عزیزم مولانا احمد علی سلمہٗ ! بعد سلام مسنون خیریت طرفین نیک مطلوب ہے۔ کل گذشتہ غیر متوقع طور پر کرم نامہ موصول ہوا، اور باعث مسرت ہوا، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ آجکل آنعزیز پاکستان میں نور افشانی کر رہے ہیں، ماشاء اللہ، قیام پاک مبارک اور خدمت سوانح مرشدی ما وار دارین نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ، صد مبارک، آپ خوش نصیب ہیں کہ اس مبارک اور اعلیٰ کام میں لگے ہوئے ہیں، آپ پر بڑا ہی رشک آیا، میرا خود بھی جی چاہتا ہے کہ پاکستان حاضر ہو کر حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں قیام کروں، اور پریس وغیرہ جانا آنا، پروف وغیرہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ جو بھی خدمت حضرت مولانا فرمادیں، اپنے سر پر رکھ کر اس کو انجام دوں، لیکن مدرسہ، اور وہ بھی ابتدائی نیا نیا، بنیادی کام، نیا ماحول، نئے لوگ، نئی قوم، قانونی کاروائیاں، مختلف امور و مشاغل اور اپنی طبیعت ان چیزوں سے انتہائی آبی، لیکن حکم حضرت والا، فکرِ موت اور حضرت کے سامنے پیشی، اور باز پرس کا ڈر، وغیرہ وغیرہ، یہ اسباب یا موانع مجھے حاضری سے مانع ہیں، لیکن میرا دل اس سوانح کی زیارت کے شوق میں اٹکا ہوا ہے۔ بار بار آپ کے پیر و مرشد کو فون کر کے پوچھتا رہتا ہوں، ابھی دو ہفتہ میں دو مرتبہ فون کیا، اور روزآنہ انتظار اور اشتیاق میں اضافہ، اس پر جناب والا کا کرم نامہ صادر ہوا جو جرنیلی حکم لئے ہوئے تھا کہ جب تک میرے حالات نہ بھیجوں گا------- یہ فقرہ اور جرنیلی حکم تیر کی طرح میرے قلب کی گہرائی میں پیوست ہو گیا، میں سوچتا رہا کہ سوانح تو امت کا حق اور مطالبہ ہے اس میں ایک نالائق کی بداخلاقی کی وجہ سے یہ شدت کیوں ؟ میرے خیال انقص میں ایک کی بدعنوانی کے خاطر لاکھوں کے جذبات سے صرف نظر کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں گجراتی آدمی ہوں، زبان و قلم کے اعتبار سے مافی الضمیر کو شاید اچھی طرح ادا نہیں کر پا رہا ہوں، اس لئے تعبیر میں نامناسب انداز کی معافی پیشگی چاہتا ہوں۔

چونکہ جناب نے فقرہ بہت سخت لکھا ہے اس لئے تعمیل ارشاد میں اور میری وجہ سے ہزاروں کو انتظار کی مزید زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ نیز آپ کے پیر و مرشد کا بھی مسلسل اصرار ہے اس لئے ان سب باتوں کے پیش نظر چل میرے خامہ بسم اللہ۔

میرا جی چاہتا تھا کہ جناب کے خط کے جواب میں ایک شعر لکھ دوں۔

گر نام و نشان من پرسند بگو قاصد　　　آوارۂ مجنونے رسوا سر بازارے

لوگ بزرگوں سے استفادہ کرتے ہیں اور خلق خدا کو دینی نفع پہونچاتے ہیں، اپنا حال اس کے برعکس ہے، بزرگوں کی نسبت سے مال اڑاتے ہیں، عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حال زار پر رحم فرماوے، اور آپ جیسے حضرات کے حسن ظن کی برکت سے دین کا کوئی کام لے لے۔ آمین۔

جن دنوں میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہٗ حضرت جیؒ کی سوانح مرتب فرما رہے تھے، ان کا اصرار حضرتؒ کے حالات بھی لکھنے کا تھا اس لئے بار بار حضرت پر اصرار کر رہے تھے، نیز اسی طرح حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری حضرت کی سوانح مرتب فرما رہے تھے اس کا علم جب حضرتؒ کو ہوا نیز اس طرح کی کوئی بات حضرتؒ کے علم میں آئی تو حضرت یہی ارشاد فرماتے " مجھے مرنے تو دو " اور فرماتے فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ۔ اسی لئے آپ کے پیر و مرشد سے میں یہی اشکال کرتا رہا کہ یہ سوانح حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ ہے یا سوانح خلفاء کرام ؟ اس پر آپ کے حضرت صاحب تحریری اور تقریری جوابات مدلل و مبسوط دیتے رہے، ماشاء اللہ عالم و فاضل، آپ جیسے شاب صالح جن کے شاگرد، بھلا مجھ جیسا نادان ان کے استدلالات کے جوابات کی تاب کہاں لاسکتا ہے ؟ پھر ان کی ناراضگی اور خفگی کا ڈر، اس لئے یہ سطور کئی اعتبار سے ضروری ہو گئیں۔

پھر مجھے یہ خیال بھی بار بار ستاتا رہا کہ اپنے متعلق نہ لکھنے کی وجہ ذہن میں یہ ہے کہ میں کیا لکھوں ؟ میں تو کچھ نہیں ہوں، سیہ کار بدنام کنندۂ بزرگان ہوں، یعنی کہ تواضع کر رہا ہوں۔ لیکن اس تواضع میں کہیں تکبر تو نہیں ہے، بہرحال کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے ؟ بہرحال الٹی سیدھی یہ سطور لکھ رہا ہوں۔

نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عزم

۶۳ء میں مشکوۃ شریف ہوئی اس کے بعد ایک گاؤں میں محراب سنائی، ماہ مبارک میں جب محراب سنا رہا تھا، میرے بعض خاص دوست ماہ مبارک سہارنپور گزار رہے تھے شعبان میں (زبانی) اور اس کے بعد سہارنپور سے تحریری طور پر وہ مجھے اس کی دعوت دے رہے تھے کہ میں بھی آخری عشرہ میں سہارنپور حاضر ہو جاؤں، اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے شرف بیعت حاصل کروں، لیکن میرا ارادہ ایک نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عرصہ سے تھا، انکی تشریف آوری راندیر سے بالکل متصل سورت بھی سال میں ایک دو مرتبہ ہفتہ عشرہ کے لئے ہوتی رہتی تھی میں کئی مرتبہ آمد کی اطلاع پر حاضر بھی ہوا لیکن وہاں جاکر معلوم ہوتا کہ آمد کسی وجہ سے نہیں ہو سکی، لیکن ارادہ پختہ تھا کہ ان سے بیعت ہوں گا۔

استخارہ اور خواب میں زیارت

ماہ مبارک بلکہ شعبان سے دوستوں کے اصرار پر کچھ کچھ خیال استخارہ کا ہوا، ماہ مبارک میں استخارہ شروع کیا، برابر استخارہ کرتا رہا ایک روز خواب دیکھا کہ ایک بڑی مسجد کے صحن کے آخر میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہیں اور فضائل رمضان شریف حضرت کے دستِ مبارک میں ہے، مجھے دیکھ کر حضرتؒ نے بہت قوت کے ساتھ مجھے گھورا، اس سے مجھ پر بڑا رعب طاری ہوا۔

سہارنپور حاضری

اس سے قبل میں سہارنپور حاضر نہیں ہوا تھا۔ صبح ارادہ کر لیا کہ ان شاء اللہ سہارنپور حاضر ہونا ہے۔ عام طور سے گجرات میں ۲۷ر ویں شب میں ختم قرآن پاک کا معمول ہے، ۲۷ر ویں شب میں ختم قرآن پاک کر دیا اور اس شب میں رات ۲ر بجے دہرا سے روانہ ہو گیا۔ ۲۸ر رمضان المبارک کو ظہر کے وقت سہارنپور حاضری ہوئی، اس سال حضرتؒ نے اعتکاف نہیں فرمایا، میرے وہ دوست مولانا احمد ادا صاحب جو سہارنپور دیکھنا چاہتے تھے مجھے یکایک دیکھکر اچھل پڑے (اللہ تعالیٰ انکی محبتوں کا دارین میں بہت ہی بدلہ عطا فرماوے) خوشی میں غسل کیا کپڑے

بدل لئے، خوشبو لگائی مٹھائی کی دعوت دوستوں کی کی، وغیرہ وغیرہ۔

حضرتؒ سے بیعت کا فیصلہ

ظہر کے بعد حضرتؒ کچے گھر تشریف لے گئے۔ معتکفین کے علاوہ ذاکرین حضرت کے ساتھ کچے گھر گئے، اور حضرتؒ حجرہ کے اندر قرآن پاک سنانے میں مشغول ہو گئے، اور باہر ذاکرین نے ذکر شروع کیا، احقر بھی اس مبارک مجلس میں شریک رہا، حضرت اقدس کا رعب اور ذاکرین کا ذکر دلمیں عجیب سا اثر پیدا کر رہا تھا، اس مجلس میں شاید بیعت کا ارادہ پختہ کر لیا چنانچہ اپنے دوست کی معرفت حضرتؒ سے درخواست بیعت کی گئی۔ حضرتؒ اوابین سے فراغ پر قبیل عشاء بیعت فرماتے تھے، چنانچہ حاضری ہوئی، ساتھ ہی ایک اور صاحب بھی تھے، حضرت اقدس کا دستِ مبارک ایک ان کے ہاتھ میں اور دوسرا احقر کے ناپاک ہاتھوں میں تھا اور حضرتؒ نے بیعت کیا۔

ذکر بالجہر

بیعت کے بعد ہمارے ساتھی نے حضرت کے سامنے ذکر کا اشتیاق ظاہر کیا حضرت نے اگلے روز بعد ظہر پوچھنے کے لئے فرمایا، میں نے بھی اس وقت ذکر کا شوق ظاہر کیا حضرتؒ نے مجھ سے بھی وہی سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ میں نے اگلے سال دورہ ہوگا جواب دیا حضرت نے فرمایا دورہ کے سال میں اور طالبعلم کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد واپس آگئے مجھے حضرت کے انکار فرمانے پر بڑا رنج ہوا، میرے دوستوں نے کہا کہ رنج کی کوئی بات نہیں ہے تم بھی کل ظہر کے بعد تمہارے ساتھی کے ساتھ چلے جانا، حضرت تو طلب دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی خدا خدا کر کے بڑی دعائیں کر کے اگلے روز ساتھی کے ساتھ بعد ظہر حاضرِ خدمت ہوا، حضرت نے فوراً فرمایا، تم کیوں آئے؟ میں عرض کیا ذکر کے لئے، ڈانٹ کر فرمایا، میں نے رات منع نہیں کیا تھا کہ طالبعلم کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے، میں تو چکرا گیا، پھر حضرتؒ نے بارہ تسبیح کا ذکر بتا دیا، تقریباً دس روز حاضری کے بعد واپسی ہوئی۔ دورہ کے ساتھ بعد عصر ذکر کا اہتمام الحمد للہ ہوتا رہا اور گا ہے گا ہے حضرت کی خدمت میں عریضہ بھی لکھتا رہا حضرت کے عنایت نامے بھی آتے رہے۔

دوسری مرتبہ حاضری اور خدمت کا شرف

دورہ سے فراغ پر ۲۲ر شعبان کو سہارنپور حاضری ہوئی، اور بقرہ عید تک کے لئے حضرتؒ سے اجازت بھی لے لی، مہمان خانہ میں جہاں میرا بستر تھا۔ حضرت کے کاتب خطوط مولانا یعقوب صاحب مدراسی کا بستر بالکل میرے بستر سے متصل تھا، اواخر شعبان میں ان کے گھر سے دو ایک برقیہ ان کی جلد واپسی کے آئے، ایک دن انہوں نے مجھ سے نام پتہ وغیرہ دریافت کیا اور مدّت قیام وغیرہ معلوم کیا، پھر مجھ سے پوچھا کیا تم حضرت کی ڈاک لکھو گے؟ یہ سوال میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا اس لئے کہ حضرت سے کوئی جان پہچان تو کجا، راستہ میں حضرت کو سلام کرتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا، اور پرانے پرانے حضرت کے کئی خادم موجود تھے، ایکدم نئے سوال سے میں باغ باغ ہوگیا میں نے کہا ضرور ضرور، بات ختم ہوگئی۔

تم تو علامہ ہو

دسترخوان پر حضرت یہ تذکرہ فرمانے لگے کہ ہمارے مولوی یعقوب تو جارہے ہیں ہماری ڈاک کا کیا ہوگا؟ ایک دن ظہر کے کھانے میں جو ٹال میں سردیوں کی وجہ سے دھوپ میں ہورہا تھا، حضرت نے فرمایا ارے تم میں کوئی ہے جو میری ڈاک لکھ لے گا؟ میں ایکدم سے نہ معلوم کیسے کھڑا ہوگیا کہ میں لکھونگا، سارے لوگ مجھے تعجب سے دیکھنے لگے۔ حضرت نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا گجرات سے۔ دریافت فرمایا کیا کرتے ہو؟ عرض کیا میں جامعہ حسینیہ سے فارغ ہوگیا ہوں (اُس وقت اور اب بھی بات کرنے کا سلیقہ تو آتا نہیں) فرمایا "تم تو علامہ ہو" بیٹھ جاؤ۔

ڈاک لکھنے کی ابتداء

ماہ مبارک آگیا حضرت نے شاید پہلی مرتبہ اس سال پورے ماہ کا اعتکاف گھر کے قریب والی مدرسہ قدیم کی مسجد میں فرمایا، دو چار ہی دن گذرے تھے کہ مولوی یعقوب صاحب کا وقت سفر آگیا، اگلے روز وہ مجھے حضرت کے پاس لے گئے ان دنوں میں حضرت کا معمول ۹ر بجے اٹھنے کا تھا اور پونے بارہ کے قریب ڈاک مختصر دیکھنے اور لکھوانے کا تھا، حضرتؒ

نے فرمایا اس کو میری ڈاک کی جگہ اور ڈبہ وغیرہ دکھادو، پھر فرمایا تو مجھے اٹھالیگا؟ میں نے عرض کیا اِن شاء اللہ، اِن دِنوں میں حضرت ایک آدمی کے سہارے دوسرے ہاتھ میں چھڑی کی مدد سے چلتے پھرتے تھے اتنے معذور اس وقت نہیں ہوگئے تھے، حضرتؒ نے فرمایا مردہ ہاتھی کا اُٹھانا ہر ایک کے بس کا نہیں ہے، اس دن سے الحمدللہ خلاف وہم وگمان محض مالک کے کرم سے ڈاک کی سعادت اور حضرتؒ کو استنجاء کے لئے لے جانے کی اور وضو وغیرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

سال بھر قیام کا عزم

پھر حضرت کی شفقتیں بھی بڑھنے لگیں، عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت یاد فرمانے لگے اور پھلکی کباب وغیرہ مرحمت فرمانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے بقرہ عید قریب آگئی اور اپنے گھر سے بھی اور حضرت سے بھی بقرہ عید تک کے لئے اجازت تھی، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے معلوم کرایا کہ بقرہ عید کے بعد کیا نظام ہے؟ عرض کیا کہ جی تو اب نہیں چاہتا لیکن مجبوری ہے، ملازمت کرنا ہے۔ حضرت نے حافظ صاحب سے فرمایا ہوگا، اس پر حافظ صاحب مجھ سے مزید ٹھہرنے کے لئے فرمانے لگے، میں نے اپنے گھر سے ماہ مبارک تک کے لئے اجازت لے لی۔ اور حضرت سے عرض کیا کہ اب ماہ مبارک کے بعد جاؤں گا۔ حضرت بہت خوش ہوئے، بڑی دعائیں دیں، اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم ہوا۔

حضرتؒ کی شفقتیں

حضرت کی شفقتیں اور توجہات روزافزوں ہونے لگیں اور ڈاک کا سلسلہ بھی بحسن وخوبی انجام پاتا رہا حضرتؒ بڑے مطمئن رہتے، ٹوٹا پھوٹا ذکر وغیرہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا، ساتھ ہی درس بخاری شریف میں بھی برائے نام شرکت ہوتی رہتی، سال پورا ہوگیا، اگلے سال پھر سال بھر کے لئے ارادہ کرلیا کہ سہارنپور ہی قیام کرنا ہے، اور حضرتؒ بھی اب تو یہی چاہتے تھے کہ مستقل وہیں پڑا رہوں، بار بار دریافت فرماتے کہ ابے لونڈے گھر جاکر کیا کرے گا؟ پڑا رہ، ملازمت پھر زندگی بھر کرتے رہنا اپنے اور بزرگوں کے واقعات پڑجانے کے سناتے رہتے، حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے پڑجانے کے واقعات سناتے، خود اپنے

واقعات ملازمتوں کی پیشکش اور حضرت کی طرف سے انکار کے سناتے رہے، دینی آزمائشوں کے واقعات سناتے، میرے دوسرے سال بھر کے قیام کے ارادہ سے بہت ہی خوش ہوئے اور بڑی دعائیں دیں.

اب تو حضرتؒ کا تعلق شفقتوں اور عنایتوں سے بہت آگے محبت کے درجے میں تھا اور محبت بھی ماشاءاللہ بہت زیادہ، کبھی طبیعت خراب ہوتی تو حضرتؒ حجرہ پر کھانا بھجواتے، باربار طبیعت پوچھواتے، مونگ کی دال کی کھچڑی خصوصیت سے گھر میں پکواتے عشاء کے بعد کی مجلس میں مستقل شرکت، نہ صرف شرکت بلکہ کبھی غیر حاضری ہوتی تو اس پر فقرہ فرماتے، ان دنوں میں چند روز کے لئے اپنے گھر جانا ہوتا تو گھر پہونچنے کے ساتھ ساتھ ہی محبت نامہ بھی ڈاک میں پہنچ جاتا اس میں واپسی کی تاریخ اور انتظار وغیرہ ہوتا، گھر جانے کے دنوں میں دو چار روز پہلے سے ہی اشعار وغیرہ پڑھتے اور فرماتے رہتے تیرے جانے کا بڑا قلق ہو رہا ہے، میری ڈاک کا کیا ہوگا؟ اور فرماتے، ہماری طبیعت ایسی ہے کہ جلدی کسی سے مناسبت نہیں ہوتی، جب کسی سے مناسبت ہو جاتی ہے تو وہی منہ پھیرنے لگتا ہے اور فرماتے ؎

گر گدھی کے کان میں کہدوں کہ ہوں تجھ پر فدا
قسم رب کریم کی وہ بھی کھیت کھانا چھوڑ دے

وغیرہ وغیرہ. دلچسپ قصے اور فقرے اور اشعار سناتے، جب گھر سے واپسی ہوتی تو بڑی دعوت فرماتے خوب شفقتیں فرماتے. ساتھ ہی قیام سہارنپور میں پھر تو پیسے کپڑے ہر چیز کا خیال فرماتے اور آخر میں تو ہزاروں کی رقم مرحمت فرماتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو ہزاروں دے کر سکون اور چین ملتا ہے۔

اصلاح و تربیت

ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ذکر شغل اور اصلاح کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، کبھی ذکر ناغہ ہو جائے یہ گوارا نہیں تھا، کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو چھوٹی غلطی پر فقرہ اور بڑی غلطی پر ڈانٹ، اور غصہ اور کبھی زیادہ قابلِ اصلاح بات ہوتی تو زبردست ڈانٹ بھرے مجمع میں پڑا کرتی تھی، اس میں کسی قسم کی رو رعایت. اور شفقت اور محبت اس کے لئے مانع نہیں تھی، بلکہ یہی حقیقۃً محبت

تھی کہ غلطیوں پر تنبیہ اور ڈانٹ سے خبر لیتے تھے، اور اپنے اور بزرگوں کے اس سلسلہ کے واقعات سناتے رہتے، لیکن حضرت کی ایک عجیب بات یہ تھی کہ سخت غصہ کی حالت میں جب یہ عرض کیا گیا کہ حضرت غلطی ہو گئی فوراً معاف اور محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایک منٹ پہلے حضرت اس قدر شدید غصہ میں تھے۔

مدرسہ کا ناظم مالیات نہ بننا

دوسرے سال بھی حسبِ معمول ڈاک کی سعادت نصیب رہی، اس کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کی سماعت بھی برائے نام رہی، اور اُلٹی سیدھی کاپی بھی بخاری شریف کے دورانِ درس لکھی جو الحمدللہ محفوظ بھی ہے۔

ایک مرتبہ دورانِ درس میں وقف للہ مال کی اہمیت اور اس میں احتیاط کے متعلق ارشادات فرمائے، اور اپنے والد صاحبؒ کا قصہ بھی سُنایا کہ مدرسہ کے حمام کے باہر ماہ مبارک میں سالن کا پیالہ رکھکر جمے ہوئے گھی کو پگھلا لیا کرتے (قصہ معروف ہے) اس کے دو روپے مدرسہ میں اس نام سے کہ مدرسہ کے حمام کی آگ سے فائدہ اٹھایا مدرسہ میں داخل کراتے تھے وغیرہ وغیرہ، پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا (میں ساتھ ہی بیٹھا کرتا تھا) عبدالرحیم تو تو مدرسہ کا ناظم مالیات نہیں بنے گا نہ؟ میں نے عرض کیا انشاءاللہ نہیں، فرمایا انشاءاللہ۔

مدرسہ کے حمام کی لکڑیوں کی قیمت

پہلے سال میں قبیل بقرہ عید حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا حادثہ جانکاہ پیش آیا، چونکہ سردی کا موسم ختم ہو رہا تھا، اس لئے مدرسہ کے قانون کے مطابق حمام جلنے کا وقت ختم ہو گیا تھا لیکن ابھی سردی باقی تھی اس لئے حضرت نے اپنے جیب سے لکڑیاں منگوائیں تاکہ ان حضرات نظام الدین کی لاہور سے آمد پر مدرسہ قدیم میں حمام جلتا رہے، مہمان خانہ میں چارپائیوں کا انتظام وغیرہ بھی ہو گیا۔

لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا

یکایک حضرت جی کا حادثہ پیش آیا، حضرتؒ کے ساتھ نظام الدین بھی حاضری ہوئی اور جنازہ میں

شرکت کی سعادت بھی، حضرت کا یہ حادثہ بڑا زبردست تھا فرمایا کرتے تھے کہ لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا۔

بزرگوں کا وجود سدّ سکندری ہے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بزرگوں کا وجود حوادث اور فتن کے لئے سدّ سکندری ہوتا ہے مجھے بڑا فکر ہو رہا ہے، اور کچھ ہی دنوں کے بعد ہند و پاک جنگ شروع ہو گئی تھی ان دنوں میں (حضرت جی کے وصال کے بعد) جب ہم لوگ دوپہر میں قیلولہ کے بعد ظہر کی اذان پر حضرت کو لینے جاتے تو اکثر فرماتے کہ نیند نہیں آتی، اور اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے نہ آنے کی قسم خواب میں دیکھنے کا آسرا بھی جاتا رہا

جب ۶۵؁ میں ہند و پاک جنگ شروع ہوئی، وہ دن بھی بڑے سخت تھے، انہی دنوں میں حضرت نے یٰسین شریف کا ختم عشاء کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں شروع کرایا، چونکہ جنگ کی وجہ سے شہر میں بجلی بالکل بند رہتی تھی، اور جنگ سنگھ کے نوجوان غروب ہوتے ہی گلیوں میں منظم طریقہ پر پہرہ دیتے اور رات بھر جاگتے، چھوٹا سا بلب بھی کہیں جلتا ایک شور اور ہنگامہ مچا دیتے، عشاء کے بعد کوئی رہگذر ملتا باز پرس کرتے، دن کے وقت میں شہر میں جانے میں ہندو مسلمانوں کو گھور گھور کر دیکھتے، ہر طرف خبروں کا تبادلہ اور جنگ کے تذکرے ہوتے، فضا میں عجیب کشیدگی اور خوف ہوتا، لیکن الحمدللہ حضرتؒ کے وجود باجود کی برکت نمایاں تھی کہ کسی قسم کا ذرّہ برابر کوئی خوف وہراس خدام کے دلوں میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کی نظام الدین تشریف آوری

الحمدللہ حضرتؒ کے ساتھ حضرت جیؒ کے وصال کے بعد کئی مرتبہ نظام الدین حاضری ہوئی، ہر تین ماہ کے بعد ایک ہفتہ کے لئے نظام الدین حاضری ہوتی، اکثر و بیشتر حضرت کے ساتھ ہی کار میں سفر ہوتا، بابو جی (بابو ایاز) کی بڈھی گاڑی میں سفر ہوتا، کئی مرتبہ مزارات پر بھی حاضری ہوتی، اور شنبہ کی صبح کو جانا ہوتا، اور جمعرات کو واپسی ہو جاتی۔ وہاں مشورے وغیرہ ہوتے رہتے، ڈاک کا بھی سلسلہ رہتا، اور اکابرین تبلیغ، و ذمہ داران دہلی، و اطراف و اکناف دہلی کی آمد ہوتی، خوب مہمانوں کا ہجوم رہتا، بعد عصر مجلس ہوتی اس میں کارگزاری مولانا محمد عمر صاحب کسی نہ کسی جماعت کی سناتے، ذکر کا

سلسلہ قبیل فجر اور بعد مغرب بھی رہتا، سفر سے حضرت کو ہمیشہ وحشت رہتی، اگلے روز سے سفر کے نام اور تصوّر سے درد سر شروع ہو جاتا اور اگلے روز سے امتلاء کے ڈر سے کھانا پینا بند فرماتے، جب سے سفر شروع ہوتا، حضرت یٰسین شریف کا ورد فرماتے، اور اکثر فرماتے رہتے سفر میں یٰسین شریف پڑھ کر سب کو یکے بعد دیگرے ایصالِ ثواب کرتا ہوں، اور جس بستی میں جاتے وہاں کے مرحومین کو بھی خاص طور سے ایصالِ ثواب کرتے۔

بھائی تو ہم سے تو گیا

تیسرے سال احقر کی شادی طے ہوئی، حضرت سے اجازت لے کر ایک ماہ کے لئے گھر جانا ہوا، بقرہ عید کے دنوں میں شادی ہوئی تھی، جب سے شادی کا تذکرہ ہوا تھا حضرت سے برابر صلاح و مشورہ ہوتا رہا، اور حضرت کے مشورے سے الحمدللہ سب طے ہوا، ایک مرتبہ حضرت فرمانے لگے حضرت رائے پوریؒ کے ایک خادم کی شادی طے ہوئی انہوں نے حضرت رائے پوری سے اس کا تذکرہ اور دعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا دعا تو ضرور کروں گا لیکن بھائی تو ہم سے تو گیا، اس کے کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضرت کو بچہ کا مژدہ سنایا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے جواب دیا دعا ضرور کروں گا لیکن بھائی تو تو اپنے آپ سے بھی گیا۔

نکاح پر عطیہ اور ولیمہ

جب شادی کی غرض سے جا رہا تھا حضرت نے بڑے پیسے بھی مرحمت فرمائے اور بہت کچھ دیا، اور بڑی دعائیں بھی دیں، شادی کے بعد جب سہارنپور واپسی ہوئی حضرت نے بہت ہی اہتمام سے ولیمہ کیا، اور بہت سے حضرات کو مدعو کیا، اور بار بار فرماتے آج تو مارے (ہمارے) لونڈے کا ولیمہ ہے، اس کے بعد تقریباً روزانہ دریافت فرماتے اب جورو کا کوئی خط تو نہیں آیا، جب عرض کرتا کہ آیا ہے، فرماتے کیا لکھا ہے؟ اس کے بعد خوب تفریحی فقرے فرماتے، اور کبھی دوسرے خدام سے مخاطب ہو کر فرماتے، ارے آج تو اس کی جورو کا خط آیا ہے، اس لئے بڑا خوش ہو رہا ہے، روٹی بھی نہیں کھائی جا رہی، وغیرہ وغیرہ۔

عزیزم مولانا احمد علی سلمہٗ میں نے ماہ مبارک سے قبل یہ صفحے لکھنا شروع کئے تھے خیال تھا دو چار روز میں مکمل کرکے بھیجدوں گا، لیکن مقدرات کا کیا علاج ہے کہ ہمارے ناظم مدرسہ کو فالج ہوگیا، سر پر سالانہ امتحان اور دیگر مشاغل، یکدم کام بند ہوگیا پھر ماہ مبارک شروع ہوگیا جتنا ہوچکا تھا وہ ارسال ہے۔

ابھی تو بہت سے اہم واقعات سفر حجاز کے، اور پھر مصر کے اسفار پھر معہد کے لئے حضرت کا انتخاب، معہد کا قیام اور حضرت کا اپنا وعدہ کے طور پر یہاں تشریف لاکر تعلیم کی بسم اللہ کرانا وغیرہ انشاء اللہ ماہ مبارک کے بعد ضرور لکھکر بھیجونگا۔

فقط والسلام

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

اظہارِ تشکّر

خوش قسمتی سے جبکہ جلد ثالث طباعت کے لئے جارہی تھی کہ شب ۲ محرم الحرام رات گیارہ بجے حضرت مولانا مدظلہ کا بقیہ ارسال کردہ مسوّدہ جس کی کتابت وتصحیح حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زید مجدہٗ نے لاہور میں کرائی تھی، اُسے مخدوم ومکرم الحاج بھائی صغیر احمد صاحب نے محترم بھائی الحاج حافظ فیروزالدین کے بدست ارسال کیا لہٰذا آئندہ صفحہ سے اُس مضمون کو منسلک کیا جارہا ہے۔

۱:- شادی کے بعد اہلیہ کے لیے بھی ماہانہ اخراجات بہت اعتماد سے گھر بھجواتے رہے، گجرات جانے والا بھی اپنے وطن کے قریب کا کوئی مل جاتا تو کوئی چیز پھل وغیرہ اہلیہ کے لیے بھجواتے، کبھی کبھی گرامی نامہ بھی اس کے نام لکھواتے، اس میں دعائیں وغیرہ ہوتیں اور یہ کہ عزیز عبدالرحیم جو یہاں ذکر شغل کے لیے مقیم ہے اس میں تم بھی حصہ دار ہو وغیرہ وغیرہ، شادی کے بعد چونکہ تین چار ماہ بعد تین چار ہفتوں کے لیے گھر جانا ہوتا تھا۔ حضرت پر یہ جانا بڑا شاق گزرتا، فرماتے تیری شادی نے تو ہمیں بڑا دق کر رکھا ہے، اس کے بعد ایک مرتبہ فرمانے لگے تیرے جانے آنے میں بڑا حرج ہوتا ہے، میرے مکان میں اگرچہ گنجائش نہیں ہے (حضرت کا مکان بہت چھوٹا ہے) اسی لیے میں ان لوگوں کو جو مستورات کو لے کر آنے کی اجازت مانگتے ہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مستورات کو رات میں کہیں ٹھہرانے کا انتظام کریں، دن میں میرے یہاں اور رات کو کہیں اور سونے کا انتظام کریں۔ لیکن چونکہ تیرے جانے سے بڑا حرج ہوتا ہے۔ اس لیے اب اپنی بیوی کو بھی یہاں لے آؤ، میں یہ سمجھوں گا کہ ایک میری بچی اور بھی ہے۔ لیکن تو مدرسہ ہی میں سوئے گا۔ چنانچہ اہلیہ کو بھی سہارنپور لے آیا، وہ حضرت کے مکان میں ہی رہتی تھی، اس کا حضرت بڑا خیال فرماتے، جب گھر تشریف لے جاتے پھوپھی کلثوم کے ذریعہ اس کی خیر وخبر پوچھواتے، کبھی بیمار وغیرہ ہوتی تو حکیم جی پر کہلواتے اور دوا علاج کا بھی اہتمام کراتے، ایک مرتبہ حکیم جی نے سکائی کے لیے کچھ پتے تجویز فرمائے، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے فرمایا کہ یہ پتے تمہارے ذمے ہیں؟ جب ۱۱½ پر دسترخوان پر تشریف لائے اور آتے ہی دریافت فرمایا کہ پتے آگئے، جب یہ معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھول گئے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ابھی کھانا شروع نہیں ہوگا جب پتے آجائیں گے اس کے بعد کھانا شروع ہوگا، چنانچہ جب پتے آگئے اس کے بعد کھانا شروع ہوا، یہ تو بڑے واقعات ہیں کہاں تک ان کو لکھوں؟

ان دنوں میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہم کی اہلیہ کا قیام بھی سہارنپور میں تھا۔ رات کو مولانا نصیر الدین صاحب کے مکتب میں ابوالمدارس میں قیام رہتا، جب اس کی واپسی ہوئی تو مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب یہ عبدالرحیم کے حوالہ کر دیں۔ حضرت نے فرمایا تیرے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے، میں اس سے یہ طے کر چکا ہوں کہ وہ مدرسہ ہی میں سویا کرے گا، لیکن پھر حضرت نے قبول فرمالیا، ایک دن جمعہ کی نماز میں کچھ تاخیر ہو گئی، چونکہ فجر کی مستقل اور عشاء کی گاہے گاہے امامت بھی میرے ذمہ تھی، وقت ہوتے پر تلاش کرایا، جب معلوم ہوا کہ ابھی نہیں آیا ہے، ایک اور صاحب کو یاد فرمایا، معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں، تیسرے صاحب کو بلوایا معلوم ہوا وہ وضو فرما رہے ہیں، حضرت نے فرمایا ابھی تو وہ ذکر کر رہا تھا تو کہا بغیر وضو ہی ذکر کر رہا تھا، ایک اور صاحب (افریقی) جنہوں نے کچھ ہی دنوں پہلے حضرت سے اجازت لی تھی کہ اگر کبھی عبدالرحیم نہ ہو تو میں امامت کرا دیا کروں، تلاش کرایا معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں۔ حضرت کو بہت ہی غصہ آیا، احقر جماعت میں تو شریک ہو گیا تھا سلام پھیرتے ہی معلوم ہوا کہ حضرت بہت غصہ میں ہیں میں بیت الخلاء چلا گیا اور سب اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ دعا کے بعد حضرت نے ہر ایک کو آواز دی معلوم ہوا کہ سب استنجاء گئے ہیں۔ حضرت گھر تشریف لے گئے، غائبین حضرات یکے بعد دیگرے حاضر ہوتے رہے ہر ایک پر بڑی سخت پڑتی رہی، میں بھی حاضر ہوا، بہت غصے میں فرمایا اسے تو بھی گھر جا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لیتا جا، آہستہ سے ہٹ کر ایک کونے میں بیٹھ کر چونکہ مجلسِ ذکر ہوتی تھی میں نے اپنا ذکر شروع کر دیا، چونکہ وہ بات تو اب ختم ہو چکی تھی، ذکر کے بعد دیکھا ایک خادم جنہیں اس طرح کی ہدایت حضرت کی طرف سے ملی تھی کہ افریقہ واپس جائیں حضرت سے مصافحہ الوداعی کر رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہ چونکہ حضرت نے فرما دیا چلے جاؤ

تو اب جا رہا ہوں۔ فرمایا ہاں، ہاں ضرور جا، اور ان سب کو بھی ساتھ لیتے جانا، میں نے اور ساتھیوں نے انہیں باہر لے جا کر کہا کہ یہ کیا کیا؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت تو ناراض ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا کہ حضرت کی ناراضگی تو ڈانٹ کے بعد ختم ہو گئی۔ جا کر معافی مانگ لو چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور معافی مانگ کر قصہ کو ختم کر دیا۔

۲ :- الحمد للہ ڈاک کا سلسلہ برابر چلتا رہا حضرتؒ بہت مطمئن رہتے، پھر تو عام ڈاک کے لیے حضرت نے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ تجھے مشق ہو گئی ہے خود ہی جواب لکھ کر مجھے سنا دیا کر، چنانچہ کچھ دنوں یہ سلسلہ رہا اس پر حضرتؒ بہت ہی خوش ہوئے کہ ماشاء اللہ تو تو بالکل ہی میرے الفاظ لکھتا ہے اب سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر تو خصوصی خطوط کے جوابات حضرتؒ لکھواتے خواب وغیرہ کی تعبیر لکھواتے بقیہ خطوط کے جوابات احقر ہی لکھتا تھا، البتہ عام طور سے خطوط سارے سُن لیتے۔ کوئی خاص قسم کے حالات ہوتے تو فرماتے اس کا جواب مجھے سنانا، جب میں سناتا تو خوش ہو کر دعائیں دیتے اور خصوصی حضرات کے سامنے تذکرے بھی فرماتے رہتے کہ ڈاک کا بڑا بوجھ ہے لیکن لونڈے نے الحمد للہ بے فکر کر دیا ہے، اور خدام بھی ڈاک میں تھے لیکن اگر وہ کوئی جواب از خود لکھتے اور نیچے بقلم لکھتے تو حضرت منع فرماتے کہ بامر حضرت لکھو، بقلم مت لکھو، لیکن میرے لیے یہ قانون نہیں تھا، بلکہ میرے لیے یہی تھا کہ بقلم لکھوں۔

۳ :- اس کے علاوہ حضرت کے سفر و حضر اور مزارات پر حاضری میں بھی الحمد للہ معیت حاصل رہتی۔ اسفار نظام الدین میں بھی برابر ساتھ رہتا۔ بعد میں حرمین شریفین کے حضرت کے سفر ہوئے اس میں بھی الحمد للہ ہمرکابی یا بعد میں حاضری کی سعادت حضرت کی دعاؤں اور توجہات سے برابر حاصل رہی، کئی کئی ماہ قیام کی توفیق بھی بارہا نصیب ہوئی، سب سے پہلے حضرت کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی جس کا تذکرہ میں نے (رؤیا صالحہ کے تحت فالودہ کے پیالہ والا خواب)

ملیں کیا ہے۔ اس کے بعد جب احقر اپنے رشتہ داروں کی دعوت پر والدہ کی ملاقات کی غرض سے ہی زامبیا حضرت کی اجازت سے آیا اور وہاں سے لندن ہوتے ہوئے سعودیہ حاضر ہوا۔ اور خیال تھا کہ اس سال ماہ مبارک مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں انشاء اللہ گزاروں گا کہ ماہ مبارک سے چند یوم قبل حضرت والا کا گرامی نامہ پہنچا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ۴۰ سال سے بذل کو ٹائپ پر عمدہ اور نفیس چھپوانے کا خیال تھا الحمدللہ اب اس کی صورت پیدا ہو گئی ہے اور اس کے لیے مولانا تقی صاحب جدہ، قاہرہ کے ارادہ سے آرہے ہیں۔ ان کی معاونت کے لیے تمہیں تجویز کیا گیا ہے، تم ان کے ساتھ فوراً قاہرہ چلے جانا، چنانچہ حضرت مولانا تشریف لائے اور ان کی امارت اور سرپرستی میں قاہرہ جانا ہوا اور بذل کی طباعت میں شرکت اور مولانا موصوف کی خدمت کا موقعہ ملا، اس پر حضرت کو خوشی تھی اس کے جاننے اور دیکھنے والے سینکڑوں ہیں۔ حضرتؒ کے بڑے طویل طویل محبت نامے آتے رہے جو دعاؤں سے لبریز ہوتے تھے۔ جب ہم لوگوں نے قاہرہ پہنچ کر یکم رمضان المبارک کو بخیر رسی کا تار حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا اس کا جواب آیا اس میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ مجھے خیال تھا کہ ماہ مبارک کی لالچ میں تو کچھ دنوں تاخیر کرے گا اور مجھے بذل کی طباعت کا تقاضا بہت ہو رہا تھا۔ جب تیرا برقیہ پہنچا تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ تو فوراً چلا گیا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ بار بار تجھے حج و زیارت کی دولت سے نوازے۔ حضرت کی مذکورہ دعا اللہ جلشانہٗ نے ایسی قبول فرمائی ہے کہ اس پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ باوجود اپنی ظاہری و باطنی گندگیوں اور معاصی کی کثرت کے (اللہ جلشانہٗ ہی معاف فرمائے)۔ اور ظاہری اسباب کے فقدان کے حرمین شریفین

کی حاضری اللہ جلشانہٗ نے ایسی آسان فرما رکھی ہے کہ حد نہیں۔ الحمدللہ کئی مرتبہ حج اور عمرہ کے لیے حاضری نصیب ہوئی (اللہ جلشانہٗ آئندہ بھی بار بار صفات قبولیت والی حاضری نصیب فرمائے) جب حج کا زمانہ قریب آیا تو حضرتؒ نے کئی گرامی نامے بھیجے کہ تو تو پہلے بھی حج کر چکا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کئی کرے گا لیکن آج کل سفر بہت مشکل ہو رہا ہے خاص طور سے مستورات کے لیے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اپنی اہلیہ کو لے کر حج ضرور کر آؤ اور حج کے بعد واپسی میں دیر مت کرنا کہ بذل کا حرج ہو گا، چنانچہ الحمدللہ حاضری ہوئی اور پھر ٹوٹا پھوٹا حج بھی نصیب ہو گیا۔

جب ہم دونوں حج کو گئے تو اللہ جلشانہٗ نے بڑا کرم یہ بھی فرمایا کہ اہلیہ کو اُمید عطا فرمائی۔ میں نے حضرتؒ کو اس کی اطلاع دی کہ تقریباً ۸ سال کے بعد اللہ جلشانہٗ نے اپنے کرم اور حضرتؒ کی دعاؤں اور بذل کی برکت سے اہلیہ کو اُمید عطا فرمائی ہے، دعا فرماویں، حضرتؒ نے بڑی دعاؤں کے ساتھ گرامی نامہ لکھوایا اور لکھوایا کہ "ہم خورما و ہم ثواب" اس کے بعد جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدفیوضہم کو ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ بھیجا کہ پردیس میں تکلیف نہ ہو، جب نومولود کی اطلاع حضرت کو تار سے کی تو حضرت نے مبارکباد کا اور دعا کا تار بھیجا، (حالانکہ حضرت کے یہاں (تار) اس کا رواج بہت کم تھا) پھر طویل گرامی نامہ مبارکباد کا بھی، القصہ ولادت سے قبل الحمدللہ بذل بھی نمٹ گئی تھی حضرت بہت خوش تھے۔ واپسی کے دنوں عرب اسرائیل جنگ شروع ہو گئی، اس لیے ہم لوگوں کو تاخیر ہو رہی تھی۔ حضرت بہت متفکر اور پریشان تھے، جب میں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر بھائی حبیب اللہ کو فون سے اطلاع کی انہوں نے جا کر حضرت کو بتایا حضرتؒ نے خوشی سے انہیں مٹھائی کھلائی اور بہت ہی خوش ہوئے، جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اس پر حضرت کو جو خوشی تھی اس کے دیکھنے والے الحمدللہ بہت سارے دوست احباب ہیں۔ بہت سے

حضرات کو کھانے پر مدعو فرمایا، پھر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب نے دعوت کی، پھر حضرت مولانا آفتاب عالم صاحب نے دعوت کی، خاصا سلسلہ رہا، حاضری پر حضرت نے ایک بہت نفیس عطر عود کی شیشی جس پر میرا نام لکھوا کر رکھوا رکھی تھی عنایت فرمائی (جو الحمد للہ محفوظ ہے) عزیز عبد الحلیم سلمہٗ کا عقیقہ دو دُنبے منگوا کر فرمایا، حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے، ان کے لیے عقیقہ کا گوشت مکہ مکرمہ بھجوایا، وغیرہ، وغیرہ (بذل کے ختم پر حضرتؒ نے جو تحریر لکھوائی ہے جو آخری جلد میں چھپ چکی ہے اس سے بھی حضرت کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا ہے اسے ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت کی دعا و توجہ سے الحمد للہ دوسرے حج کی بھی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح قاہرہ کا قیام بذل کی طباعت کا سلسلہ ۱۴ مہینے تک حضرتؒ کی مسلسل دعا اور توجہ اور اپنی طرف سے نا قدری کے ساتھ ختم ہوا۔

اس کے بعد اوجز کی طباعت کا مرحلہ پیش آیا، اس کی دو جلدیں تو الحمد للہ حضرت مولانا تقی صاحب کی امارت اور سرپرستی میں بذل کے ساتھ ساتھ نمٹ گئی تھیں، بقیہ جلدوں کے لیے حضرتؒ فکر مند تھے اور چند خدام کو اسی غرض سے پہلے بیروت پھر قاہرہ بھیجا، اس وقت بھی حضرتؒ یہی چاہتے رہے کہ میں بھی اس میں شریک رہوں اور میری تو یہی تمنا تھی کہ بقول حضرت ہم خورما و ہم ثواب، لیکن عزیز عبد الرشید سلمہٗ کی ولادت کا زمانہ قریب تھا اور ڈاکٹر اہلیہ کے لیے اپریشن تجویز کر چکے تھے اس لیے حضرت نے حکماً منع فرمایا لیکن کئی گرامی نامے اس مضمون کے تحریر کروائے کہ انشاء اللہ تو بھی اوجز کی طباعت میں شریک ہی ہے اور خود اپنے جملوں کی تحریر میں جو اوجز کے ختم پر لکھی اور جو اوجز کی آخری جلد کے آخر میں چھپ چکی ہے بہت زور سے الحمد للہ حضرت نے اس بات کو بھی لکھا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی دعا اور حسن ظن کو قبول فرمائے۔ (ملاحظہ ہو اوجز آخری جلد طبع ٹائپ) جن دنوں میں ہم لوگ مصر میں بذل کی طباعت میں مشغول تھے، مصر کے مشہور

معروف محمد شادر شیخ، شیخ محمد تیجانی کی خدمت میں ہم لوگ حاضر ہوئے (جن کا مضمون بھی بذل کے ختم پر چھپ چکا ہے) (ملاحظہ ہو بذل جلد ۲۰ مطبوعہ قاہرہ) ملاقات اور زیارت کے بعد قاہرہ آمد کا مقصد بتایا، بہت ہی خوش ہوئے اور فوراً خادم سے فرمایا کہ میری لیتھو والی بذل اٹھا کر لاؤ اور اس کے بعد فرمایا میں بذل کا جب سے چھپی ہے عاشق ہوں اور ہندوستان سے میں نے مکمل بذل اس وقت منگوائی تھی جب یہ چھپی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر آج تک اس سے استفادہ کر رہا ہوں، یاد پڑتا ہے کہ یوں فرمایا کہ یہ کتاب میرے سرہانے رہتی ہے، اس کے بعد بڑی دعائیں دیں اور خوب خاطریں کیں۔ ہمارے محترم دوست مولانا تقی الدین صاحب نے جو بذل کے اصل ذمہ دار تھے اور ہماری جماعت کے امیر بھی، حضرتؒ سے درخواست کی کہ حضرتؒ اس پر کچھ تحریر فرما دیں، حضرت نے فرمایا میں بذل کے متعلق لکھوں؟ اب نہیں ہو سکتا۔ ہاں سعادت سمجھ کر اس پر لکھوں گا۔ چنانچہ لکھا اور حضرتؒ کی اجازت سے وہ مضمون طبع ہوگیا، بعد میں شیخ تیجانی جب مدینہ منورہ آئے تو حضرتؒ سے بہت اہتمام سے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت کو لامع کی ٹائپ پر طباعت کا اشتیاق ہوا، میں پہلے ہی اس کے لیے پیشکش کر چکا تھا، حضرت نے تحریر فرمایا کہ اہلیہ کے ساتھ کچھ وقت کے لیے قاہرہ چلا جا اور عزیز عبد الحفیظ سلمہٗ بھی تیری معاونت کے لیے آتا جاتا رہے گا۔ اب تو تو ماشاء اللہ قاہرہ سے اور مطابع سے واقف ہوگیا ہے اس لیے مجھے امید ہے اِنشاء اللہ تو لامع بھی نمٹا دے گا، چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا اور ۶ ماہ میں الحمد للہ لامع بھی اللہ جلشانہٗ نے پوری کرا دی، اس وقت بھی حضرتؒ کی بڑی دعائیں ملتی رہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حضرتؒ کی طبیعت ان دنوں کافی خراب چل رہی تھی، تقریباً ۴ ماہ حضرتؒ کے پاس پڑے رہنے کا موقعہ ملا، اِن دنوں

بھائی ابوالحسن مخدومی مخدوم زادہ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب جانشین حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اور والدہ ماجدہ کو لینے کے لیے سہارنپور گئے تھے، حضرت کے حجرا مبارک میں ہی سونا ہوتا تھا، جب بھائی ابوالحسن واپس آئے اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا اوجز کی دو جلدیں جن کی فلم بیروت کی جنگ کی وجہ سے پڑے پڑے خراب ہوگئی اور اس کی وجہ سے اب تک اوجز ناقص ہے، تو قاہرہ چلا جا۔ ایک آدھ مہینہ کا کام ہے، نمٹا کر وہیں سے واپس ہو جانا، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا، تقریباً دو ماہ میں دو جلدیں اور بعض مطبوعہ جلدوں کے بعض صفحات جو خراب ہو چکے تھے ان کی طباعت سے فراغت ہوئی، واپسی سے کچھ دنوں قبل حضرتؒ کی طرف سے یہ ارشاد گرامی پہنچا کہ بجائے سیدھے گھر جانے کے عمرہ کے لیے جاؤں اور کچھ دنوں حضرتؒ سے مل کر پھر واپس جاؤں، چنانچہ الحمد للہ حاضری ہوئی اور اپنے ساتھ وہ دونوں جلدیں بھی تھیں جو تیار ہو چکی تھیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے عصر کے وقت حاضری ہوئی عصر کے بعد حضرت نے بلوایا۔ دونوں جلدیں منگوائیں۔ ارشاد فرمایا چارپائی پر بیٹھ، میں نے نیچے بیٹھنا چاہا زور سے فرمایا اُوپر بیٹھ جا، اقدام مبارک میں بیٹھ گیا، دونوں جلدیں اپنے دستِ مبارک میں لیں اور بہت ہی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔ یہ اللہ جلشانہٗ کا بڑا ہی کرم ہوا کہ حضرتؒ کی تینوں کتابوں میں شرکت کا اگرچہ تھوڑی سی سہی لیکن موقعہ مِل گیا اور اس سے الحمد للہ حضرتؒ کی شفقتوں اور عنایتوں بلکہ محبت میں بہت ہی اضافہ ہوا۔

ایک بات اُوپر لکھنا بھول گیا، جب بذل کے ختم کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو کتاب تو مکمل ہو چکی تھی، لیکن عرب اسرائیل جنگ کی وجہ سے ابھی تک کتابیں مصر ہی میں اٹکی ہوئی تھیں، حضرتؒ باربار فرماتے رہے کہ کتابیں کب پہنچیں گی۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سے مشورہ کرکے حضرتؒ سے عرض کیا گیا کہ اگر ارشاد ہو تو ہم دونوں قاہرہ جاکر ہوائی جہاز سے کتابوں

کی منتقلی کا انتظام کریں، حضرتؒ بہت ہی خوش ہوئے فرمایا ضرور جلد از جلد جاؤ۔ چنانچہ ہم دونوں جب تیار ہوکر احرام باندھ کر بعد عصر مسجد نبوی شریف میں حضرتؒ سے الوداعی مصافحہ کے لیے حاضر ہوئے تو عجیب وقت تھا جس وقت ہم دونوں سے حضرتؒ مصافحہ فرما رہے تھے، حضرتؒ کی آواز بھرائی ہوئی تھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے دعائیں دے رہے تھے اور فرما رہے تھے جاؤ پیارو اللہ معکم اللہ معکم، باربار فرما رہے تھے، کیا بعید ہے کسی وقت حضرتؒ کی یہ مبارک دعا اللہ جلشانہٗ قبول فرمالے۔

اپنے قیام سہارنپور کے زمانہ کا ایک واقعہ کئی دن سے یاد آرہا ہے، اس کشمکش میں ہوں کہ لکھوں یا نہ لکھوں، محترم مولانا یوسف صاحب اور حضرتؒ کے محب گرامی محترم صوفی جی کا ارشادِ عالی تو یہ ہے کہ اس طرح ہر بات جس کو تم قابلِ اشکال سمجھتے ہو ضرور لکھو اس لیے کہ تمہارے خیال میں یہ تمہارا واقعہ ہے لیکن درحقیقت ہم لوگوں کی ظاہری دینداری والی شکل و صورت بھی رب کریم کا فضل اور حضرتؒ کا فیض ہے۔ اپنا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے سوچا لکھ دوں، ایک مرتبہ میری عجیب حالت ہوگئی کہ کسی سے ملنے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا، ایک دن دو دن تین دن اسی طرح گزر گئے، حتیٰ کہ حضرتؒ سے بھی نہیں ملتا تھا نماز سے فراغ پر فوراً کمرہ میں جو مسجد سے بالکل متصل تھا، جاکر سو جاتا اور طبیعت میں شدید تقاضا تھا کہ کہیں بھاگ جاؤں، کسی تہ خانہ میں چلا جاؤں، پہلے جب کبھی طبیعت خراب ہوتی حضرتؒ سے کسی نماز کے بعد حاضر ہوکر دم کرا تا اس دفعہ ایک مرتبہ بھی اس کی نوبت نہیں آئی۔ حضرتؒ برابر خیریت معلوم کراتے رہے، جب میں خود حاضر نہ ہوا تو ایک مرتبہ کمرہ میں بھی تشریف لائے۔ خیریت معلوم کی دم فرمایا۔ اس کے بعد میں نے ایک عریضہ بہت مختصر حضرتؒ کی خدمت میں لکھا کہ مجھ پر عجیب سی وحشت سوار ہے، کسی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا حتیٰ کہ حضرتؒ سے بھی اور کسی تہ خانہ میں چلے جانے کو جی چاہتا ہے، وغیرہ وغیرہ، حضرتؒ نے پرچہ سُن کر فوراً بلوایا، حاضر ہوا، مسکرائے، ہنسے، بہت مبارک باد دی اور فرمایا بہت مبارک ہے۔

اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے۔ لیکن عمل اس پر ہرگز مت کرنا۔ ہمارے یہاں تبتل اور صحرا نوردی نہیں ہے۔ فرمانے لگے جب بھی رائے پور جایا کرتا تھا، کبھی کبھی حضرتؒ رائپوری دریافت فرماتے کیوں جی تو نہیں گھبرا رہا ہے، میں عرض کرتا توبہ توبہ لیکن اندر سے طبیعت گھبرائی ہوئی تھی۔ (عقلی انشرح کے ساتھ طبعی گھبراہٹ جمع ہو سکتی ہے) اس کے بعد حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا اور بہت ہی عجیب بات فرمائی کہ سلوک میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سالک کو اپنے مشائخ سے بھی علیٰحدگی معلوم ہوتی ہے، لیکن آدمی کو اپنے بڑوں سے کبھی مستغنی نہیں ہونا چاہیئے۔ سبحان اللہ کیسی اچھی اور کیسی پیاری بات فرمائی۔ اللہ جلشانہٗ اپنے کرم سے جیسے دنیا میں معیت نصیب فرمائی آخرت میں بھی اپنے بڑوں اور ان کے صدقہ اور طفیل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے آمین۔

جیسا کہ صوفی جی نے فرمایا تھا کہ اپنا کچھ مت سمجھو واقعی یہ اپنا حال نہیں تھا۔ حضرتؒ پر تخلیہ کا غلبہ ان دنوں میں بہت تھا۔ بار بار یہ شعر پڑھا کرتے:۔

باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل
کس جگہ لے جائیں یارب ایسے دیوانے کو ہم

ایک مرتبہ تو اس کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کچھ دنوں کے لیے کسی ایسی جگہ چلے جانے کا تقاضا تھا کہ لوگوں کی آمد و رفت وہاں نہ ہو، دو چار خدام ساتھ ہوں اور بس، اس کے لیے حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب وغیرہ کو خطوط لکھوائے کہ اس کے لیے کوئی مناسب جگہ ہو تو بتائیں اور یہ شعر بھی بار بار پڑھتے تھے۔

اب رہیں ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو ہم زباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیمار دار
اور مر جائیں اگر تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ان حضرات کے جوابات آئے، اپنی اراء لکھیں، حضرت نے اس کے لیے خاص طور سے گنگوہ شریف کا سفر بھی فرمایا کہ مزار شریف کے متصل جو مسجد ہے، وہاں تنہائی رہے گی۔ اس کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا، لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحب کا جواب آیا۔ کہ اگر حضرتؒ کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی تشریف لے جائیں گے تو وہ پہاڑ بھی اب حلقِ خدا کیلیے سکندری ہی نہیں بن سکتا، پھر حضرتؒ نے بادل ناخواستہ اپنا ارادہ ملتوی فرمادیا۔

لکھنے کے لیے تو اور بھی بہت سی باتیں یاد آ رہی ہیں لیکن کل فون سے مولانا یوسف صاحب سے رابطہ قائم ہوا انہوں نے جلد از جلد یہ اوراق بھیجنے کے لیے فرمایا اس لیے اب اس کو ختم کر کے معہد الرشید کے متعلق کچھ لکھ کر ختم کر رہا ہوں۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اور معہد الرشید الاسلامی

ہمارے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رجال الآخرۃ میں سے تھے، اللہ جلشانہٗ نے کمال تبتل اور انقطاع عن الدنیا آپ کو کمال درجہ عطا فرمایا تھا۔ حبِ مال اور حب جاہ سے احتراز سے اللہ جلشانہٗ نے آپ کو بھرپور نوازا تھا۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے، جب آپ کے سر سے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا جو آپ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا اس وقت والد مرحوم کا ہزروں کا قرض اپنے ذمے لے کر اس چھوٹی سی عمر میں اپنے آپ کو ہزاروں کا مقروض بنا لیا تھا اور اس کی ادائیگی کا فکر آپ پر سوار رہتا تھا (ملاحظہ ہو تفصیل آپ بیتی) اس کے باوجود کاندھلہ کی ایک بڑی جائداد کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اس کے لیے تھوڑا سا حرج دینی کاموں کا ہوتا تھا اور یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا تھا کہ جتنا وقت اس کے حصول میں گزرے گا میں اتنا وقت حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں خرچ کروں گا۔ معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ ایک عید کے موقعہ پر حضرت کی ایک صاحبزادی جو کہ اس وقت کمسن تھی، عید کیلیے نئے چپل اس کے پاس نہیں تھے اور نہ ہی حضرت کے پاس اتنے پیسے تھے کہ اس کے لیے نیا چپل خرید یں، دو پیسے کا تیل خریدا اور حضرت نے خود اس کے پرانے چپلوں پر لگایا اور نئے جیسے بنا کر کمسن بچی کا دل بہلا دیا۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے جوتے ۱۱ سال

سے استعمال کر رہا ہوں ایک کُرتہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو ۱۵ سال سے پہن رہا ہوں۔ ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ایک خادم نے حضرت کے کپڑوں کو استری کر دیا (اگرچہ آخر میں اچھا کُرتہ مدینہ منورہ کے احترام میں زیب تن فرمانے لگے تھے) حضرت بہت ہی ناراض ہوئے اور فرمایا تو نے میرے کپڑوں کی عمر کم کر دی، آئندہ کبھی یہ حرکت مت کرنا، غرض دنیا کی زیب و زینت اور حبِ مال سے انتہائی وحشت تھی، فرمایا کرتے کہ میرے دستر خوان پر دو سالنوں کا میں بہت مخالف ہوں، ہاں مہمانوں کی نیت سے کئی میں بھی حرج نہیں اور خود بھی کھاتا ہوں فرماتے تھے کہ مہمانوں کی نیت سے بازار سے چیزیں منگواتا ہوں۔ اپنی نیت سے کبھی نہیں منگواتا اور مہمانوں کی نیت سے منگوا کر خود بھی کھاتا ہوں لیکن مجھے امید ہے انشاء اللہ اس کا مجھ سے حساب نہیں ہوگا، اس طرح کی تنگی اور احتیاط کے باوجود اپنے لیے تو دور کی بات ہے کسی خادم کے متعلق جب یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کے تعلقات اہلِ مال سے ہو رہے ہیں۔ تو حضرت کی نظروں سے وہ گر جاتا۔ خود مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ فلاں بہت اچھا چل رہا تھا بڑے اچھے احوال تھے خوب ذکر و شغل بھی کرتا تھا، میں نے اسے اجازت بھی دے دی تھی۔ لیکن بعد میں اس کے تعلقات مالداروں سے ہو گئے، جس کی وجہ سے میرے تعلقات اس سے ختم ہو گئے، حتیٰ کہ اجازت بھی یہ مختصر حال تو حبِ مال کا ہے۔

حبِ جاہ کے متعلق تو ہر ایک کے علم میں ہے ہی، کہ مدتوں حضرت کو بہت کم لوگ جانتے تھے۔ اکابرین تو خوب جانتے تھے بلکہ اکابرین کے نورِ چشم تھے۔ لیکن عوام حضرتؒ کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی کی وجہ سے بہت کم جانتے تھے، حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت اقدس رائے پوری اعلی اللہ مراتبہٗ لوگوں کو متوجہ کیا کرتے تھے اور بھیجا بھی کرتے تھے۔ ساتھ ہی حضرتؒ کسی بھی دینی تحریک میں ذمہ دارانہ کوئی اقتدار نہیں قبول فرماتے تھے۔ اگرچہ ساری تحریکوں کے اکابرین سے گہرے روابط و تعلقات تھے اور ان سے پورے باخبر اور ان کے ساتھ مشوروں میں پورے پورے شریک اور ہمدردی و غمخواری کے

جذبہ کے ساتھ اپنی قیمتی آراء سے اکابرین تحریک کو مطلع بھی کرتے تھے، لیکن چونکہ خلوت پسندی کا غلبہ تھا اس لیے کسی بھی تحریک میں نام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے، اپنے لیے حبِ جاہ کا خیال تو کیا اپنے کسی خادم کے متعلق بھی یہ شبہ ہوتا تو اچھی طرح اس کی رگڑائی کرتے ایک مرتبہ مجلس میں ایک خادم حضرت کے پاس ایسی جگہ آکر بیٹھ گئے جو ان کی جگہ نہیں تھی، بلکہ اور بڑے حضرات کی جگہ تھی، حضرت نے ایسا ڈانٹا ایسا ڈانٹا کہ شاید عمر بھر وہ خادم اسے نہیں بھولیں گے، اس کا بڑا خیال فرماتے، سچ کہا ہے۔

و آخر ما یخرج من قلب السالک حب الجاہ و ھذا مرتبۃ الصدیقین

اس تمہید طولانی کے بعد عرض ہے کہ چونکہ حضرتؒ کے ہر وقت پیشِ نظر آخرت تھی۔ اسی کے لیے رات دن کوشش اور سعی میں لگے رہتے، اس کو اصل کام سمجھتے اس زندگی کو اصل زندگی سمجھتے، اس لیے جب کسی سے خوش ہوتے تو جو دعا فرماتے وہ بھی اسی طرح کی ہوتی کہ اللہ جلشانہٗ اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے، مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے، نامرضیات سے حفاظت فرماوے" "تم سے اپنے دین کا کام لے" جب مختصر دُعا فرمائے یہی فرماتے اللہ جلشانہٗ تم سے اپنے دین کا کام لے، اپنے لوگوں خصوصاً اپنے خدام کے بارے میں یہی تمنا اور خیال رہتا کہ وہ کسی دینی کام میں لگ جائیں۔ جب کسی کو دینی کاموں میں مشغول دیکھتے بہت خوش ہوتے، بڑی دعائیں دیتے، مشوروں سے اس کی ہمت بڑھاتے، ٹھیک اسی طرح میرے بارے میں حضرتؒ بہت دنوں سے فکر مند تھے اور چاہتے تھے میں بھی کوئی کام شروع کر دوں اور لامع کی طباعت کے بعد اب الحمدللہ عربی کتب کی ٹائپ کی طباعت کا سلسلہ بھی تقریباً پورا ہو چکا تھا، اس لیے اب حضرتؒ کو زیادہ اس کا فکر تھا۔

میں حضرتؒ کے ساتھ سہارنپور میں ماہ مبارک گزار رہا تھا کہ رات تقریباً ۱۱½ بجے بھائی نجیب اللہ خادم حضرت اقدسؒ نے آکر بتایا حضرتؒ یاد فرما رہے ہیں۔

حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا: عبدالرحیم زامبیا جاکر مدرسہ کھول لے اور پڑھانا شروع کر، اگر اللہ جلشانہٗ کو منظور ہوا تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کر دوں گا۔ میں خاموش رہا، حضرتؒ نے فرمایا کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اگر حضرتؒ کا حکم ہے تو پھر میری رائے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، فرمایا حکم تو نہیں ہے لیکن جی ضرور چاہ رہا ہے اور مشورہ ضرور ہے کہ سلسلہ شروع کر دے، میں نے عرض کیا حضرتؒ مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی میرا زامبیا میں جی لگتا ہے، میرا خیال تو یہ تھا کہ اللہ جلشانہٗ حضرتؒ کو عمر طویل صحت وعافیت کے ساتھ نصیب فرماوے۔ حضرتؒ کی زندگی میں مستقل کسی کام میں لگنے کو جی نہیں چاہتا۔ کہ اس سے پابند ہو جاؤں گا۔ پھر حضرت نے اپنے متعلق فرمایا کہ جب تک میری صحت اچھی تھی پڑھنے لکھنے میں مشغول تھا اتنے سال حرمین شریفین بھی جانا نصیب نہیں ہوا، اب معذور ہو گیا پڑھنا لکھنا سب چھوٹ چھاٹ گیا تو اب مدینہ منورہ جاکر پڑ گیا۔ میرے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ جب بیمار ہوئے سید محمود صاحب نے تار بھیجا کہ میں مستقل جہاز لے کر آتا ہوں۔ یہاں کی اور وہاں کی حکومت سے میں خود نمٹ لوں گا۔ بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو اس پر میرے حضرت مدنیؒ نے جواب دیا کہ میں یہاں خدمتِ حدیث پاک میں مشغول ہوں، اچھا ہو گیا تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ تشریف نہیں لے گئے۔ اس لیے میرے پیارے آدمی کو دین کا کام کرنا چاہیئے، جی تو یہی چاہے ہے کہ تو میرے پاس مستقل رہے[1]

لیکن کوئی تکلیف نہ ہو تو اچھا ہے یہ شروع کر دے، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا یوسف سے بھی مشورہ کر لینا اور کل آکر مجھ سے دونوں مل لینا۔ اس کے بعد

---

[1] حضرت مولانا عبدالرحیم کے متعلق احقر محمد اقبال کے علم میں کہ حضرت قدس سرہٗ کا یہ ارشاد بھی ہے فرمایا کرتے تھے کہ تجھ سے مجھے روحانی راحت پہنچتی ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا اچھا دُعا بھی کر لو، حضرت نے خود دعا کرائی، اگلے روز حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لیے حاضری تو کئی مرتبہ ہوئی لیکن قصداً اس کا تذکرہ نہیں کیا، اگلے روز ہم دونوں حاضر ہوئے، فوراً فرمایا کل کیوں نہیں آئے؟ بتایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لیے مناسب نہیں سمجھا، اس کے بعد عزیز یوسف سے بھی رائے دریافت فرمائی۔ اور کچھ نصیحت وغیرہ فرمائی، تیسرے روز ظہر کے بعد یاد فرمایا اور دس ہزار روپے مرحمت فرمائے اور فرمایا کہ پانچ ہزار تیرے مدرسہ کے ہیں اور پانچ یوسف کے مدرسہ کے۔ اور فرمانے لگے میں نے سوچا تیرے مدرسہ کے چندہ کی بسم اللہ بھی میں ہی کر دوں، جب دوستوں اور بزرگوں کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو سب ہی بہت خوش ہوئے، اور بہت مبارک باد بھی دی،

ماہ مبارک کے کچھ دنوں بعد میں زامبیا حاضر ہوا، دوستوں کے مشورہ سے ایک جگہ چیپاٹا سے ۵ کلومیٹر تجویز کی، اس اثناء میں مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کسی کام سے لندن تشریف لائے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو محترم ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو میں نے فون کر کے بتایا کہ مدرسہ کے لیے جگہ تو الحمدللہ مل گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو مولانا عبدالحفیظ صاحب لندن سے دو چار روز کے لیے یہاں آکر اس کا سنگِ بنیاد رکھ جائیں اور دعا بھی کر جائیں، ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے معلوم کیا حضرت نے فرمایا ضرور ضرور جائیں اور میری طرف سے اور اپنی طرف سے سنگِ بنیاد رکھیں، چنانچہ مولانا عبدالحفیظ صاحب تشریف لائے اور مورخہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ بڑے مجمع کی موجودگی میں پہلے حضرتؒ کی طرف سے اور پھر اپنی طرف سے سنگِ بنیاد رکھ کر طویل دعا بھی فرمائی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ہمیں معلوم ہوا کہ وہ جگہ حکومت دینے کے لیے تیار نہیں ہے، دو حجرے بھی اس جگہ تیار کرا لیے تھے لیکن اس وقت قانونی مشکلات کی وجہ سے

مکتب شروع نہیں ہوسکا،بعد میں ابتدائی تعلیم مکتب کی شروع کرادی اور اب تک بھی الحمدللہ اس میں مکتب جاری ہے تقریباً ۳۰ بچے اس میں پڑھ رہے ہیں اور معہد کے ایک طالب علم ہی اب دو سال سے وہاں پڑھا بھی رہے ہیں، لیکن حکومت نے سختی سے اس سے زیادہ جگہ سے انکار کر دیا، اس کے بعد ہم لوگ اور جگہ کے متلاش رہے اور مذکورہ جگہ کے لیے بھی کوشش کرتے رہے،کچھ دنوں بعد ایک جگہ کی فروختگی کا علم ہوا جاکر دیکھا بہت ہی پُر فضا جگہ تھی۔ تقریباً چاروں طرف پہاڑ اور پہاڑوں کے دامن میں پُر فضا جگہ،لب سڑک، دس حجروں پر مشتمل ایک بڑا مکان جس پر گھاس کا چھپر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ تین حجروں کا ایک چھوٹا سا مکان اس کے علاوہ احاطہ میں تین بڑے ہال نما حجروں پر مشتمل ایک اور مکان، اس کے پیچھے چار چھوٹے چھوٹے حجرے خانقاہ نما، اس کے علاوہ تین حجروں والا ایک اور مکان،جس کے متصل عمال کے رہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے چار حجرے، تین چار پانی کی بڑی ٹینکیاں، دو کنوئیں اور ۱۲ ایکڑ خالی زمین جس میں پچاسوں درخت تھے، دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور تمنا بھی کی کاش یہ جگہ ہمیں مل جائے، ہم لوگوں نے بھی درخواست دی اس کے مالک اور وکیل سے رابطہ قائم کیا، قیمت بہت معمولی تھی صرف تیس ہزار کواچہ،جو اس کے وکیل کے پاس بذریعہ چک بھیج دیئے۔ دعائیں اور کوشش کرتے رہے، وقت گزر گیا اور لوگ اس جگہ کے حصول کے لیے کوشش کر رہے تھے اور اس سے زیادہ قیمت دینے کے لیے تیار تھے، جب کئی ماہ گزر گئے اور اپنی کوششیں رائیگاں معلوم ہونے لگیں، تو حضرتؒ کو ایک تار سے دعا کی درخواست کی گئی، اللہ جلشانہٗ نے کرم فرمایا حضرتؒ کی دعا قبول ہوئی اور تقریباً ۱۰ ماہ بعد ۳۰ ہزار ہی میں وہ جگہ ہمیں الحمدللہ مل گئی۔

جب ہمیں یہ جگہ مل رہی تھی انہی دنوں میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا سفر جنوب افریقہ کا طے ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت نے اسی وقت مدینہ منورہ میں

مولانا عبدالحفیظ صاحب اور مولانا یوسف صاحب سے یہ طے کر دیا تھا کہ عبدالرحیم کے مدرسہ پر بھی جانا ہے۔ ان دنوں یہ احقر چونکہ زامبیا کے طویل قیام اور قانونی مشکلات اور مدرسہ کے لیے جگہ نہ ملنے سے پریشانی سے تھک کر اور گھر میں ولادت کا قصہ بھی تھا ہندوستان گیا ہوا تھا اور واپسی کا زیادہ ارادہ بھی نہیں تھا اپنی کوششیں کر چکا تھا اور کچھ زیادہ پُر امید بھی نہیں تھا لیکن مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال، ادھر حضرت کا سفر افریقہ طے ہوا اور ادھر جگہ کی منظوری کی اطلاع بھی اہل شوریٰ کو ملی، اللہ جلشانہٗ کو یہی منظور تھا کہ اپنے مقبول بندے کے مبارک الفاظ کہ میں ہی انشاءاللہ زندہ رہا تو اس کی بسم اللہ بھی کرادوں گا۔ کو صحیح کر دیں اور اسے حقیقت بنا دیں، چنانچہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو احقر بھی بمبئی سے سید ھا ڈربن اور پھر وہاں سے شینگر حاضر ہو گیا، حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا تجھے تار بھی کرایا، خط بھی لکھوائے لیکن جواب ندارد۔ میں نے عبدالحفیظ اور یوسف سے کہہ دیا تھا کہ پڑاوہ نہ آئے ہم لوگ اس کے مدرسہ پر جائیں گے۔ چنانچہ ۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ کو حضرت تشریف لائے اور ۱۹/شوال ۱۴۰۱ھ شب پنجشنبہ کو بعد عشاء حضرت نے مدرسہ اور تعلیم کی بسم اللہ کرائی اس میں کافی بچے زامبیا اور معدوی وغیرہ شریک تھے، اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب نے طویل دعا کرائی۔ یہ مدرسہ کی پہلی بسم اللہ ہے، اور اس طرح مالک نے اپنے بندہ کا کیا ہوا وعدہ بھی پورا کرا دیا۔

تعلیم کی بسم اللہ اور مدرسہ

حضرتؒ نے ۳ روز مسلسل بسم کرائی. چپاٹا اور اطراف و جوانب کے بچے آتے رہے اور بسم اللہ کرتے رہے اور الحمدللہ کئی وہ بچے اب مدرسہ میں ہیں کہ جنہوں نے حضرت سے بسم اللہ کی تھی، عزیزم محمد لونڈائی عزیزان عبدالحلیم و عبدالرشید عزیزم موسیٰ پٹیاؤ کے وغیرہ اس طرح مدرسہ کھولنے کا مشورہ، اس کے لیے دعا اور اس کے لیے چندہ کی بسم اللہ اور تعلیم کی بسم اللہ مدرسہ کے نام کی تجویز ذکریا مسجد کا سنگ بنیاد وغیرہ سارے

کاموں کی تکمیل کرکے اور پانچ روز تک معہد الرشید الاسلامی میں نور افشانی فرما کر ہزارہا بندگان خدا کو سیراب فرما کر عظیم ادارہ کے لیے دعائیں کرا کر اور اپنے مالک سے کیا کیا اس کے لیے منوا کر زبان حال سے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے براہ لوساکا و لندن ہوئے کہ

مثل شبنم آئے سیر گلستاں کر چلے
خوش رہو اہل چمن ہم تو اپنے گھر چلے

احقر بھی حضرتؒ کے ساتھ لندن اور حجاز کے لیے ارادے کئے ہوئے تھا، ایک مرتبہ دریافت فرمایا کیا نظام ہے ؟ اپنا نظام بتایا، حضرت نے فرمایا اب مدرسہ شروع کر میرے ساتھ جا کر کیا کرے گا ؟ میں نے عرض کیا جی چاہتا ہے۔ فرمایا بہت اچھا، لندن کے قیام میں پھر دریافت فرمایا کیا نظام ہے ؟ عرض کیا حضرت کے ساتھ حجاز مقدس کا ارادہ ہے فرمانے لگے اب کیا ضرورت سے واپس چلا جا، میں نے عرض کیا وہاں سے پھر چلا جاؤں گا، خیال تھا کہ اگر اجازت مل گئی تو حج کا زمانہ بھی قریب ہی ہے حج کر کے چلا جاؤں گا، حجاز مقدس پہنچ کر تقاضا فرمایا کہ واپس جا۔ میں نے عرض کیا اجازت ہو تو حج کر لوں فرمایا حج تو ماشاء اللہ کئی کر چکا ہے اب جا کر اپنا کام کر، چنانچہ آخر ذیقعدہ میں واپسی ہوئی۔ کچھ کام مدرسہ کے باقی رہ رہے تھے ان کو نمٹایا اور اللہ کا نام لے کر ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۹۸۱ء بروز بدھ ۷ بچوں سے تعلیم کی ابتداء کی۔ الف با پڑھنے والے بچے تھے، جن کی زبان سے میں واقف نہیں اور میری زبان سے وہ واقف نہیں نیا ماحول، نئے لوگ، نیا ملک، رات دن اس سوچ میں رہتا کہ اب کیا ہوگا ؟ کس طرح ہوگا ؟ ظاہری و باطنی ہمت کی کمی، طرح طرح کی مشکلات، ہر وقت اس کا ڈر کہ نامعلوم کب یہ سلسلہ بند ہو جائے اور حضرتؒ کو جوابدہی مشکل ہو جائے۔ حضرت کو حالات لکھتا رہا۔ دعاؤں کی درخواست کرتا رہا، حضرتؒ کے دعاؤں سے

بھرپور گرامی نامے آتے رہے جس سے امید بندھتی رہی۔ یہی اصل پشت پناہی تھی،

چہ غم دیوار معہد را کہ دارد چوں تو پشتیباں

امید و بیم میں دن گزر رہے تھے۔ اللہ جل شانہ نے موقعہ عطا فرمایا۔ دو مرتبہ حاضری حرمین شریفین کی بھی اس کے بعد سعادت نصیب ہوئی، حضرت سے دعا کی درخواست حالات سنا کر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں مولانا عبد الحفیظ صاحب کی موجودگی میں حضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کی سرپرستی قبول فرما دیں۔ حضرت نے قبول فرما لیا۔ معہد کو یہ سعادت اور فخر حاصل ہے (الحمد للہ) کچھ عرصہ بعد آہستہ آہستہ مدرسہ کو ترقی ہوئی اور طلبہ بھی ادھر ادھر سے آئے اور معاونین بھی ملتے گئے، مخلصین اور ہمدرد بھی حاصل ہونے لگے اور بقول کسے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

تعلیمی ترقی

اب تو ماشاء اللہ جب کہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں اور معہد ابھی تک اپنے ایام طفولیت سے گزر رہا ہے۔ تقریباً پورے زامبیا کے کونے کونے اور شہر شہر اور ہر صوبے کے علاوہ ملاوی موزمبیق۔ تانزانیہ نائیجیریا وغیرہ کے تقریباً ۱۱۰ بچے ابتدائی ناظرہ حفظ، تجوید، اردو، عربی کی تعلیم میں مشغول ہیں۔ ۵ اساتذہ ہیں تقریباً ۳۰ بچے درجہ حفظ میں ہیں، کئی بچوں نے گزشتہ سال ناظرہ قرآن پاک ختم کیا جو لکھو کھا میں سے چند ہیں، جن لوگوں کو صحیح کلمہ طیبہ بھی نہ آتا ہو ان کے لیے قرآن پاک کا تصور امر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور امسال امید ہے انشاء اللہ کئی بچے حفظ بھی پورا کریں گے، ایک افریقی بچہ نے امسال پیٹاؤ کے میں محراب سنائی جو زامبیا اور ملاوی کی تاریخ میں ہماری محدود معلومات کے مطابق پہلا واقعہ ہے، جسے صرف مالک کا فضل اور قرآن پاک کا معجزہ اور حضرت کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔

زامبیا اور اطراف کے ممالک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں سے تقریباً ۱۱ زبانیں
بولنے والے بچے معہد میں زیرِ تعلیم ہیں۔ تقریباً زامبیا ہی سے دو ہزار کلومیٹر سے
بھی زیادہ دور سے آئے ہوئے بچے موجود ہے۔ جنگلوں میں رہنے والے، چرندوں
اور درندوں سے بھڑنے والے بچے، مشنریوں کے جالوں میں پھنسے ہوئے نونہال، جو
انسانوں سے متوحش اور صحرا اور صحرائی آبادی سے مانوس جنہیں سورۃ فاتحہ تو کجا
کلمۂ طیبہ بھی نہ آتا تھا، جو نہ اسلام جانتے تھے، نہ مسلمان ہونا، جن کے ماحول
میں ہر برائی مرغوب اور ہر خیر اجنبی تھی، سب چھوڑ چھاڑ کر پہنچے اور ایسے ماشاءاللہ
مشغول ہوئے کہ شکوک و شبہات میں رہنے والے اور مدرسہ کو ڈھکوسلہ سمجھنے والوں
کے لیے سوالیہ نشان بن گئے، اور ان پڑھ اور بعضے غلط پڑھے ہوئے جب دعا کے لیے
ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جب محبت اور پیار سے اپنے محسن اور مربّی بانیٔ معہد الرشید
حضرت اقدس مولائی و مرشدی وسیلۃ یومی و غدی کا نام نامی اسم گرامی لیتے ہیں تو
لطف آجاتا ہے، صحیح ہے آدمی کبھی نہ کبھی تو اپنے محسن کو یاد کرتا ہی ہے اور محسن بھی
جب دین کا ہو تو بھی پوچھنا ہی کیا کہ اگر مقدر تے پادری کی اور یہ بچے ان شاءاللہ
پڑھ گئے تو امید ہے ان کے نہ صرف زامبیا بلکہ ملاوی، موزمبیق تا
زائرے غرض پورے افریقہ کے لیے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا سبب بنیں گے اور ان شاءاللہ
تا قیام قیامت حضرت اقدس کے لیے صدقۂ جاریہ

مبشرات

بالکل ابتدائی اور انتہائی نامساعد حالات میں شروع ہونے کے بعد اللہ جلشانہٗ
کے فضل و کرم سے ہر نوع کی مدد اور نصرت ہوئی اور ہوتی رہی اور الحمدللہ ہو رہی
ہے اور روزافزوں بھی ہے اللھم زد فزد، ان ظاہری اسباب کے مہیا ہونے کے

علاوہ کریم مالک کا بڑا کرم یہ بھی ہوا جو مالک کا دستور بھی اپنے ضعیف اور کمزور بندوں
کے ساتھ رہا ہے کہ مبشرات سے نوازتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بشارت
تو وہ ہے جو بہجۃ القلوب میں چھپ بھی گئی ہے اور حضرتؒ اسے سن کر بہت محظوظ بھی
ہوئے تھے اور بہت روئے بھی تھے (ملاحظہ ہو بہجۃ القلوب حصہ دوم) اس کے علاوہ
معہد پر مقیم ایک مسماۃ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت اقدس سیدی و مرشدی نور اللہ مرقدہٗ اور قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدرسہ پر تشریف لائے ہوئے ہیں اور ملاحظہ فرماتے ہوئے ہمارے حجرہ میں بھی تشریف لائے
اور سب چیزیں بہت غور سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اہلیہ نے رو کر عرض کیا یا رسول اللہ
ہمارے لیے دعا فرمائیں اللہ جلشانہٗ ہماری آخرت بہتر بنا دے۔
اس کے بعد سال گذشتہ جب قبلہ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب مدفیوضہم
تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ کے دستِ مبارک سے معہد کے دار الطلبہ کا سنگِ بنیاد
رکھنا طے ہوا تھا، معہد پر مہمان آئی ہوئی ایک مسماۃ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑے درخت
کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور بچوں میں سے شاید
عبد الرشید نے مجھ سے بتایا کہ . . . دیکھو دیکھو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے آئے۔ میں نے پوچھا کہاں؟ اس کے اشارہ سے وہ درخت بتایا، میں نے دیکھا
بڑا مجمع ہے، لوگ عمامے باندھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحے کر رہے ہیں
اور ان میں تو بھی ہے چونکہ مسماۃ مہمان نے ابھی تک معہد اور اس کا احاطہ اچھی طرح
دیکھا نہیں تھا اس لیے اس وقت تو یہ نہیں بتا سکیں کہ وہ درخت کہاں ہے؟ البتہ
خواب ہی میں انہیں یہ خیال رہا کہ وہ درخت یہاں کہیں ہے۔ جب ایک مرتبہ ان کی
نظر اس درخت پر پڑی تو مجھے بلا کر کہا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے میں نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور یہ وہی درخت تھا جس کے قریب دار الطلبہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہ

اسمِ گرامی عزیز الرحمٰن بن مولانا محمد ایوب صاحبزادہ۔
گاؤں و ڈاک خانہ چھپڑ گرام۔ تحصیل بٹ گرام۔ ضلع مانسہرہ ہزارہ ڈویژن صوبہ سرحد پاکستان۔ حال امام جامع مسجد صدیق اکبر محلہ محمد آباد چوہڑ ہڑپال راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان۔

تعلیم و تربیت تاریخ پیدائش سکول سرٹیفکیٹ کے مطابق ۲ر فروری ۱۹۴۸ء ہے جبکہ محترمہ والدہ ماجدہ کے بقول رجب المرجب کا مہینہ تھا۔ (پہلے ہمارے ہاں تاریخوں کا لکھنا رواج نہیں تھا اس لئے تخمیناً ہوگی۔
بچپن کی تعلیم و تربیت جد امجد حضرت مولانا عبد المنان صاحبزادہؒ کے زیرِ سایہ ہوئی جو سلسلہ نقشبندیہ میں آزاد کشمیر کے ایک بزرگ سے مجاز تھے۔ دادا جان مقامی مسجد میں امام تھے اور اہلِ قصبہ و طلبہ کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی باطنی تربیت کرتے تھے۔ ذکر و شغل کا خود بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بہت سخت تھے اور بندہ کی بھی سخت نگرانی فرمایا کرتے تھے عام لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت بالکل نہ تھی۔ چھپ کر بھی کھیلنے جاتا تو اچانک انکی گرجدار آواز کانوں میں پڑجاتی۔ دادا جان کو مغربی تعلیم سے سخت نفرت تھی باوجودیکہ نقشبندی تھے لیکن ان کا ذکر بالجہر خوب یاد پڑتا ہے۔ تلاوت کلام پاک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔
ناظرہ قرآن، کچھ صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب ہی پڑھی تھیں کہ ان کا وصال ہوگیا۔
ان کے بعد تربیت کا معاملہ والد ماجد زید مجدہم کے پاس آیا۔ جو دادا جان سے بھی زیادہ سخت تھے والد ماجد تو ذرا ذراسی غلطی پر سخت پٹائی فرماتے تھے۔ انہی کی سخت گیر شفقت نے احقر کو بچپن میں غلط ماحول اور لہو لعب سے نفرت دلائی ایک مقامی عالم صاحب سے درسی کتب پڑھنے کے ساتھ سکول کی تعلیم بھی جاری رہی دادا جان کے

کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا، بہت ہی خوش ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اس کی طرف مبذول ہیں، اللہ جلشانہٗ آئندہ بھی برکت کے ساتھ باقی رکھے (آمین)
ہمارے ایک رکن شوریٰ دیندار تہجد گزار صاحب نے مجھ سے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہد پر تشریف لائے ہیں۔ مدرسہ کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو میں بھی دو نوا کڑو بیٹھے ہوئے ہیں اور مدرسہ کے امور میں سوچ رہے ہیں اور فکر مند ہیں، منامات اور مبشرات تو اور بھی ہیں برکت کے طور پر اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں کے طفیل اس طرح کے مبشرات سے ڈھارس اور اُمید بندھتی رہی، اور الحمد للہ فکر میں اور الجھنیں بھی دور ہوتی رہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

وصال کے بعد والد ماجد پر عسرت کا زمانہ آیا۔ لیکن میرے والدین نے اپنے قریبی اعزہ کو بھی اس کی خبر نہ ہونے دی۔ باوجود صغر سنی کے گھر کے ان حالات سے احقر کو بھی تشویش تھی۔ میرے ایک چچا صاحب جو کراچی میں ملازم تھے۔ روزگار کے سلسلے میں احقر کو کراچی ملازمت کے لئے ساتھ لے گئے یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے، والدین کو اور خود احقر کو یہ کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑا۔ لیکن والدین پر اس کا بہت اثر تھا۔ وہ میرے تعلیمی حرج پر سخت پریشان تھے۔ انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہوا کہ میرے ماموں صاحب مولانا عبدالستار نے چند ماہ بعد کراچی سے واپس لاکر دوسرے بھائی حبیب الرحمٰن سمیت راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں داخل کیا۔ بھائی نے قرآن کریم حفظ شروع کیا اور احقر نے درس نظامی میں داخلہ لیا جو موقوف علیہ تک راولپنڈی ہی کے مختلف مدارس میں مکمل کیا اور مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے احقر کی نگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پر پڑی۔ جس کو اہل علم "دیوبند ثانی" کہتے ہیں۔ اس مدرسہ کے بانی و مہتمم حضرت اقدس استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ چنانچہ شوال ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء میں احقر نے دارالعلوم میں داخلہ لیا یہاں کا ماحول روحانی ہے اور اساتذۂ کرام قابل اور بہترین مربی ہیں بالخصوص حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم کا تقویٰ وطہارت اور باطنی فیض طلبۂ حدیث کے لئے اکسیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ میں سادگی اور اتباع سنت باقی مدارس کی نسبت یہاں زیادہ ہے۔ اور یہاں ذکر وشغل کی فضا بھی ہے۔ احقر کو الحمدللہ کہ ابتداء ہی سے اساتذۂ کرام کے ادب واحترام کا بہت خیال ہوتا تھا۔ اور اساتذہ کرام بھی بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اسی طرح اپنے طالبعلم ساتھیوں کا بھی بندہ اکرام ملحوظ رکھتا تھا۔ اور ان کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا۔

نکاح واولاد

احقر کا رشتہ گاؤں کے ایک زمیندار گھرانے میں طے ہوا تھا اور ابھی طالب علم تھا کہ شادی کردی گئی (ہمارے خاندان اور علاقہ میں بھی یہ بات ہے کہ بلوغ کے بعد جلدی شادی کردی جاتی ہے)

الحمدللہ کہ اب چار بیٹے محمد عتیق الرحمٰن، محمد اویس، محمد زکریا، محمد اقبال اور ایک بیٹی خدیجہ ہے۔

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما ۔

دینی خدمت

دورہ سے فراغت کے فوراً بعد احقر راولپنڈی میں چوہڑ ہڑپال کے مقام پر امام مسجد مقرر ہوا۔ الحمدللہ کہ پانچگانہ نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا اور صبح وشام درس قرآن وحدیث دیتا اور بعض طلبہ کو ابتدائی درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھاتا تھا اور علاقے کے بچوں کے لئے ایک مکتب بھی کھولا۔ اسی طرح کا ایک مکتب آبائی گاؤں میں بھی بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے چل رہا ہے۔

علاقے کی دینی صورتحال

ہمارا علاقہ الحمدللہ کہ انگریز کے منحوس اثرات سے بچا رہا اور یہ برکت تھی اہل اللہ کی۔ مقامی بزرگان دین وعلمائے حق کے علاوہ شہدائے بالاکوٹ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید بریلوی اور حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہما اور ان کی جماعت مجاہدین نے بھی اس علاقہ کو مشرف فرمایا جس کی تفصیل جناب غلام رسول مہر مرحوم کی کتاب سید احمدؒ میں تفصیلاً ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تبلیغی کام سے بھی یہاں بہت فائدہ ہوا۔ یہ علاقہ پاکستان میں علمی لحاظ سے صف اول میں ہے کہ پاکستان بھر کے تقریباً تمام مدارس دینیہ میں یہاں کے طلبہ خاصی تعداد میں ہوتے ہیں۔ مدرسین، ائمہ، خطباء اور حفاظ میں بھی اکثریت اس علاقہ کے حضرات کی نظر آتی ہے۔

مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نوراللہ مرقدہٗ بھی اسی خطہ کے بطل جلیل تھے۔ جن کے مجاہدانہ کارناموں سے یہ علاقہ دہریت، مرزائیت، مودودیت شیعیت، خاکساریت، خارجیت وغیرہ فتنوں سے کافی حد تک محفوظ رہا۔ اس علاقہ میں ذکر وشغل کی مستقل خانقاہیں تھیں جن میں سے باٹیمال شریف کے بزرگ (جو حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی اولاد میں ہیں) اور ہمارے جد اعلیٰ حضرت صاحب

تمائی بابا رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً کی خانقاہیں تھیں۔ (اور دوسرے بزرگانِ دین کی خانقاہیں بھی تھیں، جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں)۔ مرورِ زمانہ سے یہ خانقاہیں تقریباً ویران ہوچکی تھیں۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی خادم خاص و خلیفہ مجاز قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اس علاقہ میں آمد و رفت کی برکت سے الحمدللہ دوبارہ آباد ہونا شروع ہوگئیں ہیں اور بیعت و مجالسِ ذکر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ یہی تمنا و آرزو میرے مرشد پاک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تھی کہ ان کے لوگ اس کام کو خوب پھیلائیں۔

بیعت

حضرت مرشدی کو اس ناکارہ نے زمانہ طالب العلمی سے جانا اور غالباً اس کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ میں نے حضرت کی کتاب "حکایات صحابہؓ" خرید کر پڑھی۔ پڑھنے کے دوران بیحد اثر ہوتا تھا اور رقت و گریہ کی حالت طاری ہوجاتی تھی۔

حضرت کی پہلی زیارت مسجد زکریا راولپنڈی میں اس وقت ہوئی کہ احقر طالب العلم تھا اور اسی ملاقات میں بیعت کی عمومی مجلس میں حضرت اقدس سے بیعت ہوا۔ حضرت نے کھانے کے وقت مدارس دینیہ کے طلبہ کو خصوصیت سے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے بلوا کر کھانا کھلایا جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ اور غریب طلبہ پر ایسی شفقت فرمائی۔ حالانکہ اور بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت سے مصافحہ بھی ہوا۔ اور باجماعت نماز پڑھتے بھی دیکھا اس پر حضرت کی معذوری ایسی تھی کہ نماز کے لئے آپ کھڑے کئے گئے پھر ساری نماز خود ہی ادا فرمائی۔

ایک دلخراش واقعہ

۱۹۷۵ء میں ہمارے علاقہ چوہڑ میں ایک دلخراش واقعہ پیش آیا۔ ایک رافضی بدبخت کے گھر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شبیہہ بنا کر توہین کی گئی جس کا علم کسی طرح سُنّی مسلمانوں کو ہوگیا۔ اس واقعہ پر سخت ردِّعمل ہوا۔ بندہ پر بھی اس کا زبردست اثر تھا اور

اس واقعہ کے ردِّعمل میں رافضیوں کے خلاف سُنّی محاذ بنایا گیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان سے مکمل بائیکاٹ ہوگیا اور باوجود مقامی انتظامیہ کی مداخلت کے اہل سنت والجماعت کامیاب رہے اس کا بدلہ اسلام دشمنوں نے مجھ سے لینا تھا چنانچہ میری مسجد میں بعض نام نہاد سُنّیوں کے ذریعہ ہنگامہ آرائی کی گئی (چونکہ یہ مسجد مختلف طبقات کی تھی) (اس لئے مصلحتاً حسبِ مشورہ علیحدگی ہوگئی۔ احباب نے دوسری جگہ مسجد کے لئے رقبہ حاصل کیا اور اس کا نام جامع مسجد صدیق اکبر تجویز ہوا۔

سفر حجاز

بندہ کی طبیعت پر اثر تھا اس لئے حرمین پاک کے مستقل قیام کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ مرشد پاک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا مستقل قیام بھی مدینہ منورہ میں تھا۔ اس لئے اس موقعہ کو میں نے غنیمت سمجھا۔

الحمدللہ کہ یہ سفر بھی نصیب ہوگیا اور حُسنِ اتفاق سے اس سفر میں بھی میرے محسن حضرت مولانا حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ اور حضرت لاہوری کے دو خواص حکیم حضرت مولانا محمد جان صاحبؒ، حکیم حضرت مولانا محمد داؤد صاحب مدظلہٗ اور انکے صاحب زادے حکیم مولانا مسعود الرحمٰن صاحب بھی تھے اس سفر کے اخراجات مؤخر الذکر بزرگوں نے برداشت کئے۔ ۷ رہا ۸ ر رجب ۱۳۹۶ھ مئی ۱۹۷۶ء مکہ مکرمہ پہنچے ۸ رہا ۹ ر رجب کو احقر مدرسہ صولتیہ ایک امانت رقم دینے گیا تو مدرسہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا جو کہ مراقب تھے اور چند خدام جو پیچھے بیٹھے ذکر جہری میں مصروف تھے غور سے دیکھا تو مرشد عالم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ مدرسہ والوں سے معلوم ہوا کہ حضرت مدینہ طیبہ سے ہندوستان کے لئے بغرض سفر مدینہ طیبہ سے رخصت ہوکر آئے ہیں۔ اور رمضان کے بعد ہندوستان سے واپسی ہوگی یہ معلوم کر کے مجھے بہت صدمہ ہوا۔

تجدید بیعت

چنانچہ غالباً بعد نماز عشاء حاضر خدمت ہوا۔ حاضری سے قبل اسی غرض سے طواف کیا اور ملتزم وغیرہ مقامات مبارکہ پر دعائیں کیں۔ حضرت اقدس سے مصافحہ کیا حضرت نے خصوصی شفقت فرمائی۔ کھانا بھی کھلایا۔ اب احقر نے اپنی تمنا و خواہش کا اظہار کیا سابقہ بیعت کا بھی

بتایا اور دوبارہ بیعت کے لئے درخواست کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کل فلاں وقت آجانا، بندہ نے عرض کیا کہ میں جماعت کے ساتھ پابند ہوں وہ تو کل مدینہ منورہ جائیں گے اسی وقت بیعت فرمالیں۔ حضرت اقدس چارپائی پر رونق افروز تھے بندہ کی درخواست قبول کی اور کمال شفقت سے احقر کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیکر بیعت فرمایا اور دعا فرماکر رخصت کر دیا۔ اس بیعت کی پہلی برکت یہ دیکھی کہ اسی رات پاکستان ہاؤس محلہ شامیہ مکۃ مکرمہ میں بندہ نے خواب دیکھا جس کی کیفیت الفاظ میں بیان ہو ہی نہیں سکتی دیکھا کہ میرے سینے سے بیت اللہ شریف تک ایک برقی رو چل رہی ہے اور اس سے دل کو بے حد سرور ہو رہا ہے۔

رمضان المبارک کے بعد حضرت اقدس ہندوستان سے واپس تشریف لائے۔ تو پہلے مسجد نور ہی تشریف لائے اس وقت کی رونق بھی خوب یاد ہے۔ احقر کو یہ معلوم ہوا تھا کہ مسجد نور کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں دو آدمی مقرر ہوتے ہیں چنانچہ بندہ نے اس کے لئے درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ اور اس طرح بندہ باقاعدہ حضرت اقدس کے ہاں خدمت پر مامور ہو گیا۔ بعد عشاء مہمانوں کو کھانا کھلاتے وقت حضرت کی خوب خوب زیارت ہوتی تھی دسترخوان سے فراغت کے بعد ہم برتن دھوتے اور حضرت اقدس وضو تازہ فرماکر روضۂ شریف پر حاضری کے لئے جاتے اور خدمت والوں کو بھی شفقت و محبت کی نظر سے دیکھتے۔ فارغ ہوکر احقر بھی اس جگہ پہنچ جاتا (یعنی مصلی جنائز پر) جہاں حضرت اور خدام تشریف فرما ہوتے تقریباً ایک گھنٹہ کی یہ سعادت بھی نصیب ہو جاتی تھی۔ علاوہ ازیں بعد فجر مجلسِ ذکر، بعد عصر عمومی مجلس میں بھی بندہ پابندی سے شرکت کرتا۔ انہی دنوں ایک بار خصوصی ملاقات کے لئے وقت لیا۔ اس میں حضرت اقدس کو اپنا ایک خواب سُنایا جو عبرت آموز ہونے کی وجہ سے لکھتا ہوں۔ "خواب میں دیکھا، میں اور دو اور صاحب تھے۔ جن کو جانتا نہیں تھا مسجد نبوی میں ریاض الجنۃ میں روضہ شریف کی طرف مُنہہ کر کے کھڑے ہیں اور پوری مسجد شریف خالی ہے ان دو میں سے ایک صاحب عقیدہ حیات النبی کے منکر تھے اور چونکہ میں زبردست قائل تھا۔ اسی لئے وہ منکر حیات مجھ سے کہتا ہے کر پڑھو نا سنتے

ہیں۔ اس کا مقصد انکار اور استہزا تھا۔ اتنے میں دیکھا جالی مبارک اوپر کو اُٹھی اور حضور پُرنور فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے احقر کو اشارہ فرمایا، کہ اس کو مارو چنانچہ اشارہ ملتے ہی بندہ نے اور دوسرے ساتھی نے اس بد بخت کو مارنا شروع کیا وہ بھاگ گیا۔ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چادریں بندہ کو عنایت کیں جن میں خاص قسم کی سبز لکیریں تھیں۔ بندہ نے خوشی خوشی قبول کیں اور آنکھ کھل گئی"۔ اس خواب کو حضرت نے غور سے سُنا پھر بندہ نے نصیحت کے لئے درخواست کی فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا۔ اور اپنا رسالہ "موت کی یاد" اور کتاب "شمائل ترمذی" کو مطالعہ میں رکھنے کا فرمایا (یہ کتب بندہ نے درس میں احباب کو بھی سنائی تھیں اور حضرت کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو خوش ہوکر دعائیں دی تھیں)۔

بندہ کا خیال مستقل قیام کا تھا مگر راولپنڈی سے احباب اور حضرت ہزارویؒ کا حکم نامہ بھی پہنچا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہاں دینی کام کی ضرورت ہے۔ اور احباب کا تقاضا ہے کہ واپس آجاؤ۔ احقر نے قیام مدینہ منورہ کے لئے مرشدی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے مجاز حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب سے بھی مشورہ کیا فرمایا کہ جوان ہو پاکستان جاکر کام کرو میں تو بوڑھا ہوں جب تم بوڑھے ہو جاؤ مرنے کے لئے آجانا.........!

مدینہ منورہ کا چھ ماہ کا قیام بے حد دلچسپ، بابرکت اور مفید رہا۔ اس دوران میں جب تک ہندوستان میں تشریف فرما رہے میرا زیادہ وقت تبلیغی جماعت کے ساتھ گذرتا تھا۔ چنانچہ حج کے فوراً بعد پاکستان آیا اور مسجد صدیق اکبر میں مالک کریم نے خدمتِ دین کا موقع عطا فرمایا۔ الحمد للہ کہ روزانہ مجلس ذکر باقاعدگی سے ہوتی ہے اور درجۂ حفظ و ناظرہ اور درجہ کتب کا ابتدائی مکتب بھی ہے۔

رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ

احقر کو جب علم ہوا کہ حضرت مرشدی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی احقر نے متعلقین کے روکنے پر جن کا خیال تھا کہ فیصل آباد جانے کے بعد اپنی مسجد کی رونق کم ہو جائے گی (یہ بات قدرتی طور سے

امام مقتدیوں اور استاذ شاگردوں میں ہوا ہی کرتی ہے) چنانچہ میرے پختہ عزم کو دیکھکر ان میں سے بھی بعض دوست فیصل آباد اعتکاف کرنے آ گئے تھے۔ بندہ حضرت اقدس کی آمد سے ایک ہفتہ قبل ہی فیصل آباد پہنچ گیا تھا۔ حضرت کی تشریف آوری سے پہلے حضرت صوفی صاحب پہنچے ان سے مدینہ طیبہ کی ملاقات تعارف و تعلق کی بنیاد بنا۔ فیصل آباد میں بندہ نے اعتکاف کی حالت میں دستر خوان پر خدمت والوں میں نام لکھوایا الحمد للہ کہ اللہ والوں کی خدمت نصیب ہوئی۔ عید کے دن بندہ فیصل آباد سے واپس ہوا اور چند ہی روز بعد حضرت صوفی صاحب زید مجدہم بھی راولپنڈی تشریف لائے ایک ہفتہ یہاں قیام کیا۔ ٹیکسلا بھی تشریف لے گئے۔ پھر لاہور گئے اور وہاں سے دوبارہ راولپنڈی تشریف لائے اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اب احقر کی مکاتبت حضرت صوفی صاحب سے ہو گئی۔ اور اس میں سہولت بھی ہو گئی اور جو بات حضرت اقدس مرشدی قدس سرہٗ سے پوچھنی ہوتی پوچھ کر جواب عنایت فرماتے۔ اللہ کریم ان کے اس اخلاص و شفقت کا ان کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائیں۔ ان سے اور حضرت کے دوسرے مجازین سے پورے عالم میں حضرت کا فیض پاک پھیلائیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے بندہ کی نالائقی و نااہلی کو بندے کی محرومی کا ذریعہ نہیں بننے دیا اور یہ بھی مالک الملک کا وہبی عطیہ ہے۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحًا ترضاه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحين ٥

اوپر کی سطور میں بندے نے حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کے بارے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ محض حسن ظن نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ وہ حضرت اقدس کے بعض دوسرے خلفاء کرام کی طرح فیضِ شیخ کی اشاعت میں بے حد حریص ہیں اس کے لئے بھی کچھ تفصیل مفید ہوگی۔ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ یعنی فیصل آباد کے رمضان کے تین ماہ بعد احقر کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہم کی طرف سے اجازت ملی جس کا واہمہ بھی نہ تھا۔ اس کے بعد اپنی بدحالی اور ناپاکیوں کا احساس کرتے ہوئے مدینہ پاک حضرت اقدس

قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق بڑھ گیا مالک کریم نے ہمیشہ کی طرح یہ کرم بھی فرمایا اور حرمین پاک کا یہ سفر بھی نصیب ہو گیا۔ ۱۸ دن رہائش تو حضرت صوفی صاحب کے پاس رہی لیکن باقاعدگی سے مجالسِ شیخ میں حاضری ہوتی رہی۔ یہ معلوم کر کے کہ حضرت کا رمضان المبارک افریقہ میں ہوگا بندہ نے بھی توکلاً علی اللہ ارادہ کر لیا مگر حضرت صوفی صاحب کے اس فرمانے پر کہ فیصل آباد کے طرز پر اپنے ہاں رمضان کرنے سے حضرت بہت خوش ہوں گے اور کارگذاری بھیجنے کا بھی ارشاد فرمایا الحمد للہ کہ حضرت کی برکت سے یہ رمضان ۱۴۰۱ھ کا فیصل آباد والے معمولات سے معمور گذرا اور پورے ماہ مبارک میں بیس۲۰ اور آخری عشرہ میں پچاس۵۰ معتکفین تھے اس ماہ مبارک کی پوری کارگذاری حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو روانہ کی۔ انہوں نے حضرت اقدس کو سنائی اور حضرت اقدس نے خوش ہو کر خوب دعائیں دیں۔ چند ماہ بعد اسی سال مالک کا یہ کرم بھی ہوا کہ حج کی سعادت نصیب ہو گئی یہ حج حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا آخری حج بھی تھا۔ حج سے قبل حضرت کی زیارت مکہ مکرمہ میں شیخ سعید صاحب کاتب العدل حکومت سعودیہ کے مکان پر ہوتی رہی۔ حج سے فراغت پر دوبارہ مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور حضرت اقدس کی مجالسِ مبارکہ میں شرکت ہوتی رہی۔ حج سے واپسی کے چند ماہ بعد اسی سال حضرت اقدس نور اللہ مرقدہم کی شدید علالت کی خبر سے پریشان ہو کر مدینہ طیبہ حاضری کا عزم کیا۔ یہ حضرت ہی کی کرامت تھی کہ ایک سال میں تیسری بار ایک غریب بندہ کو حرمین پاک کا مبارک سفر نصیب ہوا۔ سفر کا چند ہی روز میں سہولت سے انتظام ہو گیا۔ چنانچہ جمعرات ۱۵ رجمادی الاول ۱۴۰۲ھ ۱۱ رمارچ ۱۹۸۲ء راولپنڈی سے دوپہر کے وقت بذریعہ جہاز جدہ کے لئے روانہ ہو کر رات مکہ مکرمہ پہنچا اور جمعہ ادا کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔ ۱۰ رجمادی الثانی ۵ راپریل تک کا یہ بیس روزہ قیام حضرت صوفی صاحب زید مجدہم کے پاس رہا۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہم کے مجالس مبارکہ میں برابر شرکت رہی۔

۵ راپریل کو بعد عصر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہم سے رخصتی کا آخری مصافحہ کر کے بندہ مکہ مکرمہ اور وہاں سے پاکستان آیا۔ اس مصافحہ میں ایک عجیب بات دیکھی کہ حضرت

اقدس نے باوجود ضعف کے اپنے دستِ مبارک سے بندہ کے ہاتھ کو دبایا پہلے مصافحوں میں یہ بات کبھی نہیں دیکھی تھی۔

حضرت قدس سرہٗ سے آخری مصافحہ کے ایک ماہ بیس۲۰ دن بعد حضرت کا وصال مبارک ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

راولپنڈی میں حضرت شیخ کے طرز کا رمضان

راولپنڈی کے رمضان ۱۴۰۱ھ کا مفصل حال تو اوپر آچکا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد ۱۴۰۲ھ کا رمضان خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس میں حضرت صوفی صاحب پہلی مرتبہ شرکت کیلئے راولپنڈی تشریف لائے اور پورے ماہ مبارک ہماری مسجد صدیق اکبر میں معتکف رہے، حضرت صوفی صاحب نے رمضان المبارک راولپنڈی میں گذارنے کا فیصلہ اپنے شیخ کے طریق پر مسنون استخارے کرنے اور حضرت شیخ کے محبوب مجاز مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی زید مجدہٗ سے روضۂ اطہر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ہی کیا تھا۔ یہ گویا ایک طرح کا اشارہ غیبی تھا۔ جس کی برکات اور واضح اثرات ہمیں اس اعتکاف میں نظر آئے، خاصی تعداد بعیت ہونے والوں اور ذاکرین کی تھی، ذکر کی گونج سے مسجد صدیق اکبر ایک مستقل خانقاہ بنگئی اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کا ایک کشف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کے مطابق "تجلی گاہِ حق" نظر آنے لگی۔

رمضان ۱۴۰۳ھ ۱۴۰۴ھ حضرت صوفی صاحب نے راولپنڈی میں ہی گذارے جس میں سینکڑوں خوش نصیب شریک ہوتے رہے اور ہر سال تعداد بڑھتی ہی رہی۔

۱۴۰۵ھ کا رمضان راقم نے راولپنڈی میں گذارا جب کہ حضرت صوفی صاحب نے جامعہ خیرالمدارس ملتان کی مسجد میں اعتکاف کیا جس میں سو سے زیادہ حضرات نے شرکت کی اور بہت سے اہلِ علم بزرگ بھی ان سے بعیت ہوئے۔

اس ناکارہ کو اجازت تحریرًا ملی ہے۔ اجازت کے خط ملنے سے قبل بندہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ:

"سید الاوّلین والآخرین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی حضرت مرشدی شیخ نوراللہ مرقدہم (جن کے ساتھ چند دوسرے حضرات بھی تھے) سے فرما رہے ہیں کہ ہم ان سے (مراد احقر ہے) راضی ہیں۔"

اس خواب کے چند ہی روز بعد اجازت کا والا نامہ آیا۔ میرا خواب تعبیر کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں بعد میں پہنچا تھا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بجنوری زید مجدہم

اسم گرامی

(مولانا) عبدالرحیم (صاحب) ابن شیخ رفیع الدین صاحب موضع تھےپور ڈاکخانہ راجو پور ضلع بجنور (یوپی)۔

ولادت طفولیت تعلیم

تاریخ پیدائش محرم ١٣٣٤ھ گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ اپنے تائے میاں جی امین الدین صاحب سے پڑھا جو حضرت قاضی اسماعیل صاحب منگلوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے حفظ حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سہارنپور جامع مسجد سے کیا قراءت سبع و عشرہ قاری عبداللہ صاحب مرادآباد شاہی مدرسہ میں پڑھی ابتدائی عربی شرح جامی تک نہٹور میں حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ سے پڑھی۔ متوساط مختصر المعانی سے جلالین شریف تک مرادآباد مدرسہ شاہی اور مشکوٰۃ شریف ہدایہ آخرین وغیرہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی دورۂ حدیث کی تکمیل ١٣٥٩ھ میں مرادآباد شاہی مدرسہ میں شیخ الحدیث مولانا فخرالدین احمد صاحب وغیرہ سے کی۔

تدریس و تعلیم

فراغت کے فوراً بعد دہامپور میں قرآن پاک حفظ و تجوید بمشاہرہ دس۱۰ روپے حضرت شاہ محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر تقرر ہوا۔ تین سال کے بعد مستقل عربی اور سبع قرأت کا درس شروع کردیا تقریباً بائیس۲۲ سال دہامپور اور بائیس سال ہی نجیب آباد میں درس نظامی کی خدمت کرتا رہا

ابتداء سلوک

احقر نے زمانہ طالب علمی سے عارف باللہ حضرت شاہ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تقریباً ٦٣ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی مگر تعلیمی اور دیگر ملّی خدمات، سیاسی و مذہبی مصروفیات کی بناء باقاعدہ سلوک کے مراحل طے نہ کرسکا یہاں تک کہ حضرت شیخ الاسلام

رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

حضرت شیخؒ سے تعلق

چونکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے احقر اپنے حفظ کے زمانہ ہی سے واقف اور مانوس تھا۔ حضرت نے اس زمانہ میں احقر کا حفظ کا امتحان بھی متعدد مرتبہ لیا اور مدرسی کے زمانے میں متعدد مرتبہ حضرت سے شرف ملاقات حاصل ہوتا رہا اور حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی اتفاق متعدد مرتبہ ہوا حضرت نے انتہائی شفقتوں سے خادم کو نوازا نیز طالب علمی کے زمانہ میں حضرت شاہ محمد یٰسین صاحب نے بھی حضرت سے استفادہ کے لئے ارشاد فرمایا نیز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حضرت سے جس درجہ کا تھا وہ بھی احقر کے علم میں تھا اور بعض دوسری وجوہ بھی تھیں جن کی بناء پر حضرت مدنی کی وفات کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت میں حضرت مدنیؒ سے تعلیمی انہماک اور ضعفِ دماغ کی وجہ سے باقاعدہ سلوک کی تکمیل نہ کرسکا لہٰذا حضرت والا خادم کی طرف سے توجہ فرمائیں۔

حضرت مدنیؒ کے لوگوں کو بعیت نہ کرنا

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا میں حضرت مدنی کے لوگوں کو بیعت تو کرتا نہیں ہوں البتہ رجوع فی التعلیم کے لئے تیار ہوں مگر بہتر یہ ہے کہ حضرت ہی کے خلفاء میں سے کسی کی طرف رجوع کیا جائے نیز فرمایا کہ تعلیمی مصروفیات اور ضعفِ دماغ میں تو اضافہ ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت سلوک کی تکمیل تو ضرور کرنی ہے اور حضرتِ والا ہی سے کرنی ہے حضرت نے بڑی شفقت و عنایت سے احقر کو ذکر کی تعلیم فرمائی، پھر تو حضرت کی برکت اور توجہ سے اور شفقتوں سے باوجود تعلیمی انہماک اور دوسری ملّی مصروفیات اور ضعفِ دماغ کے خادم نے سلوک کے سلسلہ میں خوب کام کیا اور نہ معلوم وقت میں اتنی برکت ہوئی کہ مجھے حیرت معلوم ہوتی تھی یہ سب حضرت کی کرامات تھیں۔

حضرت کی شفقتیں

حضرت کی جہاں خصوصی شفقتِ روحانی اور عنائتیں خادم پر بے پایاں رہی ہیں متعدد مرتبہ کچھ کتابیں اور ایک مرتبہ اُونی چادر عنایت فرمائی نیز جب اپنے بعض خلفاء کو اپنی اپنی جگہ اعتکاف کرنے کا حکم دیا تو خادم کو بھی بہت تاکید سے حکم فرمایا تھا، چنانچہ اس وقت سے خادم برابر نہٹور والوں کی طلب پر نہٹور میں رمضان گذارتا رہا اس زمانہ میں بھی حضرت سہارنپور سے مدنی کھجوریں بھجواتے رہے مدینہ منورہ کے قیام میں کھجوروں کا حلوہ بھی بعض حجاج کے ذریعے ارسال فرمایا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا اندازِ تربیت احقر کے ساتھ بہت مشفقانہ رہا البتہ یاد پڑتا ہے کہ ایک طویل خط پر قدرے ناخوشگواری کا اظہار فرمایا تھا خط کے طویل ہونے کی وجہ سے، باقی کبھی شفقتوں و عنایتوں کے خادم کے ساتھ دوسرا معاملہ نہیں کیا۔

آرام اور معراج

تقریباً دس بارہ سال کی بات ہے جب احقر رمضان شریف حضرت کے یہاں ہی گذارتا تھا حضرت نے خادم کو دو مرتبہ تلاش کرایا ایک مرتبہ جب مجھے اس کا علم ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو بڑی شفقت سے فرمایا مولوی صاحب میں نے دو مرتبہ آپ کو تلاش کرایا ایک مرتبہ تو آرام میں تھے دوسری مرتبہ آپ معراج میں تھے پھر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا نماز مومن کی معراج نہیں ہے پھر فرمایا کہ کیا نظام ہے۔ خادم نے مکان جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا اب تو جاؤ مگر رمضان کے بعد اطمینان سے تین چار روز کے قیام کے ارادہ سے آجانا۔

خلافت

خادم حسب الارشاد حضرتِ والا عید کے چند یوم بعد حاضرِ خدمت ہوا ملاقات پر فوراً اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم دیا دو روز تک برابر حضرت خادم کو بلا کر کیفیات و حالات معلوم فرماتے رہے تیسرے روز عشاء کے بعد بلا کر مسجد ہی میں فرمایا۔

اجازت کے بارے وارد قلبی پر عمل

کہ مولوی صاحب رمضان میں میں نے اسی لئے آپ کو بار بار بلایا تھا اور طبیعت میں تقاضا

تھا کہ میں آپ کو اجازت دوں لیکن جب اتفاق سے آپ نہ ملے تو پھر میں نے خیال کیا کہ ابھی اور پختگی ہونے دو اب چونکہ میں حجاز جا رہا ہوں لہٰذا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ پھر بڑی شفقت کے ساتھ دعا دے کر خادم کو اجازت فرمائی نہ معلوم حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم صاحب کو کس طرح علم ہوا کچھ ہی دیر کے بعد ہمارے مولانا وقار علی صاحب مدرّس مدرسہ مظاہر علوم نے حضرت ناظم صاحب کی طرف سے آکر مبارکباد دی۔

تبلیغ میں تعاون کی تلقین

تبلیغ کے سلسلے میں حضرت والا نے میرے ابتدائی تعلق میں اس طرف توجہ دلائی تھی لیکن بعد میں چونکہ حضرت نے میرے تعلیمی اور دوسری مصروفیات دینی دلی کی وجہ سے کبھی تبلیغ میں کام کرنے کے لئے نہیں فرمایا البتہ اپنی جگہ رہتے ہوئے لوگوں کو تبلیغ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ضرور فرمایا تھا۔

احقر کا نکاح فراغت کے سال ۵۸ھ میں اپنے وطن میں ہوا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں جن کا عقد ہو چکا ہے، لڑکا مولوی محمد قاسم سلمہٗ حافظ قاری دارالعلوم سے فارغ اور تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت شیخ سے بیعت بھی ہیں، احقر کے وطن میں الحمدللہ دینی ماحول علماءِ دیوبند سے وابستہ بحمدللہ بستی میں متعدد حفاظ و قراء اور عالم موجود ہیں حضرت قاضی اسماعیل صاحب منگلوریؒ کا فیض قاضی صاحب کے زمانے میں کافی لوگ وابستہ تھے۔ اس کے بعد کچھ حضرات شاہ محمد یٰسین اور حضرت مدنی اور حضرت شیخ سے وابستہ ہیں۔ باقی علاقہ میں بحمدللہ بہت بڑی اکثریت اپنے ہی مسلک کی ہے ماشاء اللہ ماحول اچھا ہے۔

حضرت مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی اسماعیل حسین بھیکھا بمقام کچھولی۔ وایا۔ املساڑ۔ ضلع بلسار گجرات۔ ہند۔

ولادت و بچپن و تعلیم ٢٧-٤-١٩٤٣ بچپن کا دور کچھولی میں گزرا۔ ناظرہ وہیں ختم کیا اور اردو کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی۔ اس کے ساتھ پرائمری اسکول میں گجراتی کی تعلیم ہوتی رہی۔ اس کے بعد ڈابھیل کے جامعہ میں اردو دینیات میں داخلہ ہوا۔ اور ہدایہ تک وہاں پڑھکر ۱۶ر شوال ۸۲ھ کو دیوبند کے لئے سفر کیا لیکن وہاں طبیعت نہ لگنے کی وجہ سے ۸۲-۱۱-۱۹ مطابق ۱۴ر اپریل ۶۳ء کو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم میں مشکوٰۃ شریف جلالین شریف۔ شرح عقائد خیالی میں داخلہ لیا۔ اور اسی کے کچھ دن بعد سے حضرت اقدس کی عصر بعد خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ دورۂ حدیث ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء میں پڑھا اور اس کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

کتاب	نمبر
بخاری شریف	۲۱
مسلم شریف	۱۸
ترمذی شریف	۱۹
ابوداؤد شریف	۱۵
طحاوی شریف	۲۱
نسائی شریف	۲۰
ابن ماجہ شریف	۱۸
موطا محمد	۱۸
ومالک شریف	۱۸
شمائل۔	۱۸

اوّل نمبر پوری جماعت میں ہونے کی وجہ حسب دستور مدرسہ سے ۱۰ر روپے اور پورے مدرسہ میں بھی اوّل آنے پر مزید ۵ روپے انعام ملے۔

مفتی محمود صاحب رح کی خدمت میں حضرت اقدس کی رہنمائی پر افتاء کی تجویز ہوئی اور حضرت ہی نے حضرت مفتی محمود صاحب کی خدمت میں بھیجنے کا فیصلہ فرمایا ان دنوں حضرت مفتی صاحب دیوبند تشریف لائے تھے اس لئے وہاں جاکر داخلہ لے کر تمرین کا ارشاد فرمایا بلکہ حضرت ہی نے

خصوصی توجہ کی اور حضرت مفتی صاحب کو فہمائش کی، چنانچہ ۱۳۸۶ھ میں تمرین افتاء سے فراغت ہوئی اور حضرت ہی کے ارشاد سے حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مدظلہٗ نے ڈابھیل کے جامعہ میں نائب مفتی کی حیثیت سے تقرر کروایا اور ابتک وہیں پڑا ہوا امور مفوضہ میں مشغول ہوا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حضرت کی خدمت مظاہر میں داخلہ کے بعد دوسرے گجراتی طالب علموں کے ساتھ عصر کی مجلس میں شرکت کے لئے جاتا تھا حضرت سبق پڑھاکر عصر کی نماز مدرسہ قدیم میں پڑھکر تشریف لاتے تھے اس وقت خود سہارے سے چلتے تھے کچے گھر میں پیشاب اور وضو فرماکر کچھ دیر تیل کی مالش کے بعد مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ ایک دن موقعہ دیکھکر میں بھی خادموں کے ساتھ چلاگیا۔ حضرت کی نظر پڑتے ہی پوچھا کون؟ کسی نے جواب دیا ایک سورتی نیا طالب علم ہے۔ میں پنکھا جھلنے لگا۔ حضرت نے پانی نوش فرماکر مجھے دینے کے لئے ارشاد فرمایا اور دعائیں دیں اس طرح خدمت شروع ہوئی۔

بیعت اور اس کے تقریبًا چھ ماہ بعد حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت طے فرمایا چنانچہ غالبًا ۲ر ربیع الاول ۸۲ھ کو بیعت ہوا تھا۔ فراغت کے بعد جب ڈابھیل میں مدرس ہوگیا تو اس وقت بہت خوب خط وکتابت رہی ہر خط میں کوئی خاص نصیحت اور کام کی باتیں ہیں جو میرے پاس بتعداد ۲۵۸ مکتوبات کی شکل میں محفوظ ہیں مولانا شاہد سہارنپوری صاحب نے اس میں سے بہت سوں کو نقل بھی کیا ہے۔

مدرسہ کے قوانین کی خلاف ورزی پر ناراضگی حضرت کی طرف سے اپنی کوتاہیوں پر متعدد مرتبہ ڈانٹ بھی پڑی جن میں تین بہت سخت تھیں۔ ایک مرتبہ تو جب میں مشکوٰۃ میں تھا خدمت میں لگے زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا اور مظاہر میں بھی داخلہ لئے زیادہ وقت نہیں گزرا کہ رات کو شہر میں کسی عالم دین کی تقریر تھی وہ سننے چلے گئے۔ واپسی جب ہوئی تو دار الطلباء کا دروازہ بند تھا تقریبًا ۵، ۷ طالبعلم تھے اس لئے کواڑ تو ناظم صاحب نے کھلوا دیئے مگر سب کے نام لکھ لئے

اور صبح حضرت کی خدمت میں مدرسہ کے قانون کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے شکایت پہنچی عصر کے وقت پہلے سے مسجد دفتر میں جاکر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت درس بخاری سے دار الحدیث میں سے فارغ ہوکر تشریف لاتے تھے اس وقت تک اس مسجد میں بجلی کا پنکھا نہیں لگا تھا اس لئے ہاتھ سے پنکھا کرنے کا موقعہ ملتا تھا آج جب پنکھا کرنے لگا تو حضرت نے صرف داہنے ہاتھ کے اشارہ سے روک دیا۔ دل میں کھٹکا تو ہوا کہ ناراض معلوم ہوتے ہیں مگر یہ خیال ہوا کہ شاید آج پنکھے کی ضرورت نہ ہو۔ عصر سے فراغت کے بعد حجرہ میں تشریف لے گئے اور وضو کے لئے پانی ڈالنے لگا تو ڈانٹ پڑی اور سختی سے روک کر فرمایا کہ جو شخص مدرسہ کے قانون کی خلاف ورزی کرے میں اس سے اپنی خدمت نہیں لیتا۔ اور باہر نکالدیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ خوب رویا تو صرف مجلس میں حاضری کی اجازت ہوئی کئی دنوں تک روتا اور معافی مانگتا رہا تب جاکر معافی ہوئی لیکن الحمدللہ اسی دن سے مدارس کے قانون کی پابندی کرنا اور احترام کرنے کا ایسا ملکہ ہوگیا کہ گویا طبیعت ثانیہ ہوگئی۔

مادّی عطایا

لنگی اور مالی عطایا بھی وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے تھے۔ درس میں اسی طرح دس محرم کو ہر ایک دورہ کے طالب علم میں سے جو روزہ سے ہوا اہتمام سے حضرت عنایت فرماتے رہتے تھے وہ تبرکات تقریباً ۲۵-۳۰ روپے کی شکل میں بندہ کے پاس محفوظ ہیں۔

خلافت

سہارنپور س ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۲۰ ر دسمبر ۱۹۶۸ء بوقت سحر ۴ بجکر ۴۵ منٹ پر بھائی الحاج ابوالحسن صاحب اچانک بلانے آئے اور ساتھ میں مولانا احسان الحق ساکن رائے ونڈ مدرس مدرسہ عربیہ بھی تھے۔ ہم دونوں کو ساتھ میں بٹھا کر حضرت نے اپنے شیخؒ کا عطا کردہ عمامہ اپنے سر پر رکھوا کر دو عدد مصلے نکلوائے۔ پہلا بندہ کو اور دوسرا مولانا احسان صاحب کو دیکر اجازت مرحمت فرمائی۔

متعدد مرتبہ روک کر بھٹمٹی، جامعہ ڈابھیل میں رمضان گزارنے کے لئے ارشاد فرمایا چنانچہ تعمیل کی گئی چنانچہ سب سے پہلے ۱۳۹۱ھ میں ڈابھیل جامعہ میں گزرا۔

حضرت مولانا عبد الجبّار الاعظمی

شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی زید مجدہم

وطن اور خاندان

آپ حاجی عبد الرشید صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ قصبہ پورہ معروف میں ۱۹۰۷ میں پیدا ہوئے۔ اور "پورہ معروف" ضلع اعظم گڑھ کا مشہور و معروف قصبہ جو اعظم گڑھ سے تقریباً ۲۰ ر کلومیٹر جانب مشرق دریائے تونس کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کی کل آبادی کا تخمینہ کم و بیش دس ہزار ہے اس قصبہ کی شہرت کسی صنعت آثار قدیمہ یا عجائبات روزگار کی وجہ سے نہیں بلکہ ان علوم نبوی ؐ کے حاملین اور کلام الٰہی کے حافظین کی وجہ سے ہے جن سے اکناف عالم میں علمی مراکز اور دینی درس گاہیں آباد ہیں۔

"پورہ معروف" میں قابل شمار دو ادارے ہیں جو "مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم" اور "مدرسہ معروفیہ" کے نام سے موسوم ہیں۔ مقامی تقریباً سبھی علماء فضلاء حفاظ و قراء انہیں دو اداروں کے فیض یافتہ ہیں۔ اعظم گڑھ کے قصبات اور قرب و جوار میں علوم دینیہ سے وابستگی، علم دوستی اور ادب نوازی کے اعتبار سے اتنا زرخیز کوئی قصبہ نہیں ملتا۔ جہاں گھر گھر عالم و فاضل، حافظ و قاری نظر آتے ہوں "مشاہیر پورہ معروف" میں علماء و فضلاء حفّاظ و قراء کی فہرست دیکھی جاسکتی ہے۔

انہیں علماء ربانیین کی محنت و کاوش سے وہاں کا ماحول آج بھی انتہائی پاکیزہ اور شستہ ہے، وضع قطع، رہن سہن، لباس و پہناوا۔ معاشرت و معاملات میں اسلامی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

کہا جاسکتا کہ آپ کا نسبی تعلق کسی قوم اور خاندان سے ہے البتہ موجودہ قرابت داریوں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آپ انصاری خاندان سے ہیں۔

زمانۂ طالبعلمی اور واقعہ زہر

آپ کے سب سے پہلے استاد حافظ عبد القادر صاحب ہیں جن سے آپ نے کلام اللہ پڑھا پھر مدرسہ معروفیہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے شرح وقایہ تک تعلیم حاصل کی۔ اس

کے بعد احیاء العلوم مبارکپور چلے گئے۔ وہاں ایک سال سے زیادہ رہ کر سال کے باقی ایام دارالعلوم مئو میں گزارے پھر علمی جستجو اور لگن نے شوال ۱۳۴۵ھ میں آپ کو کشاں، کشاں مظاہر علوم سہارنپور پہونچادیا۔ آپ چار سال وہاں زیر تعلیم رہے۔ شعبان ۱۳۴۸ھ میں فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۹ھ میں فنون کی تکمیل کی فراغت کے سال آپ کے ساتھ زہر خورانی کا واقعہ پیش آیا۔ آپ شروع ہی سے محنتی اور اساتذہ کی نگاہوں میں سعادت مند واقع ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کے ہمنشینوں اور درسی ساتھیوں میں حسد و رشک حسب ظرف پیدا ہوگئے اتفاقاً اواخر سال میں آپ تپ کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آپ کے لئے دوا لینے چلے گئے۔ اسی اثناء میں آپ کے ایک ساتھی نے دوا کے نام پر زہر قاتل کی ایک پڑیا پیش کی اور کہا کہ آپ کے بھائی نے دیا ہے۔ آپ نے دوا سمجھ کر استعمال کر لیا۔ نتیجہ ظاہر تھا مگر قدرت کی شان رحیمی دیکھئے کہ آپ کو فوراً استطلاق بطن میں مبتلا کر کے اس سم قاتل کے مہلک انجام سے بچالیا۔ پھر بھی اس کے اثر سے آپ کی صحت غیر ہوگئی آپ کے برادر بزرگ نے زہر دینے والے شخص کو بہت جاننے کی کوشش کی لیکن آپ نے خلاف مروت سمجھ کر بتانے سے انکار کر دیا اور کہا۔ اگر میرے مقدر میں شہادت ہے تو شہید ہوجاؤں گا نام نہیں بتاؤں گا۔ بہرکیف اس وقت علاج ومعالجہ سے کچھ افاقہ تو ضرور ہوگیا تاہم آپ نے دورۂ حدیث شریف کا امتحان اسی حالت میں دیا۔

اصل وطن

آپ کا اصل وطن بھیٹی کے قریب ہے جو مغلسرائے کے اطراف میں واقع ہے۔ وہاں کے راجہ کے مظالم سے تنگ آکر آپ کے پردادا نے بھیٹی کو خیرآباد کہہ دیا۔ اور شیخ معروف بابا کے پورہ "پورہ معروف" میں سکونت اختیار کی۔

انقلاب ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے شہروں اور بستیوں کو تاراج اور برباد کرنا شروع کیا انسانیت دم توڑنے لگی اور ہندوستان زبان حال میں ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ کی کہانی سنانے لگا تو وہ لوگ جو لوگ حریت پسند تھے اور جن کے سینوں میں ملک وملت کا سوز تھا۔ کفن بردوش ہوکر میدان میں نکل آئے جس کے صلے میں یا تو انہیں دار ورسن کو گلے لگانا پڑا یا گمنامی کی زندگی بسر کرنی پڑی۔

آپ کے پردادا بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جن کے دل ودماغ میں قوم اور وطن کی محبت کا سودا تھا۔ اور جو گیسوئے وطن کو سنوارنے کے لئے ہر طرح کا ایثار اپنا ملکی فرض سمجھتے تھے۔ جب ہر سُو انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند ہوا۔ اور مضافات اعظم گڑھ میں بھی انگریزوں کے خلاف تحریکیں چلیں تو آپ کے پردادا بھی اس میں شریک رہے وقت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ شہید ہوئے یا پھانسی دے دی گئی یا مشق ستم بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گردش وقت کی بھیڑ میں کھو گئے۔

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

جب ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ فرو ہوا۔ اور انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح تسلط واقتدار قائم ہوگیا۔ تو برطانوی جاسوسوں نے بھیٹی کی املاک وجائداد کے ذریعے آپ کے خاندان کا پتہ لگانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن آپ کے خاندان والوں نے اپنے آپ کو اس طرح چھپایا۔ کہ حکومت بھی اس کا سراغ لگانے میں کامیاب نہ ہوسکی اس وقتی مصلحت نے آپ کے خاندان ونسب کو آشکارا نہ ہونے دیا۔ جس کی وجہ سے آج وثوق کے ساتھ کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔

زیارت وملاقات

شوال ۱۳۴۵ھ میں آپ بغرض تحصیل علم مظاہر علوم سہارنپور پہونچے اور اس گہوارۂ علم وادب میں مشفق اساتذہ کے زیر سایہ علمی شہپاروں سے دامن مراد بھرنا شروع کر دیا لیکن اس وقت تک آپ کو اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا صرف موقعہ ہی مل سکا تھا وقت گزرتا گیا۔ حضرت شیخ حسب معمول اپنی مربیانہ شفقت کی وجہ سے تحقیق کرتے رہے کہ موقوف علیہ میں کون کون طالب علم ذی استعداد ہیں اس دریافت کے نتیجہ میں حضرت کو آپ سے قدرے واقفیت ہوگئی۔ شب وروز گزرتے رہے یہاں تک کہ سہ ماہی پھر اس کے بعد ششماہی امتحان کی ساعت بھی آپہونچی۔ امتحان کے پرچے جمع کئے جارہے تھے۔ حضرت بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مشکوٰۃ کا پورا پرچہ دیکھا اور یہی امتحان کا پرچہ ابتداءً محبت وشفقت کے لئے سلسلۃ الذہب ثابت ہوا۔ حضرت نے مولانا محمد یامین صاحب مدظلہ کے ذریعہ جو آپ کے ہم سبق تھے۔ اور آج کل مکہ معظمہ میں

سکونت پذیر ہیں آپ کو اپنے گھر بلایا اور فرمایا سُنا تو پہلے بھی تھا مگر یہ پرچہ دیکھ کر تم سے
تعلق ہوگیا۔ یہ آپ کی پہلی اور خصوصی ملاقات تھی پھر آپ گاہے گاہے حضرت کی خدمت
اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت نے فرمایا کہ میرے چاہنے کے لئے وجیہہ
وشکیل ہونا ضروری نہیں۔

صدرا، خیالی دیوان متنبی، دیوان حماسہ وغیرہ، پڑھیں۔ پھر حضرت تھانوی رح کے
اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری بھی وہاں موجود تھے۔ یہ تینوں
حضرات آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ان بزرگوں سے استفادہ اور خدمت کا
موقعہ حضرت شیخ سے پہلے ملا جس کی وجہ سے ابتداءً بیعت کا خیال حضرت تھانوی رح سے ہوا۔
تھانہ بھون حضرت تھانوی رح کی مجلس میں دو مرتبہ حاضر ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مگر اس
خیال سے کہ آپ طلبہ کو بیعت نہیں فرماتے ہیں۔ اس لئے بیعت کی درخواست نہ کر سکے۔
حضرت شیخ رح کے یہاں اس وقت تک بیعت کا سلسلہ عام نہیں ہوا تھا۔ نیز حضرت نے
ابتداءً اجازت وخلافت کو پوشیدہ رکھا۔ اس لئے تعلق کے باوجود بھی بیعت کے لئے
آپ کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی جب تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا تو زہر کے اثرات کی وجہ سے
گھر جانا پڑ گیا اور کسی سے بیعت شرف حاصل نہ ہو سکا۔ گھر پہونچنے کے بعد جب بیماری سے
نجات ملی۔ اور حالت سازگار ہوئے تو آپ ضلع دیوریا کے ایک دیہات میں مدرس ہوگئے۔
آپ وہاں تقریبًا چھ برس رہے اس اثناء میں حضرت تھانوی رح دنیا سے رحلت فرما چکے
تھے۔ قلتِ مشاہرہ سہارنپور حاضر ہونے سے مانع تھا۔ تاہم یہ بات ذہن میں نہ آسکی
کہ خط کے ذریعہ بھی بیعت ہو سکتی ہے۔ اس دوران یہ کبھی کبھی یہ خیال تو ضرور ہوا کہ حضرت مدنی رح
سے بیعت ہو جائیں کیونکہ شیخ الاسلام رح کا سفر اکثر وبیشتر ان علاقوں کا ہوا کرتا تھا۔ مگر آپ کا
یہ خیال بھی تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

جب آپ ڈابھیل مدرس بن کر گئے اور وہاں سے وطن واپسی ہوئی تو پہلے حضرت رح کی
ملاقات کے لئے سہارنپور پہونچے۔ حضرت سے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔
خواب اچھا ہے۔ مبارک ہے کسی سے بیعت ہو جاؤ، چونکہ آپ کو حضرت شیخ رح سے گہرا

لگاؤ اور تعلق تھا۔ اس لئے آپ سے بیعت ہو گئے اب یہیں سے آپ کی زندگی کا ایک نیا دور
شروع ہوتا ہے۔

خلافت واجازت

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ تھا۔ آپ آنند سے
سہارنپور پہنچے۔ تقریبًا ایک ماہ قیام رہا اس وقت تک
مہمانوں کی تعداد بہت کم ہوا کرتی تھی۔ جب آپ اٹھائیسویں شب میں سہارنپور سے آنند روانہ
ہونے لگے۔ تو حضرت نے بعد عشاء آپ کو بلایا۔ اور خلافت کا تاج (ٹوپی) آپ کے سر پر رکھا۔
ذمہ داریوں کے احساس نے آپ پر رقت طاری کر دی آپ مہمان خانہ میں تشریف لائے
اور سامان سفر درست کرنے لگے کسی سے اپنی کامیابی کا تذکرہ بھی نہ کیا جس کی وجہ سے خود
حضرت شیخ رح نے آپ کے متعلق اجازت کا تذکرہ لوگوں سے فرمایا۔

ہدایات واصلاحات

بیعت وارادت خلافت واجازت کی وجہ سے جو تعلق ہوجاتا
ہے وہ ہمہ وقت ہدایات واصلاحات کا محتاج رہتا ہے۔
اور انہیں ہدایات واصلاحات کی وجہ سے اس تعلق کو غذا ملتی ہے۔ اور پھر اس غذا کے ذریعہ
سالکانِ طریقت کے دل و دماغ تجلیاتِ الٰہی کا مظہر بنتے ہیں ظاہری اور باطنی ہر طرح سے
دل ودماغ کو پاکیزگی اور جلاء حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ ہر دم حضرت شیخ کی توجہات آپ کے ساتھ رہیں اور ابتداءً اصلاحی وتربیتی
خطوط بھی بہت آتے رہے۔ جن میں علمی مسائل اور سلوک وتصوف پر مفید مضامین بھی ہوتے
تھے۔ مگر افسوس! ان خطوط کے ساتھ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ آپ جب ڈابھیل سے روانہ ہونے
لگے تو ایک طالب علم نے ردّی کاغذوں کے ساتھ ان خطوط کو بھی تالاب میں ڈال دیا۔ اور
اس طرح حضرت شیخ کے ان گرانمایہ ابتدائی مکتوبات سے تہی دامن ہو جانا پڑا۔ البتہ بعد کے
مکتوبات جو محفوظ رہ گئے ان میں سے بعض مفید خطوط آئندہ صفحات پر نقل کئے جائیں گے۔

یہاں ایک اصلاحی واقعہ نقل کیا جا رہا ہے۔ جس نے آپ کے نظامِ حیات کو بدل کر رکھ
دیا۔ تاراپور گجرات کے ایک پابند صوم وصلوٰۃ تہجد گزار شخص نے خواب میں دیکھا کہ
آپ تاراپور کی جامع مسجد میں ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عرب شخصوں کے ذریعہ

آپ کے لئے عبا بھیجا ہے آپ نے وہ عبا لے کر زیب تن فرمالیا اور قوم کی تبلیغ کے لئے چلے گئے۔

کبر کا علاج

تارا پور کے ان صاحب نے آپ کو خط لکھا۔ جس میں ایک دو جگہ انہوں نے آپ کو "حضرت" لکھا تھا اس کے علاوہ اور دوسری باتیں بھی تھیں آپ نے خط کی بعینہٖ کچھ عبارت لکھکر حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجدیا۔ مگر یہ خیال رہا کہ خواب کی بات ہے اس لئے عبارت میں تغیّر اچھا نہیں۔

حضرت شیخؒ نے اس کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں انہوں نے بھی دو چار جگہ "حضرت" لکھا۔ اور یہ بھی رقم فرمایا کہ "مجھے تعجب ہے کہ تم نے اپنے قلم سے اپنے آپ کو حضرت کیسے لکھا؟" اس تحریر کا آپ پر یہ اثر ہوا۔ کہ روز بروز آپ کو اپنی کم مائگی کا احساس ستاتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ سیہ کار لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن جب حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے کہا۔ کہ تفاول بھی کوئی چیز ہے۔ تو آپ نے اپنے آپ کو "ناکارہ" لکھنا شروع کر دیا۔

مگر کوتاہی کا احساس تو برابر بڑھتا ہی رہا۔ اور اکثر خدا سے دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ ظاہری تکمیل تو ہوگئی، حقیقی تکمیل آپ فرما دیجئے۔ کیونکہ میں تو کسی لائق نہیں میرا سجدہ بھی قابل قبول نہیں آپ ہی اپنے فضل و کرم سے قبول کر لیجئے۔ ابتداءً آپ حضرت شیخؒ کے سامنے بیٹھا کرتے تھے۔ مگر آپ پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ شیخ محترم کے روبرو ہونے کی تاب بھی نہ رہی۔ پورے رمضان آپ کے پاس نہ جاتے اس خیال سے کہ حضرت کا فیض تو تمام معتکفین کو بے حساب پہنچ رہا ہے کہیں میری قربت سے آپ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ مولانا منور صاحب مدظلہٗ اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب آپ کو قریب بیٹھنے کے لئے اشارہ بھی کرتے مگر آپ کو ہمّت نہ ہوتی ایک مرتبہ آپ نے مولانا سلیمان صاحب سے کہا کہ بعض لوگ اَللہُ اَللہُ ذکر کرتے ہیں اور بعض اَللہٗ اَللہٗ کہتے ہیں یعنی ضمّہ معروف اور ضمّہ مجہول میں کیا فرق ہے انہوں نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا۔ حضرت شیخ سمجھ گئے کہ یہ ان کا سوال نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے معلوم کیا کس نے پوچھا ہے۔ انہوں نے آپ کا نام بتا دیا۔ فوراً حضرت نے آپ کو طلب کیا۔ اور ہنس کر فرمایا "ہماری تمہاری کب سے لڑائی ہوگئی ہے۔ کہ تم نے خود نہیں پوچھا۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہمّت نہیں

ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے دونوں کے درمیان وجہ فرق بتایا کہ ضمّہ مجہول کے ساتھ مبتدی لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کا دل تعلقات میں گھرا ہوا ہو۔ اور ضمّہ معروف ازدیادِ محبت و شوق کے لئے ہے جو تعلقات سے مُستغنی ہیں۔

بہرکیف حضرت کی اس کریمانہ گفتگو کے بعد بھی احساس کوتاہی ہمہ وقت رہا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت نے آپ سے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب اور مولانا منور صاحب کے ساتھ تم بھی آجایا کرو، بار بار نام لے کر بلانا اچھا نہیں ہے ایسے ہی زمانہ اعتکاف میں روزانہ دس بجے مولانا عبید اللہ صاحب کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ کبھی کبھی آپ کی بھی باری آجاتی تھی۔ ایک مرتبہ حسبِ دستور مولانا منور صاحب نے آپ سے فرمایا کہ آج تم کو تقریر کرنا ہے مگر کم مائگی کا احساس تقریر سے مانع رہا اور آپ نے تقریر نہ کی۔ حضرت شیخ نے مولانا منور حسین صاحب سے فرمایا کہ فلاں نے تقریر کیوں کی۔ عبدالجبار سے کیوں نہیں کہا۔ تو انہوں نے جواباً عرض کیا میں نے کہا تو تھا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا میں گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں مغرب کے بعد کھانے میں حضرت شیخ نے آپ کو بلایا۔ اور اپنے ہاتھ سے روٹی دی اور روٹی پر بوٹی دی اور فرمایا کہ تم گمنام رہنا چاہتے ہو۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی نام و نمود اچھی چیز نہیں ہے۔

چند واقعات

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران حضرت نے کچھ سُنانا چاہا۔ لوگ متوجہ ہوگئے حضرت نے فرمایا۔ کھانا بند کر کے مت سنو، کھانا بھی کھاتے رہو۔ اور میری بات بھی سنتے رہو پھر یہ قصہ سُنایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے زار و قطار بے اختیار رو رہا ہے مگر جب میں نے اس کے دل کی طرف توجہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل خدا کی طرف ایک منٹ کے لئے بھی متوجہ نہیں ہے۔ پھر وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ انگور کی ایک ٹوکری لئے صبح سے شام تک بیچتا رہا۔ اس کے دست و پا اور زبان تو خرید و فروخت میں مشغول ہیں۔ لیکن جب میں نے اس کے دل میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ اس کا دل ایک سیکنڈ کے لئے خدا کی طرف سے غافل نہیں۔ اسی طرح سے میری باتیں بھی سنتے رہو۔

اور کھاتے بھی رہو۔ ہمارے شیخؒ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد یہ بیان کیا۔ کہ حضرت نے اس میں تصوف کے ایک بڑے اہم راز کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی کو کہتے ہیں "خلوت در جلوت" کہ آدمی مجمع میں بھی رہے۔ اور دل خدا کے ذکر سے غافل بھی نہ ہو ؎
"در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق" اکابر کے حالات میں اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔
کھانا کا دوسرا واقعہ ...... اور

يتنازعون فيها كأسًا کی تفسیر

آپ کی زندگی کے ابتدائی زمانے کچھ عسرت سے بھی دوچار رہے ہیں جس کی وجہ سے آپ بادل ناخواستہ مقروض بھی ہو جاتے تھے یہ انہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت نے آپ سے فرمایا۔ جب تک قرض ادا نہ ہو جائے میرے پاس نہ آنا۔ حضرت مدنیؒ ٹانڈہ میں رمضان گزارتے ہیں ان کی خدمت میں رہنا۔ اس ہدایت کے ساتھ حضرت مدنیؒ کے نام رقعہ بھی تحریر فرمایا۔ جب آپ حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے شیخ محترم کا رقعہ پیش فرمایا۔ غرض رمضان المبارک کے ایام حضرت مدنیؒ کی خدمت میں گزارنے لگے۔ حضرت اپنے مریدوں سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے۔ آپ اکثر و بیشتر حضرت ہی کے ساتھ بیٹھ کر انہی کی پلیٹ میں کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی موقع کی مناسبت سے آپ نے عرض کیا۔ کہ حضرت يتنازعون فيها كأسًا کا کیا مطلب ہے؟

امام بخاریؒ نے يتنازعون کی تفسیر يتعاطون کے ساتھ کی ہے اسی لحاظ سے حضرت نے فرمایا کہ جب ایک فارغ ہو جائے گا تو دوسرے کے ہاتھ میں دے دے گا۔ نزاع و خلاف اس آیت میں مقصود نہیں ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ اگر چند دوست بے تکلف بیٹھے ہوں اور چھین جھپٹ کر کھائیں تو بڑا مزہ آئے گا۔ اگر اس کی یہی تفسیر ہو تو کیا حرج ہے حضرت مدنیؒ نے فرمایا۔ "اگر آپ کا ذوق اسی کو قبول کرتا ہے تو بہت اچھا۔ حضرت مولانا قاسم صاحب شاہجہانپوری بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خاموش ان دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے تھے وہاں کچھ بولنے کا موقع بھی نہ ملا کیونکہ حضرت کے مخاطب اس وقت بھی اور اکثر علمی

باتوں میں آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہو کر حضرت جانے لگے تو مولانا قاسم صاحب وہاں سے اٹھ کر اپنی جگہ پہنچے اور پان بنانے لگے جب آپ مولانا قاسم صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا بیٹھئے۔ آج تو آپ نے دل کے کنول ہی کھلا دیئے جیل کی زندگی یاد آگئی۔ کوئی کام تو جیل میں تھا نہیں کھانا کھانے بیٹھتے تو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے ٹک جاتے تھے پھر اپنا ایک لطیفہ سنایا۔

ایک مرتبہ ہم جیل میں کھانا کھا رہے تھے ہمارے ساتھ برہمن اور چھتری بھی دسترخوان پر تھے۔ میرے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ہڈی تھی۔ اور میں اس کو چوسنا چاہ رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک پنڈت جی نے میرے ہاتھ سے وہ ہڈی چھین لی۔ میں نے سوچا کہ ایک مسلمان کے لئے بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ کہ ایک برہمن اس کے ہاتھ سے ہڈی چھین لے چنانچہ میں نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے ہڈی چھین لی اور پنڈت جی دیکھتے ہی رہ گئے ؎
پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

ثلة من الاولين وقليل من الآخرين کی تفسیر

حضرت مدنیؒ کے یہاں معمولاً عصر کے بعد دور ہوتا تھا کبھی کبھی آپ کسی آیت کے متعلق معلوم کر لیا کرتے تھے۔ کہ بتاؤ اس کا کیا مطلب ہے۔ شفقت کی وجہ سے زیادہ تر آپ ہی کو مخاطب کیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت دور میں آئی۔ ثلة من الاولين الخ تو حضرت نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ پہلی امت کے لوگ اس امت سے افضل ہوں گے اس لئے مقربین کی زیادہ جماعتیں پہلی امتوں میں ہوں گی کیونکہ قليل من الآخرين فرمایا گیا ہے۔ آپ نے عرض کیا علماء نے اس کے متعلق جوابات دیئے ہیں۔ آخر میں حضرت نے خود فرمایا کہ شیخ الہندؒ کی توجیہہ یہ ہے کہ یہ آیت اسی امت سے متعلق ہے یہاں تقابل پہلی امت اور بعد کی امت سے نہیں ہے۔

آپ جب رمضان کے بعد مکان میں پہنچے۔ تو کچھ دنوں کے بعد حضرت کا خط پہونچا کہ جس طرح امتحان میں سوالوں کے جوابات لکھتے ہو۔ اسی طرح میرے سوال کا جواب دو حضرت نے جو باتیں سوالاً تحریر فرمائی تھیں۔ وہ سب حضرت مدنیؒ کی مجلس کے متعلق تھیں آپ نے پورے حالات لکھ دیئے اور يتنازعون كأسًا الخ پر جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تحریر

کردیا۔ اس پر حضرت نے جواب میں لکھا کہ حضرت مدنیؒ کے یہاں تو چھین جھپٹ کر کھانے کا معمول ہی ہے۔ نہ جانے انہوں نے دوسری توجیہ کیوں کی اور حضرت تھانویؒ نے تو اس کا ترجمہ ہی چھینہ جھپٹی کے ساتھ کیا ہے۔

علمی لگن اور جستجو

کہتے ہیں کہ والدین کی خدمت سے دولت ملتی ہے اور اساتذہ کی خدمت سے علم حاصل ہوتا ہے آپ کو اپنے شیخ سے جو محبت تھی اور شیخ کو آپ سے جو والہانہ لگاؤ تھا آج وہ ہر حیثیت سے واضح ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے سینے میں ظاہری اور باطنی علوم کا بیکراں سمندر موجزن ہے وہ حضرت کی نگاہ تلطف کا ہی ثمرہ ہے۔ حضرت کی محبت اور خصوصی توجہ آپ پر اس طرح بھی ہوا کرتی تھی۔ کہ کبھی کبھی بخاری شریف کے تراجم کے بارے میں سوال فرما لیتے تھے۔ کہ بتاؤ کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا کیا مقصد ہے؟ جبکہ امام بخاری کے ترجمۃ الابوب کے متعلق مشہور ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ۔ پھر بھی آپ کبھی اسی وقت اس کی توجیہہ بیان کر دیتے اور کبھی سوچ کر بتا دیتے کبھی کبھی آپ کی توجیہہ حضرت اس قدر پسند فرماتے کہ اپنی بیاض میں اس عبارت کے ساتھ ساتھ لکھ لیتے وافاد بعض الطلبۃ فی الدرس واجاد۔
حضرت توجہ اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے فنون کے سال تراجم بخاری پر قلم اٹھایا آپ نے حضرت کے بالائی کمرے میں پشت کی جانب بیٹھ کر اس کام کا آغاز کیا۔ کتابیں دیکھنے کے لئے خود تلاش کر لیتے۔ اگر کبھی نہ ملتیں تو حضرت سے طلب فرما لیتے حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا۔ مجھے بھی دکھاؤ کیا لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے دکھا دیا۔ حضرت نے دیکھنے کے بعد کیا فرمایا؟ آپ کو اچھی طرح یاد نہیں البتہ اس قدر ضرور یاد ہے۔ کہ کسی غلطی کا اظہار نہیں فرمایا۔
آپ نے بخاری کے علاوہ ترمذی پر بھی لکھنا شروع کیا۔ جسے آپ اپنے کمرے میں لکھا کرتے تھے۔ اس وقت آپ معین مدرس تھے مدرسہ کی کتابیں بآسانی دستیاب ہو جاتی تھیں۔ رات گئے تک آپ اس دینی کام میں منہمک رہتے۔ ترمذی شریف آپ نے جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ سے پڑھی تھی اس لئے ترمذی شریف پر جو تعلیقات عربی لکھی وہ ان کو دکھایا۔ جب حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب

نے اس کو دیکھا تو پسند فرمایا اور کچھ نیک مشورے بھی دیئے پھر زہر والے واقعہ کی وجہ سے آپ کو سہارنپور چھوڑنا پڑا اس کے بعد رمضان شریف میں کچھ دوستوں کو آپ نے مشکوٰۃ پڑھانا شروع کیا۔

آپ کو شرح لکھنے کی ہدایت

بذل المجہود جلد نمبر ۵ کتاب الحدود کے ذیل میں ایک اشکال نقل کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ جواب نہیں لکھا گیا آپ نے اس اشکال کی تین توجیہ لکھ کر حضرت کے پاس بھیجا۔ جسے حضرت نے بہت پسند فرمایا اور گرامی نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ حدیث کے کسی کتاب کی شرح لکھنا شروع کر دو۔ یہ خیال نہ کرو کہ اسباب نہیں ہیں جب کتاب تیار ہو گی اللہ تعالیٰ اسباب خود پیدا فرما دیں گے۔

امداد الباری کی تالیف

حضرتؒ نے حدیث کی شرح لکھنے کے بارے میں جو ہدایت اور تمنا کی اور اسباب کے من جانب اللہ پیدا ہونے کی طرف جو رہنمائی اور اشارات ہوئے تھے ان سب کی تکمیل امداد الباری کی صورت میں آپ کے سامنے ہے امداد الباری کی تالیف کا کام ایسے وقت میں شروع ہوا۔ جب کہ مراد آباد بحرانی کیفیت سے دوچار تھا لوگ اپنے گھروں میں محبوس تھے۔ گھٹن اور خوف وہراس کے منحوس سائے پیر پھیلائے ہوئے تھے۔ شب و روز قید و بند کی تنہائیوں کی طرح گزر رہے تھے۔ زندگی کے سارے کاروبار معطّل تھے۔ جب رفتہ رفتہ حالات سازگار ہوئے اور زندگی معمول پر آنے لگی۔ تو آپ اپنے شیخ کی زیارت کیلئے سہارنپور تشریف لیگئے وہاں پہنچ کر شیخ کی توجہ نے اس عظیم دینی خدمت کے لئے شرح صدر فرما دیا۔ اور آپ مراد آباد پہنچ کر امداد الباری کی تالیف میں مشغول ہو گئے اس وقت آپ کو اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی جن میں اس عظیم گراں قدر دینی کام کی طرف اشارات کئے گئے تھے۔

اشارات منامی

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے ایک کاغذ آپ کے ہاتھ پر رکھا اور دیا۔ پھر بہت احتیاط سے اس کو محفوظ کر دیا۔ آپ نے شیخ کی خدمت میں اسی خواب کو لکھا تو شیخ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ چونکہ تم میری

تقریر کو سبق میں نقل کرتے ہو اس خواب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس وقت تو آپ کو یہ تعبیر کچھ عجیب سی لگی لیکن جب امداد الباری لکھنے لگے تو خیال ہوا کہ اس کی تعبیر یہی ہے۔

اسی طرح سے آپ نے ہندوستان میں خواب کے اندر دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن دبا رہا ہوں اور صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم پڑھ رہا ہوں۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عبد الجبار کے پرال والے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت کو آپ نے یہ پورا واقعہ خط میں لکھا۔ (آپ کا یہ خط حضرت کے جوابات کے ساتھ مکتوبات میں چھپ چکا ہے) پھر جب آپ ساتویں حج میں مدینہ طیبہ پہنچے تو مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا۔ کہ بیداری کی حالت میں حضورؐ کا بدن دبا رہا ہوں۔ مگر یہ بھی خیال ہوا کہ یہ خواب تو ہندوستان میں دیکھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن دبا رہا ہوں لیکن یہاں تو بیداری میں دبانے کا خواب دیکھ رہا ہوں اس کا کیا مطلب ہوگا خواب کی کچھ تعبیر سمجھ میں نہ آئی کہ معاملہ تو خواب کا ہے اور بدن بیداری میں دبا رہا ہوں۔ حضرت شیخ رح سے مدینہ میں آپ نے اس خواب کو بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا جو بات پہلے تھی اس میں زیادتی ہے۔)

گویا اس خواب میں بھی حدیث کی روشنی میں اپنے کو مزید سنوارنے کی طرف اشارہ تھا۔

امداد الباری کی تالیف جن اشارات اور تائید غیبی پر مبنی ہے اس کے پیشِ نظر یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔

قدرت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب بھی امتِ مسلمہ کسی حادثۂ عظمیٰ سے دوچار ہوئی یا علمی انحطاط، قومی افراتفری، دینی تنزل، مذہب و ملت سے بیزاری، فکر و خیال کی پستی یا خارجی تراشش و خراش میں مبتلا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ دین اسلام کی کوئی نہ کوئی ایسی خدمت ضرور فرمایا جو رہتی دنیا تک کے لئے جریدۂ عالم پر پیغام عمل بنکر ثبت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس تالیفی خدمت کو قبول فرمائے اور فوز و فلاح کا ذریعہ بنائے اب تیسری جلد کی تالیف ہو رہی ہے اور دوسری جلد زیرِ کتابت ہے۔

امداد الباری کی خصوصیات

اپنی جگہ کام کرنے کی ہدایت

بیعت و ارادت حقیقتاً انسانی زندگی بلکہ نظام عالم کی صحیح تشکیل کا دوسرا نام ہے اسی لئے سالکانِ طریقت ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں ظاہر ہے مَن عرفَ نفسہٗ فَقَد عَرَفَ ربّہٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو جان لیا۔

جب انسان اپنی ذات اور حقیقت جاننے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس میں گم ہو جاتا ہے۔ تو جہاں وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ اپنے خالق و مالک کو بھی پہچانے بغیر نہیں رہتا۔ اسی حقیقت کی طرف علامہ اقبال نے بھی اشارہ کیا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اور جب تعلق للّٰہ قائم ہو جاتا ہے۔ تو وہ تعلق ہمہ وقت عالم کی اصلاح، سنتِ نبویؐ کی اشاعت اور دعوت و تبلیغ پر مجبور کرتا ہے اور پھر جو لوگ بھی اس سے وابستہ ہوتے ہیں ان کو سنت کی ترویج، اسوۂ حسنہ کی تعلیم و تشہیر اور تزکیۂ نفوس کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں محنت و لگن، عزم و حزم کے ساتھ دین کے کاموں میں لگیں۔

اس طرح کی ہدایت حضرت کی طرف سے آپکو بھی برابر ہوا کرتی تھیں چنانچہ حضرت نے ایک خط میں تحریر فرمایا۔

مکرم و محترم مولانا الحاج عبد الجبار صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔

اس وقت ۹ رمضان کی شب میں گرامی نامہ موجب منت ہوا۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے جامع الہدیٰ میں اعتکاف فرمالیا۔ یہ ناکارہ اب لب گور ہو گیا۔ اور امراض نے بہت زیادہ معذور کر دیا۔ اب تم دوستوں پر ہی نظر ہے اپنی اپنی جگہیں سنبھالو۔ اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرو۔ تنخواہ کے بارے میں غور کرلیں۔ اپنے اکابر کے دونوں ہی معمول رہے ہیں۔ بلکہ اکثریت تنخواہ لینے والوں کی ہے۔ البتہ تنخواہ میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد عبد الجبار نے لکھا کہ اب تو غور کرلیا اور عزم کرلیا ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ نہیں لینا ہے۔

دعا فرمادیجئے تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں جی میرا بھی جی چاہتا ہے کہ حدیث کا سبق تنخواہ لے کر کیا پڑھایا جائے اللہ تعالیٰ تمہاری غیب سے مدد فرمائیں۔ حضرت کی دعائ برکت ہے۔ جب سے تنخواہ چھوڑ دی۔ قرض دار نہیں ہوا۔ تنخواہ لیتا تھا تو اکثر مقروض رہتا تھا۔ معتکفین سے میری طرف سے سلام مسنون فرمادیں۔ یہ ناکارہ ان سب کے لئے دل سے دعا کرتا ہے مولانا مستحسن الدین صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ ۹ رمضان ۹۸ھ

۱۳ر اگست ۷۸ء مدینہ طیبہ

دار العلوم جامع الہدیٰ میں اعتکاف کا منظر

شعبان کا مہینہ جب ختم ہونے کو آتا ہے۔ دار العلوم جامع الہدیٰ کے اراکین واساتذہ معتکفین کو سہولیات بہم پہنچانے کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی ہلال رمضان نظر آتا ہے معتکفین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے کثیر مقدار میں علماء حفاظ اور عقیدت مند آپ کے گرد اکٹھا ہوجاتے ہیں۔ معتکفین کے افطار وطعام اور سحری کا مکمل نظام آپ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ظہر کے بعد کتاب پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد لوگ تلاوت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ عصر کے بعد ذکر واذکار کی مجلس ہوتی ہے مگر سہ شنبہ کے دن خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ جن میں ذکر کرنے والوں کی تعداد ہزاروں کے قریب پہنچ جاتی ہے۔

افطار کے وقت جو سماں ہوتا ہے۔ وہ انتہائی روح پرور ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورے شہر کی رونق جامع الہدیٰ میں سمٹ آئی ہے لوگ صفیں لگائے بیٹھے ہیں۔ دسترخوان پر ہر قسم کی نعمتیں چنی ہوتی ہیں اور روزہ دار دعاؤں میں مشغول ہیں کیونکہ انہیں یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ مؤذن صدائے اللہ اکبر بلند کرتا ہے۔ لوگ افطار کی مسرت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ افطار کے بعد خدا کے دربار میں مغرب کی نماز کے لئے صفیں باندھیں رکوع وسجود کرتے نظر آتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانے

کا دسترخوان لگ جاتا ہے۔ کھانے کے بعد چائے کا بھی انتظام رہتا ہے کھانے سے فراغت کے تھوڑی ہی دیر بعد مؤذن عشاء کے لئے پکارتا ہے۔ شہر کے چہار جانب سے لوگ نماز عشاء اور تراویح کے لئے دار العلوم جامع الہدیٰ کی مسجد میں پہنچتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمن صاحب جو حافظ وقاری اور مفتی بھی ہیں نماز تراویح پڑھاتے ہیں۔ پہلے عشرہ میں ایک ختم سے فارغ ہوجاتے ہیں پھر اس کے بعد دیگر حفاظ پڑھتے ہیں۔ بعد تراویح وعظ ونصیحت کی مجلس ہوتی اخیر عشرہ میں زیادہ تر آپ ہی کا بیان ہوتا ہے۔ اور شہر کی مختلف مساجد سے لوگ جمع ہوجاتے ہیں پورے رمضان اخیر شب میں تہجد کی نماز باجماعت ہوتی ہے اس میں بھی ختم مولانا حبیب الرحمن صاحب پڑھتے ہیں۔ کبھی کبھی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے دوسرے حفاظ اس نظم کو باقی رکھتے ہیں۔

اس طرح انتہائی پاکیزہ نظم کے ساتھ رمضان المبارک کا خیر وبرکت والا مہینہ رخصت ہوتا ہے۔

مسلسلات پڑھانے کی اجازت بلکہ حکم

ایک وقت وہ تھا جب کہ راقم الحروف نے خود دیکھا کہ تمام اکابر حضرت شیخؒ کے یہاں مسلسلات کی مجلس میں سہارنپور حاضر ہوتے تھے۔ نیز سہارنپور اور گرد ونواح کے اداروں کے طلباء بکثرت سہارنپور مسلسلات میں شرکت کی غرض سے جاتے تھے۔ اس لئے جب مسلسلات کی مجلس کا زمانہ آتا حضرتؒ کے پاس لوگوں کے خطوط آمد واجازت کے متعلق پہنچتے چنانچہ آپ نے حضرت کے پاس مسلسلات کے موقع پر ملاقات کے متعلق لکھا جس کے جواب میں حضرت نے ذیل میں درج کیا ہوا خط تحریر فرمایا۔

مکرم ومحترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون

تقریباً ۱۵ یوم ہوئے آپ کا ایک دستی پرچہ مسلسلات کے موقع پر تشریف آوری کے متعلق آیا تھا۔ اس وقت تک تو بندہ کا ارادہ امسال مسلسلات کے متعلق بالکل نہیں تھا۔ اس لئے کہ آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے کتاب بالکل نظر نہیں آتی بخاری شریف جلد

اول بغیر کتاب کھولے ہوئے اور دیکھے ہوئے پڑھائی اور جلد ثانی قاری مظفر کی طرف منتقل کردی لیکن طلبہ کا اصرار ہے۔ وہ آنکھ بند کرکے میرے سامنے پڑھنے پر بھی مصر ہیں۔ میں نے بھی یہ سوچ کر کہ آئندہ سال تک تو حیات مستعار ہے یا نہیں ۱۴؍ رجب جمعہ کا وعدہ کرلیا ہے۔ طلبہ میں سے بھی جو آنا چاہیں اجازت ہے۔ بشرطیکہ کسی مدرسہ کی اسٹرائک میں شرکت نہ کی ہو۔ یہ میں نے اس لئے لکھوادیا کہ آپ کے یہاں کے طلباء کے خطوط ہر سال طلب اجازت کے لئے آتے ہیں اس میں حرج و خرچ ہے، مشورہ میرا ان کو یہی ہے کہ وہ وہیں آپ سے پڑھ لیں چنانچہ آپ نے حضرت کے مدینہ منورہ ہجرت کرجانے کے بعد بلکہ پہلے ہی سے مرادآباد میں مسلسلات پڑھانا شروع کردیا۔ آج مرادآباد کے مدارس کے علاوہ قرب وجوار میں جتنے بھی ادارے ہیں ہر جگہ کے طلباء اور مدرسین کی ایک متعدبہ جماعت مسلسلات کی مجلس میں شریک ہوتی ہے۔ وللہ الحمد۔

فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم محمد اسماعیل

۱۵؍ رجب ۸۸ھ

چند جلیل القدر اساتذہ

قسامِ ازل نے علم اور جلالتِ شان کا جو حصہ وافر آپ کے مقدر فرمادیا تھا۔ اس کے لئے ظاہری اسباب کی تخلیق بھی ضروری تھی۔ جو نیک صفات، پاک طینت اساتذہ کی صورت میں آپ کو عطا کئے گئے جن سے آپ نے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔ جن میں مصلح الامۃ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری حضرت مولانا اسداللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مہتمم وشیخ الحدیث جامع مفتاح العلوم مئو۔ قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے اسمائے گرامی سرِ فہرست نظر آتے ہیں۔

قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

ان بزرگوں کو علاوہ آپ کی محنت وعزیمت کو جس چیز نے مزید دوآتشہ کیا وہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب کی دعوت صالحہ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی صحبت اور شفقت و محبت ہے جس وقت آپ ڈابھیل میں مسند درس کی زینت تھے۔ حضرت میاں اصغر حسین صاحب ڈابھیل، مدرسہ میں تشریف لے گئے مدرسہ کے مہتمم مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب نے آپ کا تعارف کرایا۔ اتفاق سے اس وقت حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کے بیمار ہوجانے کی وجہ سے اور ان کے خادم مولانا یحییٰ صاحب کے نہ آنے کی وجہ سے آپ کے پاس چھ کتابیں شرح جامی، سلّم، مقامات، مختصر المعانی نسائی شریف وغیرہ تھیں۔

حضرت کو جب معلوم ہوا کہ آپ چھ گھنٹے مسلسل درس دیتے ہیں تو فرمایا ایک تو چھ گھنٹہ اور وہ بھی مشکل مشکل کتاب پھر کہا "بعض لوگ لادو ہوتے ہیں لادو جتنا لادو دو اٹھالیتے ہیں۔ آپ کا خود بیان ہے، کہ اس جملہ کی برکت ہے کہ آج تک کبھی پڑھانے سے نہیں تھکا۔

اسی طرح جب حضرت شیخ الاسلامؒ گجرات تشریف لے جاتے تو آپ کا زیادہ تر وقت حضرت کی صحبت و معیت میں گزرتا پھر حضرت شیخ بھی آپ کو خط کے ذریعہ ہدایت فرماتے کہ حضرت چراغ سحری ہیں جس قدر ہوسکے ان کی خدمت وصحبت سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرنا۔ حضرت بھی آپ سے بہت شفقت و محبت فرماتے تھے ایک مرتبہ ٹرین میں آپ حضرت کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہٗ اور حضرت مولانا بایزید صاحب آپ کا پاؤں دبارہے تھے آپ نے بھی بدن دبانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اوّلاً حضرت نے محبت سے فرمایا آپ نہیں آپ نے کہا میں بدن دبانا اچھا جانتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بدن دبانا تو میں جانتا ہوں حضرت شیخ الہندؒ کا بدن دبانے کے لئے فلاں فلاں جگہ سیکھنے گیا تھا۔

ہاتھ بڑھائیے میں آپ کو دبانے کا ڈھنگ سکھادوں۔ آپ نے ہاتھ سمیٹ لیا۔ لیکن آپ کا ہاتھ شیخ الاسلامؒ کے مبارک ہاتھوں میں پہنچ چکا تھا۔ پہلے حضرت نے

داہنا ہاتھ دبایا ایک ایک پور ایک ایک انگلی کو دبایا اور یہ بتایا کہ خون یوں چڑھایا جاتا ہے۔ یوں اتارا جاتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا بایاں ہاتھ لائیے میں نے کہا حضرت بہت گستاخی ہوگی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس ہاتھ کا قاعدہ اور ہے۔ اور دوسرے ہاتھ کا قاعدہ اور۔ دوسرا ہاتھ بھی لے لیا۔ اور بہت اطمینان سے دبایا اس پر آپ سے عرض کیا کہ اس سے میری بخشش ہوجائیگی۔ حضرت نے فرمایا یہی جواب حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کو دیا تھا پھر جب حضرت نے کہا لیٹ جائیے کمر دبا دوں تو آپ جلدی سے اُٹھ بھاگے۔

حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب زید مجدہم

نمبر ۱: کفایت اللہ ابن مولانا محمد عثمان۔ مقام پوسٹ مڈانہ تحصیل پالنپور۔ ضلع بناس کانٹھا۔ گجرات۔

نمبر ۲: تقریباً ۱۹۳۲ء تاریخ یاد نہیں۔ قرآن پاک ناظرہ بڑے بھائی مولانا عبداللہ صاحب رونق موضع رویانہ ضلع مہسانہ۔ (RIVIYANA DISTIK MAHESANA (N-G))

فارسی اول و دوم موضع رجوسنہ۔ DISTIK-BANAS KANTHA RAJOSNA

اردو قاعدہ پارۂ عم موضع میتہ۔ META

عربی اوّل از نحو میر تا دورۂ حدیث مدرسہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڈہ۔ ANND-DI-KHEDA

فراغت ۱۹۵۵ء موضع آنند مدرسہ تعلیم الاسلام تکمیلِ فنون دارالعلوم دیوبند دو سال۔

نکاح ۱۹۵۸ء اولاد چار لڑکے جن کے نام حضرت قدس سرہٗ نے یہ تجویز فرمائے: رشید احمد خلیل احمد۔ حسین احمد۔ سعید احمد، تین لڑکیاں عائشہ۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔

دینی خدمت دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۱ء وطن واپس ہوکر موضع فتح گڑھ ضلع بناس کانٹھا کے مکتب میں ساٹھ روپے تنخواہ پر تقرر ہوا۔ دو سال قیام کے بعد موضع رنوج ضلع مہسانہ کے مکتب میں نشتر روپے تنخواہ میں تقرر ہوا۔ دو سال کے بعد اپنی خواہش کسی عربی مدرسہ میں نیز استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی کے حکم سے مدرسہ امداد العلوم وڈالی ضلع سابر کانٹھا گجرات۔ (VADALI DISTIK SABAR KANTHA)

قطبی شرحِ جامی گلستان وغیرہ کتب کا فقط چار مہینہ درس دیا۔

آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے اس خدمت سے محروم رہا حضرت قدس سرہٗ کے مشورہ سے اپنی بستی موضع مڈانہ منتقل ہوگیا۔ حضرت کے مشورہ سے مدرسہ قائم کیا جس کا نام حضرت قدس سرہٗ نے مدرسہ خلیلیہ تجویز فرمایا۔ مگر وہ اب تک مکتب ہی رہا۔ اپنی کمزوری

سے ترقی نہ کرسکا بستی کی بے دینی خاص کر ایمان سوز ماحول میں اس وقت ماہی بے آب کی طرح زندگی گذار رہا ہوں نیز حضرت قدس سرہٗ سے بستی سے منتقل ہونے کے متعلق اجازت و مشورہ طلب کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے اہتمام سے استخارہ مسنونہ کے بعد منتقل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر اب تک احقر فیصلہ نہ کرسکا کہ کس بستی میں منتقل ہوجاؤں مسلسل کئی ماہ سے استخارہ کئے جارہا ہوں اب تک فیصلہ نہیں ہوا۔ اس وقت بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر میں بچوں کی والدہ کو موضع کڈی KADI DISTIK MEHSANA مدرسہ حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ العالی جو ماشاء اللہ اس مدرسہ کے مہتمم ہیں اور بچوں کی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی فرماتے ہیں خاص کر لڑکیوں کو اپنے مدرسہ میں داخل فرماکر اہتمام سے تعلیم و تربیت فرماتے ہیں۔ اس وجہ سے بندہ نے اہل و عیال کو عارضی طور پر مدرسہ میں داخل کرکے حج بیت اللہ کے لئے ارادہ کیا ہے۔

نمبر ۳ : علاقوں کے حالات مولانا محمد ابراہیم صاحب پالنپوری نیز مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نے بیان کردیئے ہوں گے۔

نمبر ۴ : بیعت و زیارت آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوکر کی۔

نمبر ۵ : کسی سے وابستہ نہیں تھا۔

نمبر ۶ : طبعی میلان حضرت قدس سرہٗ کی طرف ہوا۔

نمبر ۷ : بیعت بالمشافہہ ہوا۔

نمبر ۸ : حضرت قدس سرہٗ کے چند مکاتب ارسال خدمت کرتا ہوں۔

نمبر ۱۰ : ماہِ مبارک میں دو سو روپے عنایت فرماتے تھے۔

نمبر ۱۱ : حب مال و حب جاہ سے پرہیز حضورِ قلب کی تاکید بیعت کے دوسرے دن دوازدہ تسبیح اپنے سامنے بٹھلاکر بعدہ ذکر اسمِ ذات چھ ہزار بندہ نے مراقبہ نعمت طلب کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے انکار فرمایا اور مراقبہ معیت کا حکم فرمایا۔ احقر نے اپنا مرض حب جاہ کا بارہا عرض کیا۔ حضرت قدس سرہ نے مراقبہ اپنے عیوب کا تجویز فرمایا حضرتؒ نے ارشاد فرمایا تھا۔

"میرے پیارے! شیطان مولویوں کو اسی طرح سے گمراہ کرتا ہے۔
ہمیشہ لوگوں کی تعریف پر اپنے عیوب کا مراقبہ کریں"۔

نمبر ۱۲ : بیعت کی اجازت سہارنپور آستانۂ عالیہ کی حاضری کے وقت بطور یادگار عبا (جوغہ) عنایت فرمایا۔

نمبر ۱۳ : حضرت قدس سرہٗ نے جب پہلی مرتبہ مدینہ پاک میں رمضان گذارا اس وقت حضرت کے پرانے مرید الحاج حبیب جان محمد بمبوی نے اپنے رمضان کے متعلق مدینہ پاک عریضہ ارسال کیا کہ رمضان کہاں گذاروں تو حضرت قدس سرہٗ نے احقر کا نام تجویز فرمایا اور احقر کے نام بھی حکم تحریر فرمایا کہ اپنی بستی میں احباب کے ساتھ اعتکاف کروں۔ احقر نے تعمیل ارشاد کی وجہ سے اپنی بستی میں چند احباب کے ساتھ اعتکاف کیا۔

نمبر ۱۴ : کسی کتاب کی تالیف کا حکم نہیں فرمایا۔

نمبر ۱۵ : کوئی ہدایت تحریر نہیں فرمائی۔

نمبر ۱۶ : تبلیغی جماعت کے متعلق فقط اجتماع و مشورہ میں شرکت سے مسرت کا اظہار فرمایا شرکت کا حکم کبھی نہیں فرمایا۔

نمبر ۱۷ : مدرسہ کی رقم کے متعلق دیانت داری کی نہایت تاکید۔

نمبر ۱۸ : خلفاء حضرات احقر سے زیادہ اس کا حق ادا کرسکتے ہیں۔

نمبر ۹۔ ڈانٹ کا پہلا واقعہ | حضرت قدس سرہٗ نے داخل سلسلہ فرماکر اپنا نظام الاوقات بیان فرمایا اور ساڑھے گیارہ بجے دوپہر کو بوقتِ طعام حاضر ہوجانے کا حکم فرمایا احقر پانچ سات منٹ تاخیر سے پہنچا۔ ہاتھ دھوکر دسترخوان پر بیٹھ گیا حضرت قدس سرہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا: او مولوی صاحب اٹھ جاؤ بازار جاکر کھالو سخت ڈانٹ پلائی۔ احقر دسترخوان پر ہی بیٹھا رہا۔ دوسرا قصہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کے انتقال پر تعزیتی خط پالنپور روانہ کرنا تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کو پتہ یاد نہیں تھا حضرت کے خادم پوسٹ کارڈ حضرت کی طرف سے پتہ لکھوانے احقر کے پاس حاضر ہوئے احقر نے خود پتہ لکھنے کے بجائے خادم سے لکھوانا شروع کیا اس میں قدرے تاخیر ہوگئی حضرت

قدس سرہٗ نے خادم سے فرمایا تاخیر کیوں ہوئی خادم صاحب نے وجہ بیان فرمائی کہ پتہ لکھوانے میں دیر ہوگئی۔ حضرت اقدس اس پر ناراض ہوئے کہ خود پتہ کیوں نہیں لکھا اور غصہ میں پوسٹ کارڈ پھاڑ دیا احقر معلوم ہونے پر معافی کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ اس پر حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑی۔ تیسرا قصہ مولانا حبیب اللہ صاحب گجراتی موضع ڈینڈرول نے اپنے حالات حضرت اقدس کو مدینہ منورہ روانہ کئے حضرت قدس سرہٗ نے جواباً تحریر فرمایا اس خط کو محفوظ رکھیں جب میں ہندوستان آجاؤں مجھے بتلائیں مولانا موصوف ماہِ مبارک میں جب کہ حضرت والا سہارنپور معتکف تھے۔ احقر کے ساتھ وہ خط لے کر حاضر خدمت ہوئے حضرت والا نے وہ حالات غور سے سُن کر موصوف کو روانہ کر دیا اور احقر سے فرمایا تو میری طرف سے ان کو بیعت کی اجازت دے دے بندہ یہ حکم سن کر کانپ گیا اور ایک عریضہ معذرت کا لکھکر حضرت قدس سرہٗ کو پیش کیا۔ اس پر احقر کو سخت ڈانٹ پڑی اور ارشاد فرمایا میرے نزدیک تو وہ بن گیا ہے اگر تیرے نزدیک نہ بنا ہو تو بیعت کی اجازت نہ دے آخر احقر نے حضرت کی طرف سے بیعت کی اجازت دے دی۔

(۱) حضرت اقدس مدنی قدس سرہٗ کے وصال تک بندہ کا بیعت کا تعلق کسی سے نہیں تھا۔ جب حضرت مدنیؒ کا وصال ہوا۔ اس وقت میں سید ھپور تبلیغی اجتماع میں تھا خبر سنتے ہی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس کے بعد میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بندہ نے بیعت کرنے کے لئے خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ سہارنپور حاضر ہو کر بیعت ہو جاؤ۔ اس وقت بندہ تنگ دست تھا اتنا پیسہ نہیں تھا کہ سہارنپور کا کرایہ بھی ہو جاوے خیر اس کے باوجود میں کسی طرح سہارنپور پہنچا اور حضرت اقدس مدنیؒ کے وصال کے تقریباً ایک سال بعد آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر بالمشافہہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوگیا۔

(۲) اجازت کے سلسلہ میں

چھاپی سے ایک طالب علم نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے لئے حضرتؒ کو خط لکھا۔ اس کے جواب حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ کفایت اللہ سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ مجھے تو کوئی خبر نہ تھی اس لئے میں

کچھ سمجھ نہیں سکا بس یہی سمجھا کہ شاید کچھ تسامح ہوگیا ہے پھر دوبارہ اسی طرح کا خط آیا۔ اس کے بعد بندہ نے خواب دیکھا کہ بائیں جانب سات مرتبہ قے ہوئی اور خواب ہی میں حضرت سے تعبیر پوچھنے لگا حضرت قدس سرہٗ نے خواب سن کر اپنی عبارہ (چوغہ) اپنے ہاتھ سے پہنا دی۔ اس کے بعد حسب معمول سہارنپور آستانۂ عالیہ پر ماہِ مبارک گذارنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ اب کوئی بیعت ہونا چاہے بیعت کر لیں اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ماہِ مبارک کے بعد یکم شوال کو شب میں جب روانگی کے مصافحہ کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ٹھہر جاؤ صبح مل کر جانا، احقر کچے گھر میں حاضر ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ نے چبوترہ پر سے اس کمرہ میں جس میں حافظ صدیق صاحب اس وقت مقیم ہیں بلایا اور کچھ ارشاد فرما کر (جو کہ اس وقت یاد نہیں ہے) چوغہ عنایت فرمایا چونکہ اس زمانہ میں اجازت کم ہوتی تھی اور اس کا تصور بھی نہیں تھا اس لئے احقر یہ سمجھا کہ یہاں کی سردی کی وجہ سے حضرت والا نے شفقتہً گرم چوغہ عنایت فرمایا ہے۔ وطن پہنچنے کے تقریباً ایک سال بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ بیعت کی اجازت ہوگئی ہے۔ حضرت موصوف نے حضرت قدس سرہٗ سے بعض احباب کے انکار کی وجہ سے دریافت کیا کہ کفایت اللہ کو بیعت کی اجازت ہوگئی حضرتؒ نے فرمایا۔ جی ہاں۔ تو حضرت مولانا نے فرمایا کیا تکمیل ہوگئی ؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ تھوڑی سی کمی رہ گئی ہے جو انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔

حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمنی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی: اسماعیل ابن موسیٰ میمن - ص - ب ۱۱۰۱ مدینہ منورہ۔
۸۳۸۸۳۹۱ ۸۳۶۵۰۶۶

ولادت: تاریخ پیدائش میری کہیں لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پاسپورٹ میں ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء درج ہے۔ پیدائش مانگرول ضلع جوناگڑھ صوبہ کاٹھیاواڑ سوراشٹر۔ گجرات میں ہوئی۔

بچپن میں تربیت: میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مانگرول کے بہت بڑے تاجر مخیر اور ذی وجاہت لوگوں میں سے تھے اس کے باوجود دینداری بھی تھی۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا نیاز احمد صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اور روزانہ فجر کے بعد اپنے معمولات میں مشغول رہتے جس میں تقریباً دو تین گھنٹے صرف ہوتے۔ ہم بھائیوں پر نماز کی پابندی مسجد میں باجماعت لازم تھی۔ جب کبھی مسجد میں نماز میں حاضری نہیں ہوتی۔ تو مطالبہ ہوتا۔ اور قصور ہوتا تو خوب پٹائی ہوتی۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی پٹائی کا طرز بھی عجیب تھا کہ دونوں ہاتھ رسّی سے باندھ دیا کرتے۔ اور لکڑی سے اس قدر مارتے۔ کہ لکڑی ٹوٹ جاتی۔ تب جاکر کہیں پٹائی بند ہوتی۔ کبھی کبھی دادی اماں بیچ میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا کرتی تھیں۔

دنیوی تعلیم: بندہ نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بلکہ اسکول کالج میں پڑھا۔ البتہ علماء کی مجلس میں بیٹھنے کا مسجد میں زیادہ وقت گزارنے کا بہت شوق تھا۔ مانگرول کے مفتی محمد ابراہیم صاحبؒ جو حضرت مولانا محمد سہول صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ (جو کہ حضرت گنگوہی اور ان کے بعد حضرت شیخ الہند نور اللہ مراقدہما سے مجاز تھے) بندہ سے بہت محبت فرماتے۔ بندہ ان کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوا کرتا تھا۔

اور انہوں نے بندہ کو اپنے گھر میں فارسی بھی پڑھائی تھی۔ اہل مانگرول کی اصلاح اور مانگرول سے بدعات کے ختم ہونے میں موصوف کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ ان ہی کی وجہ سے تبلیغی جماعتوں کی مانگرول میں جتنی کامیابی ہوئی۔ کاٹھیاواڑ کے کسی اور علاقہ میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر جگہ تو انہیں ٹھہرنے بھی نہیں دیا گیا ان کی مجلس کے علاوہ کا وقت مسجد میں گزرتا۔ مسجد میں جھاڑو دینا۔ کنویں میں سے پانی کھینچ کر حوض بھرنا مسجد کی خدمت کرتے رہنا وغیرہ روز مرہ کا معمول تھا۔ شروع میں مانگرول بعد میں کراچی میں ایم بی۔ بی ایس تک پڑھا۔

نکاح واولاد: نکاح پڑھائی کے دوران فارغ سے دو سال قبل ۱۹۵۹ میں ہوا اولاد میں سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے تین لڑکے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ اب باقی چھ بچے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل رشد وہدایت اور وسعت رزق کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے۔ آمین۔

ماحول اور شغل: دینی خدمت تو نہیں کی۔ اور نہ اب ہو رہی ہے۔ البتہ ڈاکٹری کے پیشہ ہی میں مشغولی پہلے بھی اور اب بھی ہے۔

۱۹۵۴ء میں جب میں میٹرک پاس کر کے ڈی جے سائنس کالج کراچی میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اسلامی جمعیت طلبہ جو کہ جماعت اسلامی کی طلبہ کی شاخ ہے۔ ان کے افراد اور کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کیا ہوئی۔ بلکہ انہوں نے ہی ملنا اور کھینچنا شروع کیا۔ پورے دو سال ان کے ساتھ رہنا مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنا۔ ان کے جلسہ اجتماعات میں شریک ہونا۔ کالج کے انتخابات میں ان کی طرف سے خوب پڑھ چڑھ کر کنویسنگ کرنا وغیرہ وغیرہ خوب رہا۔ ان دو سالوں میں مودودی صاحب کی اور دیگر جماعت اسلامی والوں کی کتابیں رسالے خوب پڑھے۔ بلکہ رات دن یہی مشغلہ تھا۔ اس دوران ہمیشہ دل میں کھٹک سی ہوتی۔ کہ مودودی صاحب کی کتابوں میں دین کے خلاف گمراہ کن مواد نظر سے گزرتا۔ اسی طرح جمعیت طلباء اور جماعت اسلامی کے کارکنوں کو بہت قریب سے دیکھتا ہوا۔ اور ان سے گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ ان سے گہرے مطالعہ پر

تعلق میں کمی ہوتی گئی۔ اور یہ احساس ہوتا کہ یہ دین کے نام سے بے دینی کی دعوت ہے۔
جماعت اسلامی کے اعلیٰ ذمہ داروں سے بہت قریبی تعلقات رہے۔ اور اسلامی جمعیۃ طلباء کے اس وقت کے ناظم میرے اعزہ میں سے تھے۔ ان وجوہات سے جماعت کے اندرونی معاملات میں کافی حد تک دخیل بننے کی نوبت آئی۔ اس وقت ان حضرات کی ذاتی زندگیاں اسلام سے بہت ہی دور تھیں۔ سنن اور نوافل کا تو ذکر ہی کیا۔ فرائض و واجبات کا بھی اہتمام نہیں تھا۔ ان حضرات کے لئے دین کا کام صرف یہی تھا۔ اور سب سے بڑا جہاد یہی تھا کہ مودودی صاحب کا لٹریچر زیادہ سے زیادہ پھیلایا جاوے۔ اور زیادہ سے زیادہ جماعت اسلامی کے لئے چندہ جمع کیا جاوے۔ خواہ کتنے ہی فرائض و واجبات چھوٹ جائیں اور خواہ کتنے حرام و مکروہات کا ارتکاب کرنا پڑے۔

تبلیغ میں پہلی شرکت

۱۹۵۶ء میں تبلیغی جماعت کے بعض کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ چنانچہ دو ایک مرتبہ مکی مسجد شب جمعہ کے اجتماع میں گیا۔ لیکن وہاں تو جو بھی ملے۔ وہ ایک ہی بات کہے۔ کہ وقت دو باہر نکلو۔ اس وقت یہ باہر نکلنا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ لہٰذا پھر باوجود ان حضرات کے اصرار اور تقاضوں کے دوبارہ تبلیغی پروگراموں میں شریک نہیں ہوا۔ ایک مولوی صاحب تو بہت ہی زیادہ پیچھے پڑے رہے۔ میرے گھر بیسیوں پچاسوں چکر لگائے کہ میں تبلیغی پروگراموں میں شریک ہوں۔ مگر میں ہو کے ہی نہیں دیا۔ بالآخر مایوس ہو کر انہوں نے بندہ سے ملنا چھوڑ دیا اور میں بھی اس وقت خوش ہوا تھا۔ کہ چلو جان چھوٹی۔

حضرت رحؒ کی پہلی زیارت

۱۹۵۶ء میں انٹرسائنس کا امتحان دے کر میں نے تفریحی دورہ کا پروگرام بنایا، جس کا مقصد تاریخی مقامات و دیگر مقامات کی سیر تھا۔ چنانچہ کراچی سے بمبئی۔ پونا۔ گجرات۔ جیپور۔ اجمیر۔ آگرہ دہلی بھاکرہ ننگل کا نظام بنایا۔ ایک دوست نے دیگر مقامات کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ راستہ میں سہارنپور بھی آئے گا۔ وہاں ایک بزرگ مولانا زکریا صاحب رہتے ہیں۔ ان کی زیارت بھی کرنا۔ چنانچہ اس دورہ میں خاص طور سے سہارنپور گیا۔ دوپہر بارہ بجے کا وقت تھا۔ سب لوگ

کھانا کھا کر لیٹ چکے تھے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کچے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ اندر گیا۔ حضرت تنہا تھے۔ بندہ کو پاس بٹھایا۔ کھانا منگوایا۔ بندہ نے اکیلے حضرتؒ کے قریب بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران حضرت کبھی بندہ کو دیکھتے کبھی کھانے کی طرف دیکھتے۔ جب میں کھانا کھا چکا تو فرمایا کہ ہمارے ہاں ظہر تین بجے ہوتی ہے۔ اسوقت تک آرام کر لو۔ ظہر کے بعد تمہیں مدرسہ دکھائیں گے۔ خادم کو بلا کر فرمایا۔ ان کو مہمان خانہ میں لٹا دو۔ ظہر کے بعد ان کو مدرسہ دکھانا۔

یہ حضرت قدس سرہٗ کی بندہ کی پہلی زیارت تھی۔ بندہ مہمان خانہ میں لیٹ گیا۔ ظہر کے بعد مدرسہ دکھایا گیا۔ اسی دوران مدرسہ قدیم میں اوپر کی منزل میں حضرت حدیث پاک کا درس دے رہے تھے۔ بندہ بھی درس میں بیٹھا۔ اس وقت میری وضع قطع وہی تھی۔ جیسی عام طور پر کالج کے طلباء کی ہوتی ہے۔ سر پر ٹوپی بھی نہیں تھی۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ چائے پی۔ اور جانے کے لئے اجازت چاہی۔ حضرت نے فرمایا: "اتنی جلدی؟" بندہ نے عرض کیا کہ حضرت میں تو صرف زیارت کے لئے آیا تھا۔
فرمایا "اس طرح زیارت تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ کچھ یہاں "ٹھہرو"" بندہ نے اپنا پاکستانی ہونا اور ویزا نہ ہونا عذر کے طور پر بیان کیا۔ تو اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں سے جا کر اپنا بقیہ دورہ مکمل کیا۔ اس پورے دورے میں ایک ماہ تقریباً خرچ ہوا۔

تبلیغ سے لگاؤ

واپس جب کراچی آیا تو دل کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ پہلے تو تبلیغ والوں کے اصرار کے باوجود ان سے دور بھاگتا تھا۔ اور اب یہ ہوا۔ کہ دل خود ہی چاہنے لگا۔ کہ نیکوں کے ساتھ اٹھوں بیٹھوں۔ جو صاحب پہلے بندہ کے گھر کے چکر لگایا کرتے تھے۔ اور میں ان کے سایہ سے بھی بھاگتا تھا۔ اب خود میں ان کی تلاش میں نکلا۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی مختصر سی صحبت اور توجہ کا اثر تھا۔ جب میں ان صاحب کے مکان پر گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ تو چند ماہ ہوئے یہاں سے دوسرے فلاں شہر منتقل ہو گئے ہیں۔ میں مایوس ہوئے بغیر از خود مکی مسجد گیا۔ (پہلے وہاں جانے سے جان چراتا تھا) اور شب جمعہ کے اجتماع میں تین دن

لکھوائے۔ اور جمعہ کی صبح کو تین دن کے لئے جماعت میں نکلا۔ اس کے بعد تو وقتاً فوقتاً جماعت میں جانا ہوتا ہی رہا۔

حضرتؒ سے مکاتبت

حضرت قدس سرہٗ کی مختصر سی زیارت نے ایسا دل پر اثر کیا تھا کہ حضرتؒ سے تعلق قلبی ہو گیا اور کبھی کبھار حضرتؒ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا۔ چونکہ مشائخ کے آداب معلوم نہیں تھے۔ تو خط غیر جوابی ہی لکھتا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت قدس سرہٗ اپنے دستِ مبارک سے خود جواب تحریر فرماتے۔ اور ضرور ارسال فرماتے (ان دنوں حضرت قدس سرہٗ اپنے دستِ مبارک سے جواب تحریر فرمایا کرتے تھے) ایسے حضرتؒ کے دستِ مبارک کے تحریر فرمودہ والا نامے بندہ کے پاس محفوظ ہیں۔ بعضوں کی نقلیں ارسال ہیں۔

میرا بچپن تو جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ مانگرول میں گزرا۔ ۱۹۵۱ء کے بعد سے کراچی میں۔ مانگرول اور سارے کاٹھیاواڑ میں جہالت اور بدعات کا زور رہا۔ مانگرول میں نسبتاً کم تھا۔ جو بعد میں تقریباً ختم ہی ہو گیا۔ اب تو تبلیغی جماعتوں کی برکت سے کافی حد تک بدعات ختم ہو چکی ہیں۔ اور لوگوں کی بہت اصلاح ہوئی ہے۔

تبلیغی مساعی

حضرت قدس سرہٗ سے خط و کتابت کبھی کبھار ہو جاتی تھی۔ اور تبلیغ میں بھی مشغولی رہتی تھی۔ ۱۹۵۷ء میں رائے ونڈ میں ایک چلّہ لگایا۔ چلّہ کے بعد واپس کراچی آ گیا۔ اس کے چند ماہ بعد لاہور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت کے لئے دو روز کے لئے گیا۔ پھر ڈاکٹری کے دوسرے سال کا امتحان قریب آیا تو بندہ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ بندہ کی چھٹیاں ہونے والی ہیں تو چھٹیوں کا وقت کہاں گزاروں۔ حضرتؒ نے حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں گزارنے کا حکم فرمایا چنانچہ امتحان کے بعد چند روز حضرت رائپوری کی خدمت میں وقت گزارا۔ نیز ایک اور گرامی نامہ میں حضرتؒ نے تاکید فرمائی کہ آئندہ بھی جب موقع ملے حضرت رائے پوری کی خدمت میں ضرور جا اور ان سے بیعت بھی ہو جا اس خط کی فوٹو بھی ارسال

ہے چنانچہ تیسری مرتبہ بیعت ہونے کے لئے لاہور کا سفر کیا اور حضرت رائپوریؒ سے بیعت ہو گیا۔

حضرت کی طرف رجوع

۱۹۶۲ء میں حضرت رائپوری قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء میں حضرت شیخ قدس سرہٗ اور حضرت مولانا یوسف صاحب قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ بھی حج میں تھا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ میں آٹھ روز حضرت قدس سرہٗ کی معیت میں وقت گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ صوفی اقبال صاحب سے اس وقت تعلق ہوا تھا۔ جبکہ میں تبلیغ میں ایک چلّہ کے لئے نکلا ہوا تھا۔ اور وہ تین چلّے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ اور وہی جماعت کے امیر تھے۔ یہاں مدینہ طیبہ میں صوفی اقبال صاحب کی وساطت سے حضرت قدس سرہٗ کے قریب ہونے کا موقعہ ملا۔ اسی دوران حضرت قدس سرہٗ سے تجدید بیعت کی درخواست کی۔ حضرتؒ انکار فرماتے رہے۔

دو تین روز تک مسجد نبوی میں بندہ اصرار کرتا رہا۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت رائپوریؒ کے لوگوں کو بیعت نہیں کرتا بے ادبی سمجھتا ہوں۔ البتہ کچھ پوچھنا پاچھنا چاہتے ہو تو حاضر ہوں۔ یہ گویا بیعت کا قائمقام ہو گیا۔ پھر تو حضرت قدس سرہٗ سے تعلق بڑھتا ہی گیا۔

اس کے علاوہ تبلیغی جماعت سے تعلق اور حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں سے دینی فوائد اور ان کتابوں کی تحریر سادہ ہونے کے باوجود اس کے مضامین میں ایک مقناطیسی اثر پاتا تھا۔

تنبیہ

اس طرح کے واقعات تو بہت ہیں مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتا ہوں ۱۳۸۷ھ کے ماہ مبارک میں جو کہ اس ناکارہ کا سہارنپور میں پہلا رمضان تھا۔ اور وہ دور بندہ کے لئے دلداری اور شفقت و نرمی کا دور تھا۔ جیسا کہ ابتداء میں ہوا کرتا ہے اس رمضان میں بندہ نے تخلیہ کے لئے وقت مانگا۔ جیسا کہ اور سالک لوگ مانگتے ہیں۔ وہ عموماً ظہر کے بعد ذکر سے فراغت کے بعد کا وقت ہوتا تھا۔ بندہ چونکہ رات بھر جاگتا

تھا۔ اور فجر کے بعد سے بارہ بجے تک سوتا تھا۔ سردیوں کی راتیں تھیں۔ ذکر کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی۔ حضرتؒ نے بندہ کو تلاش کروایا۔ سردی کی وجہ سے چادر منہ پر پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے خادم کو میں نظر نہیں آیا۔ تقریباً دس منٹ تک خادم بندہ کو تلاش کرتے رہے۔ پھر کسی نے دیکھکر مجھے جگایا۔ کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ جب اندر گیا۔ تو خوب زور سے ڈانٹا۔ کہ میرا اتنا وقت ضائع کیا۔ جب معلوم ہوا۔ کہ معتکف کے بالکل قریب ہی تھا۔ تو خادم کو بھی ڈانٹا۔ بندہ کا اس واقعہ سے برا حال تھا۔ کئی روز تک روتا رہا۔ اور توبہ کرتا رہا۔ کہ حضرتؒ کو بندہ سے تکلیف پہنچی۔ خادم سے تو کئی بار معافی مانگی۔ کہ میری غلطی کی وجہ سے آپ کو ڈانٹ پڑی لیکن حضرت سے براہِ راست معافی مانگنے کی ہمت نہیں پڑی۔ لیکن اس ڈانٹ سے اور اپنی ندامت و گریہ زاری سے روحانی نفع بہت ہوا۔ جو الفاظ میں بیان کرنا دشوار ہے۔

شفقت

اسی کے چند روز بعد عید کی رات میں بندہ کو حضرت قدس سرہٗ نے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شفقت کے واقعات

شفقت کے واقعات تو بہت ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

بندہ ایک دفعہ ایک غلط مقدمہ میں پھنس کر جیل میں تھا جس کے بعد میں مقدمہ میں برأت ثابت ہونے کی وجہ سے رہائی ہوئی تھی۔ اس دوران حضرت قدس سرہٗ نے میرے گھر والوں کے پاس تھوڑے تھوڑے دن کی فصل سے تین مرتبہ دو دو ہزار ریال ارسال فرمائے کہ انکو اپنے خرچ میں لاؤ۔ رہائی کے بعد جب بندہ نے وہ چھ ہزار ریال لوٹانے چاہے۔ تو انکار فرما دیا اور باوجود بندہ کے اصرار کے قبول نہیں فرمایا۔

ابتداءً حضرت اقدس قدس سرہٗ کا بندہ کے ساتھ معاملہ دلداری اور شفقت کا رہا۔ اسی کے ذریعہ سے تربیت فرماتے رہے۔ تعلق کچھ قدیم ہو گیا۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ ۱۳۹۰ھ میں حج کے لئے تشریف لائے بندہ ان دنوں میں فارغ تھا۔ اس لئے ہر وقت خدمت اقدس میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور چونکہ خدام کم تھے۔

اس لئے بندہ کے ذمہ ڈاک۔ نماز کی امامت حضرت قدس سرہٗ کو اٹھانے بٹھانے کی خدمت اور اپنی گاڑی میں ڈرائیور کی حیثیت سے مستقر سے حرم شریف اور حرم شریف سے مستقر تک لانے لے جانے کی خدمت تھی۔ اس چار ماہ کی حاضر باشی کے دوران شاید کوئی وقت بھی ایسا نہیں گزرا ہوگا۔ کہ بندہ پر ڈانٹ نہ پڑی ہو۔ اور ہر ڈانٹ کے وقت بندہ کو اپنی غلطی و کوتاہی کا احساس ہوتا تھا۔ اور دل میں نادم ہوتا تھا۔ کہ حضرت کو مجھ سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اتنی کثرت سے میرے اوپر ڈانٹ پڑتی کہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے ہر وقت کے حاضر باش بے تکلف خادم نے ہنس کر عرض کیا۔ کہ حضرت اب تو بس کریں۔ اس کے اوپر بہت ڈانٹ پڑ چکی ہے۔ اب تو اس کی اصلاح ہو گئی ہے۔ اس ڈانٹ کی وجہ غالباً بندہ کا ایک خواب تھا۔ جو ۱۳۸۷ھ میں سہارنپور سے واپسی کے بعد دیکھا تھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ نے ایک بڑا طباق بندہ کو مرحمت فرمایا۔ جس میں کچھ مٹھائی کی قسم کی چیز تھی۔ فرمایا کہ جاؤ اس کو لوگوں میں تقسیم کرو۔ اس وقت خواب ہی میں بندہ نے تعمیل حکم میں وہ طباق لے تو لیا۔ لیکن دل میں یہ خیال بھی آیا تھا۔ کہ میں تو ڈاکٹر ہوں۔ مجھ سے آواز کیسے لگائی جائے گی۔ اس خواب کی تعبیر میں حضرت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ ڈاکٹری کی رعونت ابھی باقی ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کا دور صرف چار ماہ ہی رہا۔ اس کے بعد آخیر تک شفقت اور پیار و محبت کا معاملہ رہا۔

ملازمت کیلئے حکم

حضرت قدس سرہٗ سے تعلق کے بعد معمولات بالخصوص ذکر کی طرف طبیعت کا میلان بڑھتا گیا۔ جس کی وجہ سے شام کا مطب بالکل بند کر دیا۔ اور آدھے دن کی ملازمت پر اکتفا کر لیا۔ پھر ایسا بھی دور آیا۔ کہ مسلسل ۳½ سال تک نہ ملازمت کی نہ مطب نہ اس قسم کا کوئی اور مشغلہ رہا۔ یہاں تک کہ جب ۱۳۹۳ھ میں حضرت قدس سرہٗ حجاز مقدس تشریف لائے۔ تو حکماً نوکری کی تلاش کے لئے بندہ کو بھیجا۔ اور چند ہی دن تلاش کے بعد بدر شریف میں ملازمت مل گئی۔

معمولات

معمولات میں سب سے پہلے تو حضرت قدس سرہٗ نے ابتدائی معمولات کا پرچہ ۱۳۸۴ھ میں ارسال فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ذکر بالجہر

بھی تبلایا تھا۔ ذکر بارہ تسبیح چند ماہ کیا۔ اس کے بعد رمضان ۸۷ھ میں مراقبہ دعائیہ تبلایا۔ حج ۸۷ کے موقعہ پر بندہ نے مراقبہ معیت کی اجازت مانگی۔ تو دریافت فرمایا۔ کہ مراقبہ دعائیہ کب سے کرتے ہو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ گزشتہ رمضان سے تو فرمایا کہ سال ڈیڑھ سال مراقبہ دعائیہ کرلو۔ پھر مراقبہ معیت پوچھ لینا۔ اور اگر مرجاؤں تو خود ہی کرلینا۔ ۹۰ھ میں مراقبہ معیت تعلیم فرمایا۔ ۹۳ھ میں دریافت فرمایا۔ کہ کون سا مراقبہ کرتے ہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ مراقبہ معیت۔ فرمایا معیت کو بھی ختم کرو۔ اور بس ذات کا مراقبہ کرو۔ اور فرمایا کہ میرے پاس بیٹھ کر یہ مراقبہ کیا کرو۔ جبکہ میں ڈاک وغیرہ میں مشغول ہوتا ہوں۔ چنانچہ حضرت کے پاس بیٹھ کر یہ مراقبہ کرتا رہا۔ کبھی کبھی حضرتؒ فرماتے۔ کہ اس میں گہراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

وارد قلبی کا حکم

۸۹ھ میں جبکہ بندہ کا قیام کراچی میں تھا۔ اور زیادہ وقت خلوت میں گزرتا تھا۔ تو اکثر ایسا ہوتا کہ جب کوئی بات حضرتؒ سے پوچھنے کا ارادہ کرتا۔ تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا حضرتؒ نے اس کا جواب تبلا دیا۔ اس طرح قلب پر وارد ہوتا۔ حضرتؒ کو یہ حال مع مثالوں کے لکھا۔ تو حضرتؒ نے اس کی تصویب فرمائی اور تنبیہ بھی فرمائی کہ اگر خلاف شرع کوئی بات ہو تو اس پر عمل نہ کرو۔

سلسلہ بڑھانے کی عملی صورت

بندہ سے تعلق رکھنے والے بعض دوست جب حضرت قدس سرہٗ سے براہ راست کوئی بات پوچھتے۔ تو حضرتؒ فرماتے کہ جو کچھ پوچھنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کرو۔ وہ اگر کچھ پوچھنا ہوگا۔ تو مجھ سے پوچھ لیں گے۔ بعض دوستوں کے متعلق بندہ نے بہت کوشش کی کہ انکا جوڑ براہ راست حضرت سے ہو جائے۔ لیکن حضرت قدس سرہٗ کے یہاں یہ چلی نہیں۔ اور حضرت نے ہمیشہ اس ناکارہ کے ساتھ ہی انکو لگائے رکھا۔ لہٰذا بندہ اپنے دوستوں کے حالات وقتاً فوقتاً حضرت قدس سرہٗ کو سناتا رہتا تھا۔ ایک دوست کے حالات جب بندہ نے ایک مرتبہ سنائے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ استقامت ہو جائے۔ تو بیعت کی اجازت دیدیجیو۔ کچھ عرصہ کے

بعد دوبارہ ان کے حالات بتائے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ اجازت دے دو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ وہ تو حضرتؒ سے بیعت ہیں۔ حضرت ہی اجازت مرحمت فرمائیں۔ لیکن حضرتؒ نے فرمایا۔ نہیں تم ہی دے دو۔ کئی بار کے بندہ کے اصرار پر حضرتؒ نے فرمایا۔ پیارے اسی طرح سلسلہ چلے ہے۔ چنانچہ تعمیل حکم میں بندہ نے ان کو بیعت کی اجازت دے دی۔ اس طرح جناب صوفی اقبال صاحب مولانا یوسف متالا صاحب وغیرہ سے بھی حضرت نے کئی ایک کو اجازت دلوائی۔

امراض باطنی کا علاج

امراض قلب کے لئے ہدایات تو بیشمار ہیں۔ دو ایک باتیں بطور نمونہ از خروارے لکھ رہا ہوں۔

نمبر ۱:۔ وساوس کا علاج عدم التفات فرمایا کرتے تھے۔

قبض کی وجوہات میں فرماتے تھے۔ کہ بسا اوقات گناہوں کی وجہ سے بالخصوص بدنظری سے ہو جایا کرتا ہے اور اس کا علاج توبہ و استغفار ہے۔ بندہ نے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا۔ کہ ذکر کی مجلس میں اپنے بعض دوستوں کو آگے بٹھاتا ہوں۔ اور خود پیچھے بیٹھ کر بعض ضربیں اپنے دل کی بجائے ان کے دل پر لگاتا ہوں۔ جس کا نفع وہ بھی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن حضرتؒ سے پوچھا نہیں ہے۔ اس لئے معلوم نہیں۔ میرا طریقہ صحیح ہے یا غلط۔ حضرت قدس سرہٗ نے اس کی تصویب فرمائی۔ اور فرمایا ضرور کرو۔ مفید ہے۔

خلافت

رمضان ۱۳۸۷ھ بندہ کا پہلا رمضان ہے۔ جو حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں گزارا۔ اس کے اختتام پر عید کی شب تہجد کے وقت حضرت قدس سرہٗ نے بندہ کو اور صوفی اقبال صاحب کو اپنے معتکف میں طلب فرمایا۔ حضرت قدس سرہٗ کے دستِ مبارک میں دو مصلے تھے۔ ہم دونوں کو ایک ایک مصلّٰی مرحمت فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم دونوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ حضرت حاجی

صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت قطب العالم گنگوہی قدس سرہٗ کو آٹھویں دن خلافت دی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میاں رشید احمد میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ تمہیں دے چکا۔ اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے۔ میں بھی تم دونوں کو یہی کہتا ہوں۔

خصوصی احباب کے بارے میں حضرت کی خواہش

حضرت قدس سرہٗ کی اپنے بعض خدام کے بارے میں یہ خواہش ہوتی تھی۔ کہ وہ حضرت ہی کے ساتھ رمضان گزاریں۔ ان میں ایک بندہ بھی تھا۔

ردّ مودودیت کے کام کی ہدایت

بندہ کا تصنیفی ذوق کبھی نہیں رہا۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے حکم فرمایا۔ کہ مکتوبات حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی چاروں جلدوں میں سے مودودی صاحب کے سلسلہ میں سے جو مکتوبات ہیں انکو علیحدہ جمع کردو۔ چنانچہ بندہ نے تعمیل حکم کی۔ اور وہ علیحدہ حضرتؒ کے حکم سے بنام مکتوبات شیخ الاسلام بسلسلہ مودودی طبع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرتؒ نے اپنی متعدد تصانیف کے لئے مختلف کتابوں سے مواد جمع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جس کی بندہ نے تعمیل کی۔ خاص طور سے شریعت و طریقت کا تلازم۔ اکابر علماء دیوبند۔

تبلیغی ہونیکی "شہادت"

تبلیغی جماعت میں نکلنے کے لئے یا مدارس دینیہ و مکاتیب قرآنیہ قائم کرنے کے سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ نے بندہ کو کوئی ہدایت فرمائی ہو۔ یہ یاد نہیں۔ البتہ ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ کا یہ فقرہ کہ ڈاکٹر اسماعیل تبلیغ میں نہیں ہے۔ حضرت نے سُنا۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اگر ڈاکٹر اسماعیل تبلیغ میں نہیں ہے۔ تو میں بھی تبلیغ میں نہیں ہوں۔ اس وقت حضرتؒ سہارنپور میں تھے۔ اور بندہ پاکستان میں تھا۔ اس وقت موجودہ خدام نے بندہ سے یہ روایت نقل کی۔

حضرت کا نماز میں استغراق

حضرت قدس سرہٗ کے اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ہیں۔ مثلاً عبادت ہی کو لے لیجئے۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ماہ مبارک میں صرف دو تین گھنٹے آرام فرمانا۔ اور بقیہ دن رات سارے اوقات نماز، تلاوت میں انہماک اور نماز میں استغراق کا یہ حال کہ ایک مرتبہ نظام الدین ماہ مبارک میں نوافل میں اس قدر استغراق تھا۔ کہ حضرتؒ نماز ہی کی حالت میں گر پڑے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ اور کئی روز تک بیمار رہے بعض خدام کے اصرار پر کہ یہ "خرّ موسیٰ صَعِقا" والی بات تو نہیں تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گردن ہلا کر اثبات میں جواب مرحمت فرمایا۔

روزوں کی کثرت

رمضان کے علاوہ بھی باوجود علمی مشاغل کے دن رات کی سنن و نوافل میں روزانہ تقریباً دس پارے پڑھنے کا معمول رہا۔ روزوں کا حال یہ تھا۔ کہ ۱۳۸۹ھ جبکہ حضرت کی عمر مبارک چھپتر ۷۵ برس کی تھی اور جون جولائی کی گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت نے مدینہ منورہ میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اور سارے مخلصین کے اصرار کے باوجود اس کو نہیں چھوڑا۔ اسی حال میں مکہ مکرمہ کا سفر بھی فرمایا۔ اس سفر میں مولانا علی میاں بھی آئے تھے۔ اور وہ بھی روزہ رکھنے سے منع فرماتے رہے کہ گرمی بہت ہے۔ جب واپس جانے لگے۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے بھی ان کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر اس سفر میں بھی روزہ رکھنے پر اصرار تھا۔ خدام نے بھی عرض کیا۔ اور مولانا موصوف نے بھی عرض فرمایا کہ حضرت گرمی بہت ہے۔ کم سے کم سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھیں بعد میں جیسی رائے ہو۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ علی میاں! روزہ تو میں چھوڑنے کا نہیں۔ زیادہ اصرار کرو گے تو مکہ مکرمہ کا سفر ملتوی کر دوں گا۔ اس پر مولانا علی میاں صاحب بھی خاموش ہو گئے۔ اس سفر میں اور دیگر اسفار میں حضرتؒ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ کہ سہارنپور سے حرمین شریفین تک کا سفر باروزہ گذرے۔ دو مہینہ متواتر روزوں کے بعد مدینہ طیبہ کے قیام میں کئی ماہ تک حضرتؒ کا یہ معمول رہا۔ کہ

پیر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھتے تھے۔

دستر خوان کی وسعت

اسی طرح دستر خوان کے سلسلہ میں ہر شخص جانتا ہے۔ کہ سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں حضرت قدس سرہٗ کا دستر خوان مشہورِ عالم دستر خوان کہا جائے تو برمحل ہے۔ کہ مہمان نوازی کے لئے نوع بنوع کے کھانے اور ساتھ ہی مہمانوں سے بار بار استفسار فرماتے۔ اور فرماتے کہ کھاؤ اور فلاں چیز کھاؤ۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مہمان تکلف برتنے والا ہوتا تو اس کو اپنے قریب سے قریب تر بٹھاتے۔ اور اپنے دستِ مبارک سے بہت سی چیزیں ان کو مرحمت فرماتے اسی میں کبھی کھلانے والوں سے فرماتے۔ کہ پانی الگ رکھو۔ ان کو کھانا کھانے دو۔ حتیٰ کہ بسا اوقات پورے دستر خوان والوں سے یہ فرماتے جو کھانے سے فارغ ہو جائے۔ ایک لقمہ میرے پاس سے لیتا جائے۔ بعضوں سے فرماتے کھالو یہ مال پھر نہیں ملے گا۔ غرضیکہ جو بھی دستر خوان پر آجاتا وہ بلا کھائے نہ جاتا۔

توجہ کی تاثیر

حضرت قدس سرہٗ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کا عجیب حال ہوتا تھا۔ آخرت کی رغبت دنیا سے بے رغبتی اور اللہ سے تعلق میں اضافہ شاید ہی کوئی شخص ہو جو اس کا انکار کرے۔ حضرتؒ کی توجہ کا اثر قریب سے تو ہر شخص محسوس کرتا تھا۔ ہزاروں میل دور سے بھی حضرت کی توجہ کا اثر محسوس ہوتا تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

بندہ کا قیام مدینہ پاک میں تھا۔ اور حضرت قدس سرہٗ سہارنپور میں تشریف فرما تھے۔ کئی بار قلب پر ایسی بسط کی کیفیت طاری ہوتی۔ کہ عبادات و معمولات سب میں اس کا اثر محسوس ہوتا۔ ایک دو روز اس کا اثر رہتا۔ شروع میں تو بندہ اس کو اتفاقی چیز سمجھا۔ مگر بار بار ہونے لگا۔ تو وہ دن اور تاریخ ذہن میں نوٹ کر لیتا۔ جب حضرت کا والا نامہ آتا۔ تو وہ اسی تاریخ کا ہوتا۔ جس دن وہ بسط کی کیفیت ہوتی۔ چنانچہ حضرتؒ کی خدمت میں یہ حال تحریر کیا۔ عریضہ کا وہ حصہ اور اس کا حضرتؒ کی طرف سے جواب نقل کرتا ہوں۔

عریضہ ۔۔۔۔۔ ایک اور بات قابلِ ذکر یہ ہے۔ کہ بندہ بعض اوقات ایسی کیف

سرور کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ جس کی لذت ساری عبادات و معمولات میں محسوس ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ حضرت والا بندہ کی طرف متوجہ ہیں۔ اسی طرح کی کیفیت ۲۷/ اگست کو بڑے زور سے محسوس ہوئی۔ تو بندہ نے اپنے ذہن میں وہ تاریخ نوٹ کر لی۔ جب حضرتؒ کا والا نامہ موصول ہوا تو وہ اس تاریخ کا تھا۔ اس سے خیال ہوا کہ حضرتؒ والا نامہ لکھوا رہے ہوں گے۔ تو بندہ پر توجہ کا اثر پڑتا ہوگا۔ معلوم نہیں بندہ کا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں۔

جواب از حضرت قدس سرہٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب میں بہت زیادہ روشنی پیدا فرمائے۔ قبض و بسط تو ذاکرین سب ہی کو مبتدیوں کو منتہیوں کو سب ہی کو پیش آتا ہے۔ یہ کوئی قابلِ التفات چیز نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ جب کسی کو خط لکھوایا جاتا ہے۔ تو اس کا تصور تو خط لکھوانے والے کے دل میں ہوتا ہی ہے۔ (یہ خط و کتابت مکتوبات۔ شیخ جلد دوم میں طبع ہو چکی ہے۔)

تم تو ہمارے ہو

آخیر میں حضرت قدس سرہٗ کی شفقت کے دو واقعات پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

"الف" ۱۳۸۶ھ کے حج میں جبکہ حضرت قدس سرہٗ اور تبلیغی اکابر بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ اپنے بھائی عبدالستار صاحب کے ساتھ جب مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ اور اکابر تبلیغ کے قیام و طعام نیز منیٰ و عرفات کے سلسلہ کا سارا انتظام قاضی عبدالقادر صاحب کے ذمہ ہے۔ بندہ نے قاضی صاحب سے عرض کیا۔ کہ ہم دونوں بھائیوں کا بھی آپ حضرات کے ساتھ انتظام فرما دیں۔ اور جو خرچہ ہو بندہ سے لے لیں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ کہ ہمارے یہاں تمہاری گنجائش نہیں ہے۔ تو اپنا انتظام کہیں اور کر لو۔ بندہ خاموش ہو گیا۔ جب کھانا کھانے کا وقت قریب آیا۔ تو ہم دونوں بھائی باہر چلے گئے۔ اور ہوٹل میں کھانا کھا کر واپس آگئے تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ تم کہاں تھے۔ میں تمہیں تلاش کروا رہا تھا۔ بندہ خاموش رہا۔ حضرت قدس سرہٗ سمجھ گئے۔ فرمایا نہیں بھائی تم تو ہمارے ہو۔ تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ قاضی صاحب

نے یہ سن کر خرچ کی رقم لے لی۔ اور بندہ نے حضرت رح کے ساتھ حج کیا۔

جنت کی بشارت

دوسرا واقعہ: ۱۳۸۹ھ کا ہے۔ جب کہ مدینہ پاک میں بندہ حضرت قدس سرہٗ کے خدام میں شامل تھا۔ اور حضرت کو اٹھانے بٹھانے کی سعادت حاصل تھی۔ حرم نبوی شریف میں ایک شرطی ہمیشہ ہمیں یہ خدمت کرتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب کہ حضرت قدس سرہٗ کو ایک طرف سے بندہ نے سہارا دیا۔ اور دوسرے طرف سے مولوی اسرار نے سہارا دیکر حضرتؒ کو اٹھایا۔ تو اس شرطی نے جس سے بندہ کی خاصی واقفیت ہو چکی تھی زور زور سے بندہ کو کہنا شروع کیا تدخل الجنة۔ حضرت قدس سرہٗ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مولوی اسرار صاحب نے کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو یوں کہہ رہا ہے۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ "بھائی ڈاکٹر صاحب کے جنتی ہونے میں کیا اشکال ہے۔

حضرت مولانا

محمد سجاد صاحبؒ

نایب مجدہم

اسمِ گرامی

محمد سجاد ولد شیخ واجد علی ولد شیخ اشرف علی ولد شیخ گوماً ولد شیخ لال محمد شہید ساکن موضع عیسٰی پور۔

طفولیّت و تعلیم

ضلع جون پور مشرقی یوپی ہندوستان ۱۹۱۳ء میں وطن مذکور میں پیدا ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں سرکاری اسکول میں پڑھنا شروع کیا۔ درجات الف۔ ب سے درجہ سوئم تک پڑھنے کے بعد اسکول کے ترک کا غیبی سبب پیدا ہوا۔ اور قرآن شریف پڑھنے کے لیے وطن سے چودہ میل فاصلے پر قصبہ مانیکلاں ضلع جونپور حافظ عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ مرحوم ایسے بافیض باعمل فرشتہ صفت تھے کہ بلا مبالغہ ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں نے ان سے حفظ کی تکمیل کی۔ اور ان کا پڑھایا ہوا طالب علم اس دور میں صحت، صفائی اور یاد کے لحاظ سے ضرب المثل ہوتا تھا۔ ان کی خدمت میں رہ کر پانچ پارہ ناظرہ پڑھنے کے بعد استاد مرحوم نے فرمایا اس لڑکے کو اب ناظرے کی ضرورت نہیں، اور حفظ شروع کرا دیا پھر تین پارے حفظ کے پورے نہیں ہونے پائے تھے کہ اس جگہ کے ترک کا بھی غیبی سبب پیدا ہوا۔

مدرسہ فاروقیہ جونپور میں

وہاں سے شہر جونپور فاروقیہ نامی مدرسے میں بھیجا گیا وہ مدرسہ حضرت مولانا سخاوت علی

اور حضرت مولانا کرامت علی صاحبان رحمۃ اللہ علیہما کا قائم کیا ہوا تھا جو بڑے سید صاحب بریلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور سید صاحب قدس سرہٗ کے حکم سے ہی یہ مدرسہ شہر کی شاہی جامع مسجد میں قائم ہوا تھا جو اُس زمانے کی ہندوستان کی بڑی درسگاہوں میں شمار ہوتا تھا پورے علوم دینیہ کی وہاں تکمیل ہوتی تھی مگر حالاتِ زمانہ کے ساتھ اس نے بھی انحطاط قبول کیا اور میرے داخل ہونے کے زمانے میں صرف حفظ اور قرآت کی تعلیم باقی رہ گئی تھی وہاں رہ کر حفظ کی تکمیل اور قرأت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

پہلا نکاح

وہاں کے قیام ہی کے دوران میں سارده بل ایکٹ کے فتنے میں میرا پہلا نکاح ہوا (انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں شادی کے لیے لڑکے کی عمر کا اٹھارہ برس کا ہونا اور لڑکی کی عمر کا چودہ برس کا ہونا قانوناً لازمی قرار دینا چاہا تھا)۔

جونپور، شرقی لودھی،

یہ شہر جونپور مسلم بادشاہوں کا آباد کیا ہوا دہلی کے بعد دوسرے نمبر کا دارالسلطنت تھا جس میں شیر شاہ سوری، ابراہیم لودھی، فیروز شاہ تغلق وغیرہم کی بادشاہت رہی جن کی یادگار میں کئی عالی شان مسجدیں اور قلعہ لودھی وغیرہ اب تک موجود ہیں، اس زمانے میں یہ شہر اکابر علماء اور اولیاء اللہ کا گہوارہ تھا اسی مناسبت سے اسکو شیراز ہند کہا جاتا تھا، مُلّا محمود صاحب شمس بازغہ، ملّا عبدالرشید صاحب رشیدیہ، ملّا عبدالباقی صاحب باقیہ اور ملّا الٰہ داد وغیرہم حضرات مختلف فنون کے ماہر اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے مہدویت محمد نامی گمراہ اسی شہر کا باشندہ تھا وغیرہ وغیرہ۔

بیت العلوم اور عین العلوم میں تعلیم

بہر حال حفظ ختم کرنے کے بعد فارسی پڑھنے کا شوق غالب ہوا جس کے

لیے بیت العلوم سرائیمر، دار العلوم مئو ضلع اعظم گڑھ اور بنارس وغیرہ کی دو سال تک خاک چھانتا رہا۔ آخر کار فضلِ ایزدی شامل ہوا۔ اور مدرسہ عین العلوم ضلع فیض آباد (یوپی) میں اللہ نے پہنچایا، یہ مدرسہ مولانا محمد اسماعیل صاحب ابن مولانا قدرت اللہ صاحب نے اُمّی بزرگ حضرت چاند شاہ صاحب ساکن قصبہ ہذا کے حکم سے (موصوف نے) قائم کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب ہی پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ اپنے پاس سے دیتے تھے یہ دونوں حضرات حضرت شاہ صاحب کے خلیفۂ خاص تھے ان حضرات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اعظم گڑھ، جونپور، سلطانپور وغیرہ ضلعوں میں سنّت پھیلانے اور بدعت مٹانے کا کام لیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ صاحب نقشبندی سلسلے کے بابرکت عالی شان متبع سنّت بزرگ تھے، ان کا سلسلہ سادات نصیر آباد ضلع رائے بریلی (یوپی) سے تھا۔ ان کے خلفاء نے دور دور علاقوں میں سنّت کے پھیلانے میں بہت کامیابی حاصل کی۔ مدرسہ مذکور سے تقریباً دو سو علماء فارغ ہوئے جن کا آخری فرد یہ ناکارہ اور درمیانی فرد حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب ہیں۔ بندہ نے اس مدرسے میں گلستان سے جلالین وغیرہ کتب تک تین سال دو مہینے میں پڑھا۔ پھر حسب الحکم مولانا موصوف ۵۵ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوا۔ ۵۸ھ، ۵۹ھ شعبان تک مظاہر علوم میں رہ کر درس نظامیہ کی تکمیل زمانہ قیام مظاہر میں چھٹیوں میں تھانہ بھون حاضر ہوتا رہا۔

اصلاحی تعلق و تدریس

اصلاحی تعلق حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا محمد علی صاحب الہ آبادی قدس سرہٗ سے قائم کیا۔ فراغت کے بعد اسی سال ۲۵ ذیقعدہ ۵۹ھ بحکم اپنے شفیق استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدرسہ رحمانیہ قصبہ ٹانڈہ باؤلی ضلع مراد آباد صدر مدرس بن کر گیا شعبان ۶۱ھ تک وہاں رہا وہ زمانہ ہند بلکہ پوری دنیا کے انقلاب کا تھا۔ پھر

۱۱ ربیع الثانی ۶۲ھ میں قصبہ دوست پور ضلع سلطان پور (یوپی) کے اندر ایک مدرسہ دعوۃ الحق نامی قائم کیا، جو بحمد اللہ اب تک متوسط حالت میں قائم ہے۔

مولانا پھولپوری سے بیعت

حضرت الہ آبادی کے وصال کے بعد ۶۲ھ میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب (موصوف حضرت تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں تھے) بانی مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور اور مدرسہ سرائیمیر کے ہاتھ پر سلاسل اربعہ میں بیعت ہوا پھر ۶۶ھ بماہ ذیقعدہ بتاریخ ۴ حسب ارشاد حضرت مولانا موصوف قدس سرہ بیت العلوم چلا آیا اور تا ایندم یہیں مقیم ہوں۔

چار شادیاں

یکے بعد دیگرے میری چار شادیاں ہوئیں جن سے کل دس اولاد پیدا ہوئیں چار باحیات ہیں دو لڑکے حافظ مولوی علی عباد اور حافظ محمد عارف اور دو لڑکیاں مسماۃ طیبہ اور مسماۃ صفورہ ہر ایک صاحب اولاد ہیں الحمد للہ دونوں لڑکوں پر حضرت شیخ قدس سرہ کی خاصی عنایت تھی۔

آپ کے حسب الحکم میں نے اپنے حالات کا اجمالی نقشہ لکھ تو دیا مگر قابل اشاعت ہر گز نہیں الا یہ کہ آپ خود امت کے لیے نافع سمجھیں۔

حضرتؒ کی غلامی کے لیے دعا

حضرت شیخ قدس سرہ کو میں نے ۵۵ھ سے جانا اور اپنے نادان ہونے کے باوجود حضرتؒ کے تقدس اور محدث اور صائب الرائے ہونے کو بھی اچھی طرح یقین کے ساتھ جانتا تھا کیونکہ ناظم حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہ کوئی کام باوجودیکہ مسلم بزرگ ذی علم سراپا دیانت و عقل تھے بغیر حضرت قدس سرہ کے مشورے کے نہیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ کا تبحر علمی تقویٰ، سخاوت حق گوئی وغیرہ زبان زد عوام بھی تھا اور ہر وصف کمال تا دمِ آخر تیز رفتاری کے ساتھ ترقی پذیر رہا۔

۷۹ھ میں جب کہ میرے شیخ بارادۂ ہجرت پاکستان تشریف لے گئے میرے دل میں قدرتی طور پر حضرت شیخ کی طرف میلان ہوا بسلسلہ حج دوم اسی سال مکہ مکرمہ حاضری ہوئی اور احباب تبلیغ کے ساتھ بغرض شب گذاری مقام شہداء میں بشب جمعہ جانا ہوا اور رات ہی میں واپسی ہوئی جب کعبۃ اللہ کے سامنے پہنچا تو اس میلان اتنی شدت اختیار کی کہ حضرت کی غلامی میں داخل ہونے کیلئے دعا کی اور گویا حضرت کی تصویر آنکھوں کے سامنے سارہنے لگی۔

خواب میں راہنمائی

اسی دوران خواب دیکھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ مظاہر کے دار الطلبہ کی طرف سے گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر حضرت شیخ قدس سرہٗ کے کچے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا مگر میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور کیوں پہنچایا ہاں دو شیشیوں میں کچھ دوائیں عنایت فرمائیں۔

حضرتؒ سے بیعت کی تجدید

پھر جب میرے شیخ قدیم کا پاکستان میں انتقال ہو گیا اور میں نے اپنے بڑوں سے اپنے اصلاحی تعلق کے متعلق مشورہ کیا تو میرے مشفق استاد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے حضرت شیخ کے متعلق مشورہ دیا چونکہ داعیہ پہلے سے موجود تھا اس لیے فوراً حضرت کی خدمت میں بیعت قبول کرنے کا عریضہ ارسال کیا، حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بھی ازراہِ شفقت بلا تامل بطور بیعت عثمانی داخل سلسلہ فرما لیا جس وقت حضرت کا والانامہ بندہ کے پاس پہنچا اور پڑھا تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک بجلی میرے اندر کوند گئی جس میں اتنی حرارت تھی اور ہے کہ اب تک بحمد للہ تعالیٰ کسل و کاہلی کسی وقت غالب نہیں ہو سکی۔

حضرتؒ کے یہاں پہلا رمضان

پھر اسی سال رمضان شریف کی تعطیل میں رمضان گذارنے کے ارادے سے اپنے بڑے لڑکے علی عباد کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانے میں چند نفر

حضرت کے یہاں رمضان گذارنے کے لیے تشریف لاتے رہے اور میرٹھ کے صرف ایک بزرگ مہینے بھر کا اعتکاف کرتے رہے (مجھے جہاں تک یاد ہے کہ آپ کے (مولانا یوسف متالا صاحب کے) بڑے بھائی مولوی عبد الرحیم صاحب بھی اسی سال تشریف لائے تھے)۔

ماں سے زیادہ شفیق شیخ

اول ملاقات سے لے کر تادم آخر حضرت کی جو عنایات مجھ جیسے پر تھیں اس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ شفیق ماں سے بھی زیادہ تھیں۔ ایک دفعہ جب میں واپسی کے لیے بغرضِ آخری ملاقات حاضر ہوا تو دریافت فرمایا کہ چائے پی لی میں نے عرض کیا نہیں فرمایا سحری والوں کے لیے چاء تو پکی تھی میں نے عرض کیا کہ میں یہ سمجھا کہ صرف سحری والوں کے لیے ہے حضرت نے تأسف کے لہجے میں فرمایا کہ مجھ سے یا مولوی منور صاحب سے پوچھ کیوں نہیں لیا، اس پر میری زبان سے نکل گیا کہ دوکان پر پی لوں گا اس پر بہت ہی درد بھرے عنوان سے ارشاد فرمایا کہ تم کو تو سٹو جگہ چاء مل جائے گی مگر مجھ کو کیسے تسلی ہوگی۔ غرض یہ کہ حضرت کے عنایات بے پایاں کا میں خود اندازہ نہیں کر سکا ہاں اتنا سمجھا تھا کہ حضرت قدس سرّہٗ کی عنایت مجھ پر میرے سمجھنے سے بھی زیادہ ہے۔

خلافت

۲۷ رمضان ۸۸ھ بعد نماز تہجد اپنے معتکف میں طلب فرمایا اور بایں ارشاد اجازت بیعت مرحمت فرمائی کہ میں اپنے حُسنِ ظن کی بناء پر اجازت دیتا ہوں اور غالباً کچھ دعائیہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے اور ایک مصلیٰ عنایت فرمایا جو بطور تبرّک محفوظ ہے حضرت کا مربیانہ تعلق میرے ساتھ خالص شفقت کا رہا، نہ کبھی زجر و توبیخ کی نوبت آئی اور مالی عنایت کی۔

ہما کے لیے دانے

اجازت بیعت کے بعد تقریباً ہر آخری ملاقات کے وقت

خصوصیت سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب یہ وہ زمانہ ہے کہ پیر کو مرید بن کر کام کرنا ہے، اور حضرت رائے پوریؒ کا مقولہ اکثر بار بار نقل فرماتے کہ بھائی جال پھیلا کر اس پر دانے ڈالی رکھے ہیں چڑیاں آکر کھا جاتی ہیں شاید کسی دن ہما آکر پھنس جائے غالباً یہ ارشاد اس وجہ سے بتاکید فرماتے رہے کہ طبعاً میرے مزاج میں رابطہ کم ضابطہ زیادہ ہے اور ایک مدت تک حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم کے زیر تربیت رہ چکا تھا حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ ایک قطب کا یہی مقام ہے کہ احیاء سنت کے لیے ضرورتِ حالاتِ زمانہ کو خوب پہچانے فجزاہ اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے حضرت کے دینی درد کا ایک شمہ اس نابکار کو نصیب فرمائیں۔ بندہ کی تربیت کے بارے میں جو آپ نے سوال فرمایا تو حضرت قدس سرّہٗ کے تمام والا نامے از اول تا آخر جو میرے پاس محفوظ ہیں اس گراں قدر امانت کے آپ ہی لائق امانتدار ہیں لہذا ارسال خدمت ہیں۔ ان میں سے جن جن والا ناموں کو چاہیں شائع فرما دیں میری طرف سے کلی اجازت ہے۔

رمضان میں حاضری

اجازت کے بعد میرے لیے حضرت کی یہی کوشش ہمیشہ رہی کہ میں اپنے مقام پر ہی لوگوں کو لے کر رمضان شریف گذاروں مگر کچھ تو غلبہ شوق اور حضرت کی کشش اور کچھ حضرت کے ہجرت کا تصوّر بار بار حکم عدولی پر مجبور کرتا رہا مگر ہر بار حضرت بجائے ناراض ہونے کے بوقت ملاقات نہایت مشفقانہ لہجے میں مسکرا کر ارشاد فرماتے کہ مولوی تو اپنی منوا ہی لے اور روز بروز حضرت کی عنایت ہی بڑھتی رہی۔ حضرت کے حسب الحکم ایک سال میں نے اپنی جائے قیام پر ہی رمضان گذارا۔ اور اعتکاف کیا تو حضرت نے سارے کو الف نمبر وار طلب فرمائے اور پھر میرے عریضے کو اپنے معتکفین حضرات کو سنوایا۔

تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی ہدایت

میرے بارے میں حضرت کی

ہمیشہ تاکیدی ہدایت درس وتدریس اور وعظ و تبلیغ ہی کی رہی مگر چونکہ میں طبعاً وحشی الطبع اور یکسوئی کا شیدائی تھا اس لیے کہیں آنے جانے کا حکم نہیں فرمایا یوں ارشاد فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو قریب کے تبلیغی اجتماعات میں شریک ہو جایا کرو جس پر میں کچھ نہ کچھ پابند رہا۔

مدارس میں جوڑ کے لیے فکر

ایک مرتبہ اس ناکارہ نے مدارس میں جوڑ پیدا کر کے تبلیغ کا ایک خاکہ حضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ ارسال کیا تو حسب عادت خوب تحسین فرمائی اگے اور ارشاد فرمایا کہ مگر پیارے ایک مدرسے کے لوگ تو اس زمانے میں متفق ہوتے ہی نہیں تو تم اتنے مخلص کام کرنے والے مدرسوں میں کہاں پاؤ گے۔ از خود جو ہو سکے کرو باقی تمہارا حوصلہ بلند ہو تو میں منع نہیں کرتا۔ اس ارشاد کے بعد یہ لایعنی وسوسہ ہی میرے دل سے نکل گیا۔

قرض لینے کی ممانعت

ایکمرتبہ ایک مضمون پر میں نے ایک رسالہ مرتب کیا اور بطور استشارہ حضرت کی خدمت میں اطلاعی عریضہ بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چھپوانے کی ذمہ داری لے تو خیر ورنہ میری طرح قرض مت مانگتے پھرنا۔ وہ بے چارہ بھی نسیاً منسیاً ہو گیا۔

وعظ کی ترغیب

ایک مرتبہ میں نے عریضہ لکھا کہ میں حضرت کے ہدایتی والا ناموں میں سے منتخب کر کے اپنے پاس نقل محفوظ کر رہا ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میری زندگی میں چھپوانے کی زحمت مت کرنا ان مجموعہ ارشادات سے اور ہمیشہ بار بار تعلیم و وعظ گوئی کی ترغیب سے میں یہی سمجھا کہ حضرت کو مجھ سے یہی خدمت لینا پسند ہے اور ہمیشہ کے لیے بعونہ تعالیٰ اسی کی نیت کر لیتا اللہ تعالیٰ حضرت کے مبارک منشاء کو پورا فرمائیں۔

مدارس کے مال میں احتیاط

بار ہا میرے سامنے مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے رہے کبھی فرمایا اے مولویو! کبھی فرمایا اے مدارس کے ناظموں کبھی مسکرا کر فرمایا اے لونڈو رکبھی دردمندانہ انداز میں فرمایا پیارو مدارس کے اوقات اور اس کی رقم کو آگ سمجھو مدارس کے حقوق کی ہمیشہ پوری رعایت رکھو۔ کسی ناظم کو بھی اس کا اختیار نہیں کہ مفاد مدرسہ کے خلاف کسی کی بے جا رعایت کرے اور اس پر اپنے اکابر مثلاً مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور اسلاف مظاہر کے تقوٰے بھرے واقعات بیان فرماتے اور بار بار یہ ارشاد فرماتے کہ نمونہ کے لیے ہمارے اسلاف مثلاً خاندان ولی اللہی اور حضرت گنگوہی وغیرھم حضرات قدس اللہ اسرارہم کافی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کے نمونہ بنو۔ تاکہ کوئی ضعفِ قوت اور بُعدِ زمانہ کا عذر کر سکے ہمارے اکابر نے سُنّت مطہرہ پر پوری پابندی کر کے اسوہ حسنہ قائم فرما دیا ہے۔

طویل درسی تقریروں پر اظہار ناراضگی

آجکل مدرسین میں فضول تقریروں کا جو مرض پیدا ہو گیا ہے اس پر اکثر ناگواری ظاہر فرماتے اور اپنے اکابر کی سادہ اور جامع تقریر کی تحسین فرمایا کرتے تھے اور خود یہ بندہ بھی بدترین بدعت اور استعداد کے لیے روڑا اس طرزِ تعلیم کو سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سلف کے نمونے قائم کرنے والے پیدا فرمائیں۔ ہمارے حضرات سلف کی تقریروں میں اصلاحی اور عملی نقشہ ہوتا تھا فضول تحقیقات نہیں ہوتی تھیں۔

غوثِ اعظم

بار ہا حضرت کے اخیر دور میں یہ خیال آتا رہا کہ حضرت اس دور کے غوث الاعظم ہیں اور غوث الاعظم کے جو صفات "الیواقیت والجواہر" وغیرہ کتب سلف میں مذکور ہیں سارے اوصاف بدرجۂ اتم موجود پاتا رہا ایک

مرتبہ خواب دیکھا کہ میں کچھ حضرات کے ساتھ مکّہ مکرّمہ کی ایک پہاڑی میں موجود ہوں اور کچھ فاصلے پر ایک سائبان جیسی جگہ میں حضرت ہم لوگوں کی طرف مُنہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور چہرے مبارک پر حسبِ عادت مسکراہٹ ہے اور گویا انوار برس رہے ہیں. میرے ساتھ کے بزرگوں میں سے ایک صاحب نے حضرت شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے اس جملے کو سُن کر خواب ہی کے اندر میرے دل میں آیا کہ یہ تو غوث الاعظم کی شان ہے مگر اس خیال پر ان کے کہنے والے صاحب نے کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ میں نے یہ خواب حضرت کی خدمت میں لکھکر ارسال کیا مگر حضرت نے کچھ نفی نہیں فرمائی نہ اثبات ہی کا کوئی زوردار پہلو تھا۔

حضرت مولانا

عبدالحلیم صاحبؒ

زید مجدھم

اسم گرامی مولانا عبدالحلیم صاحب۔ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی پوسٹ کھیتاسرائے ضلع جون پور یو۔پی۔ انڈیا۔

پیدائش ۱۹۰۹ء بمقام دیوریا ضلع فیض آباد۔ یو۔پی۔

بچپن کی تعلیم وتربیت: اپنے گاؤں میں کوئی دینی مکتب نہ تھا۔ برطانیہ کے دور میں ہر شہر و قصبہ اور دیہات میں سرکاری اسکول قائم تھے ایک سرکاری اسکول میں داخلہ لیا۔ چند ہی دنوں میں سرکاری اسکول کی تعلیم چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کی مشہور دینی درس گاہ عین العلوم میں تعلیم شروع کی۔ مدرسہ کے صدر مدرس اور اس ناکارہ کے ابتدائی استاد مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ (جو حضرت شیخ الہند و حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہ کے رفیقِ درس اور ٹانڈہ کے مشہور بزرگ میاں چاندشاہ صاحبؒ کے خلیفہ اور مجاز تھے) اس ناکارہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور تعلیم وتربیت کی پوری نگرانی رکھتے تھے۔ موقوف علیہ تک کی تعلیم انہی استاذ موصوف سے حاصل کی۔

مظاہر میں داخلہ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم دینی کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

میں ۱۳۴۷ھ میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور و حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ وغیرہم سے حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۸ھ میں

مظاہر میں مدرسی

فراغت کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ بہت سے متمول طلبا مظاہر علوم میں پڑھانا چاہتے ہیں جو اپنے قیام وطعام کے خود کفیل ہوں گے اور مدرسے سے کوئی معاوضہ نہ لیں گے مگر مدرسہ انہیں اجازت نہیں دیتا۔ تیرے بارے میں اہل مدرسہ کی رائے ہے کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو اسباق دے دیئے جائیں اس ناکارہ نے اپنی سعادت سمجھا اور معین مدرس ہوگیا۔

وطن میں خدمات

لیکن اسی سال غالباً رجب میں شدید بیماری کی وجہ سے بغرض علاج حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت کے بعد وطن چلا آیا۔ اہلِ وطن نے اصرار کیا کہ گاؤں ہی میں دینی مکتب قائم کر کے ہمارے بچوں کو دینی و تعلیمی نفع پہنچاؤ۔ اس پر اس ناکارہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ گاؤں والوں کی خواہش ہے کہ اپنے گاؤں ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کروں مگر مشکل یہ ہے کہ یہاں بچوں کو اردو قرآن شریف وغیرہ پڑھانا ہے عربی درسیات کے لئے کوئی سبیل نہیں۔ ایسی صورت میں آں مخدوم جو حکم دیں اس پر عمل کروں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ الحمد للہ یہاں کام کرنے والے بہت ہیں۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اکناف عالم میں رہیں اور دین کا کام ہوجاتی تم نے جو یہ لکھا ہے کہ یہاں صرف اردو وغیرہ پڑھانا پڑے گا تو میرے پیارے مقصود دین ہے اس کے لئے اردو عربی سب برابر ہے ہاں اپنی استعداد کی بقاء کے لئے کتب دینیہ شامی مشکوٰۃ وغیرہ

کو مطالعہ میں رکھو باقی تمہارے لئے ہمیشہ یہاں جگہ خالی ہے جب جی چاہے آجاؤ۔ انتہیٰ۔ چنانچہ گاؤں کے مکتب میں پڑھانے لگا۔ پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دعا و توجہ سے عربی درسیات کا بھی نظم ہوگیا۔

جونپور میں مدرسی خدمات

چند سال بعد جونپور کے قصبہ مانی کلاں میں دینی تعلیم شروع کی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دعا اور توجہ بے انتہا رہتی تھی۔ تقریباً چالیس سال بعد ۱۹۷۲ء میں ایک نیا ادارہ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم کے نام سے ضلع جونپور ہی میں قائم کیا۔ اس نئے مدرسہ کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے خصوصیت سے بہت دعائیں دیں اور لکھوایا کہ تمہارے مدرسہ ریاض العلوم کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔

مدرسہ کے لئے سفارشی گرامی نامہ

ایک بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مدرسہ کے لئے دعا و سفارش لکھوایا جو مندرجہ ذیل ہے: یہ ناکارہ مولانا عبدالحلیم صاحب زید مجدہم خلیفہ ارشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے تو اس زمانے سے واقف ہے جب یہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث پڑھتے تھے میں اس وقت بھی ان کی خوبیوں کا معترف تھا اور اسی وقت سے مولانا موصوف سے میرے تعلقات بہت زیادہ وسیع ہوتے رہے اور جب سے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا حال معلوم ہوا اس وقت سے تعلق اور بڑھ گیا مولانا کے مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی کے لئے دل سے دعا گو ہوں اس کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ترقیات سے نوازے۔ مولانا کے مدرسہ کے طلبا جامعہ مظاہر علوم میں تکمیل کے لئے داخلہ لیتے رہتے ہیں اور آج کل ہمارے جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف ہی کے شاگرد

ہیں مولانا موصوف کے مدرسہ کے اور بھی متعدد طلباء ہمارے یہاں مختلف شعبہ ہائے علم میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ ریاض العلوم کو اور مولانا موصوف کو زیادہ سے زیادہ ترقیات سے نوازے۔ اہلِ خیر حضرات سے یہ ناکارہ پُرزور سفارش کرتا ہے کہ مدارس عربیہ خصوصًا مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی کی جو بھی خدمت ہوسکتی ہو اس سے دریغ نہ فرمائیں کہ ان مدارس کی خدمت صدقہ جاریہ ہے۔ مرنے کے بعد بھی کام آنے والی ہے۔ واللہ الموفق لما یحب و یرضیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدؒ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔ بقلم سلمان

طالب علمی میں حضرتؒ کی خدمت

۱۳۴۷ھ میں جب مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو اسی وقت سب سے پہلی بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت نصیب ہوئی۔ جدید طالب علم ہونے کی وجہ سے حضرت شیخؒ کا رعب بہت زیادہ تھا جس کی بنا پر سبق کے دوران بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ اکثر عبارت پڑھنے کا موقع اسی ناکارہ کو ملتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فیض آبادی طلبہ تو بالکل خاموش رہتے ہیں کچھ بولتے ہی نہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آمد و رفت شروع ہوگئی اور دوپہر کا کھانا بھی ساتھ ہی ہونے لگا۔ ان دنوں دسترخوان پر یہ ناکارہ اور مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ اور چند خدام ہوتے تھے اور بس دورۂ حدیث کی مشغولی اور وقت کی تنگی کے باوجود یہ ناکارہ دوپہر میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر پابندی سے سر پر تیل ملتا۔ سر پر تیل ملتے وقت حدیث پاک کے بعض اشکالات عرض کرتا اور حضرت شیخؒ بسط سے جواب مرحمت فرماتے۔

طالبعلمانہ سوال کا جواب

ایک بار اس ناکارہ نے عرض کیا کہ احادیث میں بکثرت بین السجدتین دعا پڑھنے کا ذکر ہے اور حضرات احناف سب کو نوافل پر محمول کرتے ہیں وجہ کیا ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فرائض کا مبنیٰ تخفیف پر ہے اور قومہ و جلسہ کی دعائیں تخفیف کے منافی ہیں۔ اس ناکارہ نے عرض کیا یہ حکم تو جماعت کے لئے ہو سکتا ہے منفرد کو اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ فرض میں ادعیہ طویلہ پڑھے اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ پیارے فرض نماز بھی کہیں تنہا ہوتی ہے۔ فقہاء کی نگاہ میں فرض نماز کے لئے جماعت کا لازم ہے گویا منفرد کی نماز نماز ہی نہیں انتہیٰ۔

تیرے مولوی نے کیا بیان کیا؟

اسی زمانہ یعنی ۱۳۴۸ھ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ ہر پنجشنبہ کی شب کو دیوبند سے سہارنپور تشریف لاتے اور جامع مسجد میں سیرت پاک پر وعظ فرماتے۔ طلبہ کو وعظ میں شرکت کی عام اجازت تھی اس لئے یہ ناکارہ بالالتزام وعظ میں شریک ہوتا۔ جمعہ کے دن جب حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو مزاحًا فرماتے کل تیرے مولوی (حضرت شیخ الاسلام) نے کیا بیان کیا۔ چونکہ یہ ناکارہ فیض آبادی تھا اور حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے اصل باشندے تھے اس لئے بر بنائے محبت حضرت شیخؒ یوں سوال فرماتے جو کچھ یاد ہوتا عرض کر دیتا۔

تیرے مولانا کو خوب موقع ملا

ایک بار حضرت مدنیؒ نے سیرت پاک کا وہ واقعہ ذکر فرمایا کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رواح مبارک کو ایک بدو نے زور سے کھینچا کہ شانۂ مبارک پر چادر کے نشانات پڑ گئے۔ حضرت مدنی رحؒ نے یہاں پہنچ کر بڑے تیز لہجہ میں فرمایا کہ چادر مبارک ململ کی نہیں تھی نرم نہیں تھی موٹی تھی گاڑھے کی تھی کھدّر کی تھی اور پوری تقریر دیسی اور ولایتی کے فرق پر فرماتے رہے۔ حضرت شیخ رحؒ ململ وغیرہ نفیس کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ اور حضرت مدنی رحؒ ململ کے مخالف اور کھدّر کے فریفتہ تھے۔ حضرت شیخ رحؒ کے سوال پر کہ رات کیا وعظ ہوا تھا۔ اس ناکارہ نے مذکورہ بالا مضمون کو نقل کیا۔ اس پر حضرت شیخ رحؒ بے ساختہ ہنسے اور فرمایا کہ ہاں تیرے مولانا کو خوب موقع ملا۔

تیرے فیض آباد میں بھی کوئی پڑھا لکھا ہے

ایک بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مزاحًا فرمایا کہ ارے تیرے فیض آباد میں بھی کوئی پڑھا لکھا ہے۔ اس ناکارہ نے عرض کیا جی ہاں وہ کیا ہر پنجشنبہ کو تشریف لاتے ہیں ہنس کر فرمایا چل بس وہی ایک غرضیکہ حضرت شیخ رحؒ درس میں اور دستر خوان پر اور سر میں تیل ملتے وقت بڑی شفقت کرتے تھے جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی اور تعلق وعقیدت کا سلسلہ اخیر عمر تک قائم رہا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے اصلاحی تعلق — طالب علمی کے زمانے میں حضرت شیخ رحؒ سے انتہائی قرب ومحبت اور عقیدت وتعلق تھا۔ تعلیم سے فراغت پر حضرت شیخ رحؒ کی ایماء سے مظاہر علوم میں معین مدرس کا بھی شرف حاصل ہوا جو اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے قائم نہ رہ سکا لیکن اپنے وطن آنے کے بعد حضرت شیخ رحؒ ہی کے حکم سے دینی مکتب قائم کیا۔ اور دوسرے امورِ

دینیہ حضرت شیخ رحؒ ہی کے مشورہ سے انجام پاتے رہے۔ لیکن حضرت شیخ رحؒ سے اس وقت اصلاحی تعلق قائم نہ ہو نہ سکا بلکہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ خلیفہ ومجاز حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم ہو گیا اور اپنی نااہلی کے باوجود حضرت کے یہاں سے خلافت و اجازت بھی ملی۔ جب حضرت شیخ رحؒ کو اس کا علم ہوا تو حضرت شیخ رحؒ نے حکمًا فرمایا کہ لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دو۔ ۱۹۶۸ء میں حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد حضرت شیخ رحؒ کو اطلاع کئے بغیر ہی بیعت ہو گیا اور خط وکتابت کا تو ہمیشہ سے معمول تھا ہی۔

خلافت

غالبًا ۱۳۹۴ھ میں رمضان المبارک میں قیام سہارنپور میں تھا۔ دار جدید کی مسجد میں یہ ناکارہ بھی معتکف تھا۔ سحر کے وقت حضرت شیخ رحؒ نے بلوایا اور اجازت مرحمت فرمانے کے بعد ایک مصلّٰی عنایت فرمایا۔ (۱۳) جب بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا قیام رمضان مبارک میں سہارنپور رہا اس ناکارہ نے اعتکاف میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا اور اجازت چاہی تو یہی فرمایا کہ پیارے اپنی جگہ اپنے انڈے اور بچے لے کر کام کرو۔

⁂

حضرت میاں جی محمد عیسیٰ میواتی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

محمد عیسیٰ ولد حافظ محمد اسحاق رح ساکن فیروز پور نمک۔ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوا۔ہریانہ۔ ہندوستان۔

ولادت، دینی تعلیم

تاریخ پیدائش یکم جون ۱۹۱۶ء بچپن میں اُردو اور قرآن پاک اپنے گاؤں کے مدرسہ میں پڑھا۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت مولانا محمد الیاس رح ہماری بستی میں تشریف لائے اور ہمارے گھر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ میں نے والد صاحب رح سے پوچھا حضرت کون ہیں ؟ کیونکہ آپ کے ساتھ بیس پچیس دوسرے حضرات بھی تھے اور میں نے اس سے پہلے حضرت کو دیکھا نہیں تھا۔ والد صاحب نے تو ڈانٹ دیا حضرت نے والد صاحب سے پوچھا یہ بچہ کس کا ہے۔ والد صاحب نے ازراہ کرام فرمایا کہ آپ کا ہی ہے۔ حضرت نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ تو اب میرا ہے پھر اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور اسی دن اپنے ہمراہ نظام الدین لے گئے اور گھر میں سب سے فرمایا کہ یہ بچہ میرا ہے میرا قرآن چونکہ سات سال کی عمر میں پورا ہو چکا تھا اور اردو بھی پڑھ لیتا تھا۔ اور حضرت نے فارسی شروع کرائی لیکن حضرت رح نے قصبہ نوح میں مدرسہ کھولا۔ اور مولانا عبد الکریم گمتھلوی اور مولانا محمد علی آگرہ والے وہاں مدرس رکھے مجھے بھی اور میرے ساتھیوں کو بھی نوح بھیج دیا۔ لیکن یہاں میں تعلیم جاری نہ رکھ سکا کیونکہ میرے خاندان کے سب بچے اسکول میں پڑھتے تھے اور بندہ کے تایا صاحب رح وہاں ٹیچر تھے۔ بندہ بھی اسکول میں داخل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے والد صاحب بہت ناراض ہوئے۔ بعد میں حضرت جی رح نے ہی ان سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ بچے انگریزی بھی پڑھ جائیں اس لئے عیسیٰ کو اسکول میں ہی پڑھنے دو۔

حضرت جی رح سے بیعت

(ب) ۱۹۳۳ء میں بندہ حضرت جی رح سے بیعت ہو گیا۔ بیعت کے بعد انگریزی سے دل میں

ایسی نفرت ہو گئی کہ اسکول بھی چھوڑ دیا۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ اب میرے پاس اپنی آمد و رفت کو بڑھاتے رہو۔

نکاح اور اولاد

۱۹۳۴ء میں بندہ کا نکاح ہو گیا۔ ۳۹ء میں اس بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ والد صاحب نے اس کا نام سعید احمد رکھا جو کہ زندہ ہے۔ مکمل تعلیم اس کی نظام الدین مدرسہ کاشف العلوم میں ہوئی حضرت مولانا محمد یوسف رح کے پاس اکثر ان کا وقت گذرا۔ اب بھی دینی کاموں میں مشغول ہے۔ صاحبِ اولاد ہے ۴۰ء میں پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا اور دو ماہ بعد دُوسری شادی ہو گئی۔ اس بیوی سے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ ان میں سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں حیات ہیں۔ سوائے ایک کے سب صاحبِ اولاد ہیں۔ شادی اس کی بھی ہو گئی ہے یہ لڑکا بھی مدرسہ کاشف العلوم میں تعلیم پاتا رہا۔ لیکن دورہ نوح کے مدرسہ معین الاسلام سے کیا۔ اس کا نام عمیر احمد ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحب سے بیعت

بندہ کا شروع سے ہی تبلیغ سے تعلق رہا بڑے حضرت جی رح کے شروع زمانہ میں تبلیغ میں لگ گیا تھا۔ اور حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رح سے بیعت ہو گیا۔ انہوں نے تو بالکل تبلیغ کا ہی بنا لیا پاکستان کے آخری سفر میں ساتھ تھا۔ انتقال سے آٹھ یوم قبل سب ساتھی چھٹی لے لے کر اپنے اپنے رشتہ داروں سے ملنے جا رہے تھے۔ ایک بھی باقی نہ رہا۔ بندہ بھی چھٹی لینے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا۔ ابھی کچھ کہنے نہ پایا تھا۔ خود ہی فرمایا تجھے چھٹی نہیں ملے گی تو میرے آخری وقت تک میرے پاس رہ۔

حضرت الشیخ رح کی نظام الدین آمد اور زیارت

۱۹۲۵ء میں جب بندہ کا قیام نظام الدین میں تھا تو بڑے حضرت جی رح نے ایک دن فرمایا کہ آج حضرت شیخ تشریف لا رہے ہیں سب بچے ذرا محتاط رہیں کوئی بے ادبی شیخ رح کے سامنے نہ ہونے پائے ان کا مقام

اللہ کے ہاں بہت بلند ہے بندہ پر اسی وقت سے ایک رعب سا طاری ہوگیا جب
حضرت شیخ پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان گورا چٹا بہت خوبصورت آدمی ہے اور
داڑھی بھی ہلکی سی ہے اور بال سر کے بڑھے ہوئے ہیں لیکن سارے حاضرین معہ
حضرت جیؒ بہت ادب اور احترام فرما رہے ہیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس کے
بعد تو بہت کثرت سے حضرتؒ کی زیارت ہوتی رہی۔

حضرت الشیخؒ سے بیعت

یکم اپریل ۱۹۶۵ء میں جب حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا انتقال لاہور میں ہوگیا تو بندہ بہت متفکر
تھا کہ اب کس سے وابستہ ہونا چاہیئے۔ دل سوائے حضرت شیخؒ کے اور طرف مائل ہی نہ
تھا۔ لیکن تبلیغ کے امیر حضرت مولانا انعام الحسن زید مجدہم بنا دیئے گئے اسی لئے دل میں
تشویش تھی۔ کہ کیا کروں یہ بندہ چونکہ لاہور ہی میں رہ گیا تھا اس لئے حضرت شیخ کو حضرت
جی کے وصال کے تفصیلی حالات لکھ کر ڈاک سے ارسال کئے اسی پرچہ میں آپ سے
بیعت ہونے کی درخواست بھی کر دی۔ دوسری طرف یہ کیا کہ حضرت قاضی عبدالقادر
صاحب پاکستانی لاہور تشریف فرما تھے اور بندہ کا ان سے بے تکلفانہ تعلق تھا۔ ان سے
تنہائی میں مشورہ کیا کہ بندہ اب کسی سے اصلاحی تعلق جوڑنا چاہتا ہے میری نظر چند
حضرات پر ہے اول شیخ مدظلہ۔ دوسرے حضرت مولانا انعام الحسن زید مجدہم تیسرے
آپ۔ اب آپ مجھے مشورہ دیں۔ کہ کس سے بیعت ہو جاؤں۔ انہوں نے فرمایا آپ میرے
پاس تین یوم قیام فرماویں تب مشورہ دے سکتا ہوں۔ بندہ نے وعدہ کرلیا اور چند
روز بعد قاضی صاحب کے گھر گیا۔ صرف ایک ہی رات گذری تھی کہ قاضی صاحب
نے صبح ہی تنہائی میں بلا کر فرمایا کہ تم حضرت شیخؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ تم کو شیخؒ سے ہی
فیض پہنچے گا۔ مئی میں پاکستان سے واپسی ہوئی۔ اور بندہ لاہور سے سیدھا سہارنپور
پہنچا۔ دو دن تک نہ بندہ نے بیعت کے سلسلہ میں کچھ عرض کیا اور نہ شیخؒ نے ہی کچھ فرمایا۔
تیسرے دن صبح مہمانوں کی چائے کے بعد بندہ نے حضرت شیخؒ سے اپنے عریضہ کا ذکر
کیا اور اس میں بیعت کے مضمون کو دہرایا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی میں تو تمہارے

پہنچنے سے ہی منتظر تھا کہ تم کہو گے لیکن جب تم نے ذکر ہی نہ کیا تو میں سمجھا کہ ارادہ بدل گیا ہوگا۔
اب مزید تین دن قیام کرنا ہوگا۔ بندہ نے قیام کا وعدہ کرلیا۔ حضرت نے بعد میں فرمایا
کہ مغرب کے بعد مسجد میں نوافل کے بعد حاضر رہنا۔ چونکہ بندہ فرمان کے مطابق حاضر ہوگیا۔
حضرتؒ نے اوابین کے بعد بیعت فرمالیا۔ اور فرمایا کہ جو چچا جان یا مولانا محمد یوسف نے بتلایا
ہوا ہے اسی کی پابندی کرتے رہنا اور ہر ماہ اپنے حالات خط کے ذریعہ یا زبانی بتاتے
رہنا۔

حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت بھری ڈانٹ

بندہ پر صرف ایک دفعہ ڈانٹ پڑی ہے قصہ یہ پیش آیا کہ رمضان میں دار
جدید کی مسجد میں حضرتؒ کے ساتھ بندہ بھی معتکف تھا۔ بندہ نے حضرتؒ سے اپنے
لئے تنہائی چاہی۔ حضرت نے وقت دے دیا۔ بندہ حاضر ہوگیا۔ لیکن وقت سے
شاید چند منٹ پیشتر پہنچ گیا۔ پس حضرتؒ نے بہت بلند آواز سے بہت سخت ڈانٹا۔ ساری
مسجد والے سہم گئے سونے والے بھی اُٹھ کر ذکر و فکر یا تلاوت یا نماز میں مشغول ہوگئے۔
بندہ سے فرمایا میرے پاس سے چلا جا۔ اور اپنا بستر بھی لے جا۔ بندہ حکم کی تعمیل میں
اُٹھ کر چلا گیا اور اپنے بستر کو لپیٹنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بستر سمیٹ کر
چلنے لگا تو پاؤں باہر کو نہ چل سکے۔ آخر پھر حضرت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ کسی خادم نے ذکر کردیا
عیسٰی بیٹھا ہوا رو رہا ہے۔ حضرت نے بہت شفقت سے پاس بلایا۔ اور فرمایا پیارے
جو کہنا ہے کہہ۔ مجھے تو تجھ سے محبت ہے اور بہت پیاری پیاری باتیں فرماتے رہے۔

ھدایا

حضرت روحانی غذاؤں کے ساتھ مادی عطایا بھی فرماتے رہتے تھے۔ اگر بندہ
بھی کچھ پیش کرتا۔ اگرچہ قبول فرمالیتے لیکن تاکید فرماتے کہ تو اپنے گھر کی چیزیں
لایا کر۔ چنانچہ جب کبھی اپنے گھر کی بھینس کا گھی لے جاتا۔ تو بہت خوشی کا اظہار
فرماتے۔

اجازت وخلافت

بندہ نہ پہلے خلافت کا اہل تھا نہ اب تک کوئی اہلیت ایسی اپنے اندر محسوس کرتا ہے بس حضرت کی نظر شفقت تھی کہ حضرت نے اس نعمتِ خاصہ سے منسوب فرمادیا ۱۴؍شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۹؍اکتوبر ۱۹۷۶ء بعد مغرب حضرت مولانا محمد طلحہ زید مجدہم مدرسہ قدیم کی مسجد میں تشریف لائے اور بندہ سے فرمایا کہ حضرت شیخ آپ کو بلا رہے ہیں۔ بندہ کے دل میں مختلف خیالات آتے رہے اور ڈرتا ہوا کچے گھر میں حاضر خدمت ہوا۔ حضرت تنہا تھے۔ مولوی طلحہ تو کسی کام سے اندر چلے گئے حضرت نے بالکل قریب بلا کر فرمایا کہ میں ارادہ کر چکا تھا کہ اب خلافت کا سلسلہ ختم کردوں۔ لیکن اب تمہیں میں اجازت وخلافت اللہ کے حکم سے دے رہا ہوں۔ کئی سال سے ارادہ کر رہا تھا لیکن حاسدوں کی وجہ سے ملتوی کرتا رہا۔ اب جبکہ اشارہ خداوندی ہی ہوگیا اس لئے دے رہا ہوں۔ اللہ برکت فرمادے جو بھی اللہ تعالیٰ کا نام پوچھے ضرور بیعت کرلینا انکار ہرگز نہ کرنا پھر اپنے سرِ مبارک کی ٹوپی عطا فرمائی اور مولوی طلحہ کو بلا کر ایک نسخہ احسان وسلوک کا اور بعض کتابیں مرحمت فرمائیں۔

خلافت دیتے وقت کوئی خاص ہدایت نہیں فرمائی بعد میں بعض حالات کی بناء پر ارشاد فرمایا کہ مناسب ہے کہ بجائے نظام الدین کے آپ اپنے گھر قیام کریں۔ تو بہتر ہے کیونکہ وہاں تم سے حسد کرنے والے بڑھتے جا رہے ہیں یا کسی مدرسہ کو سنبھال لو۔ اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہنا۔ ساتھ میں یہ بھی خاص طور سے فرمایا کہ مولانا نیاز احمد صاحب (میواتی خلیفہ ومجازِ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ) سے مل کر رہنا۔ ان کی مخالفت بالکل نہ کرنا اور مولانا عبید اللہ صاحب سے خط و کتابت جاری رکھنا۔

اس سلسلہ میں مجھ سے یہ ہی فرماتے تھے کہ تبلیغ کے کام میں لگے رہو۔ یہ کام سارے باطل کو مٹانے والا ہے۔

حضرت الشیخؒ کا عشق رسول ﷺ اور حضرت رائپوریؒ کے خادم کا خواب

حضرت کا ہر فعل وقول ایک نرالی ادا رکھتا تھا اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار نظر آتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر مر مٹنے کی شان کھلم کھلا محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کے ایک خادمِ خاص نے خواب دیکھا کہ آگ کا ایک الاؤ ہے۔ جو بہت بلند ہے اس کے اوپر حضرت شیخؒ تشریف فرما ہیں اور اس کے چاروں طرف بحالت مراقبہ بہت مشائخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہی میں حضرت مدنیؒ حضرت رائپوریؒ بھی ہیں۔ اس خادم نے حضرت رائپوریؒ سے مجلس کے وقت میں یہ خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شیخؒ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مقام ہے بندہ بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ادنیٰ علامت یہ ہے۔ کہ آپ سبق جس طرح احادیث کا ترجمہ اردو میں فرماتے اسی طرح شرم گاہوں کا ترجمہ اسی نام سے فرماتے جو اردو میں ان کے نام لئے جاتے ہیں اور فرماتے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ کوئی باحیاء ہوسکتا ہے۔ فقط

بندہ بعض بیماریوں کی وجہ سے بہت کمزور ہو رہا ہے لیکن آپ کی محبت اور آپ کے حکم کی وجہ سے یہ چند سطور لکھ دی ہیں۔ اگر پسند آ دیں آپ کی شفقت وکرم۔ اور نہ آ دیں تو بندہ کی نااہلیت تو ظاہر ہے ہی۔

تمام احباب اور پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔

فقط والسّلام بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہٗ

۱۱؍ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

تالیف:

مقامی کام: اس رسالہ میں میوات کے دینی حالات اور تبلیغی جماعت کی آمد کے اثرات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت الحاج

محمد ذکی بھوپالی صاحب زید مجدہم

ولادت اور وطن

ہمارا خاندان اولاً یوپی ضلع رائے بریلوی میں صدیوں (M HOW) سے آباد تھا تقریباً ڈیڑھ صدی سے جد امجد مہو آگئے۔ ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پردیش ضلع اندور کے ایک شہر ''مہو'' میں میری پیدائش ہوئی گھر میں بچوں کی تاریخ پیدائش لکھنے کا معمول تھا لیکن ایک حادثہ کی وجہ سے وہ کاپی گم ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہیں لیکن سرکاری اسکول کی سند میں ۱۶ر جولائی ۱۹۴۰ء تحریر ہے۔ مہو ایک چھوٹا سا شہر ہے لیکن فوجی تربیت گاہ کا بہت بڑا مرکز ہے۔

ابتدا میں مہو میں بدعت کا بہت سخت زور تھا۔ لیکن جب حضرت اقدس مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی قدس سرہٗ کو اجین کے راجہ نے ایک مسجد کے مسئلہ میں اس کی منشاء کے مطابق فتویٰ نہیں دینے کی وجہ سے اجین سے شہر بدر کر دیا۔ تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے مہو ہجرت فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی بھی تھے مہو تشریف لانے کے بعد آپ مفتی مالوہ کہلائے آپ کی سعی مبارکہ سے مہو شہر اور اطراف کے دیہات و قصبات سے بدعت کا صفایا ہوگیا اور مسلک دیوبند کا غلبہ ہوگیا حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ سے میرے دادا حضرت الحاج سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعد میں میرے والد صاحب محترم قبلہ محمد امین صاحب مدظلہٗ العالی بیعت ہوئے فطری طور پر اس رشتہ کی وجہ سے مجھے بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے محبت ہوگئی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ بھی مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی سعی مبارکہ سے اور آپ کے مہو شہر میں قیام کی برکت سے اکابرین علماء دیوبند کی تشریف آوری کے سبب مہو شہر

کے ماحول میں بڑی حد تک پاکیزگی پیدا ہوگئی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ مہو شہر کی جامع مسجد میں امامت فرماتے تھے میری رہائش بھی جامع مسجد کے قریب تھی، اکثر حضرت اقدس قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضری رہتی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم بچوں سے بہت محبت فرماتے نمازیں سکھاتے ادعیہ مسنونہ سکھاتے۔ اور ہم بھی بچپن میں حضرت اقدس قدس سرہٗ سے عجیب و غریب بے تکے سوالات کرتے رہتے آج اس کا احساس ہوتا ہے کہ حضرت ہماری خاطر داری میں اپنے مقام سے کتنا نیچے اتر کر ہمارے بے ڈھنگے سوالات کا جواب مسکراتے ہوئے دیا کرتے تھے۔

تعلیم اور دینی تنظیمی خدمات

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے محترم حضرت مولانا مفتی حماد احمد صاحب صدیقی نانوتوی مدظلہٗ العالی نے ایک مدرسہ قائم فرمایا جس میں ابتدائی دینی تعلیم ان سے حاصل کی چونکہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اور مولانا مفتی حماد احمد صاحب مدظلہٗ العالی کا تعلق جمعیۃ العلماء ہند سے تھا اور حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ مدھیہ بھارت صوبہ کے صدر بھی تھے اس لئے میرا تعلق بھی جمعیۃ العلماء ہند سے ہوگیا اور مہو میں بحیثیت ناظم جمعیۃ العلماء ہند مہو شاخ میں کام کرتا رہا۔ دینی ماحول اور حضرت اقدس قدس سرہٗ کے تعلق کی وجہ سے دار العلوم دیوبند سے تعلق ہوگیا اور جب دار العلوم دیوبند کے دینیات کے پرائیویٹ امتحانات شروع ہوئے تو ابتدائی دینیات پھر عالم دینیات کے امتحانات دار العلوم دیوبند سے دیئے اسی طرح مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ادیب اور ادیب ماہر کے امتحانات بھی پاس کئے اور جب مہو میں تبلیغی کام شروع ہوا تو اس میں حصہ لینا شروع کیا پھر تبلیغی سلسلہ میں بھوپال آمد و رفت ہوئی تو بھوپال میں قیام کا داعیہ بہت شدت سے ہوا۔ کیونکہ پورے صوبہ مدھیہ پردیش (وسط ہند) میں بھوپال سے بہتر دینی ماحول کسی دوسرے شہر میں نہیں ہے۔ اس ایک شہر میں تقریباً چار سو مساجد آباد ہیں۔

مولانا یوسف صاحب سے بیعت

اللہ تعالیٰ نے ایک ملازمت کے سلسلہ میں بھوپال بھی پہنچا دیا۔ کاش ان اوقات کی قدر کر لیتا تبلیغی تعلق کی نسبت سے دہلی کے سفر میں حضرت اقدس سیدی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہو گیا تھا۔

شاہ یعقوب صاحب سے تجدید بیعت

بھوپال حاضری کے بعد نقشبندی مجددی سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت اقدس سیدی مولائی مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب (معروف بہ پیر صاحب ننھے میاں)، نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کی مجلس میں بہت کثرت سے حاضری کی سعادت ملتی رہی اور جب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا تو ان کے بعد حضرت اقدس شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ سے تجدید بیعت کی، جب حضرت سیدی شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کا بھی وصال ہو گیا تو حضرت اقدس سیدی مرشدی مولائی قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب قدس سرہ سے تجدید بیعت کر کے طوق غلامی گلے میں ڈالا۔

نکاح و اولاد

بھوپال میں ملازمت کے دوران ۱۹۶۶ء میں میرا نکاح مہو میں ہوا۔ نو بچے جن میں چھ (۶) لڑکیاں، تین (۳) لڑکے ہوئے، الحمد اللہ ایک لڑکی ایک لڑکا اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت پہنچ گئے۔ بقیہ پانچ لڑکیاں دو لڑکے حیات ہیں جو دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین کے فروغ کا ذریعہ فرمائے۔ آمین

بڑی بچی کا نکاح اسی سال ۱۴۰۳ھ ذی الحجہ کو جدہ میں سید حافظ رفیع الدین صاحب سے کر دیا۔ پہلی بڑی بچی ہونے کی وجہ سے چھوٹے بھائی بہنوں کی نگہداشت و گھریلو کام کی پوری ذمہ داری کے باوجود اس بچی نے بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، انگریزی، ہندی

کے علاوہ (۱۳) تیرہ پارہ قرآن پاک کے حفظ کر لیے ایک چھوٹی بچی تقریباً گیارہ بارہ سال عمر ہو گی ماشاء اللہ ۲۹، انتیسواں پارہ حفظ کا چل رہا ہے اس کے علاوہ بہشتی زیور، تعلیم الاسلام (انگریزی، ہندی بقدر ضرورت) کی تعلیم بھی چل رہی ہے ایک بچے کا چودھواں (۱۴) پارہ حفظ کا، دوسرے بچے کا چوتھا پارہ حفظ کا چل رہا ہے ایک بچی پہلا سپارہ اور چھوٹی بچی قاعدہ پڑھ رہی ہیں۔

گھر کا ماحول

بھوپال کے دوران قیام ایک حلقہ کا مستورات کا اجتماع گھر پر ہی ہوتا تھا چونکہ اہلیہ کا بیعت کا تعلق حضرت اقدس مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے ہے اور میرے ہمراہ دہلی، سہارنپور اور بھوپال و قرب و جوار کے مختلف شہروں میں تبلیغی اسفار کر چکی ہیں۔

الحمد اللہ گھر میں مستورات میں دینی تعلیم کا رواج ہے میرے چھوٹے بھائی برادر عزیز محمد یونس صاحب کی اہلیہ بھی حافظ قرآن ہیں ان سے چھوٹے بھائی برادر عزیز مفتی محمد علی صاحب جو اس سال علماء کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک سال کے لیے سوڈان، لنشاد کی طرف گئے ہوئے ہیں، برادر مفتی محمد علی صاحب نے مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے ۱۳۹۲ھ میں فراغت حاصل کی پھر ۱۳۹۳ھ ایک سال تبلیغی جماعت میں وقت لگایا پھر اپنے اکابر کے حکم سے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عربی ادب میں تخصص کیا ۱۳۹۵ھ + ۱۳۹۴ھ میں پھر مزید ایک سال ۱۳۹۶ھ میں ندوۃ لکھنؤ میں صرف نحو کی تعلیم حاصل کی ان تینوں سالوں میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تبلیغی کام کے ذمہ دار بھی رہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر ۱۳۹۷ھ میں مزید دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا ۱۳۹۸ھ میں تفسیر پڑھی۔ پھر ۱۳۹۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے افتاء کیا افتاء کرنے کے بعد ایک سال ۱۴۰۰ھ گنگوہ میں مدرسہ اشرف العلوم میں پڑھایا پھر قبلہ والد صاحب کی علالت کی وجہ سے بھوپال آ گئے اور دار العلوم بھوپال تاج المساجد میں مدرس ہو گئے۔ دو سال ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۲ھ پڑھانے کے بعد امسال مع اپنی اہلیہ کے حج کے لیے آئے اور یہیں سے ایک سال کی جماعت

میں سوڈان روانہ ہوگئے، اہلیہ ان کے والدین کے ہمراہ بھوپال واپس روانہ ہوگئیں۔ مفتی محمد علی صاحب کی اہلیہ بھی عالمہ اور حافظ قرآن ہیں ساتھ ہی غیر ممالک کی مستورات کی جماعت میں دینی تعلیم و تبلیغ کے لیے گھر پر رہ کر پرائیویٹ طور پر اعلیٰ انگریزی ادب کی B.A تک تعلیم حاصل کی اور بھوپال کے مشہور مستورات کے مدرسہ حیات العلوم نسواں میں لڑکیوں کو تفسیر وحدیث پڑھاتی رہیں۔ [1]

چھوٹی ہمشیرہ مرحومہ عالمہ تھیں اپنے بچوں کو خود حفظ کراتی تھیں اسی سال ایک بچے کی ولادت کے موقع پر انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

الحمد للہ ابھی مدینہ منورہ میں گھر پر مستورات کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ حرم نبوی ؐ سے آکر علوم شرعیہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مجھ پر نظر پڑ گئی تو خادم خاص الحاج ابوالحسن صاحب سے گاڑی رکوائی اور فرمایا بھائی ذکی مبارک ہو، مبارک ہو مجھے معلوم ہوا ہے کہ مستورات کا اجتماع شروع کیا ہے اللہ پاک بے انتہا مبارک فرمائے۔

حضرت شیخ سے بیعت

حضرت اقدس قطب الاقطاب قدس سرہٗ سے تعلق تو اسی وقت سے ہوگیا تھا جب تبلیغی جماعت سے نسبت پیدا ہوئی لیکن بیعت کی سعادت ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔

جب حضرت اقدس شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا تو جزائر مالدیپ اور سیلون کے ایک تبلیغی سفر سے واپسی پر بہت ہی شدت سے داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت اقدس سیدی قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا جائے جب سفر سے واپسی پر سہارنپور حاضری ہوئی تو ایک جگہ غسل وغیرہ کرکے دو رکعت نماز پڑھی بہت دیر تک

---

[1] برادر عزیز مفتی محمد علی صاحب کی اہلیہ بھوپال کے مشہور بزرگ عالم حضرت اقدس مولانا عمران خانصاحب ندوی مدظلہٗ العالی سرپرست دارالعلوم بھوپال و سابق مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی حقیقی بھانجی ہیں۔

روتا رہا اور بڑی دیر تک دعا کرتا رہا پھر جاکر حضرت اقدس قدس سرہٗ سے بیعت ہوگیا۔ بارہا حضرت اقدس سے اپنی بدحالی کا تذکرہ کیا ہمیشہ حضرت اقدس تشفی فرماتے رہے۔

"حضرتؒ کی شفقتوں کے چند واقعات"

حضرت اقدس قدس سرہٗ کے خطوط بھوپال سے مدینہ منورہ آنے کے بعد خدا معلوم کہاں گم ہو گئے جس کا از حد صدمہ ہے۔

حضرت اقدس سہارنپور میں اکثر بہت محبت سے بڑے حوصلہ افزا کلمات فرماتے تھے لیکن مجھ پر حضرت اقدس ؒ کا اس قدر رعب غالب رہتا تھا کہ ان کلمات کا کبھی خود کو اہل نہ سمجھا۔

(۱) ایک مرتبہ پوچھا بھائی ذکی کھانا کہاں کھاتے ہو میں نے عرض کیا حضرت باہر مدرسہ میں فرمانے لگے نہیں تم اندر کے آدمی ہو کھانا یہیں کھایا کرو۔

(۲) ایک مرتبہ کچے گھر میں کسی محترم مہمان کی ضیافت کے بعد دسترخوان پر تمام خدام کو بیٹھنے کا حکم دیا میں باہر برتن دھو رہا تھا کسی نے مجھے دسترخوان پر آواز دی میں بھی گیا حضرت اقدس قدس سرہٗ چارپائی پر تکیے کے سہارے بیٹھے دسترخوان کی نگرانی فرمارہے تھے مجھ سے مارے ہیبت کے لقمہ نہیں نگلا جارہا تھا کہ کسی ساتھی نے ٹوکا بھائی ذکی تم نہیں کھا رہے۔ حضرت اقدس نے سن لیا تو فرمایا ہاں بھائی وہ تو بزرگ آدمی ہیں کھانا کہاں کھاتے ہیں۔

(۳) ایک مرتبہ قبلہ والد صاحب محترم رمضان المبارک میں سہارنپور تشریف لائے میں نے قبلہ والد صاحب سے عرض کیا کہ کسی مناسب وقت حضرت والا سے ملاقات کراؤں گا۔ قبلہ والد صاحب محترم اتنا انتظار نہ فرماسکے اور جذبۂ شوق کی وجہ سے مصافحہ کرنے والے مہمانوں کی لائن میں لگ گئے جب قبلہ والد حضرت اقدس سے مصافحہ کرنے لگے تو کسی خادم کی نظر پڑ گئی۔ اور حضرت والا سے کہا کہ یہ بھائی ذکی کے والد ہیں۔ حضرت اقدس نے بے اختیار فرمایا ہمارے بھائی ذکی اور قبلہ والد صاحب سے بہت محبت سے پیش آئے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے ان جملوں کی

لاج رکھ کر حضرت اقدس کے ساتھ حشر فرما دے۔

(۴) ایک مرتبہ تراویح سے قبل کی مجلس میں کم کھانے کی فضیلت کے بارے میں چند حکماء کے اقوال بیان فرمائے پھر فرمایا اگر کسی صاحب نے میری کسی کتاب میں یہ واقعہ دیکھا ہو تو مجھے بتلائے میں اسی وقت باہر دوکان سے حضرت اقدس کی تصنیف فضائل صدقات خرید کر لایا اور وہ واقعہ تلاش کر کے رات کو حضرت اقدس کو بتایا حضرت اقدس بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا۔ کل کو مجلس میں بتانا دوسرے دن مجلس میں حضرت اقدس کو وہ واقعہ بتاتے ہوئے غیرت مانع ہوئی اور دوسرے صاحب کے ذریعے وہ واقعہ حضرت والا کو بتلا دیا۔

(۵) ایک مرتبہ دار جدید کی مسجد میں اعتکاف فرمانے کے بعد حضرت حاجی شاہ (قبرستان) جانے کا فرمانے لگے کسی نے عرض کیا حضرت بارش کی وجہ سے خاردار جھاڑیاں کانٹے دار گھاس خود رو پودے بہت اگ گئے ہیں۔ راستہ میں بہت گڑھے اور کیچڑ ہے جس کی وجہ سے راستہ بند ہو رہا ہے حضرت اقدس نے اپنے پڑوسی شاہ عالم صاحب سے فرمایا تم کل کو دیکھ کر آنا راستہ کیسا ہے ہا مجھے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت اقدس کی خدمت کا ایک موقع ہاتھ آیا میں خاموشی سے اٹھا اور فوراً قبرستان گیا اور تمام راستے کی خاردار جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر ایک طرف کا راستہ ہموار کیا راستہ میں بارش کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے ہو گئے تھے ان کو پر کیا قبروں کے قریب بھی گڑھے اور کیچڑ بہت تھی ان سب کو صاف کر کے قبروں کو ہموار کیا شاہ عالم صاحب جب قبرستان پہنچے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ میں نے تمام راستہ صاف کیا، میرے ہاتھ پیر خاردار جھاڑی اور تیز نوکیلی گھاس سے زخمی ہو رہے تھے۔ جناب شاہ عالم نے میری حالت اور قبرستان کا ہموار کرنا حضرت اقدس سے ذکر کر دیا۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمایا بھائی ذکی کو میرے پاس لانا میرے محسن ہیں میں ان کا شکریہ ادا کروں گا۔ دوسرے روز شاہ عالم صاحب مجھ سے حضرت اقدس کے پاس چلنے کے لیے اصرار کرنے لگے لیکن میری ہمت نہ ہوئی کہ حضرت اقدس کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوتا کہ میں نے یہ کام انجام

دیا ہے۔

(۶) ایک مرتبہ میں حضرت اقدس قدس سرہٗ کا مہمان تھا بچے اہلیہ سب کو لے کر سہارنپور گیا تھا میں مسجد دار جدید میں حضرت اقدس رحؒ کے ہمراہ معتکف تھا گھر پر اہلیہ کو درد زہ شروع ہو گیا اور ۲۵ ر رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کی شب میں لڑکے کی ولادت ہوئی اس بچہ کو لے کر مولانا طلحہ صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں آئے اور کہا حضرت یہ بھائی ذکی کا بچہ ہے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمایا ہاں اس کو تو خبر بھی نہ ہو گی مجھے فکر لگی تھی کہ کیا ہو گا مجھے بہت ہی مسرت ہوئی کہ حضرت اقدس کو میرے گھر کے بارے میں بھی اتنی فکر ہے پھر اپنے گھر کے افراد کو نگہداشت کے لیے کہا اور ضروری چیزوں کو لانے کا حکم فرمایا۔ بچہ کا نام محمد شاکر رکھا، اس وقت اس بچہ کا چوتھا پارہ حفظ کا چل رہا ہے۔

(۷) ایک بچی جو ابھی تقریباً گیارہ بارہ سال کی ہے اس کی بسم اللہ حضرت اقدس رحؒ نے سہارنپور مدرسہ الوالمدارس میں کرائی اور اپنے پاس سے بچی کو دس روپیہ مرحمت فرمائے اس بچی کو ناظرہ حضرت اقدس رحؒ کی اہلیہ مکرمہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ قیام کے دوران پڑھایا ناظرہ ختم قرآن کی دعا مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی نے جو تبلیغی مرکز نظام الدین نئی دہلی سے مدینہ منورہ تشریف لائے ہوئے تھے کرائی اب الحمدللہ اس بچی کا حفظ کا ۲۹ ر انتیسواں پارہ چل رہا ہے۔

(۸) مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں جس چارپائی پر حضرت اقدس لیٹتے تھے اس چارپائی کو بننے پر مجھے زبردستی سو ریال مرحمت فرمائے سہارنپور قیام کے دوران بھی لنگی و نقد رقوم مرحمت فرماتے رہے۔

(۹) ایک مرتبہ حاجی نصیر الدین صاحب مرحوم علیگڑھی سے فرمانے لگے حاجی جی میں تو اب موتوا قبل ان تموتوا میں داخل ہو چکا۔

(۱۰) ایک مرتبہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کا سفر بذریعہ کار سہارنپور سے گنگوہ، تھانہ بھون کاندھلہ، پانی پت، سرہند شریف، چلی، براس، جالندھر، لدھیانہ وغیرہ ہوتے ہوئے

پاکستان پہنچنے کا تھا وہاں سے مدینہ منورہ کا سفر تھا۔ ہند، پاک کی سرحد تک بہت سے احباب کا ساتھ جانے کا پروگرام تھا۔ مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے جب کاندھلہ کے قبرستان میں حضرت اقدس مراقب ہوئے تو کچھ دیر کے بعد حضرت والا نے پانی مانگا میں حضرت اقدس کے قریب ہی تھا فوراً تھرماس سے ٹھنڈا پانی نکال کر حضرت اقدسؒ کو پیش کیا حضرت اقدس نے فرمایا نہیں قبرستان کے کنویں کا پانی، کنویں کے اوپر رکھے ہوئے مٹی کے لوٹے میں لاؤ میں فوراً لیکر گیا حضرت اقدس نے پانی پیتے ہوئے مسکراتے ہوئے مجھ سے فرمایا بھائی ذکی یہ سارے قبرستان کی ہڈیاں مجھ سے جھگڑا کر رہی ہیں۔

(۱۱) ایک مرتبہ سہارنپور کے کچے گھر میں بڑے بڑے مشائخ جمع تھے نس بندی کا خطرناک ماحول پورے ملک ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا حضرت اقدس چارپائی پر آرام فرما تھے مشائخ آپس میں مشورہ فرما رہے تھے کہ حضرت اقدس نے پوچھا کہ آپس میں کیا گفتگو چل رہی ہے، مولوی محمد کاندھلوی نے کہا حضرت ملکی مسائل پر بات ہو رہی ہے اس کا کیا حل ہو حضرت اقدس نے فرمایا اس کا کیا حل، پھر فرمایا اس کا حل تو وہ ہے وہ اور کونے میں بیٹھے ہوئے حضرت حافظ مقبول صاحب مرحوم (خلیفہ حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لوہے کو لوہا کاٹے ہے اور فرمایا چچا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہ دہلی کا قطب ہے میں تو یوں کہوں کہ یہ تو پورے ملک کا قطب ہے۔

(۱۲) اس نس بندی کے خطرناک موقع پر ایک کلکٹر اور حکومت کے دوسرے بڑے عہدیداران حضرت شیخ سے ملنے آئے اطلاع پہلے سے آگئی تمام خدام اور متعلقین کو فکر ہوئی کہ خدا معلوم کیا سوال جواب ہوں کیا حادثہ پیش آجائے جیسا کہ ملک کے دوسرے حصوں میں بعض اکابر کو پیش آچکا تھا۔ بہرحال جب کلکٹر آیا تو مارے رعب و ہیبت کے ہاتھ جوڑے کھڑا رہا۔ حضرت اقدس نے نحیف انداز میں دو ایک مرتبہ بیٹھنے کو بھی فرمایا لیکن وہ اور دوسرے اعلیٰ عہدیداران ہاتھ جوڑے کھڑے رہے پھر حضرت والا نے ان سے فرمایا

تھی اور اسی دسترخوان پر ان کا چپراسی، ڈرائیور مٹھائیاں کھا رہا تھا اور ہم خدام اندر ہی اندر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

(۱۳) بارہا حضرت اقدس کو گاڑی میں لیجاتے ہوئے راستہ میں کوئی جانور بکری، کتا وغیرہ آجاتا اگر کوئی خادم اس کو ہٹانا چاہتا فوراً حضرت قدس سرہٗ منع فرماتے کہ گاڑی دوسری طرف لے چلو۔

(۱۴) سنت کا حضرت اقدس کو ہمیشہ سے بہت اہتمام رہا کھانے پینے میں، پہننے میں، نشست برخاست میں، اکرام ضیف میں، عبادات میں، معاملات میں قریب رہنے والے احباب نے جس کا خوب مشاہدہ کیا ہوگا ایک مرتبہ سہارنپور میں خدام حضرت کو نہلا رہے تھے۔ مظاہر العلوم کے ایک مولوی صاحب حضرت اقدس کے پیروں کو دھونے لگے اور پہلے بایاں پیر دھونے لگے حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب دوسری سنتوں پر عمل نہ ہو سکے، وضو غسل کی سنتیں تو بہت آسان ہیں اسی طرح خلافت سنت کرنا، موزے پہنانے، اتارنے میں کسی خادم سے کبھی غلطی ہو جاتی آپ فوراً ہاتھ روک لیتے انتہائی معذوری کے باوجود جب کہ مسواک کو اپنے ہاتھ سے کرنا تو درکنار ضعف، نقاہت غنودگی کی وجہ سے منہ سے بولنا ہی ناممکن تھا۔ منہ میں دانت نہیں، مسواک چبا نہیں سکتے، زبان سے مانگ نہیں سکتے، ایسی حالت میں کسی نے بغیر مسواک وضو کرانا چاہا تو منھ بند کر لیا اور نگاہ سے ٹکٹکی باندھے مسواک کی جانب جہاں مسواک رکھی جاتی تھی دیکھنے لگے فوراً وضو کرانے والے احباب کو تنبہ ہوا مسواک اٹھا کر منھ میں پھیری تب حضرت اقدس نے وضو فرمایا۔

اس بات کو بھی بہت محسوس کیا کہ متعین خدام و احباب کے علاوہ کسی سے خدمت لینا حضرت اقدس کو بہت گراں گزرتا تھا حتیٰ کہ اگر خدام میں سے کوئی کسی سے کچھ کام کرا لیتا تو حضرت اقدس گرفت فرماتے۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بعد نماز عشاء طواف سے فارغ ہو کر جب حضرت اقدس کو گاڑی

بھائی یہ صوفے، کرسیاں تو آپ ہی حضرات کے لیے ادھر ادھر سے مانگ کر جمع کی ہیں لیکن وہ حضرات صوفوں اور کرسیوں پر نہیں بیٹھے بلکہ درمیان میں بچھی ہوئی ایک دری پر حضرت اقدس کے پلنگ کے قریب سب بیٹھ گئے حضرت اقدس نے خدام سے فرمایا ان حضرات کی تواضع کرو خدام نے فوراً دستر خوان لگایا مختلف قسم کے پھل اور مٹھائیاں رکھی گئیں اتنے میں حضرت اقدس کی نگاہ چبوترے کے کنارے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں پر پڑی حضرت والا نے خدام سے پوچھا وہ کون ہیں خدام نے بتایا کلکٹر صاحب کے چپراسی اور ڈرائیور ہے حضرت اقدس نے ان سے فرمایا بھائی تم بھی دستر خوان پہ آجاؤ لیکن وہ بھلا کب زندگی میں ایک دستر خوان پہ کلکٹر صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوں اس لیے ان کی شریک ہونے کی ہمت نہیں ہوئی اور وہیں سے ہاتھ جوڑ کر گویا معذرت کی۔ حضرت اقدس نے نے پھر فرمایا بھائی اگر تمہارے صاحب کے اصول کے خلاف نہ ہو تو تم بھی دستر خوان پر شریک ہو جاؤ۔ اور اگر تمہارے صاحب کو ناگوار ہو تو تمہارے لیے الگ دستر خوان لگادیں کلکٹر مارے شرم کے دھیرے دھیرے ان چپراسیوں کو اشارہ سے بلا رہا تھا آخر آواز دیکر ان لوگوں سے کہا آجاؤ آجاؤ جب سب دستر خوان پر بیٹھ گئے تو کھانا شروع کرنے سے قبل حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کلکٹر صاحب ایک بات کہوں آپ کی تو لوگوں نے ہمیشہ عمدہ عمدہ کھانوں پھلوں اور مٹھائیوں کی ہی دعوت کی ہوگی اور آپ نے خوب کھائی ہوگی لیکن سنگھاڑے کی دعوت آپ کی کسی نے نہیں کی ہوگی دستر خوان پر عمدہ مٹھائیاں بھی تھیں اور سنگھاڑے بھی تھے حضرت اقدس نے سنگھاڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کلکٹر صاحب یہ سنگھاڑے آپ کے لیے اور ان چپراسیوں ڈرائیور کی طرف مخاطب ہو کر حضرت اقدس نے فرمایا بھائی تم لوگ سنگھاڑے تو خوب ہی کھاتے ہوں گے یہ مٹھائیاں اور پھل تمہارے لیے عجب منظر تھا۔ ایک ہی دستر خوان پہ کلکٹر صاحب سنگھاڑے کھا رہے تھے اور ان کی ہمت دوسری چیز کھانے کی نہیں ہو رہی تھی گویا دستر خوان کی دوسری چیز ان کو نظر نہیں آرہی

میں بٹھا دیا گیا، باہر لوگوں کا ہجوم تھا گاڑی (کار) کا دروازہ پچھلا والا اندر سے بند کرنا مشکل تھا خدام میں سے کسی نے باہر کھڑے ہوئے ایک شخص کو کہہ دیا کہ "دروازہ بند کر دیجیے" حضرت اقدس کو گرانی ہوئی فوراً پوچھا "کس سے دروازہ بند کرنے کو کہہ دیا"

اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت اقدس کی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی زندگی کی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے تعمیل حکم میں چند باتیں تحریر کر دیں جملہ خیریت ہے احباب کی خدمت میں اس سیاہ کار کا سلام پیش فرمادیں اور دعا کی درخواست اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی معرفت کامل عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال فرمائے اور آپ کی اس سعی مبارکہ کو حضرت اقدس قدس سرہٗ کے فیض کو جاری ہونے کا ذریعہ فرمائے ہر نوع سے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور بہترین جزاء خیر برکت فرمائے۔ یہ سیاہ کار دعا گو ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل صاحب زید مجدھم

اسم گرامی ہاشم ابن حسن محمد حافظ پٹیل جوگواڑ وایہ رانکوا ضلع بلساڑ- انڈیا- حال مقیم یو کے 152 BOLTON ROD WEST
RAMS BOTTOM BURY- TEL - 070-682-S104-

ولادت سے لے کر دورہ سے فراغت تک احقر کی تاریخ پیدائش ۲۵ مارچ ۱۹۴۳ء ہے۔ بچپن کی ابتدائی تعلیم احقر کے حقیقی ماموں مولانا آدم صاحب جو ولی صفت نہایت ہی متقی متواضع تھے کی زیرِ نگرانی قرآن شریف ناظرہ وضروری مسائل تعلیم الاسلام بہشتی ثمر وغیرہ پڑھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں ڈابھیل جامعہ تعلیم الدین میں فارسی اوّل پڑھا۔ سنِ داخلہ ۱۹۵۷ء ہے، ۱۹۵۸ء مطابق ۱۳۷۸ھ میں راندیر جامعہ حسینیہ میں فارسی دوم میں داخلہ لیا اور ۵ سال ۱۹۶۲ء تک عربی کتب شرحِ وقایہ تک پڑھا۔ بحمد اللہ اساتذہ کی شفقت رہی۔ اوّل نمبر پر امتحانات میں کامیابی رہتی تھی ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۳ھ سے ۱۳۸۵ھ تک مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھا اور دورۂ حدیث میں بخاری شریف کامل حضرت مرشدنا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔

حفظِ قرآن اور جذبی کیفیت دورۂ حدیث سے فراغ کے بعد ایک سال کامل حضرت اقدس مرشدنا کی خدمت میں گذارنے کا ارادہ کیا۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت کی خدمت میں ذکر وشغل کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن بھی شروع کیا تھا۔ بہت کم عرصے میں آٹھ پارے حفظ کر لئے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص حافظ صدیق صاحب کو قرآن پاک سناتا تھا۔ تین ماہ بعد جذبی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس دوران حضرت متمثل ہوئے اور میں گویا اس آواز کو سہارنپور سے سن رہا ہوں۔ حضرت یہ فرمارہے ہیں کہ مولوی ہاشم میں تمہیں یوں ضائع نہ ہونے دوں گا۔ اس لئے حضرت نے میرے وطن جو گواڑ بھیج دیا اور چار پانچ ماہ اس کیفیت میں گذرے۔

تدریسی خدمات بعد صحت اپنے وطن ہی میں تدریس شروع کی۔ تین سال خدمتِ تدریس کے بعد ۱۹۶۸ء میں برطانیہ حاضری ہوئی۔ قبل از حاضری حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا مولانا یوسف صاحب متالا مدظلہٗ سے رابطہ رکھیں۔ الحمد للہ آتے ہی مولانا یوسف صاحب جو ہند کا ارادہ کر رہے تھے ان کی ملاقات مقام ننی ٹن میں ہوئی جہاں پر میں شروع میں آیا تھا۔ موصوف نے فرمایا کہ میری جگہ پر بولٹن میں خدمتِ تدریس وامامت کرو میری واپسی کے بعد تیرا تقرر دوسری مسجد میں ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا کی غیبوبت میں ان کی جگہ پر خدمتِ تدریس وامامت کی۔ ان کی واپسی ۱۹۶۹ء میں ہوگئی اس لئے بندہ دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا۔ اور وہاں خدمت کرتا رہا۔ حفظِ قرآن کی بنیاد ڈالی اور تقریباً سات سال خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ۱۳۹۵ھ میں دار العلوم شروع ہوا۔ اس لئے

دار العلوم میں خدمت شروع کی اور الحمد للہ تاحال خدمت انجام دے رہا ہوں امسال زیر درس ابوداؤد شریف کامل مشکوٰۃ شریف جلد اوّل جلالین شریف جلد ثانی کافیہ تلخیص کتب ہیں۔

وطن

احقر کا وطن جو گواڑ صوبہ گجرات ضلع بلسار میں واقع ہے چھوٹا سا دیہات ہے۔ جو تقریباً ۱۲۵ مکانات پر مشتمل ہے قدیم سے الحمد للہ ماحول دینی رہا ہے حتیٰ کہ اطراف کے دیہات والے رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الحمد للہ صحیح العقیدہ ہیں۔

غائبانہ بیعت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ عقیدت و محبت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فضائل کی کتب سے ہو گئی تھی اس لئے زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت رحمۃ اللہ سے بیعت کا شوق پیدا ہوا اور ۱۳۸۱ھ میں بذریعہ خط بیعت ہوا۔ خط کی نقل یہ ہے غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے سابقہ جملہ گناہوں سے توبہ کریں آئندہ کو یہ عہد کریں کہ انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں کروں گا اور جو ہو جائے گا تو توبہ کروں گا اس کے بعد اس ناکارہ سے بیعت کا اقرار کریں اور معمولات کے پرچہ پر حتی الامکان عمل کرنے لگا اور خط و کتابت بھی کرتا رہا اور حضرتؒ کے پاس حاضری کا بہت ہی اشتیاق رہا۔ اس لئے

مظاہر میں تعلیم

۸۳ھ میں جب کہ میری ہدایہ اولین شروع ہوئی راندیر سے سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں چلا گیا اور راندیر جامعہ حسینیہ کے اساتذہ کرام سے چونکہ قلبی تعلق تھا اور ان حضرات کی شفقتیں رہا کرتی تھیں اس لئے فراق کا غم بہت زیادہ تھا اور قلب میں بے چینی کی کیفیت تھی۔ سہارنپور پہنچا تو دفتر والی مسجد میں بندہ وضو

کر رہا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ ایک دم زیارت ہوئی۔ زیارت ہوتے ہی سارا درد غم بے چینی رفع ہو گئی اور ایک سکون کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی سے میرے قلب نے یقین کر لیا کہ یہی میرے ہادی دارین مرشدی شیخ الحدیث ہی ہیں۔

بالمشافہ بیعت اور اذکار

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عصر کے بعد کی مجلس میں پابندی سے حاضر ہوتا رہا اور جو حالات پیش آتے عرض کرتا رہا۔ ایک روز یہ بھی عرض کیا کہ حضرت بندہ بیعت تو بذریعہ خط ہو چکا ہے اور اب دست بدست بالمشافہ بیعت ہونا چاہتا ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مغرب کے بعد جب میں نوافل سے فارغ ہوں آجائیں۔ چنانچہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے دست بدست بیعت فرمایا۔ ہدایہ مشکوٰۃ والے سال میں تو معمولات کے پرچہ پر جن جن نمبرات پر عمل ہو سکا کرتا رہا۔ لیکن دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سال مکمل رہنے کا ارادہ کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ شفقت قبول بھی فرمایا۔ ذکر بالجہر دوازدہ تسبیح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بنفسِ نفیس عملی طور پر تلقین فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ضرب سے قلب صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ دھوبی کپڑے سے میل کو دور کرنے کے لئے زور زور سے کوٹتا ہے۔ اسی طرح ضرب سے قلب کی گناہوں سے دھلائی ہوتی ہے۔ حضرتؒ کی خدمت میں ذکر کا سلسلہ اور حفظِ قرآن مجید کا سلسلہ رہا۔ تقریباً چار ماہ حضرتؒ کی خدمت میں رہا پھر صحت ناساز ہو گئی اس لئے اپنے وطن چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بیماری کی بنا پر حفظ اور ذکر بالجہر بند فرمایا البتہ پاس انفاس کی اجازت باقی رہی۔

مدینہ پاک حاضری

پھر جب ۱۳۸۹ھ میں جب کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ حرمین شریفین میں قیام پذیر تھے۔ برطانیہ میں مقام بولٹن سے مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ کی معیت میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت اب تو بحمد اللہ صحت اچھی ہے۔ اب ذکر بالجہر کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

چنانچہ حضرتؒ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ لہٰذا ڈیڑھ ماہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری رہی۔ اس دوران میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دورے میں شرکت رہی اور بہت ہی پُرلطف سفر رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں دو عمرے بھی ادا کیے۔ پھر برطانیہ واپسی ہوئی۔

حضرتؒ کی خدمت میں بار بار حاضری

رمضان المبارک گذارنے کے لئے سہارنپور حضرتؒ کی خدمت میں ۱۳۹۰ھ میں حاضر ہوا اور کامل ماہِ مبارک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارا۔ پھر تیسرا سفر ماہ مبارک گذارنے کیلئے سہارن پور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۳۹۲ھ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سفر میں اسمِ ذات ایک ہزار دفعہ کا اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ مراقبۂ دعائیہ شروع کیا۔

یہ ماہِ مبارک بھی بحمد اللہ کامل اعتکاف میں گذرا۔ درمیان میں جو حالات پیش آتے عرض کرتا رہا۔

اس کے بعد چوتھا سفر ماہ مبارک گذارنے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ۱۳۹۴ھ میں ہوئی۔ یہ رمضان المبارک بھی بحمد اللہ حضرت رحؒ کی صحبت میں اعتکاف میں گذارا۔

۱۳۹۵ھ میں پانچواں سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رمضان المبارک کے لئے حاضری کی سعادت ہوئی اور ماہِ مبارک کامل اعتکاف میں حضرتؒ کی معیت میں گذرا۔

چھٹا سفر ۱۳۹۶ھ میں سہارن پور میں ہی ماہِ مبارک حضرتؒ کی خدمت میں اعتکاف میں گذرا۔

خلافت

اسی سال حضرت نے بذریعہ مکتوبِ گرامی نامہ اجازت مرحمت فرمائی۔ جس کی نقل یہ ہے:

عنایت فرمائم مولوی ہاشم سلمہٗ

بعد سلام مسنون تمہیں بیعت کی اجازت کا ارادہ تو بہت دنوں سے تھا۔ مگر یوں چاہوں تھا کہ مدینہ یا سہارن پور بالمشافہ ہوتی تو زیادہ اچھا تھا۔ مگر چند ماہ سے طبیعت زیادہ خراب ہے۔ موت و حیات کا اعتبار نہیں۔ اس لئے اس خط کے ذریعہ سے تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ بیعت کی درخواست کرے تو ضرور کر لیجیو مگر ایک نہایت اہم بات جس کو میں کئی سال سے تجربہ کر رہا ہوں کہ دوست واحباب اجازت کے بعد بہت مطمئن ہو جاتے ہیں اور یہ چیز بہت مُضر ہو رہی ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ تو ایسے لوگوں کی اجازت منسوخ کر دیتے تھے۔ اس کا بہت خیال رکھیں۔ مولوی یوسف متالا کو بھی یہ پرچہ دکھلا دیجیو کہ کام کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوٹ جانے سے تنزلی معلوم نہیں میرا رسالہ اکابر کا سلوک تمہارے یا یوسف متالا کے پاس پہنچا یا نہیں اگر کوئی مدینہ یا ہندوستان جانے والا ہو منگا

بھیجو۔ ورنہ مولوی نصیر کو ایک خط لکھ دو کہ اکابر کا سلوک کے دو نسخے
تمہارے پاس بھیج دیں اور اگر موجود ہو تو منگانے کی ضرورت نہیں مگر
بہت اہتمام سے تم بھی مطالعہ میں رکھیو اور قاری یوسف کو بھی تقاضا کر دیجیو۔

حضرت شیخ الحدیث
بقلم
حبیب اللہ
۷۷/۵/۹
مدینہ طیبہ

اس کے بعد ساتواں سفر حرمین شریفین حج کے فریضہ کے لئے ہوا۔ ۱۳۹۸ھ سن
میں ماہِ مبارک کے ۱۳ یوم مکہ مکرمہ گذار کر بقیہ رمضان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت
میں مدینۃ المنورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ گذارا اور شوال کا اکثر حصہ
مدینہ منورہ گذرا۔

آٹھواں سفر ہند کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رمضان
المبارک گذارنے کے لئے ۱۳۹۹ھ میں ہوا۔

نواں سفر ساؤتھ افریقہ ۱۴۰۱ھ میں جب کہ حضرتؒ کا رمضان
ساؤتھ افریقہ میں اسٹینگر میں ہوا۔

ان سارے اسفار میں بحمد اللہ اجتماعی انفرادی اعمال میں وقت گذرا اور
اوراد و اشغال جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم فرمائے ان ہی میں وقت گذرا۔
اللہ جل شانہ سیأت کو معاف فرمادے۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل۔
کا یہ ناپاک مصداق ہے ورنہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس ناپاک پر ابتدا سے آخر تک
شفقت ہی شفقت رہی۔ جذبی کیفیت کے بعد حضرتؒ گرامی ناموں میں بہت ہی

اہتمام کی تاکید فرماتے کہ اپنی صحت کا زیادہ خیال رکھیں مغزیات سے سر پر تیل مالش کا
اہتمام کرتے رہا کریں وغیرہ شفقت آمیز خطوط حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے
برابر آتے رہے۔ ان شفقت آمیز خطوط کو جب پڑھتا ہوں تو رؤف رحیم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نیابت کا پرتو حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں کامل معلوم ہوتا ہے۔ یہ تقریباً
۳۰، ۴۰ خطوط میں صحت کے خیال کی تاکید حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

حضرتؒ کے چند ملفوظات

(۱) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا انداز بہت نرالا تھا۔ ایک دفعہ بندے نے
کسی معمول کے ادا نہ ہونے کو لکھا حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ صبح کی چائے چھوڑ دو
کتنا وقت ملے گا۔ معمولات رُوحانی غذا ہیں۔ اس کا چھوٹنا یا بے اعتنائی
مناسب نہیں۔

(۲) ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میرے ایک دوست کُرتا گھٹنوں سے اُونچا پہنتے
تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ دیکھو اس کا کُرتا میرے بنیان سے چھوٹا تو نہیں۔

(۳) ایک دفعہ واپسی کے مصافحہ کے موقع پر عرض کیا حضرت کچھ نصیحتیں
فرمائیں تو حضرتؒ نے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور یوں ارشاد فرمایا میرے پیارے
معمولات پر پابندی اور میں نے ساری نصیحتیں اپنے رسائل میں لکھ دی ہیں
ان کو اہتمام سے دیکھتے رہا کرو۔

(۴) ایک دفعہ بدگمانی کے علاج کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ فرمایا کہ
اپنے عیوب پر نظر رکھا کرو اور دوسروں کی خوبیاں سوچا کرو۔

(۵) ایک دفعہ مجلس میں فرمایا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ
شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اس وقت شیخ سعدیؒ
فرماتے ہیں کہ میرے شیخؒ نے یہ نصیحت کی:

مرا پیر دانائے شہاب — دو انداز فرمود بر رُوئے آب
یکے آں کہ بر خود خود بین مباش — دیگر آں کہ بر دیگر بد بین مباش

(۶) جذبی کیفیت کے بعد اپنے وطن جوگواڑ سے رمضان المبارک میں حاضری ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ اعتکاف کی اجازت نہیں زیادہ آرام کرو۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت اعتکاف تو کئی سال ہوئے الحمد للہ ترک نہیں ہوا۔ ارشاد فرمایا اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ آرام زیادہ کرو گے اور یوں ارشاد فرمایا کہ اب تو میں تمہیں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔

وساوس پر اطلاع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وساوس پر اطلاع بکثرت ہوتی تھی۔ اس سلسلہ کے دو واقع لکھتا ہوں۔

جب ۱۳۸۳ھ میں اوّل حاضری سہارن پور ہوئی تو حضرت کے ساتھ ہی کھانا ہوتا تھا۔ جب ہفتہ ہو گیا تو صبح فجر کی نماز کے بعد مراقب رہتے اور اشراق کے وقت تشریف لے جاتے بندے نے ارادہ کیا کہ آج سے میں اپنا خود انتظام کر لوں گا۔ حضرت نے اُٹھتے وقت خلافِ عادت فرمایا کہ وہ مُولوی مہمان کہاں ہے میرے ساتھ ہی جائے کے لئے چلو۔

دوسرا واقعہ یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بعد ظہر خطوط کے جوابات لکھوانے کا تھا۔ بندہ پیر دبا رہا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی کے خط کا جواب لکھوا رہے تھے مفصل خطوط دعاؤں پر مشتمل جواب تھا۔ بندے کو خیال آیا کہ حضرت اور خطوط کے جواب تو مختصر لکھواتے ہیں اور ہدیہ کے جواب میں مفصل لکھواتے ہیں یہ خیال گذرنا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا چاہیئے یا دعاؤں کے ساتھ بدلہ

دینا چاہیئے اور یوں ہی چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وقت کی حفاظت کا مسئلہ بہت اہم تھا۔ ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حالات پوچھے اور قرآن پاک کے متعلق استفسار فرمایا کہ کتنے پارے حفظ ہو گئے۔ بندے نے بتایا کہ اتنے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالحسن سے فرمایا کہ کام یوں ہوتا ہے۔ کہ ابوالحسن نے بھی حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

بندہ جب کبھی خطوط میں حفاظتِ اوقات اور مشغولی کو لکھتا تو حضرت رح بہت ہی مسرت کا اظہار فرماتے۔

حضرت رح کی ادائیں

نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اعتدال بہت پسند تھا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا نہ چل کر گرنا ہے اور نہ دوڑ کر اکڑنا ہے بلکہ اعتدال کی راہ چلا کرو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ اسباقِ حدیث با وضو پڑھیں اور کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ الحمد للہ دونوں چیزوں پر عمل رہا۔ اسی کی برکت ہے کہ الحمد للہ ہمیشہ اب تک باوضو ہی درس دیا اللہ جل شانہ آئندہ بھی اسی پر استقامت نصیب فرمائے اور قبول فرماوے اور اپنی رضا نصیب فرماوے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بخاری شریف کے درس سے پہلے دو چیزوں کا بہت ہی اہتمام دیکھا کہ وضو فرماتے ہیں اور عطر بکثرت استعمال فرماتے ہیں اور وقت پر اہتمام سے پہنچ جاتے۔ ۸۵ھ میں جب دورۂ حدیث ہوا تو پورا سال برابر یہ دیکھا۔ اِدھر حضرت مسجد کلثومیہ میں تشریف لاتے اُدھر مدرسے کا گھنٹہ بجتا اس کے خلاف کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں یہ بھی دیکھا کہ دارالحدیث تک جانے اور آنے میں

ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے دیکھا کبھی نہیں دیکھا اِدھر اُدھر نظر گئی ہو اور متواصل
الحزن کی کیفیت دیکھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی دیکھا جب بھی کسی نے بیعت کی درخواست
کی اور حضرتؒ نے بیعت فرمالی۔ پھر اسی نے ہدیہ دیا تو قبول نہیں فرمایا۔
اور یوں فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔

۱۳۸۲ھ میں جب ابتدائی سہارنپور حاضری ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ
کو تمام نمازوں میں لمبی لمبی نفلیں پڑھتے دیکھا کہ ظہر کی سُنتیں بھی بہت لمبی
ہوتی تھیں ظہر کے بعد سنت نفل بھی بہت طویل ہوتی تھیں۔ مغرب کے بعد
اوابین میں تقریباً گھنٹہ صَرف ہو جاتا تھا بعد عشاء دیر تک نوافل پڑھتے دیکھا
تو بندے کو خیال ہوا کہ بندہ حافظ نہیں ہے تو کس طرح نوافل بھی پڑھ سکتا ہے۔
چنانچہ حفظِ قرآن کا شوق ہوا اور سب سے پہلے پارہ عم یاد کیا اور نوافل میں پڑھتا
پھر ۲۹ واں پارہ یاد کیا اور نوافل میں پڑھتا تھا۔ بقرعید کی چھٹیاں تھیں۔
غالباً ۱۰ روز کی بندہ نے سوچا کہ ان چھٹیوں میں ۲۸ واں پارہ یاد کر لوں بحمداللہ
اسی چھٹی کو غنیمت سمجھا اور ۲۸ واں حفظ کر لیا۔ الحمدللہ بقیہ قرآن بھی برطانیہ میں آکر
ختم کر لیا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے پاک قرآن کو اپنے سینہ میں محفوظ فرمادے اور
ہمیشہ ذوق وشوق کے ساتھ تلاوت کی توفیق مرحمت فرمادے۔

اس ناکارہ کا قرآن مجید کا حفظ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ
اور دُعا کا اثر ہے۔

دورۂ حدیث کے بعد یک سالہ قیام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے
اشغال کے ساتھ حفظِ قرآن بھی تجویز فرمایا۔ بعد مغرب اوابین کے بعد یا عشاء
کی نوافل کے بعد قرآن پاک کی کچھ آیات بندے نے پڑھی اور حضرتؒ نے

دُعا فرمائی۔ حضرتؒ کے الفاظ اب تک یاد ہیں فرمایا کہ بھائی دُعا کرو ان کے
حفظ کو اللہ جل شانہٗ نہایت ہی سہولت کے ساتھ نہایت ہی عافیت کے ساتھ
تکمیل کو پہنچائے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ نوافل میں پڑھتے
رہا کرو۔ یہ قرآن پاک کو محفوظ کر لینے کے لئے مجرب ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قریبی نسبی یا علمی حادثہ اموات کے موقع پر متوجہ
الی اللہ ہونا اور دوسروں کو متوجہ کرنا حضرت اقدس کی عادت مبارکہ تھی۔

رمضان المبارک میں علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ کی
خبر پہنچی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ علامہ ابراہیم بلیاویؒ کا وصال ہو گیا۔ دُعا
کرو اللہ جل شانہٗ ان کا نعم البدل نصیب فرمادے۔ پھر فرمایا کہ اب تو
نعم البدل ملنا مشکل ہے۔

حضرت صوفی مولانا عبدالاحد صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

عبدالاحد۔ بمقام بریارپور۔ ڈاکخانہ بریارپور۔ وایا و ضلع سیتا مڑھی۔ صوبہ بہار۔ انڈیا۔

تربیت و تعلیم

تاریخ وپیدائش ۱۹۳۴ء بچپن کی تعلیم گھر پر مکتب میں ہوئی عربی کی تعلیم شرح جامی تک مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ہوئی بعدہ دورہ حدیث تک مکمل تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی اور وہیں فراغت ہوئی۔ ہمارے آقا حضرت شیخ قدس سرہٗ بخاری شریف، ابوداؤد شریف کے استاذ بھی ہیں۔ اور حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی تربیت میں رہا۔ نکاح ۶۷ھ میں ہوا۔ کل اولاد گیارہ ہوئیں زندہ سات ہیں۔ دینی خدمات کا آغاز ۱۳۷۶ھ سے ہوا۔ اور ۹۹ھ تک رہا۔ بسلسلۂ تعلیم و اشاعت اب صرف ۱۴۰۱ھ سے اشاعت للہ ہے۔

بچپن سے مکتب میں بحمدللہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت اور تربیت میں رہا۔ قید وبند کی زندگی گذری۔ ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ قدرے تعلیم یافتہ تھے لیکن دینی معلومات اور جذبہ دینی کافی تھا اللہ رب العزت ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ یہی حال میری والدہ مرحومہ کا تھا والد صاحب کی شدید سختی کے باعث دیگر مواضعات کے رشتہ داروں اور علاقوں سے بالکل نابلد رہا۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کبھی سینما وغیرہ لہو ولعب سے وابستہ نہیں رہا مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں بھی دینی ماحول رہا۔

شیخ تو میں خود ہوں

اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ لیا اولاً حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرتؒ بھی کڑی نگرانی فرماتے تھے مدرسہ میں وہ لڑکے جو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں روزانہ بعد عصر مجلس جایا کرتے تھے عجیب واقعہ ہوا۔ ان لڑکوں نے مجھ سے کہا کہ چلو شیخؒ کے یہاں، میں نے تعجب سے کہا کہ شیخ کا کیا مطلب شیخ تو

میں خود ہوں (ذات کے اعتبار سے) سب ہنسنے لگے چونکہ کبھی شیخ لفظ بزرگوں کے لئے نہیں سنا تھا۔ ان لوگوں کے اصرار پر میں ان کے ہمراہ مجلس میں گیا میں نے کچے گھر کے داخلی دروازہ پر قدم رکھا ہی تھا کہ حضرت بے ساختہ مسکرانے لگے اور میری عجیب حالت ہوئی۔ میں نیا آدمی شرمندہ شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا اور پسینے پسینے ہوگیا اور اہل مجلس بھی حیران تھے بہرکیف مجلس برخاست ہوئی میں شرم کے مارے بیٹھا رہا اور حضرت مسکراتے رہے۔ بعد میں میں چلا گیا۔ لیکن عشق ہوگیا۔ روزانہ مجلس کی حاضری لازمی ہوگئی۔

علاقۂ بہار

ہمارے علاقہ و مضافات و بستی میں باوجودیکہ مدارس کی کثرت سے دینی علوم سے واقف اور اسلامی عقائد سے کسی قدر سب آشنا ہیں لیکن اہل ہنود کے ماحول و رسم و رواج کا اس قدر گہرا اثر ہے کہ عالموں کے افہام و تفہیم کا قدرے اثر نہیں ہے صحیح العقیدہ فی صد ایک بھی نہیں شرک کا غلبہ ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

تعلیم کیساتھ تبلیغ

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ سے عشق تو پہلے ہی تھا۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ کے بعد رمضان المبارک کے موقعہ پر مدرسہ سے لڑکے ہر سال تبلیغ میں نظام الدین جایا کرتے تھے اس سال بھی حضرت مولانا امیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے لڑکوں کے نظام الدین جانے کا مشورہ تشکیل فرمایا۔ حضرت مولانا نے مجھ سے بھی فرمایا میں نے عرض کیا حضرت۔ مجھ پر افلاس غالب ہے اور شدید خارش کا شکار ہوں لیکن مولانا نے خوب سمجھایا میں بڑے تڑپ کے ساتھ تیار ہوگیا۔ لیکن جیب خالی، ٹوپی پھٹی ہوئی نظام الدین پہنچا۔ ہم سب طالب علموں کو کافی بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے کھانے کا نظم فرمایا سامنے کھانا آیا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے خوب کھایا۔ لیکن صورتِ حال یہ تھی کہ کئی ہفتہ کی تنوری روٹی سوکھی ساکھی تھی چباچبا کر سبھوں نے خوب کھایا۔ ماشاءاللہ اس وقت تو مرکز میں نعمتوں کی بارش ہورہی ہے۔ بہرکیف مولانا یوسف صاحبؒ نے ہم طلبہ کی جماعت کا امیر منشی اللہ دتہ کو بنا کر علاقہ میوات میں بھیج دیئے۔ اللہ حفاظت

فرمائے وہاں ایسی گرمی کہ طلبہ کی حالت ابتر ہوگئی ۔ وقت گذرتا رہا۔ ایک دن ایسی نوبت آئی کہ ہم سب کو پیاس لگی میں نے لوٹے سے پانی پی لیا۔ ہمارے ساتھی نے اس لوٹے کا کل پانی پھینک دیا یہ کہہ کر اس کے بدن سے بو آرہی ہے۔ واقعی بات تھی مجبوری کے باعث میں بہت مغموم ہوا۔ رات کو تہجّد کے بعد خوب رویا اور اللہ رب العزّت سے میں نے خوب رو رو کر عرض کیا کہ اے اللہ میری ایسی ابتر حالت ہے اس کے بعد سو گیا۔

خواب میں اور بیداری میں سہارن پور کی ترغیب

خواب میں دیکھا کہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوں صبح کا وقت ہے حضرت مدنی رح تشریف لائے ہیں وہ روڈ پر ہیں میں اور حضرت شیخ رح دونوں حضرت مدنی رح کے استقبال کے لئے کچے گھر سے روڈ پر آئے حضرت مدنی رح سے حضرت شیخ رح نے مصافحہ معانقہ فرمایا اور میں نے بھی مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حضرت مدنی رح فرماتے ہیں کہ اے عبد الاحد تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں اتفاق سے میں نے جیب میں ہاتھ دیا تو پیتل کے دو آنے پیسے نکلے حضرت کو دیا حضرت نے وہ شیخ الحدیث کو دے کر فرمایا کہ میرے کپڑے دھلوا دیں اور مجھ سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ تفریح کے لئے باغ میں چلو بس آنکھ کھل گئی۔ ہاں اب تو حال یہ ہوا کہ امیر جماعت سے میں نے اصرار پر اصرار کیا کہ میں سہارنپور جاؤں گا۔ جماعت میں دل بالکل نہیں لگتا تھا۔ عجیب بے قراری سی کیفیت تھی۔ انہوں نے مجبوراً نظام الدین کا کرایہ دیا میں نظام الدین حاضر ہوا تو حضرت مولانا صاحب سے پوری بات کہی حضرت نے سمجھا بجھا کر میواتی جماعت کا امیر بنا کر میرٹھ مجھے بھیج دیا اور اندازاً پندرہ روپے کرائے کے لئے دیئے جب میرٹھ کی جامع مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک جماعت حلقہ بنائے ہوئے باادب بیٹھی ہوئی ہے اور ایک بزرگ سفید داڑھی تشریف فرما ہیں میں نے سلام و مصافحہ کیا۔ انہوں نے برجستہ یہ فرمایا کہ تم یہاں کیوں ہو سہارنپور جاؤ اب تو اور بے قراری بڑھی کیونکہ ان بزرگ سے

کبھی کوئی ملاقات نہیں تھی ۔ خواب کی تصدیق ہوتی ہے میں نے میواتی جماعت سے کہا کہ آپ حضرات نظام الدین جائیں ۔ میں سہارنپور جاؤں گا آپ لوگوں نے حضرت کی بات سنی ہے جماعت نے کہا حضرت مولانا یوسف صاحب ناراض ہونگے۔ میں نے ان حضرات کو سمجھا کر رخصت کیا۔

حضرت کی خدمت کی ابتداء

اور سہارنپور عصر کے وقت حاضر ہوا ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ دفتر کی مسجد میں نماز عصر کے لئے کچے گھر سے تشریف لا رہے تھے میں پیچھے ہو لیا جب حضرت رح نے جوتا قدم مبارک سے نکالا تو میں نے جلدی سے اٹھا لیا پھر کر فرمایا اے بچے تم کہاں پڑھتے ہو اور کیا پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت مظفر پور بہار کا رہنے والا ہوں مدرسہ سہارنپور میں پڑھتا ہوں۔ درس میں شرح وقایہ وغیرہ ہے حضرت رح نے فرمایا ابھی تمہارا کھانا مدرسہ سے جاری نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا میں تو ابھی دہلی سے آرہا ہوں آپ نے فرمایا افطاری کی دعوت ہے تم میرے یہاں آجانا۔ میں بعد مغرب حضرت ہی کے ساتھ کچے گھر میں گیا۔ حضرت نے خوب کھلایا۔ اس کے بعد فرمایا سحری بھی یہاں آکر کھالینا۔ میں سحری کے وقت حاضر ہوا۔ حضرت نے خوب کھلایا اور فرمایا اے بچے تم کچے گھر میں رہو گے میں نے عرض کیا حضرت کی اجازت ہو تو ضرور رہیں گے حضرت رح نے فرمایا جاؤ بستره لے آؤ میں تو مارے خوشی کے جھومتا ہوا مدرسہ سے بستره وغیرہ لے آیا اور کچے گھر میں مقیم ہو گیا۔ خواب کی تعبیر یوں پوری ہوئی۔ اور حیرانی دُور ہوئی اللہ کا شکر ہے۔

خدمت ۱، ۲، ۳

میرے ذمّے حسب ذیل کام تھا:
(۱) بعد نماز عشاء سر پر تیل لگانا (۲) علی الصباح مہمانوں کے لئے پاپا کا انتظام کرنا (۳) فجر کی نماز کے لئے بدن مقدس داب کر اٹھانا اسی میں حضرت کا روزانہ معمول تھا کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے یا نہیں جب میں کوئی خواب دیکھتا اس وقت بیان کرتا اور حضرت تعبیر دیتے اور یہ بھی دریافت فرماتے کہ تہجّد پڑھتے

ہوکر نہیں۔ میں اس کا بڑا عادی تھا بلکہ مولانا نصیر الدین صاحبؒ کو تہجد کے لئے اٹھاتا تھا حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ اور کئی افراد کو اٹھاتا تھا۔

خواب میں راہنمائی اور حضرت رائے پوریؒ سے بیعت

ایک دن میں نے تہجد کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے یہاں گیا ہوا ہوں میں حضرت سے ملنے اندر جانا چاہتا ہوں خادم جانے نہیں دیتے حضرت کو علم ہوگیا۔ حضرتؒ نے خادم سے فرمایا کہ اس کو آنے دو جب میں اندر گیا تو دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان سے کھٹی میٹھی چیز اتر رہی ہے حضرت نوش فرما رہے ہیں اور مجھے کھلا رہے ہیں جب میں آسودہ ہوگیا تو فرمایا کہ جاؤ حضرت شیخؒ سے حسب دستور سابق دابنے کے وقت دریافت فرمایا۔ میں نے خواب بیان کیا حضرت نے تعبیر یہ بیان فرمائی کہ تم ان سے بیعت ہو جاؤ میرا مشکوٰۃ کا سال تھا۔ اتفاق سے میں فجر کی نماز پڑھ کر کچے گھر میں آیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت رائے پوری تشریف لائے ہوئے ہیں میں نے جلدی سے مسجد میں جاکر حضرت شیخؒ کو خبر کیا۔ حضرت فرط مسرت میں جھومتے ہوئے تشریف لائے کچے گھر کے اول دروازہ پر گئے تو حضرت رائے پوریؒ کے بھتیجے مولانا عبد الرحمان صاحب ملے حضرت نے فرمایا کہ جب تک میں اندر سے آتا ہوں عبد الاحد کو لے جاؤ اور بیعت کرا دو۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب لے گئے اور حضرت سے بیعت کی درخواست کی اور کہا کہ حضرت شیخؒ نے اجازت دی ہے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ خود حضرت شیخؒ بیعت کریں گے مولانا عبد الرحمن صاحب نے پھر شیخ سے فرمایا اس پر حضرت شیخ تشریف لائے اور بیٹھے اور حضرت رائے پوریؒ سے فرمایا کہ آپ بیعت فرمائیں میں اجازت دیتا ہوں۔ اس پر حضرت رائے پوریؒ نے بیعت فرمایا۔ حضرت شیخ نے فرمایا حضرت اس کو وظیفہ بتلا دیں حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا ابھی نہیں صرف خلوص سے پڑھے حضرت شیخؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ

دیکھو تمہارے خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضرت میں نے تو ہمیشہ سے آپ کے لئے دعا کی تھی۔ آپ نے فرمایا ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خدمت ۴ ۵ اور اُستاذ و غلام

معمول تھا جمعہ کے دن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اور امی جان کا کرتا وغیرہ دھوتا بڑی عسرت اور تنگی کا دور تھا حضرت پر اس وقت تیس ہزار کا قرض تھا۔ کچھ دنوں تک برادر عزیز مولانا طلحہ صاحب مدظلہ کو حفظ قرآن کرانا کچھ دنوں کی قید اس لئے لگائی کہ میرا تعلیمی حرج ہونے لگا۔ حضرت نے حافظ صدیق صاحب کو مبلغ تیس روپے پر محض برادر عزیز کے لئے ملازم رکھا برادر عزیز طلحہ کا کیا کہنا یہ تو پیدائشی ولی صفت اور سراپا ولی ہیں پڑھاتے وقت تک تو استاذ اس کے بعد ان کا غلام۔

حضرت کی خصوصی شفقتیں

ہمارے شیخ نے کبھی کسی کی تقریر یا بازار یا کچے گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں دی۔ ایک مرتبہ محلہ بنجاران میں حضرت قاری طیب صاحب کی تقریر تھی لڑکوں کے ساتھ میں چلا گیا آنے پر ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہ نے فرمایا کہ کیا مجھ سے اچھی تقریر کرتے ہیں کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ عشق کا یہ عالم تھا کہ حضرت کو بغیر دیکھے چین نہیں آتا تھا۔ حضرت کے اگلے ہوئے پان اکثر کھایا کرتا تھا آہ میرے شیخؒ۔ حضرت شیخ اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اپنے دستِ مبارک سے روزانہ دستر خوان پر کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ یرقان کا مرض ہوگیا حضرتؒ بذاتِ خود بدن دابتے تھے اور فرماتے تھے بیارے کون دابے گا۔ حاجی بدھوؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عبد الاحد تو لڑکے کی طرح ہے آپ نے فرمایا ہاں جی صحیح ہے اللہ ربّ العزت ہمارے شیخ کو غریق رحمت فرمائے ہر اعتبار سے اصلاح فرمائی۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے سپید آم کے کئی ٹوکرے آئے میں نے بھی التفات نہ کیا ہفتہ عشرہ کے بعد حضرتؒ نے فرمایا عبد الاحد دیکھو ان ٹوکروں میں کیا ہے سبھوں کو کھولا نصف کے قریب آدھا سڑا ہوا آدھا اچھا حضرتؒ نے فرمایا اچھے کو علیحدہ کرو اس کے بعد فرمایا کچھ گھر دے دو باقی اپنے استاذوں کو پہنچا دو۔ استاذ شفقت کریں گے چونکہ میں طالب علم تھا عرض کیا حضرتؒ اچھے آم تو تقسیم

کردیئے ہم لوگ کیا کھائیں گے آپؒ نے فرمایا شانے کو پکڑ کر پیارے ہرگز ایسا خیال نہ کرنا اپنا کھایا ہوا سڑ گل جاتا ہے غلیظ ہو جاتا ہے اور دوسروں کو کھلایا ہوا باقی رہتا ہے اور بڑھتا ہے۔ عشاء کے بعد جب سب چلے گئے تو فرمایا کہ کواڑ بند کر دو اور لگن لاؤ۔ اس میں سڑے ہوئے آم کو رکھو اور دھوؤ میں حسب حکم دھو کر لایا۔ آپ نے چھری سے سڑے ہوئے کو کاٹ کر الگ کئے اس کے بعد ہر آم کو کچھ خود تناول فرماتے اور دیتے اور فرماتے کھاؤ اسی طرح کل آم حضرتؒ اور میں نے کھائے۔ حضرتؒ کے بدن اطہر کے ملبوس کپڑے اور ٹوپی اور جوتے بھی کثرت سے پہنے ہیں۔ حضرتؒ کے سامنے بلا تعین ذکر بالجہر میں کرتا تھا حضرت انکار کے بجائے خوش ہوتے تھے لیکن حضرت کا رعب بھی اس قدر تھا کہ باوجود ہمہ وقت ساتھ رہنے کے کانپتا رہتا تھا۔ کبھی بے اعتنائی پر تھپیڑ بھی رسید فرماتے تھے اور روپیہ بھی عطا فرماتے تھے اور مجلس میں اس کا ذکر فرماتے اور خوب مسکراتے تھے۔

حضرت شیخؒ جب پٹائی فرماتے تھے تو دن رات ہمہ وقت انعامات و توجہ کی بارش ہوتی تھی اور اپنے حصّہ کی چائے میں سے نصف پیالی چائے مرحمت فرماتے۔ اور ارشاد فرماتے کہ لو میں نے مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ اور کافی روپے جمع کر لیتا تھا۔ اور فرماتے تھے پیارے دوستی مت کر۔ اپنی کتابوں سے رشتہ جوڑو تعلیم ہی سے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط رشتہ جڑتا ہے۔ میرا حال یہ تھا کہ کتابوں کے تکرار میں کبھی شام کا کھانا بھول جاتا تھا تو حضرت شیخؒ یاد دلاتے اور بڑے اہتمام سے کھانا گرم کروا کر کھلاتے تھے۔ حضرت شیخؒ کا احسان لاتعداد و لاتحصیٰ ہے۔

حضرت کے علاوہ اصحاب خانہ کے عطیات

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ تعلیمی سال میں جب بھی رمضان المبارک میں گھر آتا تھا تو آمد و رفت کا کرایہ اور راستہ کا کھانا پکوا کر عطا فرماتے تھے۔ اور ایک سو مدینہ پاک کی کھجور میرے واسطے اور ایک سو بی بی کے واسطے

اور دو تسبیحیں اور زمزم دیا کرتے تھے اور رخصت کرتے وقت یہ دو شعر فرماتے تھے۔ معانقہ مصافحہ کے وقت دونوں رو رہے تھے۔

تمہاری جو ہم بن گذرتی ہو خوش — ہماری بھی تم بن گذر جائے گی
طبیعت کو ہوگا قلق چند روز — بہلتے بہلتے بہل جائے گی

گھر سے والد صاحب مجھے کوئی امداد نہیں کرتے تھے۔ پورے کفیل ہمارے حضرتؒ تھے۔ گھر آتے وقت مولانا اکرام الحسن صاحب جو والد ہیں۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے پندرہ روپے دیتے تھے۔ اور امی جان دس روپے اور حضرت کی شہزادیاں پانچ روپے دیتی تھیں۔ چنانچہ امی جان کا عطیہ مبارک تو اب تک جاری ہے۔

تعلیم اذکار

ذکر کے لئے عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ تو حضرت رائپوریؒ کے یہاں جو ابتدائی معمولات تھے وہی کر۔ حضرت نے تبلایا کہ درود شریف کی تین تسبیح اس طور پر کہ گویا تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر سنا رہے ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہوں۔ اور تیسرا کلمہ اس طور پر کہ اللہ رب العزت ہمارا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور استغفار کی تین تسبیح اس طور پر کر اپنے سابقہ گناہوں کو سامنے رکھے۔ اللہ جل شانہ کا شکر ہے بڑا ہی فائدہ ہوا۔ شروع میں تو حضرتؒ سے بار بار عرض کیا کہ حیران ہو جاتا ہوں قلب میں درد ہو جاتا ہے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ حضرتؒ نے تسلی دی اور فرمایا اللہ مدد کرے گا۔ کرتے رہو۔ حضرت کی برکت سے اتنی حلاوت آنے لگی کہ تین تین گھنٹے لگ جاتے تھے حضرتؒ نے بعد رمضان گھر آنے کے وقت کھجور اور پانچسو روپے بھر دیئے اور معتکف حضرات نے حضرت کے دیکھا دیکھی کئی آدمیوں نے دیئے۔ قریب اسی سال پانچ ہزار روپے ہوئے اور حضرتؒ نے مصافحہ کے بعد فرمایا کہ آئندہ سال جب میں سہارنپور آجاؤں تو تم فوراً چلے آؤ گے میں گھر آکر مدرسہ گیا۔ ذکر کا اتنا شوق بڑھا کہ بارہ تسبیحات اور دیگر معمولات وغیرہ میں نے شروع کر دیا۔ بغیر اجازت شیخؒ کے لیکن پریشانی رہی کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت ناخوش ہوں میں نے مدینہ منورہ عریضہ ارسال خدمت کیا حضرتؒ نے بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ

اس کے ساتھ ساتھ پاس انفاس شروع کر دینا اور دعا دی۔ ہاں اس سال سے ہر سال حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ چار پانچ ہزار روپے عطا کیا کرتے تھے اللہ جل شانہ ہمارے حضرت رحؒ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں رکھے آمین۔

ہمارے حضرت اس ناکارہ کو گاہے مار پیٹ کر، گاہے تیز نگاہ فرما کر اکثر و بیشتر محبت و پیار کرتے تھے۔

حضرتؒ کا اتباعِ سُنت

ہمارے حضرت تو سراپا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ایک قدم بھی سنت کے خلاف نہیں اٹھاتا تھا اور نہ اپنے خادم کو خلاف سنت دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے زنجیر والا بٹن کرتے میں لگا ہوا تھا حضرت رحؒ نے شانہ پکڑ کر فرمایا کہ پیارے کب سے انگریز بن گئے بحمد للہ فوراً نکال کر پھینک دیا۔ اور آج تک پہننے کی نوبت نہیں آئی۔ سنت کے خلاف حضرت کا جسم مبارک برداشت نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے جوتا بائیں پاؤں پہنانا شروع کیا بیساختہ حضرت نے زور سے پاؤں مارا۔ فوراً میں سمجھ گیا پھر دائیں سے شروع کیا۔ میرا حضرت رحؒ سے باپ اور بیٹے کا تعلق تھا۔ ہمارے حضرت کی ہر آن اللہ رب العزت کے حضور میں باادب نشست و برخاست تھی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا تھے بیکاری تو بھٹکی نہیں تھی۔ ہر آن خلوص اور اپنے پر دوسروں کی ترجیح کا سبق دیا کرتے تھے۔

خلافت

سنہ ۱۳۹۸-۹۹ھ میں رمضان المبارک کے چاند سے ایک روز قبل بسلسلۂ اعتکاف سہارنپور دار جدید کی مسجد میں سخت تقاضا کیا تو حضرت نے بلوایا اور فرمایا کہ تم کہاں تھے شدید انتظار رہی تھی میں نے تمہیں خلافت دی بیعت کرو اور کافی دعائیں دیں اور پورے ماہ بدن پر دم کرتے رہے اور اپنے پاس مراقبہ اور ذکر کراتے رہے اور ایک ہزار روپے دیئے اور ہمیشہ فرماتے تھے بھائی کچھ کر لو میں نے عرض کیا حضرت مرنے کے بعد اپنی غلامی میں رکھیں آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ ضرور رکھے گا اور فرمایا دیکھو جب تم تھے میں کھا سکتا تھا تو اتنے انعامات الٰہی نہیں تھے اب جب میں نہیں کھا سکتا ہوں

تو میرے لئے یہ سب بیکار ہیں میں بدن دبانا چاہتا تھا۔ فرمایا کہ اب کیا دباؤ گے۔ پرے ہٹ کر ذکر کرو۔

حج پیسے پر موقوف نہیں

حضرت کی یہی خواہش رہتی تھی۔ کہ عبد الاحد ہر سال میرے پاس ہی آیا کرے اور بہت زیادہ خوش ہوتے تھے اور کبھی ہر دعوت پر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے میں جھجکتا تو فرماتے تھے بیوقوف کھالو کون کھلائے گا۔ واقعی اب میرے لئے تو اندھیر ہو گیا اب کہاں جاؤں اس "بیوقوف نالائق کو کون پوچھے گا اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب مرحمت فرمائے انہیں کا مالا جپتا ہوں تصور شیخ سے ہماری جسمانی و روحانی صحت ہے حج کا اشتیاق ہے مگر افلاس سے مجبوری ہے حضرت رحؒ ہمیشہ بذریعہ خط یہی فرماتے تھے کہ کثرت درود کرو اللہ ضرور کرائے گا "حج پیسے پر موقوف نہیں"۔ اب تو ہر سال حضرت کی عدم موجودگی میں دہلی قصاب پورہ میں رمضان کیا کرتا ہوں بھائی دوست محمد صاحب کا کرم رہتا ہے اعتکاف کرتا ہوں ہائے ہمارے شیخ رحؒ۔

اہل تصنیف سے محبت

حضرت نے مجھے تصنیف و تالیف کے لئے زور دیا میں اس کے لائق نہیں تھا۔ لیکن حضرت کو واقعی تصنیف و تالیف کا بڑا ذوق اور اس کے اہل سے بڑی محبت تھی۔

مودودی و معتزلہ

زیادہ تر جماعت اسلامی کے متعلق حضرت مدنی رحؒ سہارنپور حضرت شیخ رحؒ سے مشورہ فرماتے تھے اور دونوں شدید مخالف تھے بلکہ حضرت رحؒ تو جماعت اسلامی کو معتزلہ کے برابر سمجھتے تھے اور ہمارے حضرت اپنے لوگوں کو اس جماعت سے خبردار رہنے کی ہدایت کرتے تھے اس سلسلہ میں حضرت زکریا قدوس کو جو قدیم باصلاحیت مدرس تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سے برطرف کیا۔

مدرسہ اصلاح المسلمین

واقعی کبھی حضرت کی خواہش تھی چنانچہ مجھے فرمایا میں نے بھی اپنے یہاں اب جاری کیا ہے چل رہا ہے اس کا نام مدرسہ اصلاح المسلمین رکھا ہے مخلصین حضرات اس کی

بقاء کے لئے توجہ مبذول کرتے ہیں حضرتؒ نے فرمایا کہ ہمیشہ اسلاف کے نقش قدم پر چل ہی کر مدرسہ میں فلاح و صلاح ہوگی اور طلبہ کی نگہداشت پر کڑی نگرانی رکھی جائے اس سلسلہ میں طلبہ کی انجمن وغیرہ کے سخت مخالف تھے۔

حضرت کا ذوق عبادت وتدریس

حضرت شیخؒ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ نماز میں مشغولی کے بعد جسم میں حرکت نہیں معبود کے ماسوا سے بے خبر گریہ وزاری بدن اطہر میں لرزہ اور فراغت پر بہت مسرور نظر آتے تھے اور بڑے الفاظ فرماتے تھے۔ گرمی میں پسینے پسینے ہوتے تھے جاڑے میں بھی یہی حال تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ باوجود کثرت تبحر کے روزانہ مطالعہ کر کے درس گاہ تشریف لے جاتے اور لڑکے باذوق وشوق نہایت طمانیت کے باادب بیٹھے رہتے ایک لڑکا عبارت پڑھتا آپ تقریر فرماتے اور ترجمہ کرتے اور دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے لڑکوں کے سوالات کے جوابات دیتے اور سوال پر بہت مسرور ہوتے قدر فرماتے کبھی دعوت فرماتے۔ سال میں دو مرتبہ حاضری ہوتی تھی۔ ایک سال کے پہلے سبق کے روز دوسری آخری سبق اخیر سال میں دوسرے مدرسین کے اسباق میں تو لڑکے غیر حاضر ہو جاتے تھے لیکن حضرتؒ کے درس میں کبھی غیر حاضری نہیں ہوتی تھی۔ مسلسلات میں حضرتؒ پنیر اور کھجور اپنے دستِ مبارک سے عطا فرماتے تھے ہر حدیث میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا آپ خود اور پڑھنے والے کو بہت تاکید فرماتے کہ صلی اللہ علیہ وسلم باوقار طور پر کہے۔

حضرتؒ بر دستر خوان و بر مسند مشیخت

حضرتؒ کا دستر خوان تو ایسا تھا کہ رحمت خدا کی برستی تھی اور سنت رسول اللہ کی حد درجہ پیروی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ یاد آتی تھی ہمارے حضرتؒ پیار و محبت سے مہمانوں کو حسب مراتب باوقار آتارتے تھے اور اخیر تک دستر خوان پر تشریف فرما ہوتے تھے اور دستر خوان بھی ذکر سے خالی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی مقروض تھے اور میرا

حال یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ پیارے مہمانوں کو کھلا کر کھاؤ بعد میں حضرت خود تناول فرماتے اور مجھے اپنے دستِ مبارک سے کھلاتے تھے مہمانوں کے اعزاز میں ذرا سی تاخیر پر مولانا نصیر پر خفا بھی ہوتے تھے واقعی مولانا نصیر صحیح خادم تھے۔ اللہ تعالیٰ رفع درجات فرمائے۔

بر مسند مشیخت ہمارے حضرتؒ ہمیشہ طالبین کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے اپنے دستِ مبارک پر بیعت فرماتے تھے۔ نصائح و پند کے ساتھ رخصت فرماتے تھے اور خلوص کی تلقین کرتے تھے اور ہر طالب اپنے آپ کو جنتی سمجھتا تھا اور آپ انکی باتوں کو نہایت غور اور محبت سے سنتے تھے اور کافی شافی جواب دیتے تھے اور اس کا وقت جمعہ کے دن ۸ بجے سے گیارہ بجے تک اور مجلس میں آخرت کا اور قیامت کا ذکر فرماتے اور یہ اشعار فرماتے : ؎

زنگا لے نہ چیندیا گندھلے نہ سہی — ارے کیا کیا کرے گی کھڑی دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی — تو دیکھا کرے گی کھڑی دن کے دن

اس انداز سے حضرت پڑھتے تھے کہ مجمع چیخ چیخ کر رونے لگتا تھا اور خود حضرتؒ بھی روتے تھے اور عشاء کے بعد والی مسجد میں خدام کے سامنے دینی باتوں کے ساتھ بڑے پیار سے تبرکات بھی خوب کھلاتے تھے۔ لیکن میں ایسا مست تھا کہ حضرتؒ کے قصے اور اشعار عاشقانہ وغیرہ یاد نہ کر سکا۔ حضرت مجھ سے بہت خوش کن تفریح فرماتے تھے۔

اوّل خلفاء

حضرت کے خلفاء میں سے جہاں تک مجھے یاد ہے صرف حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی خلیفہ تھے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہ نے تبلیغی کاموں میں بڑی محبت اور مصائب جھیلے ہیں۔ حضرت بڑے خوش تھے جبکہ وہ حجاز میں تبلیغی کام انجام دے رہے تھے۔

حضرت مولانا
سیّد خلیل حسین صاحب زید مجدہم

پورا نام سید خلیل حسین لقب میاں صاحب۔ سید صاحب پتہ مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا فون نمبر دفتر ۳۹۵، رہائش گاہ ۳۹۴۔

تاریخ پیدائش

جمادی الثانیہ، ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۳۰ء

تعلیم و تربیت

تعلیم کی بسم اللہ جدّ امجد عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدّث نور اللہ مرقدہ نے فرمائی۔ اس کے بعد قرآن پاک کی تعلیم محلہ کے اپنے مدرسہ میں حافظ خورشید حسن صاحب سے حاصل کی۔ یہ مدرسہ عہد شاہجہانی میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ سید غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمایا تھا اور اسی خاندان اہل بیت کے بزرگوں کی سرپرستی میں چلتا رہا، یہاں تک ۱۳۱۲ھ میں حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں آیا اور حضرت کے وصال کے بعد اب یہ مدرسہ "مدرسہ اصغریہ" کے نام سے فیض دوام اور شہرت قائم رکھتا ہے۔

فارسی تعلیم کی ابتدا بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرائی اور اس کی تکمیل دارالعلوم دیوبند کے درجہ فارسی ریاضی کے استاد ماسٹر احمد حسن صاحب

سے جو حضرت میاں صاحب کے والد بزرگوار سید محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے اور خلیفہ محمد عاقل صاحب سے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد ماجد اور مشہور استاد فارسی حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ سے کی۔ مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربیت میں نشو و نما پائی۔ حضرت میاں صاحب دارالعلوم دیوبند کے محدّث اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اور اپنے نانا جان حضرت محمد عبداللہ شاہ عرف میانجی منّے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین تھے۔ حضرت میاں جی منے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلے سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

دارالعلوم کی بنیاد ایک ایسے بزرگ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی ہے جن کے دل پر گناہ کبیرہ تو کجا گناہ صغیرہ کا وسوسہ نہیں گذرا۔

چنانچہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب کی زندگی پر ان بزرگوں کے پائیدار اثرات وراثتاً منتقل ہوئے۔ مولانا نے عربی درسیات کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں فرمائی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ طبیعت زمانہ تعلیم ہی سے احسان و سلوک کی طرف مائل تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی حاضری ہوئی۔

نکاح

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خصوصی حضرت مولانا ہادی حسن صاحب جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے احباب میں سے تھے ان کی پوتی سے کھجناور میں نکاح ہوا۔ حضرت مولانا موصوف کے یہاں ایک صاحبزادی فاطمہ۔ تولد ہوئیں اور ان کا خطبہ نکاح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ

نے مولانا ہی سے پڑھوایا اور کلمات ایجاب حضرت شیخ الحدیث رحؒ نے کہلوائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایجاب خود کرایا تھا۔ صاحبزادی محترمہ فاطمہ ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے سید محمد عابد سید محمد زاہد انشاء اللہ حضرت مولانا موصوف کی یادگار ثابت ہونگے۔

دینی خدمات

حضرت مولانا کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ جو آپ کی جدوجہد اور قربانیوں کی عظیم یادگار ہے۔ آپ ہی کے زیر اہتمام قرآن پاک کی معیاری تعلیم اور دعوت وتبلیغ کی خدمات میں قوت واہتمام کے ساتھ ترقی کی منزل میں گرم سفر ہیں۔ ذاتی حالات اور فضل و کمالات کے سلسلہ میں چند قابل ذکر باتیں ایک کتاب "دیوبند کے چند بزرگ" میں شامل اشاعت ہیں اس کے چند اوراق ہمرشتہ مکتوب ہیں۔ دیوبند اور اس کے آس پاس کے علاقے میں جس قدر بھی دین کی فضا ہے اس میں حضرت مولانا موصوف کی مساعی جمیلہ اور ان کی خدمات کا قابل قدر حصہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحؒ سے تعلق

حضرت مولانا موصوف تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء سے پہلے ہی جماعتوں کے ساتھ دعوتی جدوجہد اور دینی محنت میں حصہ لینے لگے تھے۔ دیوبند کے اطراف میں جو تبلیغی اجتماعات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات میں ہوا کرتے تھے اور ان کی کامیابی کے لیے مولانا کی سخت محنت ہوا کرتی تھی اس پر حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت تعلق رکھتے تھے اور بہت خصوصی معاملہ فرماتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری ہوا کرتی تھی حضرت شیخ رحؒ بھی اولاً تو اس وجہ سے کہ ہمارے خاندان اہل بیت کے بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا موصوف اِسی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ دوسرے اس

بنیاد پر کہ دعوتی جدوجہد میں نمایاں کام کر رہے تھے۔ خوب محبت اور غایت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اور خوب خوب دعائیں دیتے تھے اِسی دوران ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز ضرور آنا۔ چنانچہ مولانا موصوف ہر جمعہ کو پابندی کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ اور اس کے علاوہ دنوں میں بھی اکثر و بیشتر حاضری ہوتی تھی۔ اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خصوصی معاملہ کو ہم بھی دیکھتے تھے۔

بیعت وخلافت

مولانا موصوف زمانہ طالب علمی میں اپنے دادا جان عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت تھے اور چاروں سلسلوں میں وابستہ تھے البتہ سلسلہ قادریہ کو اولیت حاصل تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد تعلیم سے فراغت پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وابستگی کے بعد تربیت واصلاح کا تعلق بھی حضرت ہی سے رہا البتہ اگر کبھی حضرت شیخ رحؒ سے بیعت کے لیے عرض کرتے تو حضرت فرما دیتے کہ ضرورت نہیں میرا جو تعلق تم سے ہے وہ تم کو بھی معلوم ہے وہی کافی ہے۔

حضرت شیخ رحؒ سے مولانا کا تعلق و ربط تو اُس وقت سے ہی تھا جب حضرت شیخ الحدیث رحؒ حضرت شیخ الاسلام رحؒ کے پاس اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے موقع پر دیوبند میں تشریف لاتے تھے لیکن ۱۹۵۲ء کے قریب سے خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ رحؒ کی نگاہ شفقت و توجہ مولانا موصوف کی طرف مبذول ہوئی اور یہ تعلق کم و بیش چوتھائی صدی تک تاحیات حضرت شیخ رحؒ قائم و دائم رہا۔

پھر ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسٹینگر کا سفر پیش آیا اور مولانا موصوف کو بھی اس سفر میں حضرت شیخ رحؒ کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور پورے ماہ رمضان المبارک میں اسٹینگر کی جامع مسجد میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ اعتکاف فرمایا۔

اس مرتبہ مولانا پر حضرت کی توجہ و عنایت بیش از بیش تھی اور روزانہ ہی کسی نہ کسی انداز میں حضرت اپنی شفقت و محبت کا اظہار فرما دیتے تھے اور بہت خصوصی معاملہ فرماتے تھے۔ بالآخر اخیر عشرہ میں حضرت شیخ رحؒ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیا اور بیعت کے ٹھیک سات دن بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز عشاء اور تراویح سے فراغت کے بعد "سید صاحب" کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگایا اور فرمایا "میں تمھیں اجازت دیتا ہوں" "تم بیعت لیا کرو۔ اس کام کو آگے بڑھانا اور چلانا تمہارا کام ہے۔

دیوبند میں اعتکاف کا حکم

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال رمضان شریف کے موقع پر "سید صاحب" کو مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند کی جامع مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ رمضان شریف میں معتکفین سے مسجد بھر جاتی ہے اور ان کی تعداد اخیر عشرہ میں کئی سو تک ہو جاتی ہے۔

پچھلے سال رمضان سے قبل حضرت مولانا موصوف بغرض عمرہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساتھ ہی رمضان گزارنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت نے فرما دیا کہ میں انکار تو نہیں کرتا البتہ تمہارا دیوبند ہی میں اعتکاف کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اس گفتگو میں مولانا نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور منتظر رہے کہ اس سلسلہ میں حضرت کا منشا معلوم ہو جائے چنانچہ اسی دن حاضر خدمت ہوئے تو یہ منشا معلوم ہوا کہ دیوبند ہی میں اعتکاف کریں۔ آپ نے پھر ایسا ہی کیا۔

تصنیف و تالیف

حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اُمت میں اختلاف و انتشار پر شدید قلق و بے چینی رہتی تھی اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند مارچ ۱۹۸۰ء کے بعد جو فضیہ نامرضیہ شروع ہوا اسکی طرف سے شیخ کو قلبی اذیت پہنچی تھی آپ ایک ایسی کتاب کے لیے فکر مند تھے جس سے باہمی اخوت و محبت اور صحیح اسلامی تعلقات قائم ہوں۔ چنانچہ مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک کتاب تالیف فرمائی اور اس کا مسودہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیش کیا۔ اس وقت حضرت ایک ضروری سفر کی تیاری میں تھے۔ سامان سفر باندھا جا رہا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ نے پورا مسودہ لفظ بہ لفظ سنا اور خوب خوب دعائیں دیں اور دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کتاب کا نام "الانصاف فی حدود الاختلاف" تجویز فرمایا اور ازراہِ شفقت و کرم اس کی طباعت کے لیے اپنی طرف سے ایک رقم پیش فرمائی۔ پھر پاکستان میں حضرت رحؒ نے ایک مخلص سے اس کی دوسری اشاعت کرائی اور کئی درجن نسخہ اپنے ساتھ مدینہ طیبہ بھی لے گئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر ترمذی کو خصوصی ترتیب و تعلیق کے ساتھ شائع کرنے کا مولانا موصوف نے ارادہ فرمایا اور سہارنپور میں اس کے چند ابتدائی اوراق حضرت رحؒ کو دکھائے تو اسی وقت دوپہر کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو بلا کر سنایا اور اتنی مسرت و فرحت کا اظہار فرمایا جس کا بیان مشکل ہے۔ پھر مدینہ طیبہ میں حاضری کے موقع پر اس کے ۴۸ صفحات پیش خدمت فرمائے تو حضرت نے سننے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ حضرت مفتی زین العابدین پاکستان حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور اور دوسرے کئی علماء کبار کو جمع کر کے اسے سنا

اور جلد اشاعت کا بزرگانہ مشفقانہ اصرار فرمایا اور اس کا نام "المسلک الذکی علی جامع ترمذی" تجویز فرمایا اور باقی حصّوں کو خصوصی اہتمام کے ساتھ پڑھنے اور نظر ثانی کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ، کو دیوبند میں ایک خط لکھوایا چنانچہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے کچھ حصوں پر نظر ثانی فرمائی ہے اور باقی حصے زیر نظر ہیں۔ یہ کتاب انشاءاللہ تین جلدوں میں اشاعت پذیر ہوگی۔

چند واقعات

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اطہار اور اہل بیت کبار سے نسبت و قرب رکھنے والوں کو بھی محبوب رکھتے تھے، حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب کو تو مستقل طور پر آپ "سید صاحب" کہہ کر پکارتے تھے اور آپ سے بالکل جداگانہ تعلق اور غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات خود راقم السطور کے مشاہدہ میں آئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

"حضرت کا سید صاحب کے ہاتھ چومنا"

(الف) ایک مرتبہ "سید صاحب" دام مجدہم حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت شیخ رح سید صاحب کا ہاتھ تھام کر اٹھا کر چوم لیا

معلوم ہوا۔

"حضرت کا سید صاحب" کا ہاتھ اپنے سر پر رکھنا

(ب) حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سفر حجاز مقدس کے لیے مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم تھے، سید صاحب رخصت کرنے کے لیے

نظام الدین دہلی حاضر ہوئے۔ ملاقات ہوئی تو شیخ رح نے فرمایا کہ "اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ دو۔ سید صاحب نے تامل کیا۔ مرشد کے سر پر مسترشد ہاتھ رکھے؛ بات واقعی تامل کی تھی۔ پھر یہ بھی خیال رہا کہ "مرشد کا حکم" ٹالا کیسے جا سکتا ہے بالآخر ایک صورت ذہن میں آئی اور سید صاحب حضرت شیخ رح کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ لیا، اس پر حضرت شیخ رح نے سید صاحب کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سر مبارک پر رکھ لیا، اس طرح مرشد و مسترشد دونوں کی امید نظر آئی۔

"اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم" سے کیوں نہیں کہتے

(ج) ۱۹۷۶ء کی بات ہے ہندوستان میں ایمرجنسی لگی ہوئی تھی اور اس کی آڑ میں جبری نس بندی شروع ہو چکی تھی مظفر نگر میں کتنے مسلمان جام شہادت نوش کر چکے تھے ہر طرف سے تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں حضرت شیخ الحدیث رح ان واقعات پر مضطرب تھے۔ اسی دوران ایک مرتبہ جمعہ کے دن سید صاحب حاضر خدمت ہوئے اور بعد نماز عصر تا مغرب دفتر مظاہر العلوم سہارنپور کی مسجد میں حلقہ ذکر حضرت شیخ رح تشریف رکھتے تھے۔ نماز مغرب کے بعد حضرت شیخ رح کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے لیکن سید صاحب سے مصافحہ کا معمول تھا۔ سنت سے فراغت کے بعد حسب معمول سید صاحب حضرت شیخ رح سے مصافحہ کے لیے اگلی صف میں پہنچ کر حضرت کے پیچھے کھڑے ہو گئے؛ حضرت شیخ رح نے دیکھا تو مصافحہ کے لیے سید صاحب ہاتھ بڑھا دیتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے ہاتھ تھام لیے اور بھرائی ہوئی کربناک آواز میں فرمایا "اپنے نانا جان (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیوں نہیں کہتے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" بس اس وقت سید صاحب کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اور پوری مسجد صحن تک بھری ہوئی تھی۔ حضرت شیخ کی آواز میں ایسا سوز اور درد تھا کہ لوگ حیرت زدہ ہو کر حضرت کی طرف دیکھنے لگے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ

کیا ہوا؟ قریب کی صفوں میں جن لوگوں نے یہ الفاظ سُنے تھے وہ تو راز پا گئے تھے۔ لیکن جو لوگ ابھی نماز میں مشغول تھے یا فاصلہ پر تھے وہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کا درد ہی محسوس کر سکے۔

تبلیغی سفر اور نصرتِ خداوندی

(د) بات پرانی ہے لیکن ذہن میں آج تک تازہ ہے یہ بات سید صاحب نے اپنے غیر ملکی تبلیغی سفر کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے بتائی تھی کہ ایک مرتبہ بھوپال کے اجتماع سے طلباء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک جماعت شام کے لیے روانہ ہونے والی تھی۔ سید صاحب نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا ایک عشرہ وقت لگانے کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جماعت کے ساتھ بمبئی میں وقت لگانے کا مشورہ دیا۔ اور سید صاحب جماعت کے ساتھ ہی بمبئی آ گئے۔ قیام بمبئی کے دوران جماعت کے رفقاء نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ سید صاحب کو ہمارے ساتھ شام جانے کی اجازت دی جائے حضرتؒ نے بلا تاخیر اجازت و مسرّت کے ساتھ جواب ارسال فرما دیا۔ سید صاحب ابھی تک اس سفر کے سلسلہ میں خالی الذہن تھے۔ مگر رفقاء کے اصرار اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد اپنی اس بے سر و سامانی کے باوجود سفر کا ارادہ کر لیا کہ مصارف سفر تو کیا کرایہ کی رقم بھی پاس نہیں تھی۔ مگر سید صاحب کا یقین تھا کہ اگرچہ اس وقت ان کے پاس کچھ نہیں لیکن خدائے تعالیٰ کے پاس تو سب کچھ ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کر کے مولانا نے صلوٰۃ الحاجۃ کے بعد دعا کا اہتمام شروع کر دیا۔ اور خدا کی مدد آنے لگی پاسپورٹ اور ویزا کا کام انجام پا گیا تو ایک دن ہوائی جہاز کا ٹکٹ خریدنے کے لیے لائن میں کھڑے ہو گئے درانحالیکہ کرایہ نام کی کوئی چیز پاس نہیں تھی لائن آگے کو سرکتی رہی یہاں تک کہ سید صاحب اور کاؤنٹر کے درمیان صرف ایک آدمی حائل رہ گیا۔ ادھر اس خیال سے سینے پر ہاتھ کہ

دیکھنے والے کیا کہیں گے ادھر خدا کی رحمت، بر نظر کہ وہ اس مبارک کام کی ضرور لاج رکھیں گے۔ چنانچہ اسی وقت دیو بند کے محمد اسلام جو باہم متعارف تھے۔ سامنے آئے اور ایک معقول رقم یہ کہہ کر سید صاحب کے حوالہ کر دی کہ آپ دیو بند میں میرے گھر میں دے دیں مولانا نے بہت کہا کہ میں اس وقت دیو بند نہیں جا رہا ہوں لیکن وہ نہیں مانے کہنے لگے جب بھی واپس لوٹیں دے دیں اور چاہیں تو فی الحال اپنے کام میں خرچ کر لیں۔ اس طرح خدا نے لاج رکھ لی اور ٹکٹ خرید لیا۔

پھر روانگی سے چند روز قبل مولانا اپنے مخلص دوست کی دادی محترمہ کی وفات پر تعزیت کے لیے سملک گجرات تشریف لے گئے تو یہ معلوم ہوا کہ مرحومہ نے سید صاحب کے لیے ایک ایسی چیز کی وصیت فرما دی تھی جو مصارف کا بدل تھی۔ چنانچہ بمبئی واپسی پر محمد اسلام کی امانت انہیں واپس کر دی اور شام کے سفر پر روانہ ہو گئے اس کے بعد یہ سفر طویل طویل اور زاد سفر قلیل قلیل ہوتا چلا گیا۔ اسی درمیان حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری سے ملاقات ہوئی جو ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے تھے ایک دن مولانا محمد عمر صاحب نے ایک اور جماعت کی تشکیل دور اور دیر تک کے لیے فرمائی۔ سید صاحب کے مصارف سفر جواب دے چکے تھے لیکن اس یقین کے ساتھ پھر سفر کے لیے تیار ہو گئے کہ مکہ مکرمہ میں حاضری ہو گی تو خدا کے گھر میں دعا کریں گے اور خدا ہی سے زاد سفر لیں گے۔ چنانچہ بیت اللہ میں حاضری ہوئی تو سید صاحب نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اسی دوران ایک دن سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت حاجی سید محمد بلال صاحب دامت برکاتہم خلف عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ جو حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ تمہاری ایک امانت میرے پاس ہے وہ تم میری قیام گاہ سے لے جانا مگر سید صاحب ابھی اس کو لینے نہیں جا سکے تھے کہ اگلے دن حضرت حاجی صاحب مدظلہٗ پھر بیت اللہ میں ملے اور فرمایا کہ تمہیں بلایا تھا تم آئے

نہیں لو اپنی امانت سنبھالو یہ ایک شخص تمہیں دینے کے لیے میرے حوالہ کر گیا تھا میں نہیں جانتا وہ کون تھا! سید صاحب نے جب لفافہ کھولا تو اس میں اتنی رقم تھی کہ پورے سفر کے لیے کافی وافی رہی اور اس طرح خدا سے خدا ہی کے گھر میں لینے کا یقین رنگ لا کر رہا۔

"حضرت کی شفقتیں"

حضرت شیخ رح کے ساتھ سید صاحب کا معاملہ بھی بڑا لطف آمیز تھا معمولاً ہر جمعہ کو حاضری ہوتی۔ اور ملاقات کے بعد ہی یہ فرما دیا کرتے کہ میرے اتنے ساتھی ہیں اور ان میں اتنے باہر ہی کھانا کھا لیں گے۔ اور اتنے کو آپ فرمائیں تو اندر بلا لیا جائے۔ اس پر حضرت شیخ رح بہت خوش ہوتے کئی مرتبہ فرمایا کہ "مجھے سید صاحب کا یہ طریقہ بہت پسند ہے"۔

بارہا ایسا ہوا کہ عشاء کے بعد حضرت شیخ رح کے یہاں ختم یٰسین شریف کے بعد اور کوئی شخصیت دعا کے واسطے نظر نہیں آتی اور سید صاحب موجود ہوئے تو حضرت رح سید صاحب ہی کو دعا کے واسطے فرما دیا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے اور میرے بچوں کے لیے دعا کرنا۔ اس کے علاوہ موقعوں پر بھی دعا کے واسطے سید صاحب کو فرماتے تھے۔

سید صاحب کا معمول تھا کہ حضرت شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام نہیں کیا۔ تاہم بعض موقعوں پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سید صاحب کو نصیحت بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جب دار العلوم دیوبند کے قضیہ کا نامبارک سلسلہ چل رہا تھا۔ حضرت رح نے سید صاحب نے فرمایا کہ کسی طرف بھی عملی طور پر شریک نہ ہونا۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے مدرسہ کے بارے میں اگر کوئی آدمی مخالفت یا اعتراض کرے تو تم اس کا جواب نہ دینا۔

حضرت سیّد صابر حسن صاحب رح

اِسم و پتہ

ناکارہ سیّد صابر حسن بن سیّد محمد یُونس شیخ پورہ قدیم پوسٹ خاص ضلع سہارن پور۔ یو پی

پیدائش

اس ننگ اسلاف کی پیدائش سیّد محمد یونس کے یہاں جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ۱۱ ربیع یا ۱۲ ربیع الاوّل ۱۹۱۴ء میں بروز چہار شنبہ ہوئی۔

تعلیم و تربیّت

ناکارہ کو ابتدائً والد صاحب نے گاؤں کے مدرسہ میں داخل کرایا جہاں درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد صاحب فارسی اور طِب پڑھانا چاہتے تھے اس لئے مظاہر علوم میں فارسی میں داخلہ لیا اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب سے فارسی پڑھی

مگر اسی زمانے میں والد صاحب کو ایک خواب ہوا جس میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو حکم فرما رہے ہیں کہ صابر حسن کو حفظ کراؤ۔ اس لئے والد صاحب نے ناکارہ کا مدرسہ تجوید القرآن میں داخلہ کرا دیا۔ جہاں پر ناکارہ نے قاری عبد الخالق صاحب سے کلام پاک حفظ کیا اور تجوید پڑھی۔

پریشانیاں

ابھی یہ ناکارہ کلام پاک حفظ ہی کر رہا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا جبکہ میری عمر اس وقت ۱۳ یا ۱۴ سال تھی ناکارہ کے کندھوں پر یتیمی کے صدمے کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی بہن

اور بیوہ ماں کا بوجھ آپڑا۔ کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ ہونے کی بناء پر نوبت
فقر و فاقہ تک پہنچ گئی جس کی وجہ سے اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا مظاہر
علوم میں ابتدائی درجات کے لئے داخلہ لیا تھا مگر وہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ ناکارہ
کے لئے وہ زمانہ انتہائی پریشانیوں کا زمانہ تھا۔ مذکورہ بالا پریشانیوں کے ساتھ
ساتھ بیماریوں نے بھی آگھیرا۔ احقر کئی ماہ تک مسلسل بیمار رہا۔

ایک عجیب خواب

اسی زمانے میں بعض عجیب و غریب خوابات بھی ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ
میری چارپائی ایک مکان میں پانی پر بچھی ہوئی ہے اور اس مکان کے متعدد
دروازوں میں مختلف قسم کی ڈراؤنی شکلیں نمودار ہورہی ہیں۔ ان میں بعض مونڈ والی
ہیں بعض کیسی ہیں بعض کیسی ہیں اور میرے گرد چکر لگارہی ہیں۔ اس طرح ان کا ایک بھیانک
تسلسل قائم ہے مگر میری زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہے اور دل میں یہ خیال مضبوطی
کے ساتھ قائم ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شئے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ باری تعالیٰ
ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نفع و نقصان پر قدرت نہیں۔ پھر وہ
شکلیں پانی میں ڈوبنے لگیں تو ایک چمار کی سی عورت نمودار ہوئی۔ جس نے ہاتھ میں
ایک جلتی ہوئی لکڑی لے رکھی ہے اور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں تجھے اس میں جلاؤں
گی۔ میں نے کہا کہ یہ آگ مجھ کو نہیں جلاسکتی کیونکہ باری تعالیٰ جس کا حامی ہو اس کو
کوئی شئے تکلیف نہیں پہنچاتی۔ اس عورت نے آگ کی جلتی ہوئی لکڑی میری طرف
بڑھادی مگر میں نے اپنی انگلی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اس آگ میں داخل کردی۔
تو آگ کی لپیٹیں میری انگلی کے اِدھر اُدھر کو بچ کر نکلنے لگیں اور انگلی کو ذرا بھی
حرارت نہیں پہنچی۔ اس پر وہ عورت یہ کہتے ہوئے بھاگ گئی کہ ہلٹے اسے تو
آگ بھی نہیں جلاتی، اسے تو آگ بھی نہیں جلاتی۔

ایک رسالے کا ذکر اور حضرت سے عقیدت کی ابتداء

اسی اثناء میں حضرت شیخ کے ایک رسالہ فضائل قرآن کے مطالعہ کا اتفاق ہوا جس کو پڑھتے ہوئے بندے پر عجیب کیفیت طاری ہوئی
ناکارہ کو ہر ہر حرف پر ایک نور نظر آتا اور دل سے تصدیق ہوتی اور ایمان و یقین کے
اندر انتہائی پختگی کا احساس ہوتا اور یہ خیال انتہائی مضبوطی کے ساتھ دل میں راسخ
ہوگیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ان تمام پریشانیوں کو دور فرمانے والے ہیں۔ اور ہر چیز پر
مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اسی وجہ سے
عبادات کا شوق و انہماک بڑھتا چلا گیا۔ نماز میں ایسا لطف آنے لگا کہ اگر ذرا بھی
غفلت ہوجاتی تو طبیعت بے چین ہوجاتی۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ اتنا اضطرار ہوتا کہ دوبارہ
پڑھنی پڑتی یہی بات پھر حضرتؒ سے بیعت ہونے کا محرک بنی۔

علاقے کی دینی صورتحال

جہاں تک دینی خدمات کا تعلق ہے تو بندہ اپنے اندر صلاحیت ہی کیا رکھتا تھا
جو کچھ دینی خدمات انجام دے سکتا۔ علاوہ اس کے کہ کلیر شریف کے مضافات میں
کلیر سے تقریباً ۶ میل جانب مشرق ایک گاؤں بوڑاہیڑی قاسم پور واقع ہے جو اس
زمانے میں انتہائی جہالت کا شکار تھا حتیٰ کہ پورے دونوں گاؤں میں دو تین آدمیوں
کے علاوہ کوئی قرآن بھی پڑھا ہوا نہیں تھا تبلیغ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا بلکہ وہ لوگ
بہت سی غلط رسوم و عقائد کے اندر ملوث تھے۔ سالانہ ناچ رنگ اور طوائفوں
کے چوک جمتے اور انتہائی غیر مہذب تھے پورے علاقے کی یہی صورت حال تھی۔

دینی خدمات

۱۳۸ھ میں ناکارہ کا وہاں جانا ہوا۔ یہ ناکارہ ضعیف الطبع
امامت کے ساتھ ساتھ تعلیم و نصائح کے ذریعہ لوگوں کو

دین کی رغبت دلاتا رہا۔ اور بچّوں کے لئے تعلیم قرآن و دینیات کا سلسلہ شروع کیا اور اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے دونوں گاؤں کا کوئی گھر ایسا نہیں جہاں قرآن نہ پہنچ گیا ہو بلکہ باہر کے بھی بہت سے بچّوں نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی بہت سے بچّوں نے قرآن پاک حفظ کیا اور اب وہ پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہیں۔

تبلیغی جدوجہد

انہی شاگردوں میں سے ایک شخص خلیل احمد نے احقر کے ایماء پر تبلیغی جدوجہد کا آغاز کیا ان مسلسل کوششوں سے علاقے بھر میں پہلی مرتبہ بوڈاہیڑی میں تبلیغی اجتماع ہوا جس سے علاقہ کی فضا بدلنے لگی۔ پھر اگلے سال ایک اجتماع اور کرایا گیا جس میں بہت سے آدمیوں نے وقت لگایا اور پھر علاقے بھر میں تبلیغی اجتماعات ہونے لگے۔

انہی شاگردوں میں ایک شخص حافظ محمد یٰسین نے علاقے میں ایک مدرسہ ریاض العلوم کے نام سے قائم۔ جہاں پر قرآن پاک حفظ ناظرہ۔ اردو دینیات درجات ابتدائیہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔

یہ ناکارہ ۳۸ھ سے اب ۸۲ھ تک وہیں مقیم ہے اور اپنے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اسی تعلیم و تعلّم کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمالیں۔ یہ سب محض باری تعالیٰ کا کرم ہے اور حضرت اقدس کی نظرِ فیض رسا کا اثر ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

من آنم کہ من دانم

نکاح و اولاد

ناکارہ کی شادی ۴۰ھ میں احقر کی ماموں زاد بہن سے ہوئی۔ جن کے بطن سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی تمام بچّوں نے ماشاء اللہ قرآن پاک اور دینیات کی تعلیم احقر سے حاصل کی۔ بڑے لڑکے برخوردار جعفر الحسن سلمہٗ نے احقر کے پاس قرآن پاک حفظ کیا فارسی

اور تجوید کی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم میں مکمل کی۔ اس کے بعد اس نے طب پڑھی اور چھوٹے لڑکے برخوردار شاہد حسین سلمہٗ نے احقر کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔ اور اب علوم عربیہ کی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم میں حاصل کر رہا ہے۔ اس سال مشکوٰۃ میں داخلہ لیا ہے۔

زیارت

جہاں تک حضرت کو جاننے اور زیارت کا تعلق ہے۔ تو احقر کے بچپن کے زمانے میں ہی ایک مرتبہ حضرت کا شیخ پورہ آنا ہوا تو اس وقت حضرت کی سب سے پہلی زیارت ہوئی۔ اور پھر جب مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو پھر تو روزآنہ ہی زیارت کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔

بیعت کا شوق

۳۸ھ میں جب موضع بوڈاہیڑی جانا ہوا تو وہاں کے قیام کے دوران حضرت گنگوہیؒ حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی متعدد کتابیں دیکھنے کا موقع ملا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل بھی کثرت سے پڑھنے اور سنانے کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانے میں ابتداءً بیعت ہونے کا شدت سے اشتیاق پیدا ہوا۔

حضرت کے انتخاب کی وجہ

بیعت ہونے کے سلسلے میں ویسے تو شیخ پورہ کے اندر مختلف سلاسل کے مشائخ آتے رہتے تھے اور بعض اہل خاندان کا ایماء بھی یہی رہتا تھا۔ کہ میں انہی مشائخ میں سے کسی کے ساتھ وابستہ ہو جاؤں۔ مگر ان میں سے کسی کے بارے میں بھی احقر کا شرح صدر نہیں ہوتا۔ بلکہ احقر کا رجحان سلسلہ صابریہ امدادیہ کے مشائخ کی طرف رہتا تھا۔ ان حضرات اکابرین میں سے اس وقت حضرت مدنی حضرت رائے پوری حضرت اقدس رحمہم اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے۔

گرچہ ان حضرات اکابرین میں سے ہر ایک سے عقیدت تھی۔ اس لئے ہر ایک

کی طرف نظر اٹھتی تھی مگر حضرت ہی پر جاکر جمتی تھی۔ اور اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت مدنیؒ کو تو اکثر اوقات اسفار درپیش رہتے تھے اور حضرت رائپوریؒ دُور پڑتے تھے۔ اور حضرت اقدس شہر ہی میں تشریف فرما تھے اور احقر کا جب گاؤں سے آنا ہوتا تو شہر کی حاضری آسان تھی۔

دوسری اور اہم وجہ یہ تھی کہ میں نے بچپن میں حضرت اقدس کا ایک رسالہ فضائل قرآن پڑھا تھا جس کے ہر ہر حرف پر ایک نور کا احساس ہوتا اور دل سے تصدیق ہوتی اور بہت عجیب کیفیات کا ورود ہوتا جیسا کہ احقر نے سوالِ اوّل کے جواب میں لکھا ہے تو اس قسم کی چند باتوں سے حضرت اقدس کی عظمت اور عقیدت کچھ اس طرح دل کے اندر جم گئی تھی کہ حضرت کے سامنے کسی دوسرے شخص کے لئے احقر کا شرحِ صدر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

بیعت

اس لئے سنہ ۴۰ء میں پیر کے دن بوقت صبح (مہینہ اور تاریخ صحیح یاد نہیں ہے) بیعت کے ارادے سے درِ اقدس پر حاضر ہوا۔

مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم سے معلوم ہوا کہ حضرت کہاں تشریف فرما ہیں مولوی صاحب موصوف نے بتایا کہ کتب خانہ کے اوپر تشریف فرما ہیں احقر زینہ کے ذریعے اوپر گیا تو جب ایک سیڑھی باقی رہ گئی تو حضرت نے سامنے سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ کون صاحب ہیں اندر تشریف لے آیئے۔ بندہ سلام کر کے اندر داخل ہو گیا حضرت نے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں اس پر حضرت نے فرمایا کہ بیعت ہونا اچھی بات ہے، اور اس کے بعد حضرت نے بیعت کے فوائد بیان فرمائے۔ ناکارہ نے عرض کیا بندہ اسی لئے حاضرِ خدمت ہوا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا پھر آپ کو حضرت مدنیؒ یا حضرت رائپوریؒ کے یہاں بیعت ہونا چاہیئے۔

جب اکابرین موجود ہیں تو پھر آپ نے مجھ ہی کو کیوں تجویز فرمایا۔ ناکارہ نے عرض کیا کہ حضرت میرے نزدیک تو آپ بھی ایسے ہی ہیں اور جہاں تک حضرت مدنیؒ کا تعلق ہے تو حضرت کو اسفار زیادہ رہتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں ہاں یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ حضرت کو اسفار زیادہ رہتے ہیں۔ اور آپ کے لئے حضرت رائپوریؒ زیادہ مناسب رہیں گے۔ بندہ نے عرض کیا یہ ناکارہ تو بہت کمزور ہے، اور حضرت رائے پوریؒ بہت دور رہتے ہیں۔ بندہ کو وہاں حاضری میں بڑی دقت ہوا کرے گی۔ چونکہ بندہ کو امامت کی وجہ سے باہر رہنا ہوتا ہے ماہ دو ماہ میں آنا ہوتا ہے شیخ پورہ قریب ہے بندہ جب آیا کرے گا تو شہر حاضری مجھ جیسے کمزور کے لئے آسان ہو گی۔ اس پر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جب ایسا ہی ارادہ ہے تو عصر کے بعد آجانا۔ ویسے آپ کہیں ٹھہر رہے ہیں بندہ نے عرض کیا ناکارہ بہن کے یہاں ٹھہر رہا ہے عصر میں حاضر ہو جائے گا۔ عصر میں بندہ حاضر ہوا مدرسہ قدیم کی مسجد میں نمازِ عصر حضرت اقدس کے ساتھ پڑھی بندہ باہر تھا اور حضرت اندر تشریف فرماتے تھے۔ نماز کے بعد حضرت نے ناکارہ کو اندر بلا لیا۔ ناکارہ تنہا ہی تھا۔ حضرت نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمایا اور بیعت فرمانے کے بعد حضرت نے صبح وشام کی تسبیحات تلقین فرمائی اور نماز پنج گانہ کے بعد تسبیحات فاطمہ پڑھنے کا امر فرمایا۔ اور اپنے ملنے کے اوقات بتلائے عام اوقات تو صبح کی چائے کی وقت بعد عصر اور قبل جمعہ ہیں ویسے اگر ضرورت ہو تو کسی بھی وقت مل سکتے ہیں۔

بیعت کی رات کا خواب

احقر نے اسی رات ایک خواب دیکھا جو محض حضرت کی توجہ کا اثر تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سمندر پار سرزمین عرب ہے اور انتہائی اشتیاق ہو رہا ہے کہ اس کو پار کر کے درِ حضور پر حضوری کی سعادت نصیب ہو۔ مگر سمندر کی

وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی۔ اسی اثناء میں ایک بزرگ تشریف لاتے اور فرمانے لگے کہ پار ہونا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ پانی گھٹنے سے زیادہ نہیں آیا کہ ہم پار ہوگئے۔ اور مجھ کو انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ یہ سرزمین عرب ہے اور پھر ناکارہ نے ایک مزار کی زیارت کی جس کو ناکارہ حضور کا تصوّر کر رہا ہے ناکارہ نے یہ خواب حضرتِ اقدس کو لکھا۔ تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ کا خواب مبارک ہے۔

خط و کتابت کے سلسلے میں ویسے تو ناکارہ کا اکثر دو ماہ بعد آنا ہوتا رہتا اس لئے جو کچھ پوچھنا ہوتا زبانی پوچھ لیتا۔ اور چونکہ ناکارہ انتہائی مرعوب الطبع ہے حضرت کے سامنے بات کی بہت کم جرأت ہوتی۔ اس لئے ناکارہ اکثر پرچہ لکھ لیا کرتا اور حضوری کے وقت پیش کر دیا کرتا۔ اور حضرت اس کا جواب زبانی مرحمت فرما دیا کرتے ایک دفعہ احقر نے اپنے کچھ حالات حضرت کو لکھے تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسی باتیں خط میں لکھنے کی نہیں ہوتیں جب آیا کرو تو تخلیہ میں معلوم کر لیا کرو۔

مگر پھر بھی چونکہ حضرت سے چالیس سال سے تعلق تھا۔ اس لئے اس عرصہ میں بارہا خط و کتابت کی نوبت بھی آئی مگر افسوس کہ ان میں کے اکثر خطوط دیمک کی وجہ سے ضائع ہو گئے اور محفوظ نہ رہ سکے اور کچھ باقی بھی ہیں تو انہیں سے اکثر علاقے کی دینی صورت حال اور وہاں کے بارے میں دعا و مشورے پر مشتمل ہیں۔

ایک مرتبہ احقر نے حضرت اقدس رح کو خط میں اپنے حالات لکھے اور اس میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا کہ بندہ ناکارہ حضرت گنگوہی رح کا ایک دستی مراسلہ دیکھ رہا ہے جس کی پیشانی پر موٹے حرفوں سے لکھا ہوا ہے: "کہ نبوّت ختم نہیں ہوئی" اور بندہ اپنے دل میں اس کا مطلب یہ سمجھ رہا ہے کہ نبوت تو ختم ہوگئی مگر فیضانِ نبوت ختم نہیں ہوا۔ اور ناکارہ سلسلہ بسلسلہ ایک نور اپنے سینے تک محسوس کر رہا ہے۔

تو حضرت اقدس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ صحیح ہے اور آگے تحریر فرمایا تھا مگر شیطان کے مکارہ سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ احقر نے حضرت کو خط لکھا جس میں اپنے اوراد و وظائف کے بعد کچھ قلبی الجھنوں انقباضِ طبع اور ہر ایک سے مرعوبیت کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ کہ اپنے کام میں لگے رہو۔ ان کیفیات سے مطلق نہ گھبراؤ۔ ایسے حالات اکابر کو بھی پیش آجایا کرتے ہیں۔

حضرت رح کی ڈانٹ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ ناکارہ کو بوڈاہیری ہی میں اطلاع ہوئی کہ حضرت اقدس ہجرت فرما کر یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اب یہاں تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ خبر سن کر انتہائی صدمہ اور قلق و اضطراب ہوا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ ابھی نظام الدین ٹھہرے ہیں۔ دو چار روز قیام فرما کر تشریف لے جائیں گے۔ ناکارہ اپنے شاگرد خلیل احمد کو جس نے تبلیغ میں کافی کام کیا تھا اور نظام الدین میں کافی دید و شنید رکھتا تھا ساتھ لے کر نظام الدین پہنچا حضرت ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ ناکارہ حاضر خدمت ہوا حضرت نے مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا ارے تو کیوں آیا تو وہاں تھوڑا مل لیا تھا۔ تو ناکارہ کی زبان سے بے ساختہ خود رفتگی کے عالم میں یہ نکل گیا کہ حضرت کہاں میں تو بوڈاہیڑی تھا وہیں معلوم ہوا کہ حضرت ہجرت فرما رہے ہیں۔ اور کبھی نہیں آئیں گے اس وجہ سے انتہائی افسوس و صدمہ ہوا اس پر حضرت رح تیز ہو گئے اور فرمانے لگے۔ کہ میں تو عمرے کو جا رہا ہوں تو کہہ رہا ہے افسوس ہوا تجھے کیوں افسوس ہوا۔ چل اُدھر بیٹھ جا کے۔

حضرت کی اس ڈانٹ کے بعد قدرتی طور پر قلب پر ایسا سکون طاری ہوا۔ اس سے پہلے جو اضطراب کی کیفیت تھی سب زائل ہو گئی۔

کتاب کی شکل میں حضرت کا ہدیہ

جہاں تک حضرتؒ کے، ہدایا کا تعلق ہے تو حقیقت تو یہ ہے کہ ناکارہ کے پاس جو کچھ ہے یہ سب حضرت اقدس کا طفیل اور حضرت اقدس کا ہدیہ ہی ہے۔

ایک دفعہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا۔ تو حضرت اقدس نے دیکھتے ہی فرمایا پیرجی صاحب کو فضائل درود دی جائے۔ اس پر ناکارہ نے اس کا ہدیہ معلوم کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم تو ہدایا دیتے ہی رہتے ہو۔ یہ میری جانب سے ہدیہ ہے اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ تذکرۃ الخلیل مرحمت فرمائی۔

ایک مرتبہ یہ خاکسار عید الضحیٰ کے بعد حاضر خدمت ہوا تو حضرتؒ دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ اے میرے پیارے تو بہت دیر سے آیا ورنہ میں تجھے بہت ساری قربانیوں کا گوشت کھلاتا۔

معمولات کے سلسلے میں حضرت کی ہدایات

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا ناکارہ کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ رہا اور یہ محض حضرتؒ کی کریم الخلقی اور وسعتِ قلبی کا نتیجہ تھا ورنہ یہ ناکارہ کہاں اور حضرت کی توجہ گرانمایہ کہاں۔

احقر کو حضرتؒ نے بیعت کے وقت صبح وشام کی تسبیحات اور نماز پنجگانہ کے بعد تسبیح فاطمہ تلقین فرمائی تھی اور معمولات کا پرچہ عنایت فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے معلوم کیا کہ کون کون سی کتابیں دیکھ رہے ہو۔ تو ناکارہ اس زمانے میں جو کتابیں دیکھ رہا تھا۔ ان کا ذکر کیا کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کی فلاں فلاں کتاب اور حضرتؒ کے فلاں رسائل دیکھ رہا ہوں اور احیاء العلوم کا ترجمہ مذاق العارفین دیکھ رہا ہوں۔ اس کو حضرتؒ نے بہت

پسند فرمایا اور دیر تک سراہتے رہے اور پھر خاص طور پر فضائل ذکر دیکھنے کا حکم فرمایا کچھ دنوں بعد حضرت نے پانچ تسبیح کلمہ طیبہ اور نماز تہجد تلقین فرمائی۔

ایک دفعہ احقر نے حضرت سے ذکر کی اجازت چاہی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ خصائل نبویؐ لے جاؤ۔ زیر مطالعہ رکھو اور سُنن کا اتباع کرو۔

ایک مرتبہ شعبان میں احقر نے اپنے معمولات بیان کر کے عرض کیا کہ حضرت کچھ اور اللہ اللہ کرنے کو جی چاہتا ہے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اچھا رمضان بعد بتلادینگے رمضان المبارک کے بعد بندہ جب حاضر خدمت ہوا۔ بندہ نے حضرت کو یاد دہانی کرائی حضرتؒ نے فرمایا کہ اچھا بتلادیں گے۔ احقر اگلے دن بوقت عصر پھر حاضر ہوا۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا۔ ارے تو کہاں۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کچھ بتلانے کو کہا تھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اچھا اچھا۔ پھر حضرت نے بعد نماز عصر مسجد کے اندر بلاکر ذکر یا لجہر ۱۳ تسبیح تلقین فرمائی اور کر کے بتلایا۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ایک دم تیرہ تسبیح بتلادیں کیونکہ آپ سمجھدار آدمی ہیں اور آنا جانا کم ہوتا ہے شروع میں کم کرلیا کرتے ہیں پھر بڑھا لیا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت نے ۵ تسبیح درُود شریف تلقین فرمائی۔

اس کے کچھ دنوں بعد حضرت نے آدھ گھنٹہ پاس انفاس۔ مراقبہ بقدر استطاعت اسم ذات ہدایت فرمائی۔

حضرتؒ کی توجہات و شفقتیں

حضرت کا معاملہ اس ناکارہ کے ساتھ شفقت کا ہی رہا اگرچہ چالیس سالہ عرصے میں ایک دو بار بظاہر تنبیہہ کی نوبت بھی آئی جیسا کہ بندہ سوال ۹ کے جواب میں لکھ آیا ہے ورنہ حضرت کی توجہ اس ناکارہ کی طرف بہت رہی اور حضرت جب بھی توجہ فرماتے تو اس کا اثر ظاہری و باطنی ہر طرح ظاہر ہوتا اور حضرت کا تو معاملہ

ہی کچھ ایسا تھا کہ کبھی سراپا جمال کی کیفیت ہوتی تو کبھی مظہر جلال نظر آتے حضرت کی شفقتیں جب بھی یاد آتی ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔

ایک عرصہ تک ناکارہ کو حضرت کے مبشرات بکثرت رہے کبھی حضرت بادام کھلا رہے ہیں کبھی ناکارہ کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ کبھی جھولا جھلا رہے ہیں کبھی گھٹنوں پر جھلا رہے ہیں حضرت کی اس قدر توجہ رہتی کہ ایسا معلوم ہوتا گویا حضرت ہر وقت ساتھ ہیں ایک لمحے کے لئے جدا نہیں۔

ایک خواب

ایک مرتبہ احقر نے ایک خواب دیکھا کہ ناکارہ مدرسہ قدیم جواب دفتر ہے اس کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور حضرت اندر تشریف فرما ہیں۔ مگر طبیعت پر کچھ ایسا رعب طاری ہے کہ اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے اسی اثناء میں حضرت مدنیؒ تشریف لائے اور بندہ ان کے پیچھے پیچھے اندر چلا گیا۔ تو میں نے دیکھا صحن میں ایک اونچی فصیل بنی ہوئی ہے حضرت مدنیؒ اور حضرت اقدسؒ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں فصیل کے نیچے ایک قدمچہ بنا ہوا ہے جس میں کچھ نجاست بھی پڑی ہوئی ہے یہ ناکارہ اس پر کھڑا ہوا ہے اور دونوں حضرات کو پنکھا کر رہا ہے۔ حضرت مدنیؒ دائیں جانب ہیں اور حضرت اقدس بائیں جانب۔ مگر ناکارہ کی پوری توجہ حضرت اقدس کی جانب ہے اس فصیل کی دوسری جانب اونچے اونچے کچھ درخت ہیں وہ دونوں حضرات اس پر چڑھ گئے ناکارہ نے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ بالکل برہنہ ہیں اور حضرت اقدس پر ایک چمڑے کا جانگیہ ہے مگر دوسری نظر میں وہ بھی نہیں اور بالکل معصومانہ کیفیت ہے درخت پر سفید رنگ کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ دونوں حضرات ان پھلوں کو توڑنے لگے حضرت اقدس نے وہ سفید پھل ایک سفید چینی کے برتن میں رکھ کر ناکارہ کو مرحمت فرمائے۔ ناچیز اس پیالہ کو اس سہ دری میں لے آیا جہاں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تشریف رکھا کرتے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت وہاں بھی موجود ہیں۔ وہاں کھجور کا ایک بوریہ پڑا ہوا ہے اور احقر کی نظر بوریئے پر ہے حضرت نے فرمایا کہ تو اس بوریے کو لینا چاہتا ہے میں نے کہا جی حضرت۔ حضرت نے فرمایا اچھا اکٹھا کر لے میں نے وہ بوریا اکٹھا کر کے بغل میں دبا لیا اور وہ پیالہ لئے باہر آنے لگا تو خیال ہوا کہ مسجد میں لوگ ہیں ہو سکتا ہے وہ کہنے لگیں کہ مسجد یا مدرسہ کا بوریا کہاں لے جا رہا ہے مگر دل کو تقویت بھی ہو رہی ہے کہ کہہ دوں گا مجھے تو شیخ نے دیا ہے ان کو لئے ہوئے میں باہر آگیا۔

ناکارہ نے یہ خواب جب حضرت کو لکھا تو حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ مبارک ہے تم کو مجھ سے فیض پہنچے گا۔

امراضِ قلب کے سلسلے میں حضرت کا علاج

بندے کی چونکہ عادت تھی کہ اکثر حضرت سے اپنے باطن خراب ہونے کی شکایت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ حضرت نے اسکے لئے درود شریف یا تبلیغ میں وقت لگانا تجویز فرمایا ایک مرتبہ یہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا حضرت، عمرے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے ناچیز نے اپنے معمولات بیان کرنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت باطن کی حالت بہت خراب ہے اس پر حضرت فرمانے لگے باطن کیسے خراب ہے اچھا تو مجھے یوں بتا باطن خراب کیسے ہوتا ہے بار بار کہتا ہے باطن خراب ہے اللہ نے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرما رکھی ہے پھر باطن خراب کیسے ہے یوں نہ کہا کرو تم یوں ہی کہا کرتے ہو۔ اس خاکسار کو چونکہ حضرت کے سامنے اور خصوصاً جبکہ حضرت کا لہجہ کچھ تیز ہو کچھ کہنے کی بالکل جرأت نہیں ہوتی تھی بلکہ مافی الضمیر کو ادا کرنے میں احصار کی کیفیت ہو جاتی تھی اسلئے اور تو کچھ عرض نہ کر سکا بلکہ زبان سے یہ نکلا کہ پہلے مبشرات وغیرہ بہت ہوتے رہتے تھے۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا ارے وہ تو ویسے ہی بہلانے کی باتیں ہوا کرتی ہیں یوں نہ کہا کرو۔

میں نے عرض کیا حضرت عمرے کے لئے تشریف لے جارہے ہیں حضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں بھئی عمرے کے لئے جارہا ہوں اور بھئی ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ عمرے کو جائے۔ کیا تمہاری طبیعت نہیں چاہتی۔ میں نے کہا جی حضرت۔ بندے نے کہا حضرت دعا اور توجہ میں یاد رکھیئے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے بے فکر رہو۔ میں اپنے دوستوں سے غافل نہیں رہتا۔ دعا میں یاد رکھتا ہوں۔

ایک دیرینہ آرزو

اس ناکارہ کو حضرت کے ساتھ جو قلبی محبت اور عقیدت تھی۔ اس کا ہمیشہ تقاضا رہتا تھا کہ حضرت کے پاس کچھ دنوں رہنے کا اتفاق ہو۔ مگر ناچیز بچپن ہی سے ایسے گوناگوں حالات کا شکار رہا کہ اس کا موقع ہی نہ مل سکا جیسا کہ بندہ سوال اوّل کے جواب میں لکھ آیا ہے

بعض دفعہ حضرت اقدس کی جانب سے بھی اشارہ پایا جاتا۔ مثلاً ایک مرتبہ بندہ اخیر شعبان میں حاضر خدمت ہوا حضرت اقدس نے دیکھتے ہی فرمایا کہ کہیئے پیر جی صاحب کتنے دنوں کے لئے تشریف لائے احقر نے عرض کیا حضرت یہی ایک رات نہیں تو ۲ دو رات۔ اس پر حضرت نے فرمایا بھا میرے یار میں تو سوچ رہا تھا کہ پورا رمضان میرے ساتھ گزارے گا۔ بندے نے عرض کیا حضرت جی تو میرا بھی چاہتا ہے مگر امامت کا مسئلہ ہے تعلیم کی ذمہ داری ہے ویسے اگر حکم ہو تو سب کچھ چھوڑ کر چلا آؤں۔ اس پر حضرت نے فرمایا نہیں بھائی یوں تو میں نہیں کہتا کیونکہ امامت بھی بڑی چیز ہے اس پر بندہ استفسارانہ نظروں سے حضرت اقدس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا تو حضرت نے فرمایا ہاں ہاں میں صحیح تو کہہ رہا ہوں امامت تو بڑی چیز ہے ہی میرا مقصد تو یہ تھا کہ میرے ساتھ اعتکاف کر لیتے۔ مگر خیر وہیں اعتکاف کر لینا اس پر بندہ نے عرض کیا کہ آخیر عشرہ کا اعتکاف تو بندہ ہمیشہ سے کرتا ہے۔ اس پر حضرت

نے فرمایا تھا کہ امسال ذرا اور اہتمام سے کر لینا۔

احقر کو اس کے بعد اور بھی زیادہ شدت سے اشتیاق رہا مگر رمضان اور قرآن سننے سنانے اور بچوں کی تعلیم وغیرہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے بدنصیب کو اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔

اعتکاف

۹۷ھ میں جب احقر کے چھوٹے لڑکے شاہد حسین نے حفظ کر لیا تو بندہ اس کو اپنی امامت کی جگہ قرآن سنانے اور اپنے شاگرد حافظ محمد قاسم کو سماعت کے لئے مقرر کر کے اعتکاف کے ارادے سے حاضر ہوا۔ مگر اس زمانے میں حضرت کے یہاں اژدہام رہنے لگا تھا احقر جب حضرت مولانا منور حسین صاحب دامت برکاتہ' سے ملا جو اعتکاف کے منتظم اعلیٰ تھے۔ تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ آپ تو سہارنپور کے ہی رہنے والے ہیں اور سہارنپور والوں کے لئے اجازت نہیں۔ کیونکہ سہارنپور والے تو زیارت کرتے ہی رہتے ہیں۔ اب تو باہر والوں کو جگہ ملنی چاہیئے۔ اس پر احقر نے خدمت اقدس میں مولوی نصیر صاحب مرحوم کے بدست ایک پرچہ بھیجا جس میں اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ پھر بعد میں مولوی نصیر صاحب مرحوم کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ وہ ہمارا بہت پرانا ہے اس کو ضرور جگہ ملنی چاہیئے۔ خیر اس طرح سب سے پہلے ۹۷ھ میں حضرت قدس سرّہٗ کے ساتھ اعتکاف کا موقع نصیب ہوا۔

اجازت

اعتکاف کے بعد جب احقر نے گاؤں جانے کا ارادہ کیا تو احقر نے علاقے کی دینی صورت حال اور اپنی کمزوریوں سے متعلق ایک پرچہ لکھا۔ جیسا کہ بندے کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

اور حضرت کی طبیعت کچھ تو کمزور تھی بہت کم ملتے جلتے تھے ادھر اژدہام اتنا رہتا تھا کہ مجھ جیسے کمزور طبع کے لئے رسائی مشکل تھی۔ اس لئے وہ پرچہ مولوی نصیر صاحب کو

دے کر اور یہ کہہ کر حضرت جو کچھ جواب مرحمت فرمائیں گے پھر کسی وقت آکر لے جاؤں گا۔ وہاں سے چلا آیا۔

۶؍ شوال کو بندہ جب حاضر ہوا تو مولوی نصیر صاحب مرحوم نے مبارکباد کے ساتھ حضرت کا تحریری اجازت نامہ ناکارہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جو محض حضرت کی شفقت کا نتیجہ تھا ورنہ یہ ناکارہ تو ہر طرح کے جوہر باطن وظاہری سے خالی ہے

اجازت نامے کا مضمون مندرجہ ذیل ہے :

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! آپ سے تو میری خوب واقفیت ہے۔ اور آپ کے حالات سے بھی واقفیت ہے میرا کئی مرتبہ ان مصالح کی وجہ سے جو آپ نے تحریر فرمائی۔ آپ کو اجازت دینے کا ارادہ رہا لیکن میرا معمول ہمیشہ سے یہ ہے کہ جس میں ذرا سی بھی خواہش پائی، اسکو اجازت نہیں دی کہ شیطان کو اس میں بہکانے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ بہر حال اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ بیعت کیا کریں۔

آگے چل کر حضرت نے کچھ نصائح تحریر فرمائے ہیں۔

۱۔ عجب اور بڑائی سے بچنا کہ یہ مہلک مرض ہے۔

۲۔ آپ بیعت کیا کریں۔ ذکر و اذکار اشغال بتلایا کریں لیکن راہ سلوک میں بعض دفعہ کشف و کرامات وغیرہ میں بعض ایسے مسائل بھی پیش آجاتے ہیں کہ بعض مرتبہ اکابر علماء کو بھی ان کا جواب نہیں آتا، تو اگر کسی کو اس قسم کے حالات پیش آجائیں تو کسی بڑے کے حوالہ کر دیں۔ مثلاً مفتی محمود صاحب وغیرہ اللہ مبارک کرے۔ فقط : حضرت شیخ مدظلہٗ

بقلم شاہد غفرلہٗ

۵؍ شوال ۹۷ھ

تعلیم صدقہ جاریہ ہے

ایک مرتبہ احقر نے اپنے معمولات حضرت سے بیان فرمائے جس میں بچوں کی تعلیم کا بھی ذکر تھا حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی اللہ کا ذکر خوب کرو خوب کرو۔ اللہ جتنی توفیق دے کام آنے والی چیز ہے، مگر دیکھو یہ اللہ کا ذکر تسبیحات بس جبتک کرتے رہو جمع ہوتے رہتے ہیں اور جہاں آنکھ بند ہوئی تو انمیں پھر کوئی زیادتی نہیں ہوتی اور اگر تم نے کسی کو ایک لفظ سکھلا دیا تو وہ تمہارے مرنے کے بعد بھی جب تک وہ اس کو پڑھے گا یا کسی اور کو سکھلائے گا واسطہ در واسطہ جب تک سلسلہ چلے گا تجھ کو ثواب ملتا رہے گا لہٰذا اس کا خاص خیال رکھو۔

حضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ چاہے اور چیزوں میں کمی ہو جائیگی مگر اس میں کمی نہ ہونے دو۔

اوقاف کے مال میں احتیاط کی تاکیدات تو بہت رہا کرتی تھیں اور اس قسم کے اسلاف کے قصّے تو حضرت بارہا سنایا کرتے تھے مگر اس میں سے اکثر حضرت اقدس نے آپ بیتی میں تحریر کروائے ہیں۔

ھدیہ کے بجائے ایصالِ ثواب باعثِ مسرّت

حضرت اقدس مدرسہ قدیم کی مسجد میں کافی دیر تک اوّابین پڑھا کرتے تھے اور انتہائی اطمینان کے ساتھ لمبے لمبے سجدے فرمایا کرتے تھے موسم گرما میں جب بجلی کے پنکھے وغیرہ نہیں تھے تو بعض خدام پنکھا کرتے رہتے اور بعض حضرت کی کمر پر پانی چھڑکتے رہتے۔ احقر کو بھی کئی مرتبہ پنکھا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ناکارہ

کا جب جانا ہوتا تو دروازے میں کھڑا ہو جاتا۔ اور جب حضرت فارغ ہو کر نکلتے تو نذر پیش کیا کرتا۔ ایک مرتبہ بندہ کا کچھ عرصے سے جانا ہوا۔ اور حضرت جب نکلے تو بندے نے حسب معمول نذر پیش کی تو حضرت نے میری گردن میں ہاتھ ڈال لیا۔ اور فرمانے لگے کیا ہے۔ ناکارہ نے عرض کیا نذر ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اس پر بندے کی زبان سے آہستہ سے نکل گیا کہ حضرت آپ تو بادشاہ ہیں۔ اس پر حضرت فرمانے لگے نہیں بادشاہ تو میں نہیں ہوں۔ البتہ یہ میرا کتب خانہ وغیرہ ہے اور حضرت گردن پکڑے پکڑے اسی ہیئت پر کتب خانہ تک تشریف لائے۔ اور پھر حضرت فرمانے لگے تم جلدی جلدی تو آتے نہیں جلدی جلدی آیا کرو۔ پھر حضرت نور اللہ مرقدہ نے نذر بھی قبول فرمالی۔

ایک مرتبہ حضرت کے یہاں کچھ دیہاتی گاؤں کا کوئی تحفہ لائے تو حضرت فرمانے لگے کہ بھائی جو کچھ تم لائے میرے سر آنکھوں پر۔ مگر بھائی مجھے اب ان چیزوں کی کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بھائی اب تو میں بیمار رہتا ہوں۔ اور اب تو مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا۔ اب تو یہ دوسرے لوگ ہی کھا پی جاتے ہیں۔ اب تو میرے پیر قبر میں لٹک رہے ہیں۔ اب تو مجھے اس کی زیادہ خوشی ہے کہ کوئی الحمد شریف پڑھ کر مجھے بخش دے کیونکہ آخرت میں بس یہی چیز کام آنے والی ہے۔
دیکھو بھائی میرے پاس بہت سارے خطوط آئے ہوئے ہیں جن میں لوگوں نے لکھا ہے:
کہ ہم نے تیرے نام کا حصہ لے رکھا ہے۔ تو بھائی مجھے تو اس کی بہت خوشی ہوتی ہے۔ اس پر کسی نے سوال کیا کہ حضرت اگر آپ کو اطلاع نہ دی جائے اور آپ کی طرف سے قربانی کر دی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں بھئی اگر کوئی

اپنی قربانی نہیں کرتا تو اس کی اجازت تو ضروری ہے اور جو اپنی کرتا ہے تو اس کی اجازت ضروری نہیں، اور بھائی بحمد اللہ میں تو جب بدیشی حکومت تھی تو سات گائیں کیا کرتا تھا اور جب سے اپنی حکومت آئی ہے تو پانچ کٹڑے تو اب بھی کر دوں ہوں۔ اور بھائی ان میں مُردوں کے حصے زیادہ ہوں اور زندوں کے کم ہوں کیونکہ آج کل بزرگوں کے ایصال ثواب میں بہت حق تلفی ہو رہی ہے۔ کیوں کہ ایصال ثواب کے جتنے طریقے تھے وہ تو سب بدعت کی زد میں آگئے۔ یہ تو بدعت ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے بھئی میں تو بقرعید میں سب کے حصے لے دوں ہوں ؏

حضرت حافظ صدیق احمد صاحب زید مجدہم

اسم گرامی (حافظ حاجی) صدیق احمد مرزاپوری ثم سہارنپوری حال مدرس درجہ حفظ کلام اللہ شریف شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ہند۔ مقیم بردولتکدۂ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ مہاجر مدنی، الموسوم کچے گھر محلہ مالی گیٹ متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)۔

تربیت و تعلیم پیدائش ۱۹۳۱ء آبائی وطن مرزاپور پول میں ہوئی۔ بچپن میں مدرسہ فیض العلوم مرزاپور پول ضلع سہارنپور ہی میں قاعدۂ نورانی سے پڑھنا شروع کیا، قاعدہ نورانی، پارہ عم حفظ پڑھا۔

اس کے بعد میرے ایک عزیز حافظ علی احمد صاحب مرحوم نے میرے والدین سے فرمایا اس کو رائے پور داخل کرادو۔ والد والدہ نے انھیں اجازت دے دی۔ حافظ صاحب مرحوم نے شفقت فرمائی اور بندہ کو اسی کم سنی کی حالت میں مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی رائے پور میں داخل فرمادیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ حافظ علی احمد مرحوم مولوی محمد سلیمان صاحب مرزاپوری مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ کے حقیقی چچا تھے۔

گلزار رحیمی میں دلجمعی کے ساتھ رہ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے استاد

حافظ القاری ولی محمد صاحب مرحوم تھے۔ تعلیم و تربیت کا ڈھنگ تو نرالا تھا ہی مگر اخلاق حمیدہ کے بھی آپ مجسمہ پیکر تھے۔ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب العزت محترم استاذ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ناکارہ کا گھرانہ چونکہ علم سے بے بہرہ تھا اسی لئے جلد پڑھنا شروع نہ کیا جاسکا اس زمانہ میں مجھ سے بھی کم سنی کی حالت میں میرا بھانجہ حافظ عبدالکریم نامی ساکن ناہرآنہ ضلع سہارنپور میرے ہم سبق رہے۔ ایسے ہی اور بھی ایک عزیز (حافظ حاجی) کریم الدین مرزاپوری سبق کے ساتھی رہے۔

ساتھیوں میں سے سب کے نام تو یاد نہیں، ہاں (مفتی) عبدالعزیز صاحب رائے پوری (مفتی) عبدالقیوم صاحب رائے پوری کے اسماء گرامی اچھی طرح یاد ہیں، یہ دونوں حضرات تو عالم فاضل بنے اور آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں مسند افتاء پر فائز ہیں۔ لیکن بندہ حفظ کلام اللہ شریف، اُردو، دینیات اور معمولی فارسی تک محدود رہا۔

حفظ کلام اللہ کے وقت ہمیشہ معمول رہا کہ یہ ناکارہ اور میرا بھانجہ ہی ساتھیوں میں سب سے پہلے سبق سناتے، کبھی نماز فجر سے قبل اور کبھی بعد نماز فجر۔ محترم اُستاذ کے سامنے ایک صفحہ سبق پڑھتے اور دو صفحے یاد کرکے سُنادیتے۔ محترم اُستاذ اس کیفیت سے بیحد خوش ہوتے۔ سبق سے فراغت کے بعد ماموں بھانجہ کو اپنی معاونت کے لئے پاس بٹھالیتے۔ سبق اور سبقا پارہ کے فراغت کے بعد محترم استاذ نور اللہ مرقدہٗ وقفہ فرماتے۔ اس وقفہ میں ناشتہ کرتے۔ ناشتہ میں عام طور پر چنا یا سوکھی روٹی کھاکر پانی پی لیتے اور پھر پڑھنے بیٹھ جاتے۔ تین سال میں حفظ کلام اللہ پورا ہوا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ سورۂ نساء رکا دوسرا رکوع ہمارا سبق تھا۔ بالکل یاد نہیں ہو رہا تھا۔ اس بات پر شرمندگی ہو رہی تھی، کبھی روتے، اور سب سے زیادہ خوف طاری تھا کہ پٹائی ہوگی، اللہ! کیا کریں؟ خود بخود ذہن میں آیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے مزار مبارک پر بیٹھ کر یاد کریں انشاء اللہ یاد ہو جائے گا۔ ایسا ہی کیا۔ ماموں بھانجے حضرت کے مرقد پر جا بیٹھے۔ ایک گھنٹہ میں سبق یاد ہو گیا، سُنا دیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ جس وقت پرانی خانقاہ سے نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تو ہم لوگ حضرت کی جوتیاں اٹھا کر رکھنے کے انتظار میں رہتے، چنانچہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا خوب ہی موقع ملا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔ گرمی کے ایام میں دوپہر کے وقت مولانا اشفاق الرحمان صاحبؒ کی خدمت کے لئے دوپہر بھر ہی پنکھا کھینچتے آرام بالکل نہیں ہوتا تھا۔

قرآن پاک پورا کر کے سخت بیمار ہو گیا، پورا ایک سال بیماری میں گزرا۔ بیماری سے اُٹھ کر اپنے ابتدائی اور علمی مدرسہ فیض العلوم میں پھر جانا شروع کر دیا اور قرآن پاک یاد کرنے کی خاطر صبح شام ایک ایک پارہ سُنانا شروع کیا۔

میرے عزیز وہی حافظ علی احمد صاحب مرحوم جنہوں نے بندہ کو رائے پور داخل فرمایا تھا پنجاب کے کسی گاؤں میں امامت کرتے تھے۔ حُسنِ اتفاق سے مرزا پور تشریف لائے، بندہ ملا۔ دیکھا اب تو تندرست ہے۔ حال پوچھا میں نے بتلا دیا۔ حافظ صاحبؒ اس ناکارہ سے محبت بہت کرتے تھے۔ جب واپس پنجاب کے لئے چلے تو فدوی کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ اس گاؤں کا نام تنگاپیڑھی تھا۔ چھ ماہ وہاں قیام کیا۔ وہاں سے گھر واپس آگیا اور کچھ دن خالی رہا۔

اسی اثناء میں میرے ایک دوسرے عزیز حافظ نعمت علی صاحب مرزا پوری جو اس وقت مدرسہ ابو المدارس میں مدرس تھے، مرزا پور آئے، مجھے خالی دیکھ کر اپنے ہمراہ سہارنپور لے آئے۔ یہ مکتب مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم منیجر کتب خانہ یحیوی نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی مرضی کے مطابق محلہ کے ابتدائی بچوں کی تعلیم کے لئے جاری فرمایا تھا جو آج تک بحمد اللہ جاری ہے۔ یہاں پہونچ کر پارہ سناتا رہا۔ چھ ماہ گزار کر پھر واپس مرزا پور چلا گیا کچھ دن مرزا پور رہا۔

مظاہر میں داخلہ

حافظ عبدالمجید صاحب مرزا پوری جو بندہ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے، اُس وقت سہارنپور محلہ کھجور تلہ کی ایک مسجد میں امامت فرماتے تھے، اپنے ہمراہ سہارنپور لے آئے، میرا بھانجہ (حافظ) عبدالکریم بھی ساتھ تھا۔ خورد و نوش کا انتظام اور قیام اپنے پاس کر کے ہم دونوں کو حافظ صاحب مرحوم نے مدرسہ مظاہر علوم شعبہ فارسی میں داخل فرما دیا۔

فارسی کا ابتدائی سال پورا ہوا ہی تھا کہ ۱۹۴۷ء کا غدر ہو گیا۔ حالات بہت دن تک خراب رہے، مہینوں کرفیو لگا رہا۔ داخلہ کا وقت شوال کا مہینہ تھا۔ اسی مجبوری کے باعث بس تعلیمی سلسلہ تو منقطع ہو گیا۔ میرے بھانجے حافظ عبدالکریم سلمہٗ نے قصبہ بہٹ (Behat) سرکاری اسکول میں داخلہ لے لیا۔

یحیوی کتب خانہ وغیرہ میں ملازمت

جب حالات سازگار ہو گئے تو مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم منیجر کتب خانہ یحیوی نے یاد فرمالیا، ایک شخص کے ذریعہ زبانی خبر بھیجی کہ صدیق احمد یہاں آجا۔ مولانا مرحوم بھی بیحد شفقت فرماتے تھے۔ میں حاضر ہو گیا۔ مولاناؒ نے مجھ ناکارہ کو کتب خانہ

یحیوی میں ملازم رکھ لیا۔ کبھی کتب خانہ میں کام کراتے اور کبھی مدرسہ ابو المدارس
میں درس تدریس کے لئے بٹھا دیتے تین سال یہاں رہا۔ کام کی زیادتی سے طبیعت اکتانے لگی تو
پھر چھوڑ کر مرزا پور چلا گیا۔

میری مادر علمی مدرسہ فیض العلوم مرزا پور پول میں درجہ حفظ کے لئے مدرسی کی
جگہ خالی تھی منتظمین نے اس خدمت کے لئے رکھ لیا۔ تین ماہ یہاں رہا۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں شادی ہو گئی۔ نکاح کے بعد ٹانڈہ بنہڑہ منگلور کے پاس
ایک گاؤں ہے، چھ ماہ وہاں جامع مسجد میں امامت کی۔

چھ ماہ پورے کر کے سہارنپور آ گیا۔ جامع مسجد میں دکانداروں کی طرف
سے ایک مکتب قائم تھا اس میں جگہ خالی تھی میرے ایک شناسا حافظ محمد اسحٰق
صاحب ملے، ان سے ذکر کیا تو حافظ صاحب نے تیس روپے ماہوار پر اس
مکتب میں قرآن پاک کی تدریس کے لئے میرا تقرر کرا دیا۔ اور جامع مسجد کے
قریب ہی سبزی منڈی پل کے سامنے والی مسجد میں بیس روپے ماہانہ پر امامت
کی بات چیت کرا دی۔ پندرہ ماہ یہاں اس طرح گزارے۔ پھر چھوڑ کر مرزا پور
چلا گیا۔ خالی پھرتا رہا۔

سہارنپور حاضری

چند دن بعد اپنے اعزاء سے ملنے کی غرض سے
مرزا پور سے چند میل کے فاصلے پر امیر گڈھ نامی
ایک گاؤں میں گیا۔ اُس وقت موٹر، ٹرین غرض کسی بھی قسم کے ٹریفک کی خاصی
سہولت نہیں تھی۔ اور ہوتی بھی تو اپنے پاس ایک پیسہ تک موجود نہیں تھا
کسی بس موٹر تانگہ کی تلاش ہی کیا کرتا۔

اس وقت لوگ باربرداری بھی بیل گاڑی سے ہی کرتے تھے۔ امیر گڈھ میں
ایک بیل گاڑی میں لکڑیاں بھری ہوئی تھیں معلوم ہوا کہ یہ گاڑی سہارنپور جا رہی تھی

بے ساختہ دل نے گواہی دی کہ سہارنپور چلوں۔ سردی خوب تھی، دسمبر کا مہینہ
تھا۔ میں نے سوچا کہ بیل گاڑی میں بیٹھ لوں، میرے پاس کھدر کی ایک چادر
تھی۔ بسم اللہ پڑھ کر بیل گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی والا لحاف اوڑھے بیٹھا تھا
اور یہ سیاہ کار رات بھر اسی چادر میں بیٹھا رہا، پوری رات سر پر گزر گئی۔ گاڑی
جنتیگی پر پہونچی، صبح ہو گئی۔ سردی سے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے۔ چاروناچار
گاڑی سے اُترا، خدا کا شکر ادا کیا۔ آگ جلائی اور ہاتھ پاؤں تاپے کچھ
سہارا ہوا۔

ڈرتے ڈرتے روحانی باپ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس
پر پہونچا۔ اس وقت چائے چل رہی تھی۔ چپکے سے چائے پی۔ اس کے بعد
آقائی و مولائی حضرت شیخؒ کی زیارت سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت
بہت خوش ہوئے۔ اور خاموش رہے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا الحاج محمد اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم مالیات مظاہر علوم سہارنپور نے دریافت فرمایا کہ:

"تو ٹھہرے گا یا جائے گا؟"

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! جیسا حکم ہو۔ پھر خود ہی فرمایا:

"ٹھہر جا، زیادہ اچھا ہوگا"

بندہ ٹھہر ہی گیا۔ اگلے روز ناشتہ کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ:

"اگر تو خالی ہے تو ہم تجھ کو محمد طلحہ کے پڑھانے کے لئے یہاں رکھنا
چاہتے ہیں۔ بول کیا تنخواہ لے گا؟"

میں نے عرض کیا حضرت! کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت نے فرمایا:

"کام کیسے چلے گا؟"

دل میں خوشی بیحد تھی کہ اے اللہ! تیرا احسان ہے، میں اس قابل تو نہیں تھا۔ حضرتؒ نے ہی فرمایا:

"بیسؔ روپے ملا کریں گے"

بس بھائی محمد طلحہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ ہر پارہ ختم پر دو روپیہ مجھے اور ایک روپیہ بھائی محمد طلحہ سلمہٗ کے لئے انعام بھی مقرر فرمادیا۔ دن بھر کا پڑھا ہوا بعد عصر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ مدرسہ ابوالمدارس میں بیٹھ کر سُنا کرتے تھے

یہ مدرسہ ابوالمدارس وہ جگہ ہے جہاں آخری ایام میں حضرت شیخؒ کی عصر کے بعد درس تبلیغ کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ بھائی محمد طلحہ بہت ہی کمزور پتلے دبلے تھے۔

جس وقت چوبیسؔ پارے ہوگئے، ۱۹۵۵ء میں حضرت شیخؒ کا مع اہل و عیال حج بیت اللہ شریف کا قصد ہوگیا۔ اکابر میں سے حضرت رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ سبھی حضرات حج کو تشریف لے گئے تھے۔

جس وقت حضرت مدنیؒ دہلی سے سفر حج کے لئے روانہ ہوئے، حضرت شیخ الحدیثؒ سے بھی فرمایا تھا "آپ بھی تشریف لے آویں"، حضرت تیار تھے مگر حضرت تو اس سال تشریف نہ لے جاسکے۔ بھائی محمد طلحہ اور والدہ محمد طلحہ وغیرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی معیت میں حج کو چلے گئے۔

حضرت شیخؒ نے محلہ قصاب پورہ مدرسہ سبحانیہ اور حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی میں چند شب قیام فرمایا اور بس سہارنپور واپسی ہوگئی۔ بندہ ہی سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتا تھا۔

بیعت

بھائی محمد طلحہ کو پڑھانا شروع کرکے ۱۹۵۵ء میں حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ درخواست قبول ہوگئی۔ مدرسہ قدیم کی مسجد

میں مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد دامنِ عاطفت کا سایہ حضرت شیخؒ نے عطا فرمادیا۔ تسبیح پڑھنے کو بتلائی، حکم پر دوام کیا۔ ۱۹۵۵ء میں دہلی سے واپس ہوکر ذکر کا طریقہ بتلاکر بندہ کو ذکر کا حکم فرمایا۔ اس زمانہ میں چار ماہ تک خالی کو تنخواہ بھی عطا فرمائی۔ یہ ناکارہ کسی وقت بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا۔

حضرت رائے پوری کی دُعا اور اولاد

حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مذاقاً فرمایا کہ:

"حضرت اس کے (صدیق احمد) کے لئے دُعا فرمادیں کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوجائے۔"

حضرت رائے پوریؒ کی دُعا خالی نہیں جاتی تھی۔ حضرتؒ کی دُعاؤں کے طفیل ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء بدھ کی شب میں بوقت ڈیڑھ بجے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت شیخؒ نے تجویز فرماکر محمد عثمان رکھا۔ اللہ نے حضرت کی دعاؤں کے طفیل حافظ قرآن پاک اور عالم فاضل بنایا۔ ۱۹۷۹ء میں مدرسہ مظاہر علوم سے فارغ ہوکر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور مشورہ کے مطابق یہ بچہ مولوی محمد عثمان نامی مدرسہ دارالعلوم محلہ شاہ بہلول سہارنپور میں درس نظامی کی تدریس میں مشغول ہے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی سے صاحب اولاد ہے۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ کو اتوار کی شب میں بارہ بجے محمد لقمان نامی ایک بچہ پیدا ہوا، صبح تک حیات رہ کر انتقال کرگیا۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون۔

۸ ستمبر ۱۹۶۲ء مطابق ۷ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ شنبہ کو صبح کے وقت ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام خود حضرت شیخؒ نے ہی فاطمہ رکھا جو حیات ہے۔

۱۹۸۰ء میں فتحپور بھادوں میں نکاح کر دیا گیا۔ ایک لڑکی سے صاحب اولاد ہے
۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۶ء مطابق ۱۰ر رجب ۱۳۸۶ھ سہ شنبہ کو بعد نماز عصر احمد علی نامی ایک بچہ پیدا ہوا۔ حیات ہے۔
۵ر جون ۱۹۷۰ء، ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۹۰ھ صبح کے وقت محمد نعمان پیدا ہوا
۸ر جون ۱۹۷۰ء کو انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
۱۲ر اپریل ۱۹۷۳ء جمعہ کو عائشہ نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حیات ہے۔
کل اولاد چھ پیدا ہوئیں۔ دو لڑکے دو لڑکیاں حیات ہیں دو لڑکے انتقال کر گئے۔

مولانا محمد طلحہ صاحب کے حفظ کی تکمیل

حجاج کرام حج سے واپس آگئے۔ بھائی مولوی محمد طلحہ بھی بعافیت پہونچ گئے۔ پچیسویں پارہ سے سبق شروع ہو گیا، چند ماہ بعد کلام اللہ شریف حفظ پورا ہو گیا۔ نظام الدین دہلی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بھائی مولوی محمد طلحہ کے حافظ قرآن کریم ہو جانے کی اطلاع بھیجی گئی۔ نظام الدین سے بہت سے حضرات تشریف لے آئے۔ سواری کے لئے حاجی سید آل علی مرحوم کی دو بسوں کا انتظام کر کے مرزا پور پول کے اطراف میں ایک گاؤں بیلوں واقع ہے اس مقام پر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا وصال ہوا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ خان یعقوب علی خاں صاحب سہارنپوری نے بطور برکت بیلوں میں ایک جگہ خرید رکھی تھی اور وہیں قیام رکھتے تھے۔ ان کے یہاں ایک گھنٹہ قیام کیا معمولی چائے وغیرہ سے ناشتہ کیا اور رائے پور کے لئے روانہ ہو گئے۔

نماز ظہر کے بعد حضرت اقدس الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ

کے یہاں بھائی مولوی حافظ محمد طلحہ کا کلام اللہ حضرت مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ مفتی مدرسہ مظاہر علوم نے کرایا۔ شیرینی میں پیڑے تقسیم ہوئے۔ شب میں رائے پور قیام کر کے اگلے روز بعد نماز ظہر سہارنپور کے لئے چل دیئے۔
سہارنپور پہونچکر میرے روحانی باپ حضرت شیخؒ نے زنانہ مردانہ ایک ایک جوڑا کپڑا اور سکہ رائج الوقت چاندی کے دو سو روپیہ بھی مرحمت فرمائے جو باوجود اپنی تنگی و عسرت کے ایک عرصہ تک بندہ نے بطور برکت محفوظ رکھے۔ اس پاک ہدیہ کے تین روپیہ اب تک اس ناکارہ کے پاس تھے جو لختِ جگر فاطمہ سلمہا کو جہیز میں دیدیئے ہیں۔ اس کے بعد بندہ کو کوئی تنگی بھی پیش نہیں آئی۔ الحمد للہ علیٰ کل حالٍ۔
اگلے سال مولوی حافظ محمد طلحہ سلمہٗ کو دَور کرایا۔ قرآن پاک یاد ہو گیا۔ اب مولوی حافظ محمد طلحہ کو تو مولوی شفیق احمد صاحب گنگوہی نے فارسی شروع کرا دی اب بندہ کے پاس زبیر و شاہد پڑھنے لگے۔ یہ بھی حافظ بن گئے۔

مظاہر میں حفظ کی تدریس

کچھ دن بعد اتفاق سے شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم میں ایک مدرس حفظ کی جگہ خالی ہوئی۔ اس جگہ کے لئے بہت سی درخواستیں دفتر مدرسہ مظاہر علوم میں پہونچی ہوئی تھیں۔ اس ناکارہ نے بھی درخواست دے دی اور حضرت شیخؒ سے بھی اطلاعاً عرض کر دیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا:
"میں تیری درخواست پر کاٹ کر دوں گا منظور نہیں ہونے دوں گا۔"
بندہ نے عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ فرمایا:
"تو یہاں سے چلا جائے گا۔"
بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں نہیں جاؤں گا کچے گھر ہی میں رہوں گا۔ حضرتؒ

بیحد خوش ہوئے اور خاموش رہ گئے۔

حضرت مولانا قاری مفتی مظفر حسین صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور حضرت مولانا الحاج اکرام الحسن صاحبؒ مہتمم مالیات مدرسہ مظاہر علوم نے میری درخواست کو منظور فرمایا ـــــ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ـــــ پچیس ۲۵ روپیہ ماہانہ سے میرا تقرر ہوا۔ میرے مرشد نے فرمایا کہ:

"صدیق! مٹھائی کھلا"

بندہ چپکے سے باہر نکلا اور مٹھائی لے آیا، حضرت کی خدمت میں پیش کردی۔ حاضرین مجلس سبھی حضرات نے کھائی اور اس ناکارہ کے لئے دعائیں فرمائیں۔

بس اگلے ہی دن سے شاخ میں پڑھانے کے لئے جانا شروع کردیا۔ کھانا پینا اور قیام کچھ گھر ہی میں رہا اور ہنوز اسی در کی حقیقی پاسبانی کا شرف حاصل ہے۔

باضابطہ طور پر تو دینی خدمت کا آغاز ۱۹۵۸ء میں حفظ کلام اللہ کی تدریس سے شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی میں کیا اور الحمد للہ تاحال اسی خدمت پر مامور ہوں۔

اس سے قبل اولاً مدرسہ ابو المدارس میں تدریس کا کام کیا۔ پھر امامت۔ پھر جامع مسجد سہارنپور میں تدریس حفظ کلام اللہ اور امامت۔ پھر اپنی مادر علمی مدرسہ فیض العلوم مرزاپور پول تین ۳ ماہ عارضی طور پر درجہ حفظ کلام اللہ شریف میں دینی تعلیم کی خدمت انجام دی۔ لیکن یہ سب مواقع بندہ کے نزدیک ویرانی اور خالی وبیکاری کے درجہ میں ہیں ـــــ اللہ رب العزت مجھ ناکارہ کو سچی دینی خدمت کی توفیق بخش دے اور جن خیر اندیش کرمفرماؤں کے زیر نگرانی مستقل دینی تعلیم کا مشغلہ مظاہر علوم میں نصیب ہوا ان کو اللہ رب العزت جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

خلافت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیت واقعی ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے الگ الگ تھا۔ اس ناکارہ کے ساتھ تو انداز تربیت نہایت مشفقانہ رہا۔ حضرتؒ سے تعلق کے بعد معمولات میں زیادتی اور ترقی ذکر وشغل کی مجالس میں حاضری کی پابندی اپنے قلبی رجحان اور حضرتؒ کی خصوصی توجہ سے ہوئی۔

مرشدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولوی محمد سلیمان صاحب مرزاپوری پہلے سے خلوۃ گاہ میں کچھ مشورہ کررہے تھے۔ حضرتؒ کی خلوۃ گاہ میں میرے شیخ کی محفل کے خاص پروانے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ، مولانا منور حسین صاحب، مولانا محمد احسان صاحب رائیونڈ پاکستان، بھائی حاجی ابو الحسن صاحب مہاجر مدنی اور دو ایک حضرات تشریف فرما تھے۔ حضرتؒ وضو فرمارہے تھے، سخت لہجہ میں آواز دی، یہ ناکارہ بیحد خائف ہوا بہت دیر تک لرزتا رہا کہ اے خدا! خیر فرما، معلوم نہیں آج کیا غلطی ہوگئی، کیا کوئی شکایت پہونچ گئی ہے؟ حضرت کے طلبی الفاظ یہ تھے جو بندہ نے سنے:

"وہ حافظ جی ہے اسے بھی بلاؤ یہاں"

فوراً اندر داخل ہوا، حضرتؒ وضو فرمارہے تھے۔ فرمایا:

"حافظ جی" ہے؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں حاضر ہوں۔

"بیٹھ جا یہاں بیٹھ جا"

اب تک بھی خوف ہی خوف تھا۔ وضو سے فراغت کے بعد فرمانے لگے کہ:

"میں تمہیں تین سال سے اجازت دینے کو سوچ رہا ہوں مگر یاد نہیں رہتا بات ذہن سے نکل جاتی ہے، مفتی محمود صاحب نے بھی تمہاری

طرف سے بارہا سفارش کی ہے۔"

عین اسی وقت پر جبکہ حضرتؒ اور تمام پروانے ظہر کی نماز کی تیاری میں تھے مولوی محمد سلیمان صاحب مرزاپوری پہلے سے اندر موجود تھے، خصوصی مجلس کے روبرو فرمایا:

"میں تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔"

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے پڑھنے کے لئے اور کچھ فرمادیں۔ فرمایا:

"بس جتنا بتلایا اس پر ہمیشگی رکھنا اور ذکر و شغل کی لائن بھی جاری رکھنا۔ تیرے لئے وہی کافی ہے۔"

خلافت عطا فرماتے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اول اول مختلف اشیاء سے تمغہ دینے کا معمول رہا۔ یہ ناکارہ ہمیشہ ہی کبھی جانمازیں کبھی ٹوپیاں اور کبھی رومال اور کبھی عمامے خود حضرت کے حکم کے مطابق بازار سے خرید کر لایا۔ یہ نشانیاں خلفاء کو ہمیشہ تقسیم کی جاتی رہیں۔ مگر چند سالوں سے اب یہ معمول ہی ختم ہو گیا تھا۔ ہم لوگوں کو تو حضرتؒ نے آخری ایام میں ردائے شفقت اڑھائی۔

——— اللہ رب العزت اس بحر بے کراں ذات گرامی کو کروٹ کروٹ چین نصیب کرے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرتؒ سے تعلق اور نسبت کو ہم جیسے سیاہ کاروں کے لئے بھی ذریعۂ نجات بنائے۔ اور روز محشر سرورِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ روحانی باپ حضرت شیخؒ کو مغفرت کا سبب بنادے۔ آمین یارب العالمین!

دُرود شریف کے فضائل کی اشاعت

حضرت شیخؒ کی خدمت کے مقابلے میں اس ناکارہ کو تصنیف و تالیف کا ذوق نہیں تھا اس لئے کسی تصنیف اور

تالیف کا حکم تو نہیں فرمایا البتہ حضرتؒ کی کتاب "فضائلِ درود" سے اس ناکارہ نے ایک بار ایک خاص درود ——— جس کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ عوام و خواص میں ورد کی تلقین فرماتے تھے ——— اس کے بہت سے فوائد و مجربات کے مدِّ نظر عامۃ المسلمین کے استفادہ کی غرض سے چھپوا کر شائع کردیا اس کی ایک کاپی حضرتؒ کی خدمت میں بھی پہونچی، حضرتؒ نے فرمایا:

"بہت اچھا کیا۔"

بڑے خوش ہوئے اور فرمایا

"اس کی خوب اشاعت کرو اللہ جزاء عطا فرمائے گا۔"

جاؤ اس (وزیر اعظم) سے کہدو

سنہ ۱۹۷۶ء، جب ہندوستان میں فیملی پلاننگ (نس بندی) جبریہ طور پر کی جارہی تھی، خاص طور مسلمانوں کو ہی نسل کشی کے گھاٹ اتارا جارہا تھا، متوسلین اور متعلقین نیز علاقے کے پریشان حال لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرمادیں یہ تشدد اور ظلم نہ کریں۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"سب مل کر دعا کرو ان شاء اللہ یہ ظالم حکومت ہی نہ رہے گی۔"

ایک روز ضلع سہارنپور کے حکام ڈی ایم، ایس ڈی ایم، وغیرہ کا قافلہ حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے اجازت دے دی۔ یہ لوگ اندر چلے گئے۔ مگر زبان بند، کچھ کہہ نہیں سکے۔ حضرت نے زوردار آواز سے پوچھا:

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

کچھ جواب نہ دے سکے۔ پھر حضرت نے ہی فرمایا:

"جاؤ اُس (وزیر اعظم) سے کہدو اگر وہ اس ظلم و تشدد سے باز

نہیں آتی تو اس کی وزارت ہی ختم ہو جائے گی"۔

بس چند ماہ بعد ہی اس پارٹی کا اقتدار ہند سے ختم ہو گیا، دوسری پارٹی (جنتا) برسرِ اقتدار آئی اور اس حرکتِ نازیبا سے باز رہی۔

یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قطبِ وقت ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ اس وقت صرف دعاؤں کے لئے فرمایا کہ بس اس وقت یہی ہتھیار کام آئے گا۔

جلسوں میں شرکت

اہل حق کی جماعتوں اور جلسہ و جلوس میں جانے کا خود بھی معمول تھا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ جب بھی دیوبند سے سفر فرما کر سہارنپور آتے اور "جامعہ اسلامیہ" ریڑھی تاجپورہ و مدرسہ دارالقرآن دھولاپڑا کے جلسہ میں جاتے تو خاص طور پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے، یہ ناکارہ بھی ہمرکابی میں رہتا۔

حضرت کا فیض العلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنا

واقعی ہی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اور دلی تمنائیں تھیں کہ خلفاء اور متعلقین زیادہ سے زیادہ تبلیغی اور دینی کام میں لگیں، جگہ جگہ مدارسِ دینیہ اور مکاتبِ قرآنیہ قائم کریں۔

ایک مرتبہ ضرورت کے پیشِ نظر میرے آبائی گاؤں مرزا پور پول سے مدرسہ فیض العلوم کے کچھ ذمہ دار آئے اور حضرت سے گزارش کی کہ مدرسہ فیض العلوم آپ کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ حضرت! آپ ہی اپنی طرف سے اس کا انتظام فرما دیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا:

"کیا کریں؟"

لوگوں نے پھر عرض کیا کہ حضرت! صدیق احمد کو مہتمم بنا دو ہم یہ چاہتے ہیں۔ یہ سیاہ کار عذر پیش کرنے لگا۔ فرمایا:

"نہیں نہیں! ٹھیک ہے۔ ہر ہفتہ جمعرات کو چلا گیا اور دیکھ بھال کر آیا اس میں کوئی حرج نہیں"۔

یہ میری سب سے پہلی مادرِ علمی ہے جس کے انتظام کا بار مجھ نااہل کے سر پر حضرت شیخ رح کے حکم کے مطابق رکھا گیا۔ اللہ کا نام لیکر بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل منظور کیا۔ یہ بندہ آج تک اس خدمت پر مامور ہے۔

دریں اثناء مدرسہ فیض العلوم کی روز افزوں ترقی کے پیش نظر مدرسہ فیض العلوم کے لئے جدید تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ حضرتؒ سے مشورہ کے بعد مدرسہ فیض العلوم کی جدید تعمیر کے لئے سڑک سرکاری کے متصل نو بیگہ قطعۂ اراضی خرید کرلیا اور حضرت کے سامنے یہ پروگرام رکھا کہ حضرت اس جگہ سنگ بنیاد نصب فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا:

"جب رائے پور چلیں گے تو مرزا پور بھی چلیں گے اور یہ کام اسی وقت ہو جائے گا"۔

مؤرخہ ۷، شوال المکرم ۱۳۹۶ھ کو رائے پور اور مرزا پور چلنے کا پروگرام طے ہو گیا۔ حضرت کے ساتھ متوسلین و متعلقین میں اخص اہل اللہ کی ایک خاص جماعت ہمیشہ ہی سفر کرتی تھی۔ اس مرتبہ بھی مولانا منوّر حسین، مفتی محمود احمد، مولانا سجاد حسین صاحبان مدظلہم اور بڑے بڑے حضرات تھے۔

اس پروگرام کے مطابق کارکنانِ مدرسہ فیض العلوم نے اطراف میں اطلاع بھیجدی اور دیگر علماء کرام کو مدعو کرلیا۔

وہ وقت سعید آیا کہ مؤرخہ ۷، شوال ۱۳۹۶ھ پنجشنبہ کو حضرت شیخ رح کا سفر رائپور ہوا اور مرزا پور بھی تشریف لے گئے۔ مرزا پور پہونچکر فرمایا:

"صدیق احمد! تیرا گاؤں آگیا ہے؟"

میں نے عرض کیا جی حضرت ! آگیا ۔ پھر اس مقام پر جہاں یہ تقریب سعید ہونی تھی حضرتؒ کو لیجایا گیا ۔ یہاں خاصا بڑا جلسہ تھا ، لوگ منتظر تھے ۔ زیارت کے مشتاقوں کو فیضیاب فرمایا اور دار جدید کی تعمیر کے لئے کھودی گئی بنیادوں میں خود ہی اترے اور اپنے دست مبارک سے خاصی مقدار میں اینٹیں نصب فرمائیں اور فرمایا کہ :

" بھائی سب لوگ اینٹیں رکھیں کوئی خالی نہ رہ جائے "

خواص میں سے ایک شخص جو حضرتؒ کے بڑے چہیتے تھے مگر تھے بغیر ڈاڑھی، ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا :

" بھائی سب سے اینٹ رکھاؤ ان ڈاڑھی منڈوں سے بھی رکھاؤ کوئی اینٹ رکھے بغیر نہ رہ جائے ۔ یہ میرا مدرسہ ہے اس کو جلدی بناؤ "

صرف سنگِ بنیاد نصب فرما کر حضرت شیخؒ تو چند رفقاء سمیت روانہ ہو گئے ۔ اس کے بعد اس جگہ شیرینی تقسیم ہوئی اور اسی مقام پر حضرت مفتی محمود احمد صاحب مدظلہ العالی نے مجمع کو خطاب فرمایا ۔ حضرت مفتی صاحب نے بعد وعظ ونصیحت دعا کرائی ۔ اور حضرت شیخؒ نے پانچ سو ۵۰۰ روپے مدرسہ کو عنایت فرمائے ۔

اس درس گاہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اب تک میرے کندھوں پر ہے ۔۔۔ الحمد للہ کہ اس جگہ پر اب تک تین ۳ درس گاہیں پختہ اور دو ۲ پختہ مگر چھپر پوش تعمیر ہو چکی ہیں ۔ پلان بہت بڑا ہے ، یہ خاکہ چالیس ۴۰ کمروں اور درسگاہوں پر مشتمل ہے ، مالی تخمینہ ساڑھے تیرہ لاکھ (۱۳,۵۰,۰۰۰) روپیہ کا ہے ۔

اس ناکارہ کو کہیں جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی ۔ مگر ہاں تبلیغی اجتماع جامع مسجد سہارنپور میں شرکت کے لئے بعض مرتبہ میں عرض کر کے اجازت حاصل

کر لیتا اور بعض مرتبہ خود حضرت ہی فرما دیتے :

" آج جامع مسجد میں نہیں جائے گا "

بس بندہ جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کے لئے چلا جاتا ۔ بعض مرتبہ فرماتے :

" (حافظ جی !) آج تو مرزا پور مدرسہ فیض العلوم نہیں گیا ، وہاں سے کوئی خبر آئی ، مدرسہ کا کیا حال ہے ؟ "

بندہ خاموش رہ جاتا ۔

مدارس کے بارے میں حضرت کی خواہش

مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلباء کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانتداری برتنے کے تاکیدی واقعات بہت گزرے ہیں مختلف واقعات ایسے ہیں کہ گاؤں کے معتقدین آتے تو ان سے کبھی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور کبھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے حالات کا تذکرہ اور کبھی اپنے چچا مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغ کے نقش قدم کا نمونہ یاد کر کے گھنٹوں رونے لگتے ۔

وقف کے مال میں امانتداری برتنے کے سلسلے میں منتظمین مظاہر علوم سے اکثر فرماتے رہتے ۔

ایک مدت حضرتؒ ممدوح نے مظاہر علوم میں بخاری شریف اور صحاح ستہ کا درس بھی دیا ۔ اوّل اوّل تو تنخواہ بھی لی ۔ مگر حضرت جب اپنے کتب خانہ اور دوسرے ذرائع سے خود کفیل ہوئے اور وظیفہ کے سرمایہ کو اپنے لئے مناسب خیال نہ فرمایا تو وہ رقم جو مدرسہ مظاہر علوم کے خزانہ سے تنخواہ میں آئی وہ خزانہ کو

واپس فرمادی ۔ قربان جائیے ! حضرتؒ کی دوربینی کے ۔ چونکہ حضرت کی پونجی اس سیہ کار کے حوالہ ہی رہتی تھی اس لئے ایسی ہدایات بارہا اس ناکارہ کو بھی فرمائیں۔

طلبہ کو عطایا

درس بخاری شریف کے وقت حضرتؒ کی ایک خاص ادا تھی کہ مشائخ کے اقوال نقل فرماکر آخر میں فرماتے :

"سُنو ! اس حدیث کے بارے میں محدّثین کی رائے تو یہ تھی اور (یہ چکی کا پاٹ یوں کہتا ہے) میری رائے یہ ہے"

ختم بخاری شریف پر اپنی طرف سے دورہ کے شرکاء کو ایک روپیہ فی کس انعام عطا فرماتے ۔ ۱۰ محرم کے روزہ داروں کو دو دن تک مسلسل آٹھ آنہ فی کس انعام دیتے ۔ اشعار تو واقعی ہی حضرت بہت پڑھا کرتے تھے مگر اس ناکارہ کو تحریری نہ تقریری محفوظ کرنے کی شُدبُد نہ ہوسکی ۔ اور درس بخاری کے وقت طلباء سے اَسْمائِ حُسنیٰ کو حفظ سنتے اور ایک ایک روپیہ انعام عطا فرماتے تھے۔

دسترخوان پر تفریحی واقعات اکثر ذکر فرماتے رہتے ، اور بزرگوں کے اقوال بھی بیحد ذکر فرماتے ۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے اور یہی طریقہ اصلاح کے لئے بہانہ بن جاتا ۔

حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

وطن مالوف اور ولادت

حضرت مولانا[1] قاری رحیم بخش صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی چودھری فتح محمد بن حافظ رحم علی ہے ۔ وطن مالوف اور جائے پیدائش پانی پت ہے جو تاریخی اہمیت کی جگہ ہونے کے علاوہ ہندوستان میں اہل اللہ اور قراء کا مسکن ہے اور حضرت شاہ بوعلی قلندر کا مرقد پاک ہونے کی وجہ سے خاص و عام میں مشہور ہے۔ تاریخِ پیدائش رجب ۱۳۴۱ھ ہے۔

حضرت قاری صاحب اپنے سفید رنگ اور خوبصورتی کی وجہ سے خاندان میں "مولوی بھورے" کے لقب سے مشہور تھے اور شیخ المشایخ امام القراء حضرت مولانا ابو محمد محی الاسلام پانی پتی (آپ کے دادا استاد) آپ کو چاند کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ ساڑھے تین سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور والدہ صاحبہ تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہوئیں۔

ابتدائی تعلیم

مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں حفظ قرآن کی ابتدا شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مدظلہٗ (مقیم حال مدینہ منورہ) سے ۱۳۴۹ ہجری میں بعمر آٹھ سال کی اور دس برس کی عمر میں حفظ مکمل کرلیا۔

فارسی عربی صرف و نحو منطق و فلسفہ کی ابتدائی کتابیں حضرت قاری فتح محمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب پانی پتی سے ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۸ھ تک پڑھیں۔

نکاح اوّل : سولہ سال کی عمر میں نکاح اول ۲۸ محرم ۱۳۵۷ھ کو ہوا۔

---

[1] یہ مضمون حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فاضل داماد حضرت قاری محمد طاہر صاحب رحیمی، مدیر جامعہ رحیمیہ ملتان کی تالیف دلکش نقش سے ماخوذ ہے جو حضرت قاری صاحبؒ کی سوانح حیات ہے اور دراصل یہ مضمون ان ہی کا ہے۔ احقر مرتب

دارالعلوم دیوبند

اکیس سال کی عمر میں حضرت قاری صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہاں آپ کا قیام ۸ر ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ سے شعبان ۱۳۶۲ھ تک رہا۔

اساتذہ

آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مفتی ریاض الدینؒ، حضرت مولانا قاری اصغر علیؒ، حضرت مولانا محمد سعیدؒ از متعلقین حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید اختر حسین بن حضرت میاں اصغر حسینؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد عبدالسمیعؒ، حضرت مولانا محمد ادریسؒ، حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا فخر الحسنؒ۔ دارالعلوم دیوبند کا داخلہ کا واقعہ خود حضرت سنایا کرتے تھے، کہ مولانا اعزاز علیؒ نے شرح جامی کا امتحان لیا اور یہ شعر پوچھا

بَتَیْهَاءَ قَفْرٍ وَالْمَطِیُّ کَأَنَّهَا
قَطَا الْحَزْنِ قَدْ کَانَتْ فِرَاخًا بُیُوضُهَا

"میں نے خالی بیابان میں سفر کیا۔ میری سواری اس قدر تیز تھی کہ گویا وہ ایسی چکور ہے جس کے انڈے بچوں کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں کہ جس طرح وہ چکور اپنے بچوں کی طرف لپکتی ہے۔ اسی طرح میری سواری کا حال تھا۔" (شرح جامی صفحہ ۳۲۰)

مولانا نے پوچھا کہ اس شعر میں قطا پرندہ مذکر ہے یا مؤنث؟ حضرت نے فرمایا کہ مؤنث ہے، دریافت کیا۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا دلیل خود اس شعر میں موجود ہے کہ اس میں قطا کے انڈوں کا ذکر ہے اور انڈے مؤنث و مادہ ہی کے ہوتے ہیں مذکر و نر کے نہیں ہوتے۔

مولانا اس جواب سے خوب محظوظ ہوئے اور مسکرا پڑے، بعد میں حضرت کے متولیان کے سامنے خوب تعریف کی۔ اور فرمایا کہ بچہ بہت ذہین ہے ان شاء اللہ خوب ہی خوب کامیابی ہوگی۔ چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہوئے۔ فللّٰہ درّہ۔

ابتدائی تدریس

ذی القعدہ ۱۳۶۲ھ (مطابق ۱۹۴۲ء) میں قیام پاکستان سے چار سال قبل بعمر اکیس ۲۱ سال آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ کی دعوت وطلب پر بہ غرض تدریس قرآن مجید مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں تشریف لائے۔ جب کہ حضرت قاری صاحبؒ کا ابھی سبزہ آغاز تھا۔ اس مسجد میں بنام مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم تھا جو مولانا موصوف کی نگرانی میں چل رہا تھا۔ اس مدرسہ میں آپ نے تعلیم وتدریس وتحفیظِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت والا بے حد نازک مزاج تھے۔ نوعمری کا زمانہ تھا اور ماحول ان کے لئے یکسر نامانوس تھا۔ لیکن مولانا محمد علی صاحبؒ کے اخلاص وتواضع نے حضرت قاری صاحبؒ کو جمائے رکھا۔ اس وقت یہاں کوئی شخص بھی قرآن مجید کی صحیح تعلیم حاصل کرنے والا نہیں تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ نمازِ تہجد کے بعد رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ! اس مسجد کو قرآن پڑھنے والوں سے آباد کردے۔

آپ کی ان نیک دعاؤں ہی کا اثر تھا کہ بہت جلد ہی ہزاروں کی تعداد میں قرآنِ کریم کی صحیح تعلیم حاصل کرنے والے پیدا ہوگئے۔

نکاحِ ثانی اور پانی پت واپسی

آپ نے ذی القعدہ ۱۳۶۵ھ میں بعمر چوبیس ۲۴ برس پہلی اہلیہ کے انتقال پر دوسرا نکاح کیا، ربیع الاول ۶۶ھ کو ملتان سے اہلیہ کو پانی پت پہنچانے کے لئے گئے، ان دنوں ہندو مسلم فساد زوروں پر تھا۔ اور تقسیم ہند کی تیاریاں ہو رہی تھیں ان فسادات کی وجہ سے ریلوں کی آمدورفت بند ہوگئی اور آپ ملتان آنے کی بجائے وہیں پانی پت کے مدرسہ فیض القرآن میں کام کرنے لگے۔

اس مدرسہ میں چھ ۶ ماہ کام کرنے کے بعد شعبان ۱۳۶۶ھ میں سالانہ امتحان دلایا جو اپنے وقت کے امام القراء حضرت مولانا القاری ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ نے لیا اور فرمایا:۔

"کہ جب اللہ جل شانہ، کام لینے پر آتے ہیں تو چھوٹے بچوں سے

لے لیتے ہیں۔ اس بچہ نے چھ۶ ماہ میں مدرسہ کی کایا پلٹ دی، جو
کام عرصہ دراز سے خراب چلا آتا تھا وہ سب درست ہو گیا۔"

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"کہ مجھے اس بچہ سے بہت سی توقعات ہیں۔"

اور الحمد للہ کہ آپ نے وہ توقعات پوری کر دکھائیں۔ ۲۷ رشب رمضان ۱۳۶۶ھ کو تقسیم ہند ہوئی اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اور تبادلۂ آبادی شروع ہو گیا۔ تو حضرت موصوف بھی اسی سلسلہ میں پاکستان آگئے اور حسبِ سابق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے فرمان پر اپنی سابق جگہ مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن مسجد سراجان حسین آگاہی ملتان میں مشغول تدریس ہو گئے۔

اولاد

پہلے نکاح سے ایک فرزند قاری محمد عبد اللہ صاحب اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ اور دوسرے نکاح سے تین صاحب زادے مولانا قاری محمد عبید اللہ صاحب۔ مولانا قاری محمد اہل اللہ صاحب اور قاری محمد نصر اللہ صاحب اور پانچ صاحب زادیاں ہوئیں۔ الحمد للہ سب بقید حیات ہیں اور تمام صاحب زادے اور صاحبزادیوں کی شادیاں ہو چکیں سوائے ایک قاری نصر اللہ صاحب تمام صاحبزادے اور بڑے داماد حضرت حافظ صدیق صاحب کے سوا تمام ——— داماد قرارت عشرہ کے قاری اور حافظ ہیں اور حضرت قاری صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور سب ہیں الحمد للہ نیکی اور دین داری اور تدریسی مہارت اور اوقات کی پابندی ہے اور پاکستان کے مختلف شہروں میں قرآن پاک کی حفظ و قرارت کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ قاری محمد عبید اللہ صاحب حضرت قاری صاحب ہی کی جگہ پر خیر المدارس ملتان میں کام کرتے ہیں اور مسجد سراجاں میں خطیب امام ہیں۔

دامادوں میں حضرت قاری محمد یٰسین صاحب جو صدر درجہ قرآن دار العلوم کراچی ہیں حضرت کو بہت عزیز تھے اور تعطیلات کا ایک حصہ حضرت ان ہی کے پاس کراچی میں گزار نا پسند فرماتے تھے۔

قرآن کریم سے جو خاص شغف حضرت کو تھا اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ تمام صاحبزادگان

کے لئے قرآن کریم ہی کا پڑھنا اور پڑھانا پسند فرمایا اور تمام اولاد کے لئے زوجیت و رفاقتِ حیات جیسے اہم و نازک رشتہ کے معاملہ میں حسب و نسب اور جاہ و مال والے خاندانوں کے مقابلہ میں اپنے تلامذہ ہی کے دیندار علماء، حفاظ، قراء کے گھرانوں کو ترجیح دی اور تمام بچوں اور بچیوں کی تقاریبِ نکاح بے انتہا بے تکلفی اور روایتی و مثالی سادگی کے ساتھ مروجہ رسوم و بدعات سے قطعی پاک وصاف اور شریعتِ مطہرہ کے عالی شان و پر شوکت طریق کے عین مطابق منعقد فرمائیں اور اس بارہ میں کسی بھی لَوْمَةَ لَائِمٍ کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ فَلِلّٰهِ دَرُّهٗ وَعَلَيْهِ اَجْرُهٗ۔

تدریس کا دورِ شباب

شوال ۱۳۶۷ھ میں مسجد سراجاں مدرسہ محمدیہ کو خیر المدارس کی شاخ بنا کر اس میں مدغم اور ضم کر دیا گیا تو حضرت موصوف ۶۸ھ سے لجمر چھبیس۲۶ سال استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کی سرپرستی میں جامعہ خیر المدارس میں (جو تقسیم ہند کے بعد جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تھا) بہ حیثیت صدر مدرس قرارت تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ تاہم مسجد سراجاں بدستور ان کا مستقر اور ان کے فیوض و برکات کا مرکز رہی۔ آخری لمحہ تک وہ خیر المدارس کے صدر شعبۂ قرارت و تجوید اور مسجد سراجاں کے خطیب رہے۔ گویا پہلے دن جہاں قدم رکھا تھا۔ وہیں سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔

آپ کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ صبح کو مدرسہ کے اوقاتِ تعلیم سے نصف گھنٹہ قبل اپنی درس گاہ میں تشریف لایا کرتے اور نمازِ عصر تک خیر المدارس میں پھر عشاء تک مسجد سراجاں حسین آگاہی میں تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی مدرسہ کا ناغہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ بیماری کے ایام میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہا۔ حضرت مرحوم وقت کے بڑے قدر دان تھے ہر کام اپنے وقت پر خوب باقاعدگی و پابندی کے ساتھ کرتے اور شاگردوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور ان کی اخلاقی تربیت پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے۔ تہجّد کے وقت شاگردوں کی کامیابی کے لئے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ خوب خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ تا زیست آپ کا یہی معمول رہا۔

حلقۂ تلامذہ

۱۳۶۲ تا ۱۴۰۲ھ کے چالیس سالہ دورِ تدریس میں آپ سے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ نے استفادہ کیا جو صرف پاکستان ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کے مختلف ممالک مشرقِ وسطی، افریقہ، ہندوستان اور حرمین شریفین میں بھی قرآن کریم اور فن تجوید وقرارت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں دیوبندی، اہلِ حدیث، بدعتی تمام مکاتب فکر کے افراد شامل ہیں۔ اور سبھی آپ کے فن کی داد دیتے ہیں اور آپ کے کمال کے بہ دل وجان خوب ہی خوب معترف ہیں۔ جن بچوں نے آپ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جس میں انہوں نے قاعدہ پڑھا، نماز وکلمات و دعائیں اور آخری سورتیں یاد کیں۔ ان کی تعداد کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ البتہ جنہوں نے حفظ وضبط مکمل کیا۔ انکی تعداد آٹھ صد ہے اور سبعہ وعشرہ قرارت سے فراغت پانے والوں کی تعداد ایک صد سے زائد ہے۔

فتنۂ قادیانیت، تحریکِ ختمِ نبوت اور گرفتاری

حضرت قاری صاحب تحریک کی فعال شخصیتوں میں سے تھے آپ ملتان میں تحریک کے بانی قرار دیئے گئے اور حضرت کی گرفتاری کے بعد ملتان میں تحریک ختم ہوگئی۔ لاہور سینٹرل جیل میں شعبان ۱۳۷۲ھ سے ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ تک رہے۔ اسی دوران جیل ہی میں روایات اور قرارت پڑھانے اور مسائل کے مرتب کرنے کا آغاز ہوا۔ حضرت کی خدمت میں جیل کے قیام کے دوران علماء کی ایک بڑی جماعت قرآن پاک کی تصحیح کرتی رہی۔ اور جیل میں بھی تدریس وتالیف کا سلسلہ جاری رہا۔

حج اور عمرہ

پہلا حج حضرت نے ۱۳۷۵ھ میں ۳۳ سال کی عمر میں کیا۔ اسی حج کے دوران مدینہ منورہ کے قیام میں ایک دن یہ خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں خود سنتے ہیں لہٰذا ایک قرآن یہ نیت کرکے پڑھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے استاذ ہیں اور میں سنا رہا ہوں۔ چنانچہ چند یوم میں ایک قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ریاض الجنۃ میں اسی نیت سے ختم کیا۔ فرماتے تھے اس کی برکات واضح نظر آئیں۔

مدینہ شریف میں بھی حضرت ہی کے شاگرد رشید حضرت قاری عبداللہ صاحب قصوری سے اعلیٰ قسم کا حفظ اور قرارت کا کام ہوا جس کو سعودی حکومت نے بھی پسند کیا اور پاکستان اور دوسرے ممالک میں بھی حضرت کا فیض حضرت کے تلامذہ نے عام کیا جن کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو سے زاید ہے۔

حضرت نے کل دس حج اور متعدد عمرے ادا کئے

حفظ وتحفیظ کے مجدد

آپ کی بے مثال قوی التاثیر، نہایت ٹھوس اور دقیع، پوری پوری مواظبت وپابندی کے ساتھ شبانہ روز ان تھک خدمتِ قرآن، آپ کے تدریسی قواعد وضوابط، اصول وطرق آپ کی تالیفات بالخصوص رسائل قرارت جن میں آپ نے ہر ہر روایت وقرارت کے اصول وفروش کو الگ الگ مرتب کرکے شروع قرآن سے آخر تک بالترتیب ان کا بتمامہ اجراء بھی کیا ہے تاکہ جو بچے حافظ ہیں وہ ان رسائل سے ہر ایک روایت وقرارت کو بھی نہایت آسانی سے یاد کرلیں۔ اسی طرح تکمیل الاجر فی القراءات العشر، تحفۃ الحفاظ اور رسالہ طریقہ حفظ قرآن یہ تمام امور اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ آپ قرارت اور انکی تدوین وتسہیل اور پھر ان کی تالیف وتدریس اور قرآن کریم کے معیاری حفظ وتحفیظ میں امام بلکہ مجدد و مجتہد اور بے مثل استاذ تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ حضرت قاری صاحبؒ کو تجوید وقرارت کا امام ومجتہد تسلیم کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"قاری صاحب سے مل کر قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کئی صدیوں میں جاکر ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں"۔

سلسلہ بیعت واجازت

آپ نے اوّلاً ۱۳۶۴ھ میں بعمر ۲۲ سال حضرت شیخ الاسلام مولانا السید الامام حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے موصوف کی ملتان تشریف آوری پر بیعتِ طریقت فرمائی۔ پھر حضرت کے وصال کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ سے

بیعت ہوئے۔

آپ اس بیعت کا واقعہ خود بیان فرماتے تھے کہ جب میں حضرت رائے پوری علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوا تو عرض کیا کہ حضرت مجھ سے ذکر تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر وقت تعلیم قرآن میں مشغول رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ تعلیم قرآن کے لئے بیٹھا کریں تو ذکر اللہ کی نیت کر لیا کریں کیونکہ قرآن سے بہتر کوئی ذکر نہیں ہو سکتا یہی آپ کا ذکر ہوگا۔

چنانچہ آپ آخر عمر تک اس پر عمل پیرا رہے اور اس نیت کی خوب ہی برکات عطا ہوئیں، حضرت رائے پوری کے وصال پر غالباً ۱۳۸۹ھ میں بعمر ۴۸ برس قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ سے بیعت فرمائی، حضرت والا نے ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ میں بعمر ۵۷ سال بمقام مدینہ طیبہ آپ کو چاروں سلسلوں میں مجاز بیعت فرمایا۔ اور آپ اُن کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

اور اس سے قبل غالباً ۱۳۹۶ھ میں بعمر ۵۵ برس حضرت مولانا القاری فتح محمد صاحب مدظلہ نے بھی آپ کو مجاز فرما دیا تھا۔

عشقِ رسول و تقربِ نبوی

حضرت رحمۃ اللہ کی ایک عظیم ترین و بنیادی فضیلت و منقبت جس کا علم اخص الخواص حضرات ہی کو ہو سکتا ہے وہ بارگاہِ نبوت میں قرب اور حضرت سید الکائنات باعثِ تخلیق دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی تک رسائی ہے وہ حُبِّ نبوی میں ڈوبے ہوئے تھے یہی چیز تھی جو ان کو ہر سال (مختلف امراض میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود) کشاں کشاں دربار نبوی میں حاضر کر دیا کرتی تھی۔

ایک صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے فضائل درود شریف (مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت میسر آنے کے مختلف اعمال و اذکار پڑھے تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ نے بھی زیارت کی ہے؟ حضرت نے فرمایا الحمد للہ بہت دفعہ۔ میں نے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں آپ نے کیا عمل اختیار

فرمایا ہے؟

فرمایا جب سے دلائل الخیرات مواظبت کے ساتھ پڑھنی شروع کی ہے اس وقت سے یہ برکات ظاہر ہوئی ہیں۔

عابد اور متقی

آپ نہایت عابد و زاہد اور متقی انسان تھے آپ نے ہمیشہ سادگی کو اپنا شعار بنایا، تعلیم کے ساتھ اوراد و اشغال بھی کیا کرتے، نماز تہجد نہایت پابندی و دوام سے ادا فرماتے اور اس میں کئی کئی پارے تلاوت فرماتے۔ عموماً رات کو ڈیڑھ دو بجے بیدار ہو جایا کرتے اور فجر کی اذان تک عبادت و دعا میں مشغول رہتے صرف اذان سے قبل دس۱۰ پندرہ۱۵ منٹ آرام فرماتے شب بیداری، تلاوت کے ساتھ شغف، خدمتِ قرآن، دینی استقامت، حب فی اللہ، بغض فی اللہ، نماز باجماعت، صف اول اور تکبیر اولیٰ کی پابندی یہ چیزیں تو گویا انکی عادت ثانیہ بن چکی تھیں۔ نماز میں خشوع و خضوع کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے فرمایا کرتے تھے کہ جب سجدہ میں جانا ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا اپنا سر حق تعالیٰ کے قدم مبارک پر رکھ دیا ہے۔

نظم و ضبط اوقات

تعلیمی اوقات کے آپ بہت ہی پابند تھے۔ روزانہ تعلیمی وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے درس گاہ میں پہنچ جانے کا معمول تھا کبھی اس کے خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ پھر تعلیم کا پورا وقت مقررہ درسگاہ میں خوب جم کر اور انتہائی استقامت و ہمت سے گزارتے تھے۔ ایک منٹ کے لئے بھی درس گاہ سے غیر حاضری گوارا نہ تھی اور ناغہ تو ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ ناغہ ہماری فہرست میں نہیں۔ حتیٰ کہ جمعہ کے روز بھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ اس روز بھی مسجد میں تعلیم ہوتی تھی۔

تعلیم قرآن کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ آپ غالباً نو۹ سال وجع مفاصل اور جوڑوں کے شدید درد میں مبتلا رہے حتیٰ کہ ہاتھ سے لوٹا اٹھانا اور کھانا تناول فرمانا اور نقل و حرکت بھی بہت دشوار تھی۔ گھر میں شدید درد و تکلیف کا احساس ہوتا۔ لیکن جب مدرسہ کا تعلیمی وقت ہوتا

تو یوں محسوس ہوتا کہ اب قطعی کوئی بیماری و تکلیف نہیں۔ ماشاء اللہ خوب تندرست اور رُو بہ صحت نظر آنے لگتے گویا کوئی تکلیف ہے ہی نہیں اور حسب معمول وقت مقررہ سے آدھا گھنٹہ پہلے درس گاہ میں حاضر ہو جاتے اور بعد از فراغت جب گھر تشریف لاتے تو پھر وہی پہلے والی کیفیت عود کر آتی۔ تعلیم کی باقاعدگی و پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرطِ جذبات میں بسا اوقات یوں فرمایا کرتے کہ ہمارے گھر میں کوئی فوتگی و حادثہ اللہ کو منظور ہے تو خدا کرے کہ وہ جمعہ اور چھٹی کے دن میں واقع ہو تاکہ پڑھائی کا حرج نہ ہو۔

اور اللہ کی قدرت و شان کہ اکثر و بیشتر اس قسم کے حوادث، جمعہ اور چھٹی کے دن ہی میں واقع ہوتے۔ جس کا ایک تازہ اور معجزانہ نمونہ آپکی وفات کا ہے کہ مرض الوفات اور وصال دونوں، ایامِ رخصت ہی میں رونما ہوئے کہ نہ تو آپ ہی کی تعلیم کا حرج ہوا۔ اور نہ ہی بیمار پرسی و تیمار داری اور تعزیت کرنے والے تلامذہ و اساتذۂ قرآن ہی کا نقصان ہوا۔

اوقات تدریس کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ سردی، گرمی، موسمی تغیّرات ضعیفی و کمزوری کوئی چیز ان کے راستہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ اور مدرسہ کے وقت سے پہلے وہ درس گاہ میں موجود ہوتے تھے۔

حج و عمرہ پر تشریف لے جاتے (جو آخری سالوں میں قریبًا سالانہ معمول بن گیا تھا) تو واپسی پر کراچی میں ایک رات بھی قیام گوارا نہ فرماتے (حالانکہ یہاں ان کی صاحبزادی اور دیگر اعزّہ ہیں) بلکہ آتے ہی ایسی گاڑی سے سفر فرماتے جو صبح سویرے ملتان پہنچا دے اور اسٹیشن سے سیدھے خیر المدارس اپنی درسگاہ میں تشریف لے جاتے۔ اور تعلیم کے اوقات ختم ہونے کے بعد گھر جاتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت قاری صاحبؒ سفر حج سے واپسی پر پہلے گھر تشریف لے گئے ہوں۔ اور وہاں سے درس گاہ میں تشریف لائے ہوں۔

حضرت قاری صاحبؒ کے یہاں صرف مدرسہ ہی کے اوقات کی پابندی نہ تھی۔ بلکہ انکی تعلیم کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔ عمومًا مدرسہ کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے گویا نمازِ فجر کے متصل ہی حضرت قاری صاحبؒ کی درسگاہ میں تعلیم شروع ہو جاتی

تھی۔ ہمارے مدارس میں عصر سے مغرب تک کا وقت چھٹی کا ہے لیکن حضرت قاری صاحبؒ کے ہاں اس وقت بھی تعلیم جاری رہتی تھی۔ اور پھر تعلیم و تدریس کے ان طویل ترین اوقات میں حضرت قاری صاحب ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ شخص اتنی طویل نشست پر کیسے قادر ہے؟

حضرت قاری صاحبؒ طلباء کی چھٹی کے قائل نہیں تھے۔ مریض طلباء کو بھی حکم تھا کہ اگر وہ پڑھنے پر قادر نہیں تو درس گاہ میں آ کر لیٹ رہیں لیکن درس گاہ سے غیر حاضری انہیں گوارا نہیں تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ پر اتباع سنت کا غلبہ تھا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کے قلب و نظر میں اس جمال جہاں تاب صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہو وہ حسبِ استعداد و ظرف اپنے اور بیگانوں کے لئے جلوت و خلوت میں کشش اور دلکشی رحمت و راحت، محبت و طمانیت اور خیر و برکت کا سبب نہ ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ نظم و ضبط اور تدریس کے امور میں رعایت نہ کرنے اور ظاہرًا سختی کے باوجود حضرت قاری صاحبؒ شاگردوں کے مخلص بہی خواہ اور محبت کرنے والے تھے اور شاگردوں کو بھی ان سے حقیقی محبت اور عقیدت تھی جس کا مشاہدہ روزان پرانے شاگردوں کے طور و طریق سے ہوتا تھا جو دور دراز سے پروانہ وار حضرت کی مجلس میں محض حضرت کی زیارت کے لئے آتے تھے دوستوں اور اہلِ تعلق کے ساتھ بھی حضرت کا معاملہ محبت اور ایثار کا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ کی گھریلو زندگی نہایت شگفتہ اور پیار محبت کی تھی۔ عام لوگ بھی۔ بازار کے دوکاندار اور دوسرے لوگ جن کا کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا حضرت قاری صاحب کا بہت احترام کرتے تھے اور حضرت کی طرف سے سوائے حسن سلوک، تواضع اور خیر کے کوئی اور بات نہ ہوتی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اجازت کے بعد حضرت قاری صاحب کا رنگ ہی اور تھا۔ جو دیکھ نہ سکتا ہو نگہت گل وہ بھی محسوس کرتا ہے۔

اپنے تمام اکابر سے حضرت قاری صاحب کو بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ اور

خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے فرماتے تھے کہ حضرت شیخ کی آپ بیتی اور دو ایک کتابیں مستقل میرے سرہانے رہتی ہیں جن کو سونے سے پہلے روز دیکھتا ہوں۔ شاگردوں یا احباب کی مجلس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ حضرت قاری صاحب کی مخصوص انداز گفتگو میں بڑا پیارا معلوم ہوتا تھا حضرت شیخ کے ایک مرید حضرت قاری صاحب کی اس ادا پر گرویدہ ہو کر انکی خدمت میں مسجد میں رہنے لگے کہ:

کہ ما دو عاشق زاریم وکار ما زاریست

کی سعادت نصیب ہو۔

اور حضرت قاری صاحب نے بھی بہ کمال شفقت و محبت و تواضع شاید ان کو اس ایک وجہ سے اپنے قرب سے نوازا اور اپنی شفقت ان پر عام کی اور عمر بھر نبھایا اور انہوں نے آج تک اس مسجد کو نہیں چھوڑا۔

تالیف و تصنیف

تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت نے ۲۳ رسائل و کتب اوقات تعلیم ہی میں درس گاہ میں بیٹھ کر تالیف فرمائیں۔ اور کمال یہ کہ تعلیم میں بھی کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوا۔ کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

تنویر شرح تیسیر۔ رسائل قراءت عشرہ۔ یہ نو رسائل ہیں جن میں ہر ہر قراءت اور روایات کو علیحدہ علیحدہ مرتب کیا ہے۔

تکمیل الاجر فی القراءت العشر۔ آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن۔ تحفۃ الحفاظ المعروف بہ متشابہات القرآن۔ العطایا الوھبیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ۔

تکثیر النفع فی القراءت السبع۔ المہذبہ فی وجوہ الطیبۃ۔ المرآۃ النیرہ فی حل قصیدہ الطیبۃ۔ غایۃ المہرہ فی الارلفیۃ بعد العشرہ۔ الخط العثمانی۔ ہدایات الرحیم ختم قرآن کا مستحب طریقہ۔ تاج المصاحف۔

وفات

۶ ذی الحجہ یوم جمعہ حسب معمول تعلیم قرآن کریم میں مسجد سراجان میں مصروف تھے کہ بعد نماز مغرب کان میں شدید درد ہوا اور اس کے معاً بعد بیہوش ہو گئے اسی حالت میں نشتر میڈیکل کالج لے جائے گئے وہاں چھ دن تک

بے ہوشی اور استغراق کے عالم میں رہے۔ اسی عالم میں ایک دن حضرت قاری صاحب کے ایک شاگرد سورہ یٰسین سنا رہے تھے کہ پریشانی میں اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ کو غلطی سے را کے پیش سے پڑھا۔ حضرت نے فوراً سر کا اشارہ کیا گویا کہ غلطی پر متنبہ کیا اور جب انہوں نے صحیح پڑھا تو پھر سر ہلایا کہ ٹھیک ہے۔

۱۱ اور ۱۲ ذالحجہ کی درمیانی شب مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۸۱ء تقریباً ساڑھے دس بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جنازہ میں لوگوں کا انبوہ کثیر تھا۔ نماز جنازہ پرانے قلعہ پر جناب مولانا اسلم صاحب خطیب و امام جامع مسجد نشتر کالج نے پڑھائی اور جمعرات کے دن مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۸۱ء غروب آفتاب سے ذرا قبل جامعہ خیر المدارس میں خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے درمیان دفن ہوئے۔

رب اغفر لہٗ وارحمہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر

خلقہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیماً

کثیراً کثیراً

تصنیفاتِ عالیہ و تالیفاتِ مبارکہ

برکۃ العصر، قطب العالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کی (۱) اپنی تصانیف (۲) اور وہ تصانیف جو حضرت والا کے امتثالِ امر میں حضرت والا کی خواہش کے مطابق حضرت والا کے معتمدین نے حضرت والا کے خزینۂ علم سے استفادہ کرتے ہوئے لکھیں :-

۱- تاریخ مشائخ چشت
۲- خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۳- حکایاتِ صحابہؓ
۴- فضائل ذکر
۵- فضائل نماز
۶- فضائل قرآن مجید
۷- فضائل رمضان
۸- اکابر کا رمضان ضمیمہ فضائل رمضان
۹- فضائل تبلیغ
۱۰- فضائل درود شریف
۱۱- فضائل حج
۱۲- فضائل صدقات - حصہ اول
۱۳- فضائل صدقات - حصہ دوم
۱۴- فضائل تجارت
۱۵- فضائل عربی زبان
۱۶- موت کی یاد
۱۷- تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات
۱۸- مکتوباتِ شیخؒ بنام اکابرین
۱۹- مکتوبات تصوّف
۲۰- مکتوبات علمیہ
۲۱- معارف الشیخ

۲۲- کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۲۳- الاعتدال فی مراتب الرجال
المعروف بہ اسلامی سیاست
۲۴- خوانِ خلیل (ضمائم)
۲۵- قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۲۶- حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۷- تقریر بخاری شریف
۲۸- آپ بیتی (اول تا سات)
۲۹- تاریخ مظاہر العلوم
۳۰- مقدمہ ارشاد الملوک
۳۱- مقدمہ اکمال الشیم
۳۲- داڑھی کا وجوب
۳۳- اختلاف الائمہ
۳۴- رسالہ اسٹرائک
۳۵- شریعت وطریقت کا تلازم
۳۶- اکابر علماء دیوبند
۳۷- فتنۂ مودودیت
۳۸- نسبت واجازت
۳۹- تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۴۰- نصائح حج ومکتوب گرامی
۴۱- تین مکتوب (اضافات مفیدہ)

۴۲- معمولاتِ رمضان
۴۳- مکاتیب حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ
۴۴- ملفوظات
۴۵- حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت
۴۶- سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ
۴۷- سوانح حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ
۴۸- تذکرۃ الخلیلؒ
۴۹- فتاویٰ خلیلیہ
۵۰- حیات خلیلؒ
۵۱- تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال
۵۲- انعام الباری شرح اشعار البخاری
۵۳- وصایا امام اعظم ابوحنیفہؒ
۵۴- مکتوباتِ شیخ الاسلام بسلسلۂ مودودیت
۵۵- حقوق الوالدین
۵۶- فضائل صحابہؓ
۵۷- حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ
اور تبلیغی جماعت
۵۸- سفرنامۂ افریقہ
۵۹- حضرت شیخ کی دینی فکر
۶۰- تنقید وحق تنقید
۶۱- اکابر کا سلوک واحسان

۶۲- اکابر کا تقویٰ
۶۳- آداب الحرمین
۶۴- ابتدائی اذکار واشغال برائے
متوسلین حضرت شیخؒ
۶۵- فیضِ شیخ
۶۶- مختصر الحزب الاعظم
۶۷- اُمّ الامراض
۶۸- ذکر واعتکاف کی اہمیت (مجموعۂ رسائل ثلاثہ)
۶۹- محبّت (جدید اڈیشن باضافہ)
۷۰- کتاب الصلوٰۃ
۷۱- حضرت اقدسؒ کے وصال کے بعد
۷۲- محبوب العارفین
۷۳- بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی
المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم
۷۴- شجرہ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی
۷۵- فضائل لباس (اردو)
۷۶- فضائل لباس (انگریزی)
۷۷- حضرت شیخؒ اتباع سنت کی روشنی میں (اردو)
۷۸- " " " (انگریزی)
۷۹- مجالس ذکر
۸۰- صقالۃ القلوب

۸۱- سوانح حضرت شیخؒ از مولانا علی میاں
۸۲- الفرقان خصوصی نمبر حضرت شیخؒ
۸۳- خُدّام الدین "
۸۴- چہل حدیث درود شریف
۸۵- منزل برائے دفع سحر
۸۶- معمولات کا پرچہ

عربی تصانیف

۸۷- بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد
۸۸- الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۸۹- لامع الدراری علی جامع البخاری
۹۰- اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک
۹۱- الابواب والتراجم للبخاری
۹۲- الحل المفہم لصحیح مسلم
۹۳- جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۴- الحظ الاوفر فی الحج الاکبر
۹۵- الشریعۃ والطریقۃ
۹۶- وجوب اعفاء اللحیۃ
۹۷- اہمیۃ التصوف والسلوک فی الاسلام
۹۸- الاستاذ المودودی ونتائج بحوثہ وافکارہ
۹۹- الشیخ محمد الیاس ودعوتہ الدینیۃ

ملنے کے پتے

مکۃ المکرمہ:

مکتبہ امدادیہ۔ باب العُمرہ

مدینہ منورہ:

مکتبۃ الایمان ومکتبۃ الکوثر۔ باب المجیدی

پاکستان:

مکتبۃ الشیخ۔ کراچی

مدینہ اسٹیشنری مارٹ۔ انارکلی لاہور

مکتبہ فیضِ شیخ۔ چوہڑ ہڑپال۔ راولپنڈی

ھندوستان:

کتب خانہ یحیوی۔ مفتی محلہ سہارنپور

زامبیا:

معہد الرشید الاسلامی۔ چپاٹا۔ زامبیا